بہمین گلشن آرائی کن فکاں رنگین فرمائی گل و ریحان
گلستان سخن
مطبع منشی نولکشور

اطلاع۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مفصل ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرماسکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہیں اُنمیں بعض کتب تذکرۂ شعرا اردو و فارسی وغیرہ کے درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

کتب تذکرۂ شعرا اردو

سراپائے سخن۔ شعرائے قدیم و جدید اردو کا تذکرہ ہے مولفہ سید محسن علی۔

گلستان بیخزان۔ معروف بہ نغمۂ عندلیب شعرا کا تذکرہ بجواب گلشن بیخار مولفہ حکیم قطب الدین دہلوی۔

گلدستۂ سخن۔ شعرا کا تذکرہ ہے کہ شاعرہ خاص اس مطبع میں مرتب ہوا اسمیں نامی گرامی شعرا کا ذکر و کلام ہے

تذکرۂ شعرا فارسی

تذکرۂ گلشن بیخار۔ شعرائے نامی گرامی متقدمین کا تذکرہ ہے مولفہ نواب محمد مصطفی خان دہلوی شیفتہ تخلص

قند پارسی۔ مجموعہ منتخبات بیاض اشعار از مولوی عبد الغفور خان نساخ۔

خزانۂ عامرہ۔ شعرائے متقدمین کا تذکرہ ہے جسمیں [illegible] صلہ سخن عطا حاصل کی ہے مولفہ حضرت مولوی میر غلام علی آزاد بلگرامی۔

جواہر العجائب۔ تذکرہ زنان شاعرہ کا ہے مصنف اسکا فخری [illegible] ہے جو مشہور استاد ہے عہد میں [illegible] ایران کے یہ تذکرہ تالیف کرکے [illegible] بادشاہ [illegible] خان نذر کیا تھا۔

تذکرۂ حسینی۔ [illegible] سے ہی موقوف [illegible]

یہ حسین و بہت سنبھل۔

کلیات و دواوین اردو

کلیات انشاء اللہ خان۔ یہ نتیجہ طبع شاعر نامی بذلہ سنج میر انشاء اللہ خان انشا تخلص کا ہے عہد نواب سعادت خان میں بڑے مقرب و حاضر جواب تھے۔

کلیات نساخ۔ عمدہ کلیات جسمیں نادر نادر رسائل شامل ہیں۔

۱۔ شاہد عشرت ۔ ۲۔ سخن شعرا ۔ ۳۔ اشعار نساخ ۔ ۴۔ مرغوب دل ۔ ۵۔ [illegible] ۔ ۶۔ گنج تواریخ ۔ ۷۔ چشمۂ فیض ۔ ۸۔ قند پارسی ۔ ۹۔ زبان ریختہ ۔ ۱۰۔ شگوفۂ منتخب از جلوہ گری طبع رسا مولوی عبد الغفور خان نساخ۔

کلیات سودا۔ قصائد و مثنویات و دواوین و رباعیات از کلام تاج الشعرا مرزا رفیع السودا مستند الکلام

کلیات نظیر اکبر آبادی۔

کلیات تراب۔ مجموعہ جسمیں چند کتاب ہیں۔

۱۔ دیوان ۔ ۲۔ مثنوی عاشق صنم ۔ ۳۔ [illegible] ۔ ۴۔ شمرۂ تازہ [illegible]

کلیات [illegible]۔ کلام شاعر مستند میاں [illegible] الدین [illegible]

یہ چمن گلشن آرائی کن فکاں رنگین فرمائی گل و ریحاں
عمدہ تبصرہ نادر تذکرہ ہے کہ جسمیں ہر علم و فن کا تحقیقات کے ساتھ بیان ہے پسندیدہ عالم مرغوب اہل سخن
گلستان سخن
مولوی امام بخش صہبائی
حسب فرمایش یک قدردان سخن ماہر فن صاحب کمال منشی دیندیال صاحب میر منشی ایجنسی بھوپال کے
مطبع منشی نولکشور میں بہ طبع مزین مقبول اہل جہان ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پلا ساقی مجھے جام مئی ناب / کہ دل سینہ مین ہی جون برق بیتاب
کہ اس مئی کے لیے پیدا وہ انگور / کہ ٹپکے اوس سے جون مئی خون منصور
وہ مئی ظاہر مین گو آب خنک ہی / پہ بجلی اوسکی ایک موج تنک ہی
تجلی اوسکی ہو گر پرتو افگن / جلا دے طور کا سارا وہ خرمن
پری کی طرح ہو مینا مین مستور / پہ جون خورشید دے عالم کو ایک نور
نہ کچھ تنہا وہ نقد جام جم ہی / چراغ دیر ہی شمع حرم ہی
اوسی سے پُر ہوا ہو صبح اور شام / جنید و شبلی و منصور کا جام
رہے دایم وہ جون عشق جگر جوش / جنون کی راہبر اور رہزن ہوش
ہر اک جرعہ ہی اوسکا جان منصور / ہر اک قطرہ شرار آتش طور
یہ کچھ پر زور ہو وہ صاف گلرنگ / کہ موج اوسکی دل مینا پہ ہو سنگ
اگر ہی صاف اگر دُرد اوس سے اک جام / پلا دے مجھکو ای غارتگر کام
کہ میرے دل سے معنی جوش زن ہی / زبان کو گرمی شغل سخن ہی

اگر سیراب ہو جام مئے ناب	نہال گلشن معنی ہو سیراب
کہ ایسا جام مے سے مجکو سرمست	کہ دل سے محو ہو سب نیست اور ہست
سدا رہوے زبان پر حمد کی فکر	نہ ہووے دل کو جز توحید کچھ فکر

چمن چمن حمد اور گلشن گلشن ثنا کے لائق وہ بہار پیرا ہے جسکی نسیم قدرت نے سمن رویوں کے رخسار کو گل سے شگفتہ تر کیا اور مسلسل مویونکی زلف کو سنبل سے آشفتہ تر او سی چمن آرا ے قدرت کا ایجاد ہے کہ چشم نرگس باوجود نابینائی کے بازاور سرو باوجود پا در گل ہونے کے آزاد ہے سوسن اوسکی رازداری سے باوجود دہ زبانی کے خاموش اور زبان بر قفا اوسکے نفاذ امر سے باوصف نافرمانی کے اطاعت مین سخت کوش او سکی نیسان عطا سے صدف گل گوہر شبنم سے آلستبن اور اوسکے کان سخا سے خاک چمن زر جعفری کی مخزن سبحان اللہ کثرت کو آئینہ وحدت کیا اور دوئی کو مظہر عینیت بنایا نظر تحقیق مین قطرہ و موج وحباب کی اصل آب ہے اور نگاہ تامل مین شرارا ور شعلہ سرکش کی حقیقت آتش وہی آتش ہے کہ رگ ہر سنگ مین مثل خون جاری ہے اور وہی بہار ہے کہ ریشۂ ہر نہال مین مثل آب ساری ہے ہان مگر تفاوت مراتب کا درمیان ہے اور یہ تفاوت مثل ذرہ و آفتاب عیان ہے مظہر تام وہ یگانہ ہے کہ معنی لولاک اوسکی وسادہ عظمت سے ایک طراز ہے اور سیر افلاک اوسکی شوخی سمند کا ایک نداز ہے انا افصح رنگ ہے اوسکے گلزار مقال کا اور انا املح نمک ہے اوسکے خوان جمال کا قاب قوسین گواہ ہے کہ ماعرفناک صرف سلوک ہے طریقہ انکسار مین اور انا احمد بلا میم شاہد ہے کہ لا احصی محض اہتمام ہے اخفاے اسرار مین خاکی کو اوس فلک مرتبت کے مدارج نعت پر صعود کرنا ایسا محال ہے جیسے گرد ضعیف کو آسمان پر جانا اور انسان کو اوس ملائک شیم کے اوصاف مین لب کھولنا اسطرح دشوار ہے جسطرح بندہ کو خالق کا راز زبان پر لانا حق یہ ہے کہ نہ اداے حمد کے لائق زبان ہے اور نہ گزارش نعت کے سزاوار بیان پس واجب ہے کہ بارگاہ معبود مین اداے سجود اور پیشگاہ نبوت مین گزارش درود کی سعادت حاصل کرکے کارکنان مملکت شریعت اور پیشوایان راہ طریقت یعنی چار یاران خلافت مرتبت کے حق مین رحمت کی استدعا کر اور پھر فکر تیز پا اور اندیشہ رسا کی اعانت سے لیسے دستگیر خلایق اور دستگیر خلایق کا ثنا طراز ہو کہ اس عہد مین بعد خلفاے راشدین کے چار بالش خلافت پر جاگزین ہے اور ایوان ریاست مین مسند نشین یعنی گوہر دریاے سلطنت و تاجداری افسر فرق سعادت و بختیاری زیبندۂ اورایک ہفت کشور طرازندہ تخت وافسر بانی بناے معدلت مروج قواعد نصفت محی مراسم عدل وداد ماحی آثار ظلم و بیداد تیزی تیغ

شجاعت و بسالت صفاے آئینۂ عظمت و جلالت مسند آراے قصر دولت و اقبال چمن پیراے
گلشن جاہ و جلال رفعت مرتبت معالی منزلت نقاوہ دودمان صاحبقرانی سلالۂ خاندان گورگانی
رافع لواے انصاف ہادم بناے اعتساف حضرت ظل اللہ ابوظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ خلد اللہ
ملکہ و سلطانہ و افاض علی العالمین برہ و احسانہ دریا اوسکے عہد انصاف مین ساحل کی بیخ کنی
کے جرم پر حلقۂ موج سے پابزنجیر صحرا اوسکے عدالت کے دور مین خار کی پرورش کے گناہ پر آبلہ
پایون کے نقش قدم سے شکنجہ مین اسیر اوسکی سیاست نے چورون کی سازش سے رنگ حنا کو دستگیر
کیا اور اوسکی ہیبت نے حصار چمن مین نافرمان کو فرمان پذیر فضاے چرخ اوسکی پیشگاہ کی وسعت
کے آگے ایک کف دست اور اوج فلک اوسکے آستانہ کی رفعت کے سامنے پست چوب زبان
درفش کاویانی کی روکش دست و پای اعدا و شان بارگاہ کے ہاتھ مین گرفتار کشمکش اوسکا
ادنی غلام دارا کو ایسی شکست دے کہ سکندر رشک سے مرجاوے اور اوسکا کمتر بندہ ضحاک سے
ایسا انتقام لے کہ فریدون غیرت سے منہہ نہ دکھاوے شیر نے اوسکے نہیب سے خانۂ روباہ مین پناہ
لی اور گرگ نے اوسکی وہشت سے گوسپند کے مقابل صحرا کی راہ لی از بسکہ چتر ظل اللہی کے سایہ مین
تربیت پائی ہے ظل ہما کو اوسکے فرق بلند تک جرأت کرنے مین خجالت ہے اور چونکہ پایہ سریر کا فرق
عرش سے بالاتر ہے چوب سدرہ و طوبی کو سامان تخت کے مہیا کرنے مین ندامت ہے اقبال اوسکی ملازمت
سے سربلند اور دولت اوسکے آستانہ سے ارجمند فضاے بزم مین شعلہ ہر شمع فروزان کا رقص
ناہید سے نشاط انگیزتر اور میدان رزم مین موج ہر رگ روان کی خنجر سے خون ریزتر دست سخا
ایسا سحاب ہے کہ ہر قطرہ اوسکا گوہر سیراب ہے اور تخت مرصع ایسا باغ ہے کہ ہر گل اوسکا گوہر شب چراغ
ہے اہل روزگار گنجینہ سخا سے ایسے کامیاب کہ شبنم گوہر سے وظیفہ خوار اور گل زر سے روزینہ دار
ہے اور خلق خوان عطا سے ایسی سیر کہ غنچہ نرگس صحن زعفر کی طرف آنکھ نہین کھولتا اور گل سوسن
دعوت شگفتگی مین باوجود صلاے نسیم کے اوس زبان درازی پر منہہ سے نہین بولتا دامن سائل
کا اوسکے سیل عطا سے ایک گرداب ہے آب گوہر سے مواج اور کشکول ہر گدا کی اوسکے خزینۂ بخشش
مین کثرت جواہر سے رشک افسر و تاج رخ اعدا کا گل زرد اوسکی شمشیر کی بہار طرازی سے گلگون اور تن
خصم کی رود خشک اوسکی خنجر کی نیرنگ سازی سے جوے خون صبح اوسکی پیشگاہ ادب مین
ضبط نفس مین مجبور اور آفتاب اوسکی روشن دلی کی خجالت سے پردہ شب مین مستور قیامت نمونہ
ہے اوسکی مہابت کا اور محشر نقشہ ہے اوسکی سیاست کا پنجہ آہنین اوسکے زور دست سے موم او

وجود اعدا اوسکے صدمہ گرز سے معدوم ہو اور چمن میں نسیم بغیر اوسکی اجازت کے زر گل کو ہاتھ نہ لگا سکے
اور صحرا میں گردباد بدون اوسکے علم کے ایک ہنگامہ نہ اوٹھا سکے اوسکے عہد انصاف میں
دریا تیغ موج سے نہنگ کو تہدید کرتا ہی کہ آشناکشی سے باز آوے اور صحرا گرز گردباد سے
خار کو ڈراتا ہی کہ آبلہ پایونکی خونریزی سے ہاتھ اوٹھا وے اگر دبیر فلک اوسکے سر پر گردش میں
آنیکے جواہر آبدار کو تسبیح کو ایک ایک دانہ شمار کرے اور فرض و تقدیر کی امانت سے لاتعداد کو
تعین اعتبار کرے ایک پایہ کے ترجیح کا حساب انجام کو نہ پہونچا وے اور اگر محاسب قضا
اوسکے تاج آسمان معراج کے لآلی شاہوار کو اعداد غیر متناہی کی وساطت سے گننے اور عمر ابد کو
قدر تکرار انفاس اس حساب میں صرف کرے اوسکے خیمہ گوشہ کے موتیون کے شمار میں عاجز ہو
آوے جبتک آسمان معمور ہے تخت اور آفتاب ہمشکل تاج ہی تخت شاہنشاہی سے آسمان کو
رفعت اور تاج حضرت ظل آلہی سے آفتاب کو عزت رہے

مدح وارث تاج و نگین والی ممالک زمان و زمین ولیعہد خلیفہ حق سزاوار خلافت مطلق

ایک شب کہ کنج مسکنت کو چراغ فکر نے منور کیا تھا اور گوشۂ فکر کو شمع معانی نے خانۂ آفتاب سے
روشن تر قافلہ معنی کی آمد پر فوج سخن ور شنون کی فوج سے افزون تر تھی اور خلوت ضمیر غنچہ
مضامین سے گنجینۂ جواہر سے مشابہ تھی کبھی بلبل خامہ عندلیب خوش الحان سے ہمنوا اور
کبھی طوطی نفس قمری صبح خوان سے ہمصدا تا ناگاہ نسیم صبح گاہ نکہت ریاحین سے ہم آغوش
اور روائح مشکبار سے مہکتا رخت دماغ میں نافہ کشا ہوئی اور بزم مشام میں عطر بار صیقل
انبساط نے آئینہ صفائے وقت سے زنگ زدائی کی اور شاہد نشاط نے گوشۂ طبیعت سے جلوہ نمائی
جذبہ بیا مرا لا رہی جادۂ گریبان طرف راہبر ہوا اور شوق تیز پا صحرائے خیال میں ہمسفر فضائے
گلشن قدس کو دلکشا دیکھا اور ہوائے چمنستان غیب کو جانفزا کہین شاہدان قدسی شمامہ
جلوہ گری کرتے تھے اور خوبیان رنگین جامہ دلبری ایک ہنگامہ روزا روگرم تھا اور موجب
دوا دولے آزرم حیرت نے رخت چشم میں بساط آرائی کی اور تعجب نے گوشۂ خاطر میں پردہ کشائی
جناب شوق نے پنجۂ شرم سے دامن جھٹک کر قدم بڑھایا اور ایک گلرخسار نازک دماغ کے
سامنے آیا مگر حیرت آستانہ میں آوے اور پردۂ تحیر چہرہ نگاہ سے اوٹھ جاوے سبب
کیا ہی کہ انجمن آرایان جمال کمر شبگیر میں آور چمن طرازان حسن آہنگ سفر میں مصروف ہیں

تو جسکو دیکھا انکی طلعت سے زیادہ تر آشنا پایا پیام دوست سے زیادہ تر دلربا حیرت کی تھی
کہ اس بیگانہ دنیا مین اسقدر آشنا کب بہم پہنچائے تھے اور اس ناشناسا ملک مین
اتنے آشنا رو کسطرح ہاتھ آئے تھے اس تنخیل انتہا ری اور اس مخمصہ اضطراری سے
اون عروسان وفا شعار کا لب تبسم سے آشنا ہوا اور انکا خندہ کنایہ آمیز ہوش ربا تب
ایک حیرت طاری ہوئی کہ آیا میرا ہی دل ہوش سے بیگانہ ہے یا ان نازنینان مشعبد صفت کی
طبیعت ستم ظریفی مین یگانہ آخر آواز آشنا گوش آشنا ہوئی اور صدائے دلنواز رہبر مدعا
کہ ہم وہی گلرویان سمن اندام ہین کہ تیرے صریر قلم کی صدا پر اس وادی دور و دراز مین حر
پیما ہین اور تیری محفل خیال کے عزم مین اسقدر تیز پا ہوئے ہین تو نے بزم سخن کو داد رسی کرکے تفریح
کے واسطے نہین آراستہ کیا اور خوان معنی کو خدیو دولت گستر کی ضیافت طبع کے لیے نہین
پیراستہ کیا اسی محفل آرائی کی تقریب ہے کہ ملک نزاکت کے لطیف نہاد اس نقل و حرکت مین
بے اختیار ہین اور اسی بزم پیرائی کا سبب ہے کہ گلشن لطافت کے نازک دماغ اس بادیہ نوردی
مین ناچار ہین فی الواقع کیونکر ایسی بزم کا شوق دامنگیر نہ ہو کسطرح ایسی انجمن دلپسند نہو کہ صاحب
صاحب سلیقہ اوسکا میزبان ہو اور داور روزگار اوسکا مہمان وہ داور جسکی نسیم کرم
گلشن عالم کی خاطر کو ایسا شگفتہ کرتی ہے جیسے غنچہ کو باد صبا اور اوسکی سموم قہر سرکشان و اولی
روزگار کے دلون کو اسطرح جلاتی ہے جیسے اہل کفر و ضلال کو نار جحیم یعنی حامی امم ماحی ستم قاسم
ارزاق عباد ناظم معمورہ بلاد روشن سواد صحیفہ تقدیر نقش بند صحائف تدبیر چمن طراز دولت و اقبال
گلدستہ بند بہارستان جاہ و جلال زینت بخش مسند خلافت پناہی طرازندہ سلطنت شوکت دستگاہی ہادم بنائے
کفر و عصیان قامع بنیان سرکشی و طغیان ولیعہد حضرت ظل الٰہی شہزادہ ملقب عالم پناہی مرجع
شجاعت پیشگان صاحب تہور مرزا فتح الملک بہادر دام اقبالہ و ضاعف اجلالہ کہ جہان اوسکے
سایہ حمایت مین تقلب ادوار سے مامون ہے اور عالم اوسکے حصار عنایت مین حوادث روزگار
سے مصئون سوال ہنوز لب تک نہین آیا کہ اوسکے گنجینہ کرم سے درر و جواہر نے قدم بڑھا کر
استقبال کیا اور حرص سے ابتک اظہار مطلب نہین ہوا کہ نعمت الوان نے اوسکے خوان
عطا سے خود پہونچ کر زبان سوال کو لال کیا شجاعت اوسکی شیری سے دلیر ہو سخاوت اوسکی زیادہ
بخشی سے سیر اگر کسی کو بیہودہ تقدیر سے اپنی خدمت کے واسطے طلب کرے ہنوز کاتب قدرت
اوسکی لوح پیشانی پہ کوئی حرف لکھنے نہ پاوے کہ سرعت امتثال سے بکمال راست اوسکے

پھیلاوے گل اگر اوسکے سامنے ہاتھ پھیلاوے زر سے مالامال ہوجاوے لیکہ اوسکے حسن
انتظام سے کسی نے مطلوب گم نہین کیا باغبان نے قمری کی زبان سے ابھی آج تک کو کو نہین سنا
کمال غور رسی سے باغبان پر تہدید ہی کہ باوجود دل نہ ہنے کے فریاد صنوبر کا کیا سبب ہی اور داغ
لالہ کا کیا باعث کمال رعیت پروری سے شبنم کو پاسبانی باغ عطا کی تاکہ چشم نرگس کثرت بیداری
سے بیمار نہوجاوے اور نہایت پردہ داری سے زبان سوسن کو ساکت کر دیا تاکہ باغبان سے
گلچین کی چغلی نکھاوے باغبان کو حکم ہی کہ گربہ بید باغ مین نہ لگاوے تاکہ طیور کی طبیعت
ناحق گریہ سے سراسیمہ نہوجاوے اور نسیم کو تاکید ہی کہ گل آفتاب شب کو کھلاوے تاکہ دراز
شب مین نرگس کے خواب راحت مین خلل نہ اوے اعدا کا گلوے تشنہ قطرہ پیکان سے
سیراب ہوسکتا تھا زیادہ بخشی سے آب تیغ کی رہ بہا دی اور خصم کی دعوے لاطایل کا ابطال
حرف گلوگیر کمند سے ممکن تھا اظہار غلبہ کے واسطے زبان خنجر سے برہان قاطع سنا دی دشمن
اگرچہ نخوت فرعونی رکھتا ہو اوسکی اژدہاے شمشیر کے سامنے نہین آسکتا اور عدو ہر چند دیو سفید ہو
اوسکی تیغ رستمی کے آگے سر نہین اوٹھا سکتا حق یہ ہی کہ اوصاف حمیدہ اور محامد پسندیدہ اس
سرفراز عالم کے ظرف تقریر مین نہین آسکتے اور حوصلہ تحریر مین نہین سما سکتے مناسب یہ ہی کہ سر رشتہ
ثنا کو دعا پہ تمام کرون کہ آمین گوش بر آواز ہی اور اجابت ارتکاب درنگ سے شکوہ طراز الٰہی
جبتک دعاے نیم شبی مین اثر اور آہ سحری مین تاثیر رہے روے زمین مانند انگشتر اوسکے زیر
نگین اور خصم سرکش مثل صید زبون دستگیر رہے

احوال مصنف اور سبب تالیف کتاب

قلم نے جب خالق آسمان و زمین کے نقد حمد سے دامن اوراق کو مالامال کر لیا اور خلاصہ ماء و طین
کے جواہر نعت سے گنجینہ کتاب کو مملو کر دیا خداوند روے زمین کی مدح سے سخن کو مزین کیا اور وارث
تاج و نگین سلطنت کی ستایش سے کلام کو رشک چمن اب سر رشتہ گفتگو کو ان مراتب سے
کوتاہ اور پیک فکر کو عرض مطلب کے میدان مین روبراہ کرتا ہی کہ محتاج رحمت خالق احقر
افراد خلایق با وصف شاہزادگی خادم ارباب فضل و افضال باوجود صاحبی عالم بندۂ اہل کمال
ضعف عباد ناشناساے بلاد قادر بخش صابر تخلص ابن صاحب عالم و عالمیان زبدۂ ملکزادگان
والاشان فلک مرتبت آسمان رفعت جم اقتدار فریدون اعتبار فخر دودۂ گورگانی شرف
خانوادۂ صاحب قرانی صاحب والا پایگاہی مالک اریکہ عالم پناہی مرجع اکابر عالم مرزا

مکرم بخت بہادر رفع اللہ قدرہ وجلالہ وضاعف دولتہ واقبالہ خلف یگانہ دودمان سلطنت نشان
مرزا خرم بہادر تغمدہ اللہ بغفرانہ ابن سرمہ کردہ خانوادگان دولت قرین مرزا اعزالدین بہادر
مرحوم کہ مہین برادر زیبندہ تخت و سریر حضرت عالمگیر ثانی اور فرزند ارشد کیوان حشم بزم جمشید
فریدون علم جمشید حشم مرزا معزالدین جہاندار شاہ بادشاہ مغفور کے تھے بدو شعور اور ابتدائے
تمیز سے عمر عزیز کو نقد ہنر و جوہر کمال کی جستجو میں صرف کرتا تھا اور از بسکہ فیض الٰہی نے گنجینۂ نامتناہی
سے گوہر گران ارزش دریافت اور جوہر گرانبہا ذات اقدس کو عطا فرمایا کہ صغر سن میں اشباہ و امثال
سے ممتاز کیا تھا منظر شاخ میں گل کو جلوہ گر دیکھا اور شگوفہ ریشہ میں برگ و بار کو مشاہدہ کرتا نقطہ
سے خط اور خط سے سطر کا مضمون سمجھ لینا دشوار نہ تھا اور تخم سے ریشہ اور ریشہ سے نہال کا حال
دریافت کرنا کچھ کار نہ تھا چشم دریافت سے زنگ میں وہ صورت دیکھتا کہ سکندر آئینہ مصفا میں اور
رسائی طبیعت سے سفال میں وہ کیفیت پاتا کہ جمشید جام جہان نما میں ناخن فکر سے لغز و چیستان
کی گرہ آسان کھلجاتی اور طبع رسا دقایق اور غوامض کو جلد پہونچ جاتی طبیعت کو مناسبت ایسی تھی
کہ اگر عبارت میں الفاظ غیر متعارف سنگ راہ ہوتے دقت بینی کی مزاحمت پیش نجاتی اور ذہن
کو رسائی اسقدر تھی کہ اگر حذف و تقدیر کی افراط سخن کو حد اہمال تک نہ پہونچا دیتی پیچ و خم راہ سے
منزل مقصود تک پہونچنے میں کچھ خرابی وقوع میں نہ آتی جوں جوں نقد ہنر کا عیار کامل ہوتا جاتا
اقران و امثال کو رشک حاصل ہوتا جاتا اوائل حال میں ہر چند نہ شعر کی کیفیت سے آگاہ تھا اور
نہ عروض و قافیہ کی حقیقت سے مطلع اکثر اثنائے گفتگو میں شاہد سخن زیور موزونی سے آراستہ
ہوتا تھا اور نگار کلام حلیۂ وزن سے پیراستہ جب رفتہ رفتہ نہال استعداد نے نشو و نما پائی اور سر رشتہ
سواد خوانی نے رسائی فہم خداداد نے خود رہبری کی کہ ایسا انتظام زیور کلام ہے اور اسقدر قیود
کلام کے واسطے مایہ انتظام اور یہ صرف اس سبب سے تھا کہ کلام منظوم کے طرز و طور کو ملحوظ اور
اوس انداز کو خزانۂ خیال میں فراہم کرتا جاتا جوں جوں کتب درسی میں اصناف سخن نظر میں آتے
ایک پردہ اوٹھتا جاتا اور یوں منکشف ہوتا کہ کلام موزون میں صنایع کثیر جلوہ نما ہیں اور مراتب
بیشمار چہرہ کشا اور تراکیب الفاظ و طریق تشبیہ و وضع استعارہ و اسلوب کنایہ و طرز خطاب
و انداز جواب و اسامی عاشق و صفات معشوق سے تحصیل کی وقت ہر مقام میں طبیعت
آشنا ہوتی ہی جاتی تھی ان سب مراتب کے فراہم ہونے سے طرفہ مضمون نے ترکیب پائی اور
عجیب کیفیت کی صورت ہاتھ آئی قدرت کو اوسکی قدرت جلوہ گر ہوئی اور طاقت میں [illegible]

خداداد اور تمیز یادر زاد نے سب اسباب کو اپنے اپنے محل مین اور ہر پیرایہ کو اپنے اپنے مقام مین صرف کرنا شروع کیا کبھی ایک مصرع کو دوسرے مصرع سے بطریق بیت کے ربط دیتا اور کبھی بیتون کو بطور غزل اور قطعات کے اور گاہ مصرعون کو مسمط کے طرز پر فراہم کر لیتا اور گاہ ابیات کو بطور مثنویات کے لیکن ان سب مراحل مین نہ زور طبیعت کے سوا راہبر اور نہ فکر خود پسند کے سوا ہمسفر ابتدا مین تو ہمزادون کے سوا کوئی رازدار نہ تھا لیکن رفتہ رفتہ احبا بھی اس سودا سے مطلع ہو گئے اور گو کہ نوزادگی و خوردسالی کے لحاظ سے اوس کلام کو کسی پایہ مین شمار نکرتے لیکن کبھی کبھی پیشانی کی شگفتگی اور سر کی جنبش سے معلوم ہوتا کہ غالباً یہ زمزمہ جنون دلون مین ناخن زن اور سرون مین سوزش افگن ہی اس خیال سے یہ مالیخولیا پاک گیا اور یہ تصور نکیا ہر چند خط یا کتاب سے تو سواد روشن کرتا لیکن اس صناعت مین ہمہ تن مصروف ہو کر روز و شب اس شغل سے فارغ نہ رہتا اکثر احباب راست اندیش رہبری فرماتے کہ فارسی غیرون کی دوکان کا سرمایہ اور بیگانون کی تجارت کا متاع ہی اسکے کمال کو عمر طویل چاہیے اور بلبل نوایان گلشن ایران مین سے کوئی خوشنوا دلیل زبان اردو اگر صاف و شستہ میسر آوے فارسی اوسکے سامنے بے فروغ اور دری اوسکے آگے بیرواج ہو جاوے اندرز کوئی کی تکرار دل مین جا گیر اور وہ نصیحت دلپذیر ہوئی ریختہ گویان ماضی و حال کا کلام فراہم کیا اور ارباب کمال کا سخن بہم پہونچایا یہ ہوس گویا ایک آگ تھی کہ ہوا سے طبع سے بھڑک اوٹھی پائے شوق رسا ہوا اور شاہد سعی نقاب کشا ذوق صحیح کی اعانت اور مناسبت طبیعت کی مدد سے چند روز مین سخن نے ایک رنگ پیدا کیا اور کلام نے ایک آب و تاب بہم پہونچائی فکر کا سر بلند ہوا اور طبیعت کا زور دوچند لیکن یہ معاملہ بعینہ اوس زور آور اور ناشناکر کے حال سے مشابہ تھا کہ ایک معرکہ کشتی گیران رستم توان کے تماشے سے دو چار بند یاد کر لاوے اور دوسرا آب ورزان ماہر کی تقلید سے رفتہ رفتہ دست و پا مارنے مین مشق بہم پہونچاوے لیکن نہ وہ حریفان کار آزمودہ کے مقابلہ کی تاب لا سکتا ہی اور نہ یہ طلاطم موج کے صدمے سے جان بچا سکتا ہی ناگاہ خود بخود خیال آیا کہ جبتک کوئی راہبر نہو گا منزل مقصود مین پہونچنا محال ہی انسان کی آنکھ اپنے عیب مین نابینا ہی کہ اپنا عیب ہر چند جلی ہو اوسکی نظر مین ناپیدا ہی خصوصاً عیوب شعر کہ اسکی قباحتین قائل کی نگاہ مین ہمرنگ ہنر ہوتی ہین اور اپنی تصنیف کی برائیان سر بسر خوبیون کے لباس مین جلوہ گر اور یہ بات کیونکر ہو

کہ شعر شاعر کا فرزند ہوتا ہی اور فرزند ناخلف ہی کیون نہو باپ کی نظر مین ارجمند ہوتا ہی استغفر اللہ
نسبت فرزندی و پدری کو اس معاملے سے کیا مناسبت اور اوسکو اس سے کیا مشابہت کہ
باپ کو فرزند سے علاقہ جسمانی ہی اور شعر کو شاعر سے تعلق روحانی بیٹے نے وجود پدر کے دریا
ایک قطرہ کے سوا کیا تحصیل کیا اور شعر نے ہر فکر کے ساتھ شاعر کی روح کا مادہ تحلیل کیا ہی
کسی خوشفکر نے کیا خوب زمزمہ پیرائی اور عجب لطف کی نغمہ سرائی کی ہی شعر ہر کہ سخن را
بسخن ضم کند ز قطرہ از خون جگر کم کند ز اگرچہ خزف ریزہ جوہری سخن کی نگاہ مین لعل و گوہر
سے بہتر نہو تاہم سرمایۂ زندگی کو اوسکی بیع و شرا مین کب کھوتا جب یہ مقدمہ ذہن مین مستحکم
ہوگیا رہنما کی تلاش ہوئی اور اس تلاش مین کیا کیا جان و دل کو خراش ہوئی غیرت نے یہ چاہا
کہ ایسے کی شاگردی کا حلقہ اپنے کان مین ڈالیے اور ایسے یگانۂ روزگار کی استادی کا نام
زبان سے نکالیے کہ اوسکی جامعیت مین کسیکو کلام نہو اور طالب اوس پیر طریقت کی بیعت
کے بعد اونکی جستجو مین بدنام نہو بعضے سخن سنجان معنی رس کو تو اس طرح پایا کہ ہر چند دقائق
فن سے آگاہ اور غوامض صناعت سے واقف تھے لیکن اونکی زبان قلم حرف نستعلیق سے
چندان آشنا نہ تھی اور بعض کو ایسا دیکھا کہ گو جودت فکر اور تیزی طبیعت سے اونکے کلام کی
خوبی دلمین ناخن زن اور سخن کی ملاحت زخم شوق پر نمک پاش بنتی لیکن کم استعدادی
سے معرکۂ نکتہ گیری اور ہنگامۂ دقیقہ سنجی مین دانش پیشگان کمال کے محتاج اور عجز فصاحت
الفاظ اور چرب و نرمی زبان کے اور سرمایہ کچھ نہ رکھتے تھے بیشتر مجالس سخن مین ان مدعیان سست بنیاد
کا حال یہ دیکھا کہ جو کچھ رسائی طبیعت اور اعانت مشق سے بے تکلف زبان پر آگیا اگر اوسی گوہر
بے بہا کو کسی کان دستگاہ و دریا دل نے مغالطہ کی راہ سے بے آب کہہ دیا یہ کم مایہ گو کہ اپنے عقیدے
مین اوسکے لطف و نفاست سے بے اعتقاد نہوے باوصف چرب زبانی اور گستاخ بیانی کے اوس
متاع نفیس کے آب و تاب کو جلوہ نہ دے سکے اور سچ یہ ہی کہ مایۂ علم طبیعت رسا کے واسطے
پر و بال ہی اور صرف حسن طبیعت اور تیزی فکر کی امداد سے عرش کمال پر ارتقا محال ہی
ایسے بے سرو مایون کی رونق و بہا اونھین بے مایگان کوتاہ دست کے محافل مین جلوہ نما
ہوتی ہی کہ بے سرمایگی کو سرمایہ اور کم مایگی کو مایہ تصور کرتے ہین و الا دانشمندان
مآل اندیش جانتے ہین کہ اتنی زبان درازی حریف غالب کے حملہ کا جواب اور اسقدر
سخن سازی زورمندان زبردست کے حربہ کی سپر نہین ہو سکتی شعر مان تا سپر

تشنگی از جملۂ فصیح ؛ کو راستی این معانی مستعار نیست ؛ ان دونون فریق سے طبیعت ناخوش
ہوئی اور جستجو عنان کش شوق کا بار بار یہ تقاضا تھا اور آرزو کا ہر نفس یہ تقاضا کہ جادۂ
جستجو مین گام زن ہوا ور راہ طلب مین عنان افگن ملک الٰہی فراخ ہی اور پاے سعی
گستاخ آخر قاید توفیق راہبر ہوا اور گوہر مراد میسر کہ جناب مستطاب یگانۂ جہان خلاصۂ نوع
انسان حافظ عبدالرحمن خان احسان علیہ الرحمۃ والغفران کی خدمت سراپا افادت مین
راہ پیدا ہوئی اور منزل مقصود ہویدا ازبسکہ طبیعت وحشی طینت اہل روزگار کا حال دیکھے
سے بدگمان ہو رہی تھی ابتداے ملازمت مین اطمینان طبیعت نہ تھی لیکن جسقدر دکان سوال
وا ہوتی تھی متاع جواب مہیا ہوتی تھی طرز افادہ سے راہ شکوک مسدود ہوگئی اور وسواس
خاطر کی شورانگیزی مفقود ایکدو صحبت مین بناے اعتقاد نے استحکام پایا اور رشتۂ
استفادہ نے انتظام پذیر تو شفقت باطنی جوش مین آئی اور سیل کرم خروش مین دقائق
سخن کیا کچھ معلوم ہوئے اور غوامض فن کسقدر مفہوم ثمرۃ الفواد سخن سے خامی نکل گئی اور
کجی راستی سے بدل گئی مدت تک افادہ و استفادہ کا ہنگامہ گرم رہا برکت تعلیم اور
یمن التفات سے نکتہ گیران غیور اور کج خاطران عیب پژوہ کو خورده گیری کی مجال نہ
تھی اور اگر خبث اور حسد سے گاہ گاہ سلسلۂ اعتراض متحرک ہوتا تو زبان جواب لال نہ تھی
یاران ہمنشین کو بجاے ہمسری کے اعتقاد برتری کا دلنشین ہوا اور یاران ہم نفس کو دعوے
ہم پائی سے خیال پیش قدمی کا خاطر مین جاگزین اتو یہ صورت بہم پہونچی کہ اس کمترین کی
اوقات بیشتر اصلاح تلامذہ مین مصروف ہونے لگی اور عنان توجہ اکثر انھین اخلاص مندان
پاک اعتقاد کی رہنمائی کیطرف معطوف اپنے دردسر کو حضرت استاد کی تخفیف تصدیع کا
باعث جاننا اور اپنی تکلیف کو جناب ممدوح کے آرام کا سبب پہچاننا جناب مستطاب نے
کبھی جب کمترین تلامذہ کو اس خدمت گزاری مین مصروف پایا التفات عام کو لطف خاص سے
بدل فرمایا دقائق وغوامض اوقات خاص مین تعلیم کیے اور شرایف ازمنہ اور نفائس
آوان اسی عقیدت کیش کی تربیت مین تقسیم کیے گاہ زبان ہندی وفارسی کی تصحیح مین
سعی فرماتے اور گاہ صنائع سخن اور بدائع فن کی تفہیم مین متوجہ ہوجاتے معانی و بیان
سے بقدر استعداد آگاہ ہوگیا اور عروض وقافیہ مین حتی الوسع صاحب دستگاہ
مساعدت روزگار کا شکر کیونکر ادا ہو سکتا ہی کہ ایک مدت تک نگاہ لطف میری

اصلاح مین ایک طرح سے مصروف رہی اور زمام التفات میری ہی تربیت کی طرف
معطوف روز بروز بہار سخن تازگی پاتی تھی اور شہرت کمال بلند آوازی کی آخر الامر کل
شئی ہالک کا مضمون واضح ہوا اور کل نفس ذائقۃ الموت کا مفہوم الخ یعنی اوس ذات
ملکی صفات نے روح مقدس کو آلایش جسمانی سے مصفا کیا اور عرش رحمت کے سایہ مین خیمہ
استراحت کو برپا کیا حال اس مصیبت سے تباہ ہوگیا اور چشم جہان بین مین عالم روشن
سیاہ درد و اندوہ کا شکیب سے چارہ کیا اور دل نازک کو سنگ خارہ چونکہ یہ شوق
ایک ناسور ہوتا ہے اور انسان عادت و جبلت مین مجبور زبان اس گفتگو سے باز نہ آئی اور
طبیعت نے اس تردد سے آسایش نہ پائی تو زور استعداد اور فیض صحبت استاد سے اس
سلسلہ کو منقطع اور اس شغل کو مرتفع نہ کیا دو برس تک یہ چراغ اپنی ہی آتش سے
روشن رہا اور یہ دریا اپنے ہی جوش سے موجزن بتلا امید حضرت مغفور چونکہ اس کم بضاعت
کے حق مین حسن اعتقاد رکھتے تھے اپنا کلام مجھکو دکھاتے رہتے اور اپنے سخن کو میری ہی نظر
اصلاح مین لاتے رہتے مجھکو یہ خیال ہوا کہ جب تک نقادہ اوستادان دقیقہ رس اور ضمیر
صبح نفس کی نظر کیمیا اثر سے نہ گذرے قابل اعتبار نہین ہوتا اور گوہر بے بہا جب تک جوہریان
بصر کی نگاہ مین پسند نہ آوے سرمایہ افتخار نہین ہوتا اپنے کلبۂ تاریک مین بزم مشاعرہ
آراستہ کی اور محفل مذاکرہ پیراستہ نازک دماغان سخن فہم کو اوس انجمن کی رونق افزائی
کے واسطے مکلف ہوا اور علماے محقق اور نحاریر مدقق کو اپنی تراش خیالی اور اپنے تلامذہ کی
نغمہ سرائی پر مطلع کیا مقصد اصلی یہ تھا کہ شاگردان جناب مرحوم مین اس کمترین شاگردان
کا نام استادی کے ساتھ مشہور ہوگیا ہو اور مشاہیر شعرا مین سخنوری اور نکتہ پروری
کے ساتھ مذکور ایسا نہو کہ یہ دو پندار کا چہرہ ادراک کی نقاب بنجاوے اور غفلت کی
شامت اور نافہمی کی نحوست سے نقد ناسرہ رواج نہ پاوے متاع کاسد کو اپنی گمان
مین جنس عالی جانے اور قماش نامقبول کے عیوب کو نہ پہچانے آہو گیران نکتہ چین
دیدہ عیب بین کو باز کرین اور حرف گیران خباثت منش زبان سرزنش دراز لیکن بزرگان
بلند حوصلہ نے صلۂ تحسین سے شاد کیا اور عالی نگاہان انصاف مند نے حرف آفرین سے
یاد فرمایا اونکی بلند حوصلگی سے قطع نظر خبث طینتان عیب پسند کو بیشتر خاموش پایا اور اس
عرصہ مین حرف طعن و تشنیع اونکی زبان پر نہ آیا خواہ اس سبب سے کہ یہ کلام بے سرانجام

نہایت کم رتبگی سے نہ قابل خطاب تھا اور نہ لائق عتاب اور خواہ اس وجہ سے کہ کریم نہادان
صاف طینت کی برکت سے اونکی ضمیر اعتساف پذیر مین بھی فی الجملہ راستی کو راہ ہو گئی
تھی اور طبیعت چاشنی انصاف سے آگاہ ہر چند اس مقدمہ سے شاگردان صاف دل کی
تو بہ نسبت سابق کے اعتقاد اس کم بضاعت کا دوبالا ہو گیا لیکن اس نافہم کو جو گمان کہ اسکے
باب مین بے استعدادی اور ہیچمدانی کا تھا کم نہوا کہ رتبہ اس فن شریف کا عالی اور درجہ اس ہنر کا
متعالی ہے اس دشت ناپیدا کنار کی نہایت متصور نہین اور کسی تیز رفتار کی نظر مین اس صحرا کے
بے منتہا کی غایت جلوہ گر نہین اس دریاے مواج مین کسیقدر شناوری کیجاوے ساحل ہاتھ
نہ آوے ناچار رہبر رہنما کی تلاش مین ساعی ہوا اور خضر راہ کی طلب مین داعی مشاہیر جہان
کو اپنی وضع پر آزمایا استاد مرحوم کے فیض تربیت سے کسیکی نقد سرہ کو اپنی زر ناسرہ سے
کامل عیار تر نہ پایا سعی پا شکستہ ہو گئی اور ہمت دلخستہ طبیعت کو افسردگی بہم پہونچی اور خاطر کو
پژمردگی بیک ناگاہ دعا کا اثر ظاہر ہوا اور جمال اجابت باہر سروش بخت نے رہبری کی اور
شاہد مدعا نے جلوہ گری یعنی خلوت ضمیر سے ندا آئی اور پردہ دل سے صدا کہ ای گم کردہ راہ
تدبیر کس طرف جلوہ ریز ہے اور کونسی راہ مین سبک خیز ہے ؀ ترسم نرسی بکعبہ ای اعرابی کین رہ
کہ تو میروی بہ ترکستان است ؀ راہ راست مین عنان گسل ہوا اور ان اطوار سے خجل جناب
مستطاب یکتاے جہان و یگانہ دوران بانی بناے سخن پیرائی مولوی امام بخش صہبائی کو
کہ حیات استاد مرحوم مین ایسی مالک ازمہ کمال کی خدمت مین گاہ بیگاہ اصلاح اشعار فارسی کا اتفاق
ہوا ہے کسواسطے مآب ارباب کمال اور مرجع مقاصد فضل و افضال نہین ٹھہراتا اور اسی خضر
راہبر کی جناب مین سر نیاز کیون نہین جھکاتا کہ کمال کو یہین سے سربلندی اور ہنر کو یہین سے
ارجمندی ہے دقائق علوم اور غوامض فہوم کے عقدے جسطرح اس صاحب اقتدار کے
ناخن فکر سے کھلتے ہین کسی حلال مشکلات سے صورت نما نہین ہین اس سخن کا گوش سے
آشنا ہونا اور دیدۂ دل کا وا ہونا سخن پردازی و غزل طرازی کے وقت اکثر شکایت
چرخ اور گلہ روزگار سے زبان آشنا ہوتی تھی اتنو بار خجالت سے سر نہین اوٹھتا کہ کس
طرح کی نعمت غیر مترقب سے کام جان کو لذت گیر اور حصول مقاصد سے کیا کیا منت پذیر
کیا ہے زبان فارسی مین تو بلبل نوایان اصفہان کو ابھی لیاقت سخن فہمی کی حاصل نہین
ریختہ مین شکستگی بیان اور پاکیزگی زبان اور بلندی معنی اور متانت الفاظ ایسے مشاہد

ہوئے کہ تلف اوقات سابق پر افسوس ہوا اور تضییع عمر گذشتہ پر تاسف مساعدت روزگار
کو مغتنم جان کر ریختہ اور فارسی دونوں کی اصلاح اسی ایک جامع کمالات کی خدمت سے لیتا ہوں
اور جواہر معنی کو اسی آفتاب ضمیر کے استفادہ سے آب و تاب دیتا ہوں حقا کہ جب سے اسی
آستانہ سے مستفید ہوا ہوں استعداد کو ترقی اور طبیعت کو قوت روز افزوں ہے
پہلے سخن پابندی سے آسمان پر تھا اب عرش سے برتر ہے اول کلام تازگی سے گلزار تھا
اب روضہ خلد سے ہمسر ہے سبحان اللہ کیا طرز اصلاح ہے شعر بے معنی ایک لفظ کی تبدیل
سے معنی غریب پیدا کرتا ہے اور مضمون بیت کا اندک تقدیم و تاخیر عبارت سے اور ہی
لطف ہویدا کرتا ہے جب کسی لفظ کی جگہ اور لفظ رکھ دیا عقل دشوار پسند نے انصاف
کیا کہ فی الواقع اسی لفظ کی جاے خالی تھی اور جب کسی معنی میں تصرف فرمایا فکر بلند نے
اعتراف کیا کہ حقیقت میں حشمت کلام کو اسی منصب عالی کی تلاش میں زار نالی تھی اے
صاحب سخن طراز سامعان نازک مزاج کی گوش خراشی سے باز آ اور سبب وقت سخن سرائی کے
اور سر رشتہ اختصار کو ہاتھ سے نہ دے کہ طول کلام باعث سرگرانی ہے اور اطناب سخن مایۂ
چین پیشانی ارباب شوق اور اصحاب ذوق پر واضح کرتا ہے کہ اثناے مشق میں ریختہ گویان
پیشین کا کلام کچھ جزو دان حافظہ میں فراہم ہوتا جاتا تھا اور کچھ گنجینۂ بیاض میں انتظام
پاتا تھا کہ قدما کا افادہ سرمایۂ استعداد ہوتا ہے اور ہندوستان سخن کے واسطے گو ہر ارد
ارتقاے معنی بدون اس سُلّم کے محال ہے اور جلاے الفاظ بغیر اس صیقل کے وہم و خیال
ہر چند آب و ہوا اپنی زبان ہے لیکن جب تک قدر کلامان بلند خیال کا سخن پیش نظر نہو
نہ ترکیب کو متانت حاصل ہو اور نہ اسلوب کو رشاقت اسی عرصہ میں سخن سنجان
عصر کا کلام بھی جو جو کہ طبیعت کو پسند آتا گیا اور جستہ جستہ دل کو بھاتا گیا اجزاے علاحدہ
میں مخزون اور بیاض جداگانہ میں مشحون ہوتا رہا ایک مدت کے بعد جو مجموعے پر نظر کی
تو دفتر سرمایہ فراہم ہوگیا تھا اور بیکران خزانہ مجتمع گاہ گاہ اپنے خیال میں گذرتا تھا
اور کبھی کبھی کوئی دوست بھی تحریک کرتا تھا کہ اس نقود سرہ سے اغماض اور اس
زر خالص سے تغافل خوب نہیں ایک ذخیرہ بطریق کچکول کے جمع کر لیا جاوے اور
ہر مقام میں نام قائل کا بطور عنوان کے ترقیم کیا جاوے کہ شوق سرشتان معنی
شناس کے واسطے سیرگاہ غریب اور ارباب ذوق کے لیے نزہتگاہ عجیب بہم پہونچے

لیکن ہجوم موانع اور کثرت مشاغل سے یہ آرزو حاصل نہوتی تھی حسن اتفاق سے قرۃ العین جہنا جگر گوشۂ دل پسندی لخت دل پارۂ جگر سرور سینہ نور بصر مایۂ نشاط باعث انبساط راحت جان آرام جان فرزند سعادتمند محمد عمر سلطان طال عمرہ وزاد قدرہ کو شعر کا شوق دامنگیر ہوا سخن آفرین نے اس نور چشم کو اس خورد سالی مین کہ سنین عمر ہنوز تیرہ چودہ سے متجاوز نہین ہوئے ایسا ذہن رسا اور فہم کامل دیا ہو باوجودیکہ نکات فن اور قواعد فن سے اثبات آگاہ نہین محض موزونی ذاتی اور مناسبت طبعی سے ہر زمین مین شعر بدیہہ موزون کرتا ہو اور اوسکی طبیعت خداداد موافق استعداد کے تلاش مضمون اور معنی یابی سے معرا نہین یگانہ کملاے جہان آباد حضرت اوستاد مدظلہ العالی کی نظر تربیت سے امید قوی ہو کہ یہ نونہال گلشن سعادت رفتہ رفتہ میوۂ کمال سے بار آور اور اثمار ہنر سے مثمر ہوجاوے یہ نوبادہ باغ تمنا اشعار رنگین اور ابیات متین کی جستجو کرتا تھا اور ہر ایک سے اس گنج بادآوردکی آرزو میری خاطر کو گوارا نہوا کہ خوان نعمت مہیا اور مہمان عزیز اغیار سے سرگرم التجا اوسکی تربیت اب پیش نہاد ہوئی آدم بیاض چشم و سواد مردمک صرف کاغذ و مداد لیکن پیشتنا مؤتمن یعنی خرد کامل فن نے دفتر اندرز وا کیا اور سازپند و نصیحت مہیا کہ اس سعی کا اتلاف عمر کے سوا کیا ثمر ہی اور اس کوشش کا تضییع اوقات کے سوا کیا بار و بر کیفے اس تدوین مین سواے نقل محض کے سود کس تجارت کا ہی اور اس تالیف مین بجز حکایت صرف کے حصول کس منفعت کا ایک کتاب فراہم کر کہ شعراے سخن آفرین کا تذکرہ ہو اور ایک کارنامہ مرتب کر کہ تماشائیان عبرت بین کے واسطے تبصرہ ہو ہرچند اس وضع کی تحریر مین بھی اشعار بیگانہ سے گریز نہین لیکن جو کہ راقم کی عبارت ملک خالص ہی نقل محض باقی نرہی اور تالیف و تصنیف سے ایک معجون غریب مرکب ہوگئی طوطی ہندوستان خسرو شیرین زبان نے کیا دلکش نغمہ سرائی کی ہو

بارے آن نیک بنا شد کہ بگویند فلانے		زیور عاریہ دارد کہ ز ران ملک ندارد

اور دل کے سرمایہ پر ناز کرنا اور غیرون کے زور پر لاف زن ہونا اہل ہمت کا عار ہی اور قومی دستان غیور کے نزدیک سباب اور خوار حاتم کی صلاے عام کی حکایت سے قصہ خوان کو کیا نفع اور رستم کے سرپنجہ کی کہانی سے افسانہ کو کیا شرف فرزند اگر ترکہ پدری پر تکیہ کرے ننگ خاندان ہی اور برادر اگر فضیلت برادر پر افتخار کرے ارذل دودمان ہی

ظرفا نے ایسے پسر ناخلف کی شان مین ایک مثل کہی ہی اور خوب کہی ہی کہ ہرکہ شام کو ایک شغال
بآواز بلند کہتا ہی کہ پدرم سلطان بود تب سب شغال سرزنش کرتے ہین کہ تراچہ کتب اخلاق مین مسطور
ہی کہ اگر کسی نسب فروش کا باپ حاضر ہو کر کہے کہ جس شرف پر تجکو ناز ہی وہ میرا کمال ہی نہ تجھ
بدخصال کا تو یہ بے مایہ ناچار صامت ہوجائیگا اور جواب سے ساکت اس مصلحت کو سرمایہ راہ
کر اور نامہ کاغذ کو سیاہ لیکن پیشینیون کے حال سے تعرض نکر اور اس طومار طویل الذیل سے
کہ حسن خداداد مشاطہ کا محتاج نہین اور نمائش آفتاب مین آئینہ کی احتیاج نہین کیا جوش
وخروش سودا اور طمطراق میر اور نالہ درد کا ایسا حال ہی کہ اگر تیری سخن سنجی کی بہار تحریک
نکرے تو اوسمین نقصان آجاوے اور دوسرے یہ کہ اکثر کتابین اُنکے احوال سے مالامال
ہین کہ عالم اونکے مطالعہ سے مستفید اور اونکی سیر دلہاے بستہ کی کلید ہی ان بلندنامون
کے اوصاف کا اس روزگار مین درج تذکرہ کرنا تکرار مین محسوب ہی اور نازک مزاجون کو
تکرار نامرغوب ہی اس تکرار لاطائل سے پرہیز کر اور نقل کے اعادہ سے گریز کر معاصرین
کا حال کیا کم ہی اگر لکھا جاوے اور ان تازہ خیالون کا کلام کسقدر دلچسپ ہی اگر پڑھنے مین
آوے ہرچند یہ نصیحت دلپذیر اور ہوس دامنگیر ہوئی لیکن اوسیوقت حضرت اوستادی
اُستاد الانامی مسندنشین دارالامارت یکتائی جناب افادت مآب مولوی امام بخش صہبائی
مدظلہ العالی کی خدمت مین حاضر ہوا اور اس پیش نہاد کو عرض کیا اور مکرر معروض ہوا کہ سرانجام
اس امر دشوار کا کم استعداد سے معلوم اگر کمترین تلامذہ کی تحریر خلعت اصلاح سے مشرف
ہوجایا کرے تو یہ مشکل آسان اور یہ رشتہ سر در گم نمایان ہوجاوے بارے عرض نیاز شعار
ونکی زیور قبول سے آراستہ ہوئی اور حلیہ اجابت سے پیراستہ مین نے جب یہ لطف
اپنا معین اور اکرام ممد دیکھا کمر ہمت کو چست کیا اور عزم رسا کو درست اور سال ایکہزار
دوسو ستر ہجرت مقدسہ باصدق لولاک علت غائی ایجاد افلاک رسول ثقلین سرور خافقین
سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ماہ شعبان کی پہلی تاریخ تھی کہ قلم چابک رقم کو اس کام پر مہیا
کیا اور خامہ گرم رفتار کو اس راہ مین تیز پا شفقت اوستاد پر نازان ہون کہ ہرچند رفتار قلم
سعی فکر سے شتاب رو تر تھی اور شب و روز کی محنت اور شام و سحر کی کوشش سے جزو
کے جزو فراہم ہو کر اوس شاگرد نواز کی نگاہ عاطفت سے کمال تدقیق نظر اور تعمق فکر کے
ساتھ گذرتے تھے لیکن اوس تحمل مشقت پر جبین پر چین اور ابرو مین شکنج کا نام نہ تھا اور بآ

جمازۂ قلم کی سیر لا ینقطع ہی عالم الغیب آگاہ ہی کہ اس دشت ناپیدا کنار کی نہایت کب نظر آوے
اور اس جرزخار کا ساحل کب پایا جاوے شفقت شاگرد پروری سے امید ہی کہ اس شاہد
دلربا کا قامت حلیۂ اصلاح سے ایسا آراستہ ہو کہ نازک نہالان چمن حسن اوسکی غیرت سے
برگ خزان سے پژمردہ تر ہو جاوین اور شمع رویان بزم جمال اوسکے رشک سے نقاب
خجالت مین منہ چھپا وین انجمن آرایان کمال پر واضح ہو کہ اس تالیف غریب اور تدوین
دل فریب مین ایسا التزام کیا ہی کہ خطہ بینو بنیاد شاہجہان آباد صانہا اللہ عن الشر
والفساد مین جسقدر سخن سنجان رنگین بیان اور موزون طبعان شیرین زبان ہین کملائے
صاحب سداد سے لیکر نو مشقان کم استعداد تک بالاستیعاب کہنا تو مبالغہ شاعرانہ سے
خالی نہین جہانتک رفتار تلاش درماندہ نہووے اونکا ذکر اس کتاب مین مندرج اور اونکا
کلام ان اوراق مین مندمج ہوا اور معنی شناسان دوردست مین سے مشاہیر کامل ہنر مثل
آتش و ناسخ اور بعضے اور خوش فکران بلند خیال خواہ اونھین دونون سخن گویان بیعدیل سے
استفادہ کیا ہو خواہ کسی اور یگانۂ فن سے ساز و برگ کمال کو آمادہ کیا ہو اونسے
تو یہ گنجینہ دانش بالضرور مملو ہو لیکن طبع آزمایان غیر مشہور اگر کسی تقریب سے انجمن اطلاع
مین راہ کرین تو جواد قلم اونکی معانی بینی مین بھی مضایقہ نکرے اور شعرا کے تراجم مین تخلص کو
عنوان قرار دیکر حرف اول کو باب مقرر کیا اور نظارگیان کتاب کی آسانی کے واسطے
دوسرے حرف مین بھی حروف تہجی کی نظم طبعی کے موافق رعایت منظور رکھی تاکہ عدم
انتظام سے اصحاب شوق کی طبیعت مشوش اور پریشان اور ارباب ذوق کی خاطر
متردد اور حیران نہو جاوے اور اشعار ہر شاعر کے اگر متعدد اور کئی ردیف سے بہم پہونچین
تو اونکی تقدیم اور تاخیر اونھین ردیفونکی رعایت سے عمل مین آوے تاکہ اس درہمی
برہمی سے حسن ترتیب خلل نہ پاوے اس شاہد دلربا اور اس عروس رعنا کا نام
آثار المعاصرین رکھا تھا کہ اس تالیف کی غایت نام ہی سے معلوم اور اسم ہی سے مفہوم
ہو جاوے لیکن یگانۂ آفاق زبدۂ اصحاب وفاق محمد نظام الدین جوش تخلص سلمہ اللہ تعالے
نے گلدستان سخن نام تاریخی اسکا تجویز کیا اور نامۂ اتحاد مضمون کی وساطت سے شہر
لطافت بہر نول سے لکھ بھیجا ہرچند یہ تصنیف بارہ سو ستر مین شروع ہوئی ہی اور اس نام سے
بارہ سو اکہتر چہرہ گشا ہین لیکن جو اختتام اس کتاب کا سال آیندہ سے پہلے ممکن نہین

معلوم ہوتا اسواسطے یہی نام مقرر کیا اور شروع کتاب گرامی آغاز کتاب کی تاریخ ہاتھ آئی
موافق اعمال تماشائیان دشوار پسند کو توفیق عطا کرے کہ جب اس گلزار شاداب کی
تفریح مین مشغول ہون لطف ازہار و ریاحین سے چمن آرا کے حق مین حرف تحسین زبان
پر لاوین اور اگر احیاناً کوئی خار نظر مین کھٹکے چشم پوشی اور اغماض کو کار فرماوین ع

پوشش اگر بخطاے رسی طعنہ مزن — کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود

بلبل نوایان مشکین نفس کہ شعلۂ آواز سے جان افسردہ کو دانۂ سپند کردین اور شیرینی سخن سے
تلخی ہمر کو شکر و قند اگر اس گلشن سیراب کو نظر التفات سے تماشا اور اس بحر طولانی مین فکر رسا
کی دستیاری سے شنا فرماوینگے تو دریافت کرینگے کہ ہر گوشہ مین نسیم الطاف الہی سے
کسقدر گلہاے شگفتہ مہیا ہین اور ہر ساحل پر ابر عنایت ازلی سے کیا کیا گوہر ناسفتہ جلوہ نما
شوخی معنی معشوقان شنگول کے انداز سے دلربا تر اور تازگی عبارت محبوبان گلرخسار کے چہرہ
سے مطرا تر مُردون کو اس سے عمر دوبارہ حاصل اور زندون کو زندگی جاوید کا نقد وصل گمنامون کو
ناموری اور پست مرتبون کو برتری بیکارون کے واسطے مشغلہ ہے اور تاریک رُوون کے لیے
مشعلہ تہیدستون کے حق مین گنج بادآورد ہے اور علیل مزاجون کو چارۂ درد طرفہ بزم ہے کہ آشنا
وبیگانہ تک اوسمین فراہم ہین اور غریب ہنگامہ ہے کہ دوست و دشمن تک اوسمین بہم ہین ارباب
اس بزم کے گویا اور خموش اور حاضرین اس ہنگامے کے ساکت اور پرخروش عجب سحر پرداز
ہے کہ غائبون کو مد نظر کر دیتا ہے اور طرفہ معجز طراز ہے کہ دورون کو نزدیک تر کر دیتا ہے بیاض اوراق
کی آئینۂ گیتی نما ہے اور سواد سطور کی دیدۂ بصیرت کا توتیا سکندر نے تاریکی مین ہزار تگاپو پر بھی
خضر سے چشمۂ حیوان نہ پایا اور اس سواد مین ہر کاہل کوش نے میرے قلم کی سعی سے حیات
ابدی کا سرمایہ بہم پہونچایا ای خامۂ ہرزہ سرا اسقدر زبان درازی خوب نہین اور طبایع نازک
کو اتنا لاف وگزاف مرغوب نہین سخن کو تاہ کر اور اظہار مطلب سے کاغذ کو سیاہ احباب متقاضی
ہین کہ اس دیباچہ کے ذیل مین اول تحقیق زبان اردو اور وجہ استعمال الفاظ فصیح اور ترک
کلمات غیر فصیح مرقوم کیجاوے کہ ریختہ گویان تحقیق طلب کو نقد بصیرت ہاتھ آوے اور بعد
حد شعر اور تحقیق موجد اشعار اور بعض فوائد عروض و قافیہ اور تعریف اقسام نظم بھی مسطور ہو
کہ مبتدیان فن کو سبب استفادہ اور منشیان سخن کو سامان ازدیاد تحقیق آمادہ ہو چونکہ باوجود کم
استعدادی کے مجال سرتابی نہین رکھتا حتی الامکان ہمہ تن مصروف ہوتا ہون کہ گرسنہ چشمان

نعمت تحقیق کے واسطے اگر خوان الوان مہیا نکرسکونگا تا برے نان جوین کے احضار مین تو مضائقہ نہوگا نا چار اس مقدمہ کا نام تبصرہ رکھتا ہون اور اوسکو ایک مقدمہ اور تین مقصدین منقسم کرتا ہون مقدمہ زبان کے معنی اور اس امر کے تحقیق مین کہ آغاز آفرینش مین زبان ایک تھی یا متعدد اور اگر ایک تھی تو اول کونسی زبان موجود تھی اور پھر کسطرح سے مختلف زبانین بہم پہونچین۔

مقصد پہلا

زبان اردو کی تحقیق اور وجوہ استعمال الفاظ فصیح اور ترک کلمات غیر فصیح

مقصد دوسرا

حد شعر اور موجد اشعار اور عروض و قافیہ کے بعض فوائد کا ذکر بطریق اجمال

مقصد تیسرا

ذکر اقسام نظم اور ہر ایک کی تعریف التوفیق من الموفق المنعام وہو میسر للمقصد والمرام ؛

مقدمہ زبان کے معنی اور اس امر کی تحقیق مین کہ آغاز آفرینش مین زبان ایک تھی یا متعدد اور اگر ایک تھی تو اول کونسی زبان موجود ہوئی اور پھر کسطرح سے مختلف زبانین بہم پہونچین جو کہ اس مقام کی تحقیق کے واسطے بھی تمہید مقدمہ سے ناگزیر ہے خامہ خام رقم جواہر آبدار معانی گنجینۂ طبع سے طبق عرض پر رکھتا ہے اور ارباب دانش والا اور اصحاب دیدۂ بینا پر واضح کرتا ہے کہ اقتضائے حکمت کاملہ بانی بنائے ایجاد اور حاکم محاکم کون و فنا دنے چاہا کہ جلوہ گاہ افراط و تفریط یعنے ظہور حیوان و نبات و جماد مین ایک نتیجہ معتدل پیدا کرے تا نہ افراط کی نحوست سے نظم عالم خراب و مہمل رہے اور نہ تفریط کی شامت سے پیش رفت امور معطل تعبت قدسی طینت اور پیکر نورانی صورت کو تاج خلافت و تشریف علم سے آراستہ کرکے پردۂ مشیت سے جلوہ گر کیا اور سریر صندل کون خاک پر متمکن فرماکر سر رشتۂ قبض و بسط امور کو اوسکے دست تصرف مین دیا علم ازلی کی پیش بینی سے اس جوہر قدسی کو آب و رنگ ادراک کلی و جزئی سے رونق بہا عطا فرماکر ایسا آئینہ مجلی اور مرات مصفے بنایا کہ پردہ از رنگ نگار عقول سے تماثیل رنگارنگ علوم اوس جلوہ گاہ غریب مین عکس افگن ہوا اور نقیر و قطمیر امور مین ایسی جزو رسی مرحمت کی کہ تمکین شستا درجہ آت قیام ہر مقام مین انھین احکام کے موافق درست نشین اور گام زن اوس فروغ کو عقل نظری کے نام سے پہچانتے ہین اور اس دریافت کو عقل عملی جانتے ہین جلب نفع کے واسطے آز و حرص دی اور دفع مضرت کے لیے قوت غضب عطا کی یعنے یہ متحمل بار امانت اور متمکن سریر خلافت

اگر نہ امور کلیہ سے آگاہ اور نہ مہمات جزئیہ سے صاحب انتباہ ہو اختلال تدبیر سے انتظام مختل ہوجاوے
اور پست و کشادہ مہمل اور اگر مرغوب کی طلب جلوہ نما یا منافر سے نفرت نقاب کشا نہو مادہ حیات
انقطاع پاوے اور اسباب جمعیت برہم ہوجاوے ان سب صورتون مین اظہار ما فی الضمیر
ضرور ہی اور اعلان مرغوبات مین مجبور کسواسطے کہ خفیات باطن پر سوا علام الغیوب کے
بغیر نہین لیجا سکتا اور خبایا ضمایر سے بجز جان آفرین کے کوئی آگاہی نہین پا سکتا پس مصلحت
سنج امور یکے بواسطہ انفاس کو فضاے سینہ مین جنبش دی اور براہ گلو سے قوت آمد و شد عطا
کی لیکن اس راہ ہموار کو فی الجملہ پیچ و خم سے خالی نرکھا کہ وہ ہوا ان مخارج مین کسوت حروف
سے تقطیع حاصل کرے اور حسن سخن کو کامل تا کہ امر و نہی کا اظہار بے تکلف ہو اور ملایم کی طلب
اور نا ملایم کی امتناع کا اعلان بہ سلاست اور ہوشمندان آگاہ دل جانتے ہین کہ جب تک
حروف کی ماہیت اور اوسکی ایجاد و ابداع کی کیفیت صفحہ بیان مین جلوہ گر نہو طالبان کمال
کو صورت اطمینان اور تسلی قلب و جنان متصور نہو ناچار اس سیاہ قلم کو رنگ آمیز کرتا ہی
اور اس مشعلہ سراپا فروغ کو نور ریز کہ حرف ایک کیفیت کا نام ہی وابستہ ہی ایک اور کیفیت
سے اور یہ کیفیت ہوا کے ساتھ قایم ہی کہ ایک عنصر ہی عناصر چہار گانہ مین سے جب وہ سخت چیز و
ایک دوسرے سے الگ کرین اور اس حالت کو عربی مین قلع کہتے ہین یا ایک دوسرے پہ
مارین اور اس حالت کو قرع کہتے ہین تو بالضرور اون دونون کے درمیان جو ہوا ہی پانی
کیطرح متموج ہوجاویگی اور اوس تموج سے آواز پیدا ہوگی بعضون نے آواز کی تعریف سبب
قریب سے کی ہی اور بیان کیا ہی کہ آواز ہواے متموج کا نام ہی اور بعضون نے سبب بعید
اور قلع یا قرع کو آواز کہا ہی یعنی اول قلع یا قرع واقع ہوتا ہی اور پھر ہواے درمیانی مین تموج
بہم پہونچتا ہی اور تموج سے آواز پس قلع و قرع آواز کے واسطے سبب بعید اور تموج ہوا
سبب قریب ہی کہ اُس مین اور آواز مین واسطہ نہین بخلاف قلع اور قرع کے کہ تموج
کا واسطہ متحقق ہی جب آواز کی ماہیت دریافت ہوتی اب سننا چاہیے کہ مطلق آواز کو دو
کیفیتین عارض ہوتی ہین کہ ایک دوسرے سے ممتاز کردیتی ہین جیسے زیر و بم اور غنہ یا گرانی
گلو سے بہم پہونچنا اور ایک اور کیفیت خاص بواسطہ مخارج کے اجزا ہوا کی تقطیع سے آواز کو عارض
ہوتی ہی جیسے دو زیر یا دو بم یا دو غنہ یا دو آواز کا گلوے گران سے حاصل ہونا اس کیفیت
خاص کا نام حرف ہی اس بحث کے بعد توضیح مقام کے واسطے کہا جاتا ہی کہ اول ہوا کو بسبب تموج کے

ایک کیفیت عارض ہوتی ہے جسکو آواز کہتے ہین اور آواز سے ایک اور کیفیت متعلق ہے مثلاً زبر
زیر اور پیش وغیرہ اور اس کیفیت کو حرف کہتے ہین پس حرف کیفیت خاص ہے صوت کے
ساتھ وابستہ ہے اور صوت قائم ہے ہوا کے ساتھ جب یہ تفصیل معلوم ہوئی حرف کی تعریف
کے معنی واضح ہوگئے کہ علی سینا اسی کیفیت خاص کو جو صوت کو عارض ہوتی ہے حرف کہتا ہے
اور بعضے اوس صوت ہی کو حرف کہتے ہین اور بعضے محققین مجموع صوت و کیفیت کو حرف ٹھہراتے
ہین غرض ایک کو حرف کی ماہیت کا بیان [illegible] زبان [illegible] اوس سے تعبیر [illegible] اب
معلوم کیا چاہیے کہ زبان اکثر طوائف کی [illegible] حروف مین باہم مخالف ہے یعنی کسی مین انتیس
حرف ہین اور کسی مین چوبیس اور کسی مین کم یا بیش جو کہ طوائف نبی آدم اور اصناف اشرف
مخلوقات عالم غرض اس کثرت سے ہین کہ اونکے بعض کا شمار حیطۂ وہم و خیال مین گنجائش پیدا
ہوسکے اور سوا اسکے بعض ایسے ہین کہ اونکی زبان کی تحقیق سے اس کتاب کے ناظرین کے
حق مین فائدہ معتد بہا متصور نہین ہے ناگزیر زبان عربی و فارسی و ہندی کے حروف کا حال
بر سبیل اجمال مذکور ہوتا ہے کہ اکثر [illegible] باتون پہ نظر [illegible] سوا اوسی [illegible]
اور زبان ہندی کی [illegible]
کو اٹھائیس حرف پر رکھتے ہین اگر ہمزہ کو الف سے ممتاز کرین تو انتیس ہوا اور شیرین
کلامان فارس چوبیس اور کچھ مجمع زبانان [illegible] اسکی تفصیل یہ ہے کہ فارسی مین آٹھ
حرف یعنی ثاے مثلثہ اور حا و صاد و طا یعنی مہملات اور ضاد و ظا معجمتین اور قاف مستعمل نہین
ہین اور بے اور جیم اور زاے اور کاف تازی مین ایک صفت گرانی کی اور زیادہ کرکے
چار حرف اور یعنی پے اور چے اور ژے اور گاف اختراع کیے جب آٹھ کے حذف کے بعد حروف
باقی پہ چار زیادہ کیے جاوین چوبیس صورت پذیر ہونگے اس صورت مین آٹھ مخصوص عربی
اور چار مخصوص فارسی اور بیس مشترک مقرر ہوئے اور لام الف جو حرف مشہور ہے
اسکے باب مین اقوال مختلف ہین بعضے یہ کہتے ہین کہ شمار حروف مین ہمزہ اول جو الف [illegible] ہونے
سے کے بعید واقع ہے اور جو کہ الف دائم السکون ہے اور جب تک کسی اور سے مرکب نہو ساکن
کا تلفظ محال ہے ناگزیر لام سے ترکیب دیکر لا پڑھا اور لام کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ لام و
الف مین اتحاد قلبی ہے یعنی الف کا دل لام ہے اور لام کا دل الف جو کہ یہ اتحاد اوسکے ساتھ
نہ تھا لام کو اوسکی ہمراہی کے ساتھ مختص کیا اور بعضے یہ لکھتے ہین کہ زبان فارسی مین

ساکن چنانچہ کے بعد ہماہ بیت گزرا ذوق رہرو دلالت کرتا ہو جو حرف ذال پر اور ظاہر ہو کہ اگر وجہ
اس حرف کا اس زبان میں ہونا قاعدہ مقرر کرنے کی کچھ احتیاج نہ ہوتی اور اوحد الدین انوری
کا نسق نظام و نحو جو ذال ہو یہ دال ہو ہر رباعی

دست تو گشت چون ید بیضا موجود	از جود تو بر جہان جہانے افزود
کس چون تو سخی نبود ہست و نخواہد بود	گو قافیہ دال شو زبے عالم جود

اور یہی سبب ہو کہ بادا ذال اور ثا و کا قافیہ اتفاق کے ساتھ کرتے ہیں لیکن چونکہ ایسے حروف کے
تلفظ میں التباس ہو جیسے ضاد اور ظا کو ذال سے تازی سے التباس ہو اور ثا اور صاد کو سین
سے اور عین کو الف سے سوائے عربی کے اور زبانوں میں نہیں آتے قیاس چاہتا ہو کہ جو
ذال زے سے مشابہ ہو اغلب کہ حرف فارسی سے ہو

فائدہ

حروف تہجی کیواسطے اختصار وصورتیں معین کی ہیں اور ان میں سے بعضی صورتیں التباس اور
اشتباہ سے خالی نہیں لیکن یہ اشتباہ دو طرح ہو ایک نقطہ سے کی صورت خطی میں اور
یہ بھی دو وضع پر ہو اول حالت انفراد و ترکیب دونوں میں جیسے جیم اور دوسرے فقط ترکیب
میں جیسے فے اور قاف اور نون اس اشتباہ کا ازالہ اسم کے تلفظ سے ممکن ہو اور دوسرے
یہ کہ صورت خطی اور تلفظ اسم دونوں میں جیسے صاد و ضاد و طا و ظا و عین و غین ان میں سے
نقطہ دار کو منقوطہ و معجم کہتے ہیں اور بے نقطہ کو مہملہ اور بعضی صورتیں کہ باہم اشتباہ اور التباس رکھتی
ہیں ایسی ہیں کہ سب منقوطہ ہیں اور ان میں جسمیں ایک نقطہ ہو مثلاً با اوسکو موحدہ کہتے ہیں اور
جسمیں دو ہیں پس اگر نقطے اوپر ہیں جیسے تا اوسکو مثناۃ فوقانی اور اگر نیچے ہیں مثلاً یا اوسکو
مثناۃ تحتانی کہتے ہیں اور جن حرفوں کے مقابل حروف اربعہ مخصوصہ فارسی ہیں اونکو حروف
عربی اور تازی کہتے ہیں جیسے با اور جیم اور زا اور کاف اور انکے مقابلوں کو فارسی اور عجمی یعنے
پے اور چے اور ژے اور گاف اور کبھی ازالہ اشتباہ کے لیے حروف ابجد کی طرف منسوب
کرتے ہیں جیسے تاے قرشت اور حاے حطی مثلاً اور صاحب طبعان دقیقہ شناس پر ظاہر ہو کہ
اعجام حرف پر نقطہ رکھنے کو کہتے ہیں اور حرف نقطہ رکھنے سے بری ہو پس انکا اعجام اور اہمال خط
کے اعتبار سے ہو نہ انکی ذوات کے جیسے کہ صراح میں ہو حروف المعجم معناہ حروف الخط المعجم کما تقول
مسجد الجامع وصلوٰۃ الاولی ای مسجد الیوم الجامع وصلوٰۃ الساعۃ الاولی یعنی حروف معجم کے

معنی یہ ہی کہ نقطہ دار خط کے حرف جیسے مسجد الجامع اور صلواۃ الاولی یعنی روز جامع کی مسجد اور پہلی ساعت کی نماز کیونکہ جامع اور اولی صفت ہی اور صفت کیطرف اضافت جائز نہین پس جبتک تقدیر یوم اور ساعت کی نکرین معنی کلام کے کرسی نشین نہون اور بعض وقت سب حروف تہجی کو حروف معجم کہتے ہین شیخ ابو الفضل ابن مبارک خطبہ مرقع مین اس تسمیہ کی وجہ لکھتا ہی کہ اعجام ازالہ اشتباہ کو کہتے ہین اور جیسے کہ وجود نقطہ سے ازالہ اشتباہ بلسیر ہی اوسکے عدم سے بھی متصور ہیاننک اوسکے کلام کا حاصل ہی اور ظاہر ایہ کلام مخدوش ہی کسواسطے کہ یہ وجہ چاہتی ہی کہ تسمیہ اونھین حرفون کے ساتھ مخصوص ہو جنکے التباس مین نقطہ کے وجود و عدم کو داخل ہو نہ اور حروف مین اور حال یہ ہی کہ لام اور میم مثلاً بھی تسمیہ مین شریک ہین اور شاید اس تسمیہ مین مجاز ہو یعنی باعتبار بعض کے کل کا نام معجم رکھدیا واللہ اعلم بالصواب حروف زبان عربی و فارسی کی بحث سے فارغ ہوکر حروف زبان ہندی کا حال بیان کیاجاتا ہی کہ اس زبان مین حروف بست وہشتگانہ سے بارہ حروف مستعمل نہین اور وہ یہ ہین ثاے مثلثہ اور حا و صاد اور طا اور عین مہملات اور خا اور ذال و ضاد اور ظا اور غین معجمات اور فا اور قاف اور بجاے ثاے مثلثہ اور صاد مہملہ کے سین اور بجاے حاے حطی کے ہاے ہوز اور بجاے طا کے تاے فوقانی اور بجاے ذال اور ضاد اور ظاے معجمہ کے زاے معجمہ اور بجاے عین مہملہ کے الف اور خا کے کھ یعنی کاف مخلوط الہا اور بجاے فا کے پھ یعنی باے فارسی مخلوط الہا اور بجاے قاف کے کاف تازی استعمال کرتے ہین ان حروف بست وہشتگانہ سے بعد حذف بارہ حروف کے سولہ باقی رہے یہ سب عربی اور فارسی اور ہندی مین مشترک ہین اور پے اور چے اور ژے اور گاف کو کہ انکو حروف تازی کے مقابل فارسی کہتے ہین بھی استعمال کرتے ہین لیکن تین حرف اس زبان مین زیادہ ہین ٹے اور ڈال اور ڑا انکو بسبب ثقل زائد کے مثقلہ ہندی کہتے ہین پس مجموع بتیس حرف ہوتے ہین جب ماہیت اور کیفیت ایجاد حروف اور حال تعداد حروف مین زبان خامہ نغمہ زن ہو چکی تو اب سنا چاہیے کہ ہر شخص اجراے کار و نظم امور ضروری مین دوسرے کا محتاج ہی اور دوسرا اوسکی امداد و اعانت مین جب سعی کر سکتا ہی کہ اوسکے مافی الضمیر سے آگاہ ہو پس ناگزیر یہ ضرورت ہوئی ایسی چیز کی کہ اوسکے وسیلہ سے دل کی بات کا اظہار آسانی سے ہو اسواسطے الہام ربانی اور سروش غیبی کی رہبری سے ہر کوئی اس امر مین مصروف ہوا کہ چند حروف کو باہم ترکیب دیکر اشیاے مطلوبہ اور امور مقصودہ کے ساتھ انکو اختصاص دے اگرچہ بعضے امور مین حرکات اعضا جیسے کسیکو بلانے یا چلے جانے کے واسطے ہاتھ کی حرکت

اور اسیطرح اور اشارات مقرری سے اداے مدعا ممکن تھا لیکن اون اشارات سے مطالب مضمر کا
اظہار اس وسعت کے ساتھ صورت پذیر ہونا متعذر تھا ناچار ہر ہر شی کے واسطے الفاظ موضوع او
اوس اصل کے ساکنین ایک دوسرے کی اصلاح سے مطلع ہوتے گئے یہانتک کہ اون الفاظ کو اپنی
اغراض مختلفہ مین استعمال کر کے باہم ہمکلام ہونے لگے اس مطلب کے بعد یہ امر استفسار کے
قابل ہی کہ جسقدر معانی تعقل مین آتے ہین آیا اون سب کے واسطے الفاظ موضوع ہوگئے ہین یا
بعض کے ظاہر یہ ہی کہ ہر معنی کے واسطے الفاظ موضوع نہو کیونکہ ہم بعض معنی کی تعبیر مین کبھی
تغیر آواز کے محتاج ہوتے ہین مثلاً لفظ خیر صرف تغیر آواز سے معانی متعدد کا فائدہ دیتا ہی یعنی
جب کسیکے کلام سے تعجب ناشی ہو تو کہتے ہین خیر خاے معجمہ کے ساتھ نفس کو دراز کھینچکر اور یہی صورت
ہی جبکہ کسی کی بات کو قبول کر لین لیکن ان دونون مقام مین نفس کے کھینچنے کی کیفیت جدا ہی اور
یہ صاحب زبان پر آشکارہ اور الفاظ سے تعبیر اون کیفیات کی دشوار ہی اور مثلاً کسیکو کہین جا او
ایسی تاکید منظور ہو کہ سامع یہ سمجھ لے کہ اگر مین نجاؤنگا تو قابل ناراض ہوگا اوسوقت فتحہ جیم کو بہت
کھینچین اور اگر اوسقدر تاکید منظور نہو تو فتحہ کو زیادہ نہ کھینچین اور کبھی حرکات اعضا کی طرف احتیاج
ہوتی ہی مثلاً انکار کے وقت تکرار انگشت یا سر کو اشکال مخصوصہ کے ساتھ حرکت دینا یا کسی خط منحنی
کی تعبیر کے واسطے کہ کسی ہیئت خاص پر ہو انگشت کو ہوا مین ایسی طرح سے کھینچنا کہ اوس ہیئت پر
دلالت کرے الفاظ بیشمار اور مواضع استعمال بحساب ہین اونکا احاطہ دائرۂ امکان سے خارج اور
حیز بیان سے باہر ہی اگر ان چیزون کے مقابل لفظ ہوتے تو اس تکلف کی طرف احتیاج نہوتی اور
اسکے اسباب کئی ہین یا تو یہ ہی کہ تعبیر اوسکی الفاظ سے خود محال ہی جیسے لفظ خیر وغیرہ مین یا اوسکی
طرف احتیاج بہت کم واقع ہوتی ہی یا وہ شی اس بلاد مین نہین ہی اسیواسطے حمام کے واسطے
ہندی مین کوئی لفظ موضوع نہین ہی کیونکہ ہندوستان مین اسطرح غسل کرنے کی رسم نہین اور
اسیطرح سے تنور کے مقابل کوئی لفظ نہین کیونکہ جو شرائط کہ پخت طعام مین مذہب ہنود کے موافق
چاہیے تنور مین متصور نہین اور جب تنور کی طرف احتیاج نہوئی اسکی رسم بھی اس دیار مین نہوئی
خان آرزو کہتا ہی کہ بھٹ جو تنور کو کہتے ہین مجاز ہی اور اصل مین بھٹ وہ چیز ہی جسمین نخود وغیرہ
بریان کرین اور مراد اس سے بھاڑ ہی جو کہ شیوع اسلام سے تنور کا رواج ہند مین ہوا اوسکو
من حیث التشبیہ بھٹ کہنے لگے مؤلف کہتا ہی شاید اسی سبب سے طباخ کو ہندی مین بھٹیارہ
کہتے ہین بہرکیف امام فخرالدین رازی اور اوسکے اتباع کا یہی مذہب ہی اور اسپر ایک دلیل

عقلی بھی قائم کرتے ہین کہ معانی غیر متناہی ہین اور الفاظ متناہی کیونکہ مرکب ہین حروف سے اور
حروف متناہی ہین اور جو متناہی سے مرکب ہوگا متناہی ہوگا پس متناہی سے غیر متناہی کا حصر
محال ہی اور اگر حصر ممکن ہو تو مدلولات کی تناہی لازم آوے۔

فائدہ

عباد ابن سلیمان الضمیری کی راے ہی کہ الفاظ اور مدلولات مین مناسبت طبعی ہوتی ہی اور وہی مناسبت
واضع کو باعث ہی کہ اوس لفظ کو اوسی معنی کے واسطے وضع کرے اور اگر یون نہو تو ترجیح بلا مرجح لازم
آوے نقل ہی کسی نے ایک شخص سے جو اس راے کو مستحسن جانتا تھا پوچھا کہ ارغاغ کے کیا معنی ہین
اوسنے جواب دیا کہ مجھے معلوم ہوتا ہی کہ یہ ایسی چیز کو کہتے ہون کہ اوسمین بہت خشکی ہو اور شاید
وہ پتھر ہو اور حال یہ ہی کہ ارغاغ پتھر ہی کو کہتے ہین جیسے کہ جلال الدین سیوطی نے مزہر مین
لکھا ہی لیکن خان آرزو مثمر مین لکھتا ہی کہ کتب معتبرہ فارسی مین یہ لفظ اس معنی مین نہین آیا
اور بعضے حواشی سے نقل کیا کہ لغت تبریزی ہی بہرکیف جمہور کو اس راے مین انکار ہی اسواسطے
کہ اگر یہ بات درست ہوتی ہر کوئی ہر لغت کو سمجھ لیتا اور ایک لفظ معانی متضادہ کیواسطے موضوع
نہوتا جیسے فراز کشادن وبستن اور قرء حیض وطہر اور جون اسود وابیض لیکن ہرگیبکا نہ سمجھنا شاید
اس سبب سے ہو کہ ہر کوئی اوس مناسبت کو نہین پہونچ سکتا چنانچہ وہ مناسبات کہ علماء عربیت
الفاظ اور مدلولات مین ثابت کرتے ہین مسلم ہی اور ہر کوئی اوسکو فہم نہین کرسکتا اور جتبک
اوسکو نہ بتائین اوسپر اطلاع نہین ہوتی اور ممکن ہی کہ اوس لفظ کو دونون معنی متضاد کے ساتھ
مناسبت ہو لیکن یہ راے سخافت سے خالی نہین کیونکہ ہم اختیار رکھتے ہین کہ ایک لفظ جو بمعنے
سنگ سخت کے موضوع ہو اپنی اصطلاح مین بمعنی شی ملائم کے ٹھہرالین حالانکہ اگر اوسکو شی ملائم
کے ساتھ کچھ مناسبت ہوتی تو وضع اول اوسکو اضداد سے ٹھہراتا اس فوائد جزئیہ اور مطالب
جلیلہ کی تحریر کے بعد اصل مطلب کی طرف متوجہ ہوتا ہون کہ یہ الفاظ موضوعہ جو محال مختلفہ
اور مواقع متعددہ مین اداے مطلب واظہار مدعا کیواسطے رابطہ ترکیب سے التیام اور حسن ہیئت
سے انتظام پاکر زبان زدۂ خاص وعام ہوتے ہین اونکو زبان کہتے ہین جب زبان کے معنی
دریافت ہوتے تو اب تحقیق اس امر کی کیجاتی ہی کہ آغاز آفرینش مین ایک زبان تھی یا متعدد
اور اگر ایک تھی تو اول کونسی زبان موجود ہوئی اور پھر اختلاف السنہ کسطرح سے وقوع مین آیا
لیکن تحقیق ان امور کی ایک مقدمہ کی تمہید پر موقوف ہی اسرار فہمان کارگاہ تکوین وایجاد دو

رموز دانان مبدء و معاد کہ دیدہ خرد روشن اور چشم بصیرت باز رکھتے ہین اگر پردۂ تعصب سے چشم بند
اور حسد و اعتساف کو نقاب چہرۂ تحقیق نہ کرین تو یہ نکتہ مضمون پیش پا افتادہ ہے کہ ہر فرد بشر
فروغ گوہر خرد اور پرتو چراغ عقل سے چاہتا ہے کہ شبستان معرفت حضرت آفریدگار تعالیٰ شانہ مین
راہ پاوے اور خواب غفلت سے انتباہ اسواسطے صرف تحصیل مواد معاش مین منہمک اور تکمیل امرا
دنیا مین مستغرق نہو کر شرافت اوقات اور نفایس ازمنہ کو شناخت مبداء وجود اور ہمراہی راہ معاد
صرف کرتا ہے اور نہین چاہتا کہ دیدہ و دانستہ راہ ضلالت مین گامزن اور جادۂ مقصود مین عنان افگن ہو
تا گزیر جسکو خواہ گواہی شواہد عقل و خرد خواہ دلالت رہنمایان سبل ارشاد سے اکتساب کیا ہے اگر
اوس صراط مستقیم سے کسیکو انحراف یا اون ضوابط محکم اور قواعد راسخہ کی شہادت سے کجی و اعتساف
بہم پہونچے تو جو لوگ اوس طریق محمود کی حراست کی توفیق رکھتے ہین اوسکی سرزنش مین اتفاق اور
اوسکی تنبیہ مین اجتہاد کرتے ہین اور جو کہ ارباب راے روشن اور اصحاب طبایع سلیمہ کہ دقایق اور
غوامض مین نکتہ رس اور نکتہ یاب ہین اوس امر خاص مین متفق اور اوس طریقہ کی منزل مقصود
تک پہونچنے مین متیقن اور حصول نتایج مین شریک اور ریاضت شاقہ اور ترک لذات اور تصفیہ
قلوب کا اہتمام اور ذمائم خصال سے پاک ہونے کا جہد اور خلوت اور جلوت مین ایک طرح سے تحقیق
حق کی سعی اور شوائب جسمانی سے مبرا ہونے کی جستجو پیش نہاد رکھتے ہین عقل صحیح کیونکر باور کریگی کہ
سب مراتب ریا سے اور یہ تمام امور مصلحت سے صورت پذیر ہوئے ہون اور قاطبہ راہ صواب سے
منحرف ہو کر طریقہ ضلالت مین ساعی اور اضلال عباد مین داعی ہون ظاہر اور صریح ہے کہ رحمت
عامہ حضرت آفریدگار کی شامل جمیع عباد ہے اور نہین چاہتے کہ اس سعادت کونین کو ایک طائفہ کے
ساتھ اختصاص دیکر مابقی پر دایرۂ حصول مرام کا تنگ کردے وہی ایک جلوہ ہے کہ مختلف پردون
سے صورت نما ہے اور وہی ایک شاہد ہے کہ ہر رند و پارسا کی نگاہ مین نقاب کشا ہے در اصل راہ
تحقیق صائب تبریزی کس دلربائی سے نغمہ سرا ہے گفتگوے کفر و دین آخر بیکجا مے کشد
خواب یک خواب است باشد مختلف تعبیرہا اور کیونکر نہو کہ نفس ناطقہ انسانی اوسی چشمۂ فیض کا ایک
قطرہ اور اوسی دریاے کرم کا ایک رشحہ ہے قطرہ کی نم چشمہ ہی کا نتیجہ اور رشحہ کی طراوت دریا ہی
کا فیض ہے کیا عجب ہے کہ وہی معلم اسرار نیرنگ عالم قدسی سے ہر طائفہ کو طرق گوناگون مین
رہنما اور روشہاے مختلف کیطرف رہبر ہوا ہو اور رہنمایان سبل اور ہداۃ طرق کہ اسلاف و اخلاف
طوائف امم کو اونکی پیروی کا دعوے اور اونکی اقتدا کا ادعا ہے بپیرایۂ مناسبت خاص سے محلی او

اختصاص

اختصاص تمام سے مشرف ہوکر اوس شاہد لاریبی کے پیام سے حرف سرا ہوے ہون آخر پیشوایان
راہ ہدایت و یقین کہ وحی آسمانی و الہام ربانی کو گوہر گوش کرکے نقد دل سے صاحب نصاب اور
حکم محکم نص قطعی سے راہ روان طریقۂ اسلام کے اعتقاد مین خلوت قرب مین باریاب ہین طوائف
مختلف مین گامزن اور طوائف خاص کی رہبری سے ممتاز رہتے گو کہ صبح چہرہ [illegible] آفتاب
ظہور مظہر تمام زبدۂ نتایج لیالی و ایام باعث ایجاد نشاتین علت ابداع کونین فخر عالم شرف بنی آدم
صلے اللہ علیہ وسلم سے لبان کواکب صبحگاہی مستور اور مثل انجم سحری بے نور ہین اگر اصناف
عباد پیام معبود برحق سے کامیاب نہین اصول مذاہب گوناگون کی اتحاد کا کیا سبب ہے ہنود سے
لیکر مجوس تک توحید حضرت واجب الوجود کو اصل اصول جانتے ہین اور رسالت انبیا کو [illegible]
سے پہچانتے ہین گو اپنی اصلاح مین ایک اوتار نام رکھا اور دوسر پیشوا [illegible] کی پوجا اور آ
و اجرام کی پرستش توحید کی منافی نہین کہ یہ دونون لفظ ہندی و فارسی ہین تعظیم و عبادت مین
مشترک ہین خواص گروہ اول پیشوایان طریق کے پیکر کے سامنے [illegible] کے قبیل
سے شمار کرتے ہین اور کہلاے طائفہ اخری اجرام نورانی کو سمت قبلہ جاے اعتبار رکھتے
ہین نہایت یہ ہے کہ ساحت سنج عباد آرا [illegible] رفتہ رفتہ ملت حنفیہ [illegible] جماعت
اور ماحی آثار سلف کردیا صدمہ گرز غزاۃ سے سنگ اصنام ریزہ ریزہ [illegible] شمشیر
مجاہدین سے حرارت آتش افسردہ اس ملت روشن فروغ کے سامنے کواکب [illegible]
آفتاب بے نور ضیا سے مومنین کا طالع کیا بلند ہے کہ ایسی آفتاب کی روشنی مین لمعات انجم سے
بے نیاز ہوگئے اور ایسی نور کی گرمی ہنگامہ مین آتش سے مستغنی نہ اس طریق کے راہ رو کو
چراغ ید بیضا کی احتیاج اور نہ اس دار الشفا کا مریض باد مسیحا کا محتاج حصول اس دولت
کا اور حصول اس نعمت کا اسی امت کے نصیب مین تھا الحمد للہ علی ذلک و ذلک فضل اللہ یؤتیہ
من یشاء بعد اس طول کلام اور اطناب سخن کے منتظران مقصود کے گوش گزار کیا جاتا ہے
کہ ہرگاہ ملل مذکور اور مذاہب مسطور مین احتمال راستی و درستی نے راہ ہویدا کی اور اونکی وقعت و دایت
نے بارگاہ امکان مین جاے پیدا کی تو کیا عجب ہے کہ اونکے اخبار کو پیرایۂ صدق سے عاطلہ
معرا سمجھکر احتمال وقوع سے خالی نہ جانین اور بعض حکایات کو کہ قبول عقل و اختیار
خرد سے ظاہر اور دست ہین خوارق و کرامت پر محمول کرین لیکن باانہمہ سر رشتہ بعضے
امور کا تفاوت روایات اور تباین عبارات سے ایسا نایافت ہے کہ بجز چارہ سازی فکر رسا ہے [illegible]

اوسکی تلاش مین سرگردان ہو سواے حیرت و سراسیمگی کے کچھ ثمر اور سواے سکوت کے کوئی مفر
بہم نہ پہونچے ایک ان مقدمات دور از کار سے حال ہو آغاز آفرینش اور ابتداے تکوین و ایجاد
عالم کون و فساد کا کہ جب اختلاف اقوال روایات اور تضاد روایات پر نظر پڑتی ہے دشوار پسندان
دور یاب کا فہم پیچ و خم راہ سے طرفہ پریشانی حاصل کرتا ہے درین داستان داوریہا بسی
مرا گوش برگفت ہر کسے ہست + برابر ہمہ ہند کہ سرمایہ عقل و دانش سے تونگر اور نصاب کمال سے
بہرہ ور ہین کیفیت آفرینش یہ ان اٹھارہ طرح سے روایت کرتے ہین اجتناب اقوال سے
خوف اطناب مانع اور بیم دراز نفسی عنان گیر ہے ناگزیر دو تین قول بطرح اظہار پر مرتسم اور
عرض مین منطبع کرتا ہے

پہلا قول

یہ ہے کہ گیتی آفرین نے اول ایک قدسی نہاد انسان صورت ملک سیرت برہما نام کو خلوت عدم
سے عرصہ ایجاد مین جلوہ گر کیا اور اوسنے اپنی خواہش سے چار فرزند موجود کیے ایک
کو سنگ اور دوسرے کو سنندان اور تیسرے کو سناتن اور چوتھے کو سنتکمار کہتے تھے ان چارون سے
فرمائش کی کہ ایجاد عالم اور تکوین مکونات مین ساعی ہون لیکن از بسکہ قوت تنزیہ اونپر غالب
اور تمام توجہ مبدا ایجاد کی طرف مصروف تھی خسا پس عالم تشبیہ کی جانب ملتفت ہونے برہما
خشمگین ہوکر اپنی پیشانی سے ایک اور صورت سراپا سیرت ظاہر کی کہ اوس تقدس نہاد جلالت
نہاد کو مہادیو کہتے ہین لیکن اوسمین بھی نہایت جلالت شان اور غلبہ کمال سے کہ تنزیہ و تقدیس
کو مقتضی تھی ان امور کے التفات کی قابلیت نہ پائی اپنی خواہش سے دس فرزند اور پیدا کیے
اور انکے بعد اپنے ہی بدن سے ایک مرد اور ایک عورت موجود کی مرد کو من کہتے ہین اور عورت
کو سترکادان دونون سے سلسلہ آفرینش کا آغاز ہوا ہندی زبان مین انسان کو منش یا مانس
کہتے ہین کہ من کے ساتھ منسوب ہین جیسے زبان فارسی مین آدم کی نسبت سے آدمی

دوسرا قول

یہ ہے کہ کار پرداز امور نے عورت کی صورت مین جلوہ کیا کہ اوسکو مہاکمین کہتے ہین اور اوسمین
تین گن ہین ست اور رج اور تم جب آفرینش عالم کا قصد مصمم ہوا تم کی دست آویز سے
اپنی ایک اور صورت بنائی کہ اوسکو مہاکالی اور مہامایا کہتے ہین اور ست کے وسیلہ سے ایک اور
شکل بہم پہونچائی کہ اوسکو سرستی کہتے ہین پھر اوسکی فرمائش سے ہر ایک نے ایک مرد اور

ایک عورت پیدا کی مہاجہین سے برہما مرد کی صورت اور سرسوتی عورت کی صورت پر جلوہ آرا
ہوئی اور مہاکالی سے مہادیو اور ساوتری جسکو مہابدیا اوسکا نام وہین بھی کہتے ہین اور سرستی
سے بشن اور گوری بعد اوسکے گوری کا ازدواج مہادیو سے اور سرسوتی کا بشن سے اور برہما کا
تری سے کر دیا اور برہما اور ساوتری سے ایک بیضہ پیدا ہوا مہادیو نے اوسکو دو ٹکرے کیا اوسمین
سے دیوتا اور دیت یعنی دواکس اور نفوس قدسی اور انسان اور باقی اور جاندار اور روئیدگی
اور کو پیدا ہوے

تفسیر اقوال

جو عمدہ اقوال اور سورج سدھانت مین کہ جو لاکھہ برس کی تالیف کی ہوئی کتاب ور علم نجوم کا
مرجع اور مآب ہی مرقوم ہے یہ ہے کہ ست جگ کے اخیر مین ایک شخص مئیدیت نام صفحہ ظہور مین
جلوہ گر ہوا اوسنے جو احوال آفرینش اور نیرنگی روزگار کو دیکھا لیکن ان سب سے نشناسانہ تھا
متحیر ہوا اور اس عقدہ سربستہ کی کشایش مین سعی کی کئی ہزار برس تک اپنی خواہش کو آفریدگار
بے نشانہ کی جناب مین عرض کرتا رہا جب محنت حد سے گذر گئی اور مدت طویل سپری ہوئی
شاہد مطلق صورت جمیل مین اوسپر ظاہر ہوا اور مطلب کا سوال کیا منتظر عطیہ غیبی نے عقدہ خاطر
کو وا کیا اور زبان عجز بیان کو حرف مدعا سے ترصیع کہ اختر و افلاک کیا ہین اور آتش و باد و آب
و خاک کیا عرض سائل پیرایہ اجابت سے آراستہ ہوئی اور حلیہ قبول سے پیراستہ کہ تو ایک مدت
تک فلان معابد مین متوقف ہو اور عرض نیاز سے متصف ایک قدسی پیکر تیری نظر مین جلوہ فرما
ہوگا اور تیری مشکلات سے عقدہ کشا اتفاقا ست جگ کے انجام ہونے کے قریب وہی ہمایون فال
ایسی شکل و شمائل سے کہ پیری کو حیران کرے اور ملک کو سرگردان اوسکی نگاہ مین جلوہ گر ہوا او
اسنے غبار قدم سے چشم انتظار کے واسطے توتیا ے بصر بہر سوال نے پیرایہ جواب سے آرایش پائی
اور ہر نقصان نے زیور کمال سے پیرایش اوسنے جب دامن استعداد کو ذخایر کمال سے
مالا مال دیکھا اور خاطر مضطرب کو مستمال ایک کتاب تصنیف کی کہ سورج سدھانت نام اور اول الان
احکام نجوم کو اوسی کے قواعد و ضوابط سے انتظام ہے اوس کتاب دانش خطاب کی لوح اوراق پر
مرتسم ہے کہ نگارندہ الواح طبایع اور رسام نقوش آثار نے ایک کرہ زرین کہ اندر سے خالی اور باہر سے
لطافت و صفا سے لبریز ہے دو علیحدہ ٹکرون سے پیدا کر کے اپنی نور کو اوسپر جلوہ دیا اور وہ عالمین
آفتاب کے نام سے مشہور اور نیر اعظم کے اسم سے مذکور ہوا اوسنے برہما کو پیدا کیا برہما کی وساطت

سے چار بید نے ظہور پایا اور علم و دانش نے دستور پھر چاند اور اکاس اور ہوا اور آگ اور
پانی اور خاک کو اسی ترتیب سے پیدا کیا اور اکاس سے مشتری اور ہوا سے زحل اور آگ سے مریخ
اور پانی سے زہرہ اور خاک سے عطارد کو پیدا کیا ان اقوال کی تفصیل کی بعد مرقوم کیا جاتا ہی
کہ ضبط تواریخ حکماے ہند سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ نہ عالم کی ابتدا ہی اور نہ عالمیون کے واسطے آغاز
ہویدا انکے اعتقاد مین گردش روزگار کا مدار چار دور پر منحصر ہی اور ہر دور کو جگ کہتے ہین پہلے
دور کا نام ست جگ ہی اسکی مدت سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار اور عمر طبیعی انسانون کی اس دور مین ایک
لاکھ برس کی ہی دوسرے دور کا نام تریتا ہی اور اسکی مدت بارہ لاکھ اور چھانوین ہزار اور عمر طبیعی
آدمیون کی اس دور مین دس ہزار سال کی تیسرے دور کا نام دواپر اور اوسکی مدت آٹھ لاکھ
چوسٹھ ہزار اور عمر طبیعی مردم روزگار کی اسوقت مین ہزار برس کی ہی چوتھے دور کا نام کلجگ
ہی اور مدت اسکی چار لاکھ بتیس ہزار اور عمر طبیعی اس زمانے کے آدمیون کی سو برس کی ہی جب
یہ حال دریافت ہوچکا تو اب سمجھنا چاہیے کہ حضرت آفریدگار ہر ایک [illegible] مین ایک تقریب
[illegible] نقش [illegible] کو دیار عدم سے دار الملک ہستی مین جلوہ گر فرماتا ہی تاکہ خالق و مخلوق مین واسطہ اور [illegible]
ممکنات کا سبب ہو صفحہ سادہ روزگار نقوش بدایع سے مرتسم ہوجاوے اور شیرازہ کتاب صنعت کا
علیہم و دوایر افلاک مرکز عناصر سے مربوط ہون اور بسیط و مرکب کا سلسلہ ایک دوسرے سے [illegible]
نام چوجگ ہی اور انکا اعتقاد یہ ہی کہ یہ چارون جگ اس طول مدت کے ساتھ جب دو ہزار مرتبہ
انجام کو پہونچین تو ایک شبا روز کے حساب مین محسوب اور ایسے تین سو ساٹھ شبا روز کو
ایک برس اور ایسے سو برس کو برہما کی عمر اعتبار کرتے ہین جب اسطرح کے سو برس پوری اور
یہ مدت [illegible] منقضی ہوجاوے برہما جلوہ گاہ وجود سے خلوت عدم مین خرام کرے اور بستر [illegible]
آرام [illegible] اسکے بعد جب وقت داعی ایجاد و تکوین ابداع عالم کا اقتضا کرے اسی صفت کے ساتھ ایک [illegible]
برہما کو خلعت وجود سے مشرف اور حلیہ ہستی سے مزین فرما کر مسند ظہور اور چار بالش شہود پر متمکن
کرے تاکہ بزم امکان پھر اوسی ترتیب سے آراستہ ہوجاوے اور نہال آفرینش اوس سے سرسبزی
کے ساتھ پیراستہ اس دیار کے ملا کا یہ اعتقاد ہی کہ جسقدر برہما بزم ہستی مین جلوہ گر ہو گئے ہین
[illegible] نشستی مین انکا نزول ہوا ہی دایرہ شمار سے افزون اور حد حصر سے خارج ہین لیکن اہل تحقیق
سے کہتے ہین کہ برہماے حال ہزار [illegible] اور آج تک [illegible] برس عمر سے تقریباً پچاس برس
[illegible] روزگار گذرا ہی کہتے ہین کہ برہما کی تمام عمر [illegible] کی چشمک [illegible] مساوی ہی [illegible] والله اعلم

کتاب چار عنصر مین ایک برہمن کی حکایت کی تقریب سے لکھتے ہین کہ ہر قوم کے کاملین کے واسطے حصول
خاص ہی کہ کند فہمان مدرسہ دانش اوس تعبیر سے منزل مقصود پر پہنچ جاوین اور پیچ و خم راہ سے
دھوکا نکھاوین یہ دانش اندوز مرتبہ وجوب کو بشن کہتے ہین اور عقل اول کو برہما حکمت شناس
دقیقہ فہم جانتا ہی کہ ایجاد و ابداع بے توسط عقل اول محال ہی اور رتبہ عقل بدون افاضہ فیاض
مطلق وہم و خیال جب حضرت واجب ایجاد و تکوین کی طرف سے چشم پوشی اور اغماض کو کار فرما
ہی نتایج آثار کا نقش محو ہو جاتا ہی طائفہ ریاضت کیش و تجرد اندیش یعنی سیوڑہ طرفہ اقوال حیرت افزا
اور حکایات ہوش ربا کہتے ہین کہ عقل اوس راہ مین نمیقدم اور فکر اوس طریق مین ایک گام
نہین رکھہ سکتی ذکر اونکا منتج وحشت اور تصور اوسکا مثمر حیرت ہی اس گروہ ندرت بیان و
غرابت تبیان کے نزدیک زمانہ دو قسم ہی ایک اُسرپنی یعنی ایسا زمانہ کہ ابتدا مین شادی ہو اور
انتہا مین اندوہ و نامرادی دوسرا اُتسرپنی یعنی برعکس اول کہ انتہا مین شادمانی ہی اور ابتدا
مین اندوہ و خلل اور ہر قسم کے چھہ حصے ٹھہرا کر ہر حصے کو آرہ کے نام سے مشہور کرتے ہین اور
ہر آرہ کو اوسکے خواص کی مناسبت سے ایک اسم خاص کے ساتھہ مذکور پہلا آرہ قسم اول کا
سکھمان سکھمان یعنی ایسا زمانہ کہ فرحت متوالی اور مسرت متواتر بخشے اور اسکی مدت چار
کوڑا کوڑ ساگر ہی اور دوسرا آرہ سکھمان یعنی خوشحالی اور فراغبالی کا زمانہ اور اسکی مدت تین
کوڑا کوڑ ساگر ہی تیسرا سکھمان دکھمان کہ عین خوشحالی مین رنج و ملال نیش زن ہو اور ہنگامہ شادکامی
مین اندوہ و کلال الم شکن اسکا زمانہ دو کوڑا کوڑ ساگر تک ممتد ہوتا ہی اور افراط تنگدلی سے
حرمان ابد چوتھا دکھمان سکھمان کہ اوقات اندوہ مین بیغمی دیتا ہی اور آوان ملال مین خرمی اور
اسکی مدت بیالیس ہزار کم ایک کوڑا کوڑ ساگر ہی اور اندوہ زدائی و غم ربائی مین عیش متواتر
کے برابر پانچوان دکھمان یعنی زمانہ رنج و ملال اور عہد اندوہ و کلال یہ زمانہ اکیس ہزار سال
کی امتداد رکھتا ہی اور درد و مصیبت کی بنیاد چھٹا دکھمان دکھمان کہ تواتر غم اور تکاثر الم سے
منتج ملال اور مدت اس روزگار کدورت آثار کی بھی اکیس ہزار سال ہی قسم دوم کے آرہ
یعنی حصون کے بھی یہی نام ہین لیکن تفاوت اسقدر ہی کہ اسکا پہلا آرہ قسم اول کے چھٹے آرہ
کے ساتھہ اور اسکا دوسرا آرہ اوسکے پانچوین کے ساتھہ نام و درازی مدت مین مشارکت رکھتا ہی
اور تیسرا اوسکے چوتھے سے اور چوتھا اوسکے تیسرے سے موافقت اسکا پانچوان اوسکے
دوسرے سے ہمسر اور اسکا چھٹا اوسکے پہلے کے برابر انکے گمان مین قسم اول کے آرہ پنجم سے

کچھ اوپر دو ہزار برس منقضی اور اتبک اسیقدر سال سپری ہوئے ہین آرباب خرد پر روشن
ہے کہ محاسبان ہند سو ہزار کو لاکھ کہتے ہین اور دس لاکھ کو ایوت اور دس ایوت کو کرور کہتے
ہین اور سو کرور کو ارب اور دس ارب ایک کھرب ہے اور دس کھرب ایک نکھرب دس نکھرب
مہاسروج اور پدم کے ساتھ موسوم ہے اور دس پدم سنکھ اور دس سنکھ سمندر کے نام سے معلوم
اور سمندر کو کوراکور بھی کہتے ہین اس حرف سرائی کے بعد ایک اور افسانہ حیرت فزا مذکور ہوتا ہے
کہتے ہین کہ ایک جگہ پسر و دختر توام پیدا ہوتے ہین وہان کے ساکنین جنگلی کے لقب سے مشتہر
اور دیار دہلی کے اطفال خورد سال کے سر کے بال اون جنگلیون کے سر کے بال سے چھیانوے حصہ
گندہ تر ہین اگر اونکے سات دن کے مولود کے سر کے بال کہ کوئی بال اوس سے زیادہ باریک
اور غایت باریکی مین اوسکے سات شریک نہین اجزاے لاتیجزی کے ساتھ تقسیم کیے جاوین
اور اون اجزا سے ایک چاہ جسکا طول و عرض و عمق چار چار کوس کا ہو پُر کرین اور سو برس
کے بعد ہزاروان حصہ اون اجزا کا اوس چاہ سے نکالین جتنی مدت مین وہ چاہ اس طریق
سے خالی ہو جاوے اوس مدت کو پلوپم کہتے ہین جب پلوپم سے دس کوراکور گذرین جسکا عدد
مسطور اور سمندر کے نام کے ساتھ مذکور ہوا اس مدت کو ساگر کہتے ہین اونکے نزدیک بارہ دوار
مذکور کی کیفیت حیطۂ بیان سے مبرا اور حلیہ تقریر سے معرا ہے کہتے ہین کہ ہر آرہ مین چوبیس آدم تم
عدم سے عرصۂ وجود مین جلوہ طراز ہوتے ہین اور مدت معہود کے بعد پھر جادۂ دار الملک نیستی میں
عنان انداز اون مین سے اول کا نام ادناتھ اور رگھوناتھ ہے یہ اعجوبہ کارگاہ تقدیر پچاس
کرور لاکھ ساگر تک کارگزاری انتظام آفرینش مین ساعی رہتا ہے اور اخیر کا نام مہابیر ہے اور
بیس ہزار سال تک ترویج امور مکونات مین داعی رہتا ہے اسکی مدت سے آج تک دو ہزار
تین سو برس گذرے ہین اور نفائس الفنون مین تاریخ خطائی سے منقول ہے کہ آدم ابو البشر کے
عہد سے آج تک کہ سات سو پینتیس[۳۵] سال ہجری ہین آٹھ سو ترسٹھ دن اور نو ہزار آٹھ سو برس
منقضی ہوئے آور دن اونکی اصطلاح مین دس ہزار برس کو کہتے ہین خامۂ خام رقم جب ان حکایات
ندرت خیز اور روایات حیرت انگیز کو لکھ چکا اندیشۂ رسا اور فکر تیز پا چاہتی ہے کہ ہنوز ہنگامۂ نیرنگی
کو پایان پذیر نکرے اور اسباب تعجب اور سامان شگفتی کے فراہم کرنے سے ہاتھ نہ اوٹھاوے اور
ایسے نقوش غریب اور تماثیل پر دۂ خیال سے جلوہ گر کرے کہ بینندگان عجائب روزگار کو
حیرت اور شنوندگان غرائب سمار کو وحشت ہو

طرفہ تر ایسی ہی کہون ایک بات	ہنستی ہو سن سنکے جسے کائنات

گروہ دانش پژوہ فرسنداجی یعنی امت اولین پیغمبر عجم کہ اونکو سیاسی و یاسی وایرانی وایزدی و یزدانی وآبادی وہوشی وانوشاک وآذرہوشنگی وآذری بھی کہتے ہین یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ جہان کو جہان آفرین سے وہ نسبت ہی جو نور کو آفتاب عالمتاب سے ازل سے ہی اور ابدالآباد رہیگا امتداد سلسلۂ کون وفساد اور تسلسل ادوار عالم ایجاد کے باب مین نقل عجیب اور حکایت غریب مسموع ہی کہ نہ عقل کو اوسکے سراپردہ مین بار ہی اور نہ فہم کو اوسکے خلوت راز مین گذار یعنی اول ایک کوکب کواکب ثابتہ سے دارالملک عالم مین بادشاہ اور بسیط گیتی مین کشور خدا ہوکر ہزار سال تک تنہا فرمان روائی کو کاربند ہوتا ہی اور حکمرانی کے منصب ارجمند اوس کوکب کو نخستین شاہ کہینگے جب مدت عہد و انجام کو پہونچے ثابتہ دیگر مرتبہ وزارت سے ممتاز ہو اور اجراے امور عالم مین بادشاہ نخستین کے ساتھ انبازی اور اُسکو نخستین دستور کہینگے جب اسکی شرکت و انبازی کو ہزار برس گذرین ثوابت مین سے اور ایک کوکب مسند دستوری پر تمکن اختیار کرے اور بدستور ہزار سال تک کون وفساد کو آشکار پھر اسکے عزل کے بعد ایک اور ستارہ منصوب ہو اور وہی امور اوسکے ساتھ بھی بتقدیم تا بجدے کہ ہر ثابتہ ایک ایک ہزار سال منصب وزارت سے امتیاز پاوے اور جہان نورانی پیکر و ظلی حکومت و انبازی کا سلسلہ منقطع ہوجاوے زحل اوس منصب سے سربلندی حاصل کرے اور اوس مرتبہ سے ارجمندی رفتہ رفتہ قمر دستور ہوجاوے اور کاروبار گیتی اوسکی بدولت انتظام پاوے آب نخستین شاہ کا دور منصرم اور نخستین دستور شاہ دوم ہوکر ہزار برس تک تنہا جہان جہانیوں کے کار کا منتظم ہو جب یہ ہزار برس منقضی ہون ہر ثابتہ و سیارہ بدستور سابق دستوری بجالاوے اور ہزار ہزار سال نوبت بنوبت اپنا منصب انجام کو پہونچاوے ان سب کے بعد نخستین شاہ کہ بالفعل مرتبہ خدیوی و خسروی سے معزول ہی امر وزارت پر مستعد ہو اور نظم عالم کے واسطے متعہد اب شاہ دوم کا دور بھی انجام کو پہونچے اور عہد سلطنت انصرام کو آخر کار قمر بادشاہ ہو اور ثابت و سیار اوسکی وزارت سے صاحب جاہ کوتاہی سخن کوئی کوکب باقی نرہے کہ خسروی و دستوری کی نوبت اوس تک نہ پہونچے جب سب کواکب سلطنت و وزارت سے کامیاب ہوچکین اور اون نقود سے صاحب نصاب یہ چرخ منتہی ہو اور یہ دور منقضی اسی دور اعظم کو فارسی

بیرو برہمن ... کہتے ہین اس چرخ کے بعد تخت نشین شاہ کا کوس سلطنت پھر بلند صدا ہو اور وہی ... دست ... فسردی کا برپا اسوقت لعبت باز قدرت بازی اول کی بساط کو درہم برہم کرے اور تماثیل تخت نشین کو معدوم اون حالات کے نقوش کو محو کر دے اور اون آثار کے رسوم کو نا معلوم نہ زید و عمرو کی منازعت ہنگامہ آرا ہو اور نہ آشنا و بیگانہ کا لطف و عتاب پردہ گشا رنگ کی دلفریبی نگاہ تماشا کی عنان کشی سے باز آوے اور بو کی عطر سائی دماغ شوق کے حصول سے ہاتھ اوٹھاوے نہ ناز نوک مژہ سے دشنہ گزار اور نہ نیاز جراحت سینہ سے بیقرار بلبل کہان کہ ہوا ے گل سے آتش نالہ شعلہ زن ہو اور گل کہان کہ بلبل کی خرمن سوزی کے واسطے برق افگن ہووے

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

لیکن ازبسکہ تکوین و ایجاد کا نقش لوح ارادہ ازلی سے اور ابداع اور اختراع کا حرف صفحہ مشیت لم یزلی سے ایک قلم محو نہین ہوتا کارپرداز عالم اور مصلحت سنج امور رشتہ بندگان دور اول سے ایک مرد اور ایک عورت بساط حیات پر جلوہ فرما رکھتا ہے تاکہ ان دونون برگزیدہ بارگاہ مبدع کل سے ظہور نتائج صورت پذیر ہو اور ہنگامہ گیر و دار گرم وضع لاحق کی سابق سے موافق ہوگی اور طرز اخیر کی اول سے مطابق یعنی اس دور کے آدمی وہی نام و نشان و گفتار و کردار اور وہی خوے و عادت و شکل و شمایل رکھتے ہون کہ ہر دم دور سابق کو وہاب حقیقی کے گنجینہ احسان سے عطا ہوتی تھی گویا ہر سفیر ملک عدم نے اپنا ساز و سامان توشک خانہ تقدیر مین امانت رکھدیا تھا اور ہنگام معاودت مین اوس امین بے ضنت سے واپس لیا

زبس تنگی بہم افشردہ است اجزاے امکان را
ہمان ماضی باستقبال ہر دم پیش مے آید

ہشیار خرامان عرصہ تحقیق کو معلوم رہے کہ ان سخن سنجان اعجوبہ طراز کی مراد یہ ہے کہ اس دور کے آدمیون کی وضع اور طرز اور صورت و شکل مردم دور سابق سے مشابہ اور مشاکل ہوگی نہ یہ کہ وہی افراد بعینہ صحراے عدم سے بازگشت اور گلزار وجود مین مکرر گلگشت کرین اجزا اون اجسام متلاشی کے فراہم ہو جاوین اور ارواح سابقہ اونھین اجساد سے ملاقی حاشا و کلا کہ یہ انکے عقیدہ کے موافق محال اور اون اجزاے ریختہ کا اجتماع اور اوس علاقہ گسیختہ کا تعلق وہم و خیال ہے نفوس کاملہ کہ سرو شان عالم بالا کے مرتبے کو پہونچ گئے ہین استیفاے مراتب اور تکمیل مدارج کے بعد کسطرح پھر اجسام کثیف سے تعلق اختیار کر سکتے ہین ابتدا اور انقطاع

ادوار کی اس نسق پر ہی جو مسطور ہوئی اور آغاز و انجام روزگار کا اس طرز پر ہی جو مذکور ہوا وَ گرنہ افراد انسانی کو نہ ابتدائے زمانی جلوہ گر ہی اور نہ انتہا اور کران متصور اس دور کے آدمیون کا مبداء سہ آباد نام برگزیدہ ایزدی و مقبول جناب صمدی ہی کہ طریقہ معہود کے موافق مردم دور سابق سے باقی رہا اور دریافت لاحقہ کے وجود کا سبب ہوا انسان ضعیف البنیان درستیابی نہین کر سکتا کہ ہمین چرخ اس سے پہلے کتنی دفعہ گردش کر چکا ہی اور اسکے بعد کب تک بازگشت اور معاودت مین سرگرم رہیگا اور یہ بھی دشوار ہی کہ دور اعظم کی مدت کو محاسب ادراک کی وساطت اور دبیر وہم کے ذریعہ سے احاطہ حصر و حوزہ شمار مین لا کر زمانہ معہود کو عدد معین سے تعبیر کرے جبکہ کواکب ثابتہ ظرف تعداد مین گنجایش پذیر نہون اونکی خسروی اور دستوری کی مدت کسطرح حصر و شمار مین آسکے اور اوس زمانہ کی تعین ظرف اظہار مین کیونکر سما سکے سیاران گلشن دور حال مین سے بعض کی کامرانی کا زمانہ مذکور ہوتا ہی کہ مشتاقان حقایق و سوانح جب اس احوال ندرت طراز سے آگاہ ہونگے قادر لم یزل کے ساحت قدرت کو وسیع اور صانع بے ابتدا کے عرصہ ایجاد و اختراع کو فسیح جانکر زمزمہ قالوا بلی سے لب کو آشنا اور ہدہد ملکوت کل شی کے نغمہ سے زبان کو ترصدا کرینگے تبارک الذی بیدہ الملک و ہو علی کل شی قدیر ہر چند سوخان طشین اور نامہ نگاران باستانی اس حال کو ایسی تفصیل سے لکھتے ہین کہ اگر بالفرض نفس اور اوراق اشجار زبان ہوجاوے تو البتہ احتمال ہی کہ وہ افسانہ تمام اور وہ قصہ اختتام کو پہونچے لیکن ان اوراق کا کیا ظرف اور ان صحائف کا کیا حوصلہ جسقدر رمنا کسب مقام ہی لوح اظہار پر مرتسم اور صفحہ بیان پر مرقوم ہوتا ہی جب دور سابق تمام ہوا اور لوح وجود پر نقوش فنا نے ارتسام پایا ایک دو قدسی نہاد مہ آباد نام اور ایک عورت نیک سرانجام کہ نعمت زناشوہی کا میاب تھی لباس ہستی سے عاری نہوئی اور چونکہ عالم کون و فساد کے امور کا بانتظام رہنا ایزد کام بخش کو منظور تھا یہ نیک نہاد زمان قلیل مین اسقدر کثرت اولاد اور وفور احفاد سے لذت ستان اور حصول نتایج سے کامران ہوا کہ شعاب جبال کے حوصلہ اور دامن صحرا کی وسعت نے افراد ناس کی بود و باش پر تنگی کی مشارب اور مطاعم اور ملابس اور تمام صنایع اور مکاسب اونکے سود اور منافع کے واسطے عقل خداداد کی استعانت سے ایجاد کیے اور بلاد و قریے اور مساکن اور بادآباد طوائف مردم کو چار قسم قرار دیا قسم اول موبد و زہاد کہ آئین دین و قوانین ملت کی محافظت اور حراست لین سرگرم رہین اور انکا لقب

ہپا اور برہمن اور بہورستار ٹھہرایا قسم دوسری پادشاہ اور پہلوان کہ جہانداری وحکومت
اونکی ذات سے منتظم اور شیرازہ امور بلاد اونکے سررشتہ عدالت وجہابت سے ملتیم رہے
اور انکا لقب چتریان اور چتیرمن اور چتری اور نورستار مقرر کر دیا کیونکہ یہ لوگ خداوند چتر
ہوتے ہین اور چتر سرداری وناموری کی علامت ہی قسم تیسری کشاورز اور اہل زراعت اور
پیشہ ور اور ارباب حرفت انکا نام باس تجویز کیا کیونکہ باس بسیار کو کہتے ہین اور یہ فرقہ
سب فرقون سے کثرت مین زیادہ ہوتا ہی اور باس آبادی کو بھی کہتے ہین اور آبادی ملک
انھین کے سبب سے ہوتی ہی اور انکو سودرستار بھی کہتے ہین قسم چوتھی ایسے آدمی کہ بیگاری
اور خدمتگاری کے کام کو سرانجام دین اور نوکری وملازمت کیلئے اور کہ انتظام انکا
لقب سودین وسودی وسود تشخیص کیا اسواسطے کہ یہ فرقہ سودین آسانی کا سبب اور
آسایش خلایق کا باعث ہی اور انکو ورستار بھی کہتے ہین بعد اسکے نوکر اور بادشاہ اور خادم
اور آقا مین فرق پیدا ہوا اور خرد وبزرگ مین تفاوت ہویدا ہو گیا یاد آ گیا کہ تواریخ ہنود
مین بھی ان چار طائفہ کا نام تلفظ مین انھین اسامی کے قریب ہی اگرچہ معنی کے اعتبار سے
بعض مین مخالفت ہی یعنے طائفہ اول کو برہمن اور دوسرے کو چھتری اور تیسرے کو بیش اور
چوتھے کو شودر کہتے ہین اول شین معجمہ اور آخر راے مہملہ سخن مختصر یزدان سخن آفرین نے مہ آباد
پر ایک کتاب نازل کی دساتیر نام کہ جمیع علوم وفنون اور ہر زبان کے لغت اوسمین مرقوم
تھے اور ایک زبان اور تھی کہ اہل روزگار سے کسیکی زبان اوس سے مشابہ نتھی مہ آباد
نے اصناف امم کو ایک ایک زبان تعلیم کرکے اطراف عالم مین جس جگہ مناسب ولایق سمجھا
بھیج دیا اسیواسطے ہر ملک کی زبان جداگانہ اور ہر دیار کی گفتگو علیحدہ ہو گئی لیکن راقم تذکرہ
نے کتاب دساتیر کو دیکھا اور ابتدا سے انتہا تک ورق ورق کی سیر کی اصل اس کتاب کی ایک صحیفہ
ہی آٹھ سات ورق کا کہ جسکے اعتقاد مین یزدان تعالی نے مہ آباد پر نازل کیا اور باقی
تیرہ صحیفے اور ہین کہ جی افرام سے لیکر ساسان پنجم تک ہر ایک کے واسطے نازل ہوئے اور
ایک پندنامہ کہ سکندر ابن داراب کے واسطے ابراہیم زردشت کی دعا سے زردشت
کے پاس نازل ہو کر شاہان ایران کی تحویل مین رہا اور وقت معہود مین سکندر کو پہونچا
یہ صحائف وپندنامہ صحیفہ مہ آباد کے ساتھ شامل ہی اب مجموع صحائف وپندنامہ کو دساتیر کہتے
ہین زبان اوسکی تو البتہ کسی زبان سے مشابہ نہین اسیواسطے اوسکو فراتین نوادعینی

آسمانی زبان کہتے ہین لیکن مختلف زبانون پر مشتمل ہے اور نہ علوم متنوعہ پر محتوی تا آنکہ
کوئی کوئی فقرہ بے شبہہ مسئلہ حکمت پر اشتمال رکھتا ہے ساسان پنجم نے جو ان سب کا ترجمہ
زبان فارسی مین کیا ساسان نخست کے صحیفہ مین پشتند اور باقی صحائف مین بعض بعض
جگہ براہین حکمیہ کو ایراد کیا ہے سو وہ ساسان کی عبارت ہے نہ کتاب سماوی مگر یہ کہ وہ جملہ تحقید
ہو کہ علوم گوناگون اور لغات مختلفہ پر مشتمل اور انقلاب روزگار اور تصاریف ادوار سے
نایاب ہے اس جملہ معترضہ کے بعد لکھا جاتا ہے کہ بعد مہ آباد کے تیرہ اور پیغمبر جو شائستہ ہوئے اونکو
بھی آباد کہتے ہین ترجمہ آباد کا پیغمبر ہے اسیواسطے پیغمبر نخست کہ مرتبہ مین ان سب سے بزرگ
تھا مہ آباد کے نام سے موسوم ہوا پیغمبران مذکور اور وخشوران مسطور کے بعد اونکے فرزندون
نے مسند ہدایت اور وسادہ ارشاد پر تمکن پایا اور ہمیشہ اپنی اوقات کو رہنمائی خلق و رضامندی
خالق مین صرف کیا مہ آباد کی ذریات کہ اونکو مہ آبادی کہتے ہین ایک مدت تک اوسی راہ
مین گامزن اور اوسی طریق مین سرگرم رہے اور عالم کو عدل و داد کے ساتھ آراستہ رکھتے
تھے ایسا شخص کہ آبادیون کی سلطنت و حکومت کا سلسلہ اوسپر منتہی ہوا آباد آزاد نام رکھتا تھا
اتفاقاً ترک و تجرید کا شوق اوسکا دامنگیر ہوا اور کاروبار سلطنت سے دفعۃً ہاتھ اوٹھا کر
گوشہ عزلت اختیار کیا اوسکی عزلت گزین ہوتے ہی انسان حیوان سیرت ہوگئے اور آدمی
وحوش سیرت باہم جدال و نزاع شروع ہوئی اور خونریزی نے ایسا شیوع پایا کہ اگر
آسیا سیلاب خون سے گردش کرتی کچھ عجب تھا اسوقت آبادیون کا عہد سپری اور اونکے
دولت و اقبال کا زمانہ منقضی ہوا اس خاندان رفیع الشان مین ننلو زاد سال تک دولت
و حشمت ملازم در اور حکومت و سلطنت فرمان پذیر رہی زاد ایک مرتبہ ہے مراتب اعداد سے خامہ
خامہ رقم اوسکی تفصیل کا متعہد اور قلم چابک نگار اوسکی توضیح مین سرگرم ہے مخفی نرہے کہ اس
طائفہ کی اصطلاح مین سال دو قسم ہے خور سال اور کرسال خور سال وہ ہے کہ کوکب بروج
دوازدہ گانہ کو ایک بار طے کرے اوسکو ایکدن شمار کرین اور ایسے تیس دن کو مہینہ
اور ایسے بارہ مہینے کو برس مثلاً دورہ زحل کی مدت تیس برس مین اتمام پاتی ہے اونکو
بارہ برجون کی سیر اختتام پس تیس برس کو ایک دن شمار کرتے ہین اور ایسے تیس دن کو
کہ نوسو سال متعارف ہوتے ہین ایک مہینہ اور ایسے بارہ مہینے کو کہ دس ہزار آٹھ سو برس متعارفہ
ہین ایک برس اعتبار کرتے ہین اور اسی پر قیاس کیا چاہیے اور کواکب کے دورہ کو اور ستارہ

کے ایک دورہ کا نام کرسال ہی پس جس مدت تک ہر برج مین سیر کرے وہ مدت ایک مہینے کی
قرار دیجاتی ہی مثلاً زحل بارہ برجون کو تیس برس مین طی کرتا ہی اور ہر برج کو اڑھائی برس
مین پس اس حساب کے موافق تیس سال ایک کرسال ہی اور اڑھائی برس ایک مہینہ اور اسی
پر قیاس کیا چاہیے اور کواکب کے دورہ کو اور جسطرح سال کو فرسال اور کرسال کہتے ہین
مہینون اور دنون کو فرماہ اور فرروز اور کرماہ اور کرروز کہتے ہین جب یہ معلوم تفصیل ہوئی
تو اب سنا چاہیے کہ جسوقت دس ہزار آٹھ سو برس متعارف کہ زحل کا ایک فرسال ہی
ہزار مین ضرب دیے جالین اور اوسکا حاصل ضرب کہ ایک کروڑ آٹھ لاکھ برس متعارف
ہین پھر ہزار مین ضرب کرین تو اوسکے حاصل ضرب کو کہ دس ارب اسی کروڑ سال متعارف
ہین فرد کہتے ہین اور ہزار فرد کو ورد اور ہزار ورد کو مرد اور ہزار مرد کو جاد اور تین ہزار جاد کو
واد اور دو ہزار واد کو زاد کہتے ہین بعد اسکے مرقوم ہوتا ہی کہ جب عالم کا حال تباہ اور جہان
کا طور خراب ہوگیا چند آدمی کہ ہدایت الٰہی اور اعانت خرد سے ستودہ کرداری اور راست
گفتاری سے کامیاب اور بزرگ آبادیون کی کتاب سے بہرہ مند تھے جی افرام کے پاس گئے اس
مرد سنجیدہ کو آباد ارادکا بیٹا قرار دیتے ہین اسکی وجہ یہ ہی کہ آباد ارادکے بعد اسکے کمال
کو کوئی نہین پہونچتا گویا آباد اراد جی افرام کا پدر معنوی ہی ورنہ اوس سے ایسکے عہد تک مدت
مدید کا فاصلہ اور زمانہ ممتد کا تفاوت ہی اور یہی حال ہی شاہ کلیو وغیرہ کا جنکا احوال مذکور
اور صفحۂ اظہار پر مسطور ہوتا ہی آبادیون کی زبان مین جی پاک کو کہتے ہین جو کہ اوسکی پاکی و
طہارت حد کمال کو پہونچ گئی تھی اسواسطے جی کے ساتھ ملقب ہوگیا بہر کیف ان لوگون نے
اوس سے التجا کی کہ اپنے وجود دسراپا جود سے تخت حکومت کو مشرف کر اور ارشاد و ہدایت پر
کمر باندھ کہ ان گم کردہ راہون کی اصلاح جلوہ گر نہو گی جب تک تو ہمت خیر طلب کو مصروف نکرے
اور ان بدکردارون کا راہ پر آنا متصور نہین جبتک تو عنان توجہ معطوف نکرے اور ہدایت
وارشاد کے فضائل آبادیون کی کتاب سے اوسکے سامنے نقل کیے لیکن از بسکہ اہل روزگار کے
اختلاط سے دل گرفتہ تھا اس بارگران کا تحمل ناگوار ہوا اور انکی التماس کو قبول نکیا ناگاہ
سروش مبارک پی کہ یہ طائفہ بہمن اور اہل اسلام جبریل کہتے ہین پیام ایزدی لایا اور اس
امر کے سرانجام مین حضرت حق کی رضامندی کا مژدہ سنایا ناچار فرمان پذیر ہوا اور اہل روزگار
کے حق مین دستگیر اوسکے تابعین کو جیان کہتے ہین جیون کا سلسلہ جس پر منقطع ہوا اوسکا

نام جی الاد ہے اس نیک نہاد نے بھی ترک دنیا کا قصد کیا اور آشنا و بیگانہ سے روپوش ہوا
رفقا اور ندیمون نے جی الاد کو نہ مشکوے خسروی مین پایا اور نہ عبادتگاہ مین برہم ہوئے
اور اہل عالم کا کار تباہ حیون کے خاندان مین ایک سپا سلطنت نے قیام کیا اس اصطلاح سے
واقف ہونا ضرور ہے سو ہزار کو سالام کہتے اور سو سالام کو سمار اور سو سمار کو اسپار اور
سو اسپار کو رادہ اور سو رادہ کو آرادہ اور سو آرادہ کو راز اور سو راز کو اراز اور سو آراز
کو بے آراز کہتے ہین مردم پرہیزگار نے جب جہان کا حال زبون دیکھا شائے کلیو سے کہ
جی الاد کا فرزند معنوی اور خلف روحانی تھا التجا کی اوسنے قبول کیا اور انتظام جہان مین
گرم ہوا اوسکے تابعین کو شائی کہتے ہین شائیون کے سلسلہ کا اخیر شائی مہبول کہ انکے
خاندان مین ایک سمار تک سلطنت رہی اور سمار کا حال مراتب کی تفصیل مین مرقوم ہوا
مختصر شاہ مہبول کے بعد یاسان فرمان الہی سے مسند ہدایت پر متمکن ہوا یاسانیون کے
سلسلہ مین سب سے اخیر یاسان اجام ہے انکی سلطنت ایک کم سو سلام تک ممتد ہوئی یاسان
اجام کے بعد کیومرث کہ اوسکو گلشاہ کہتے ہین فرمان ایزدی سے انتظام عالم مین مصروف
ہوا اوسکو گلشاہ اسواسطے کہتے ہین کہ جب سلطنت کی نوبت کیومرث تک پہونچی عمارت
و زراعت و باغ وغیرہ سے سواے گل یعنی زمین کے کچھ باقی نہ تھا چونکہ سواے زمین کے اور
اوسکے تصرف مین کچھ نہ تھا اس لقب سے ملقب ہوا یعنی بادشاہ زمین اور چونکہ مردم زمانہ
کی تربیت و اصلاح مین پدر مشفق کی طرح سے سعی کی تھی اوسکو پدر مردم اور ابوالبشر
بھی کہتے ہین اس خاندان کے بادشاہ چار فرقہ مین پیشدادی کیانی اشکانی ساسانی اور ان
سب سے اخیر پسر شہریار یزدجرد ہے کہ بعد اوسکے سلطنت فارس فرق اسلامیہ کے تصرف مین
آئی اور ملک و مال چندین ہزار سالہ غازیان جلادت شعار کے نصیب ہوا الحمدللہ کہ
ان سلاطین کی سلطنت چھہ ہزار چوبیس برس پانچ مہینے تک ایک طرح پر باقی رہی نیر
اقبال تابان اور کوکب دولت درخشان رہا آخر غیرت الہی نے اوس نیر کو خسوف ابدی
اور اوس کوکب کو احتراق سرمدی سے بے نور کر دیا اور آفتاب جہانتاب شریعت غرا
اور خورشید عالم افروز ملت بیضا کو ایسا روشن کیا کہ شبستان گیتی کی رونق و بہای
فروغ روز سے باج لیا نور ہدایت و فروغ ایمان سے تاریکی جہل و ظلمت کفر بزیر و زبر
ہوتی جاتی ہے یَکَادُ زَیْتُهَا یُضِیءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُورٌ عَلٰی نُورٍ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُورِهٖ مَنْ یَشَاءُ

؎ آن آفتاب دین کہ ز نور ہدایتش ٭ خورشید شرع بر فلک اشتہار تافت ٭ تو ہے حیف حساب
بحساب ہنود سے خرد کو سرگردانی ہے اور عقل کو پریشانی لیکن جب اس سلسلۂ غیر تناہی اور اس
سیر لا ینقطع کا تصور خاطر دشوار پسند کے نصب العین ہوتا ہے استعجاب غریب بہم پہونچتا ہے
آبادیون کی سلطنت کی مدت سو ژاد سال مقرر ہے اور جیسے اول مذکور ہوا دس ارب اسی
کرور برس کا نام فرد ہے اور جب اوسکو ہزار مین ضرب کرین تو اوسکے حاصل ضرب کا نام ورد
اور ورد کے ہزار مین ضرب کرنے سے مرد اور مرد اوسی ضرب سے جاد اور ہزار جاد سے داد
حاصل ہوتا ہے اور دہ ہزار داد کو زاد کہتے ہین دس ارب اور اسی کروڑ برس ان ضروب
کثیرہ کے بعد کس شمار کو پہونچتے ہین اور یہی حال ہے اور سلطنتون کا جو آبادیون کے بعد کو
ہوئین کونسا عاقل تجویز کر سکتا ہے کہ ایسے خاندان موجود ہوئے ہون کہ اونکا عہد دولت و اقبال
اس امتداد کو پہونچا ہو عمر بڑھا اس دریا زخار کے ایک قطرہ مین غرق اور اس ہنگامۂ دور و
شور کے آگے بے نام و نشان ہو جاتی ہے یہ شعر اسی مقام کے مناسب ہے ؎ لب در سا لغتے
نمودن طوافت ٭ عنان سخن را کشد در گزافت ٭ اگر خیال کیا جاوے کہ یہ سب امور اختلاط عقل
اور مالیخولیا کے نتائج سے ہین فرزانگان ایران دیار کی دانشوری اور حکمت پیشگی کہ اوسکے
فروغ کے سامنے روشن طبعان یونان کی حکمت اشراق کا چراغ تار اور اوسکے استقامت
کے مقابل مشائیت کی راہ ناہموار ہوا کرتی ہے کہ ہرگز ایسے حکمت اندوزان کامل خرد لغو سخن سرا
نہین ہو سکتے اور قطعاً ایسے صفا کیشان راست اندیش حرف پوچ و پادر ہوا زبان پر
نہین لا سکتے حکماے فارس کے دانش نامے ہرچند اس زمانہ مین یکقلم نایاب ہین لیکن چند
رسائل مختصر کہ نامہ نگار کی نظر سے گذرے ان دانشمندان خردور کی عظمت شان اور رفعت
مکان پہ شاہد عدل و گواہ صادق ہین رسالۂ خویش تاب نام ہین کہ موبد ہوش کی تالیف
اور ترجمہ ہے اوس رسالہ کا کہ حکیم بالغ رس موبد صبح نفس زبدۂ شاگردان ساسان پنجم پیشتاب
نے اثبات حضرت واجب الوجود میں خسرو پرویز کے امر سے مرتب کیا تھا ساسان پنجم کے اوصاف
مین مرقوم ہے کہ ایک حکیم دانشور نے دار الملک مصر سے ساسان پنجم کے مناظرہ کے واسطے سفر
کیا اور ساسان آباد مین کہ وس بالغ خرد کا مقر اور اوس نادرۂ فن کا مستقر مقادار رہا ہوا
جس خانقاہ مین ساسان درس و تدریس کرتا تھا وہان کے دربان کی بانوے خانہ ایک کنیز
رکھتی تھی اتفاقاً وہ حکیم اوس رات کو اوسی کنیز کے شوہر کے پاس مہمان ہوا اور یہ نجانتا تھا

کہ اس عورت کو ساسان سے کیا علاقہ ہی مادر کنیز نے اوس حکیم سے پوچھا کہ تو کس شہر مین
رہتا ہی اور اس دیار مین کس ارادہ سے وارد ہوا چاہیے کہ انسان کو سفر خود یعنی حرکات
بدنی سے یہ غرض ہو کہ اس سیر و حرکت کے ذریعہ سے سفر آخرت کا زاد راہ تحصیل کرے نہ زخارف
دنیوی کہ وہ وبال سر ناپائدار ہی اور اوسکا تعلق حضرت مبدا تک پہونچنے سے مانع ہی حکیم نے
جب اس تقریر کو سنا متحیر ہوا اور اوسکو ماہر علوم اور جامع فہوم سمجھا یکبارگی متحیر رہگیا اور پوچھا
کہ واجب کا فعل قدیم ہی یا حادث عورت نے جواب دیا کہ حادث وہ ہی کہ زمانی ہو اور زمانہ
فلک الافلاک کی حرکت کو کہتے ہین جو کہ واجب اوس سے برتر ہی تو چاہیے کہ واجب قدیم ہو
حکیم نے پھر پوچھا کہ واجب تک بھی فنا راہ پا سکتی ہی عورت نے کہا نہین کسواسطے کہ ممکنات موجود نہین
اور یہ بدون فاعل کے موجود نہین ہوسکتے کہ معلول بدون علت کے رہ نہین سکتا حکیم نے اعتراض
کیا کہ باپ بیٹے کی علت ہی اور باپ کے بعد بیٹا باقی رہتا ہی عورت نے کہا کہ باپ بیٹے کے اسباب
کا جزو ہی نہ علت کسواسطے کہ اگر باپ مستورون اور عقیمہ ہو بیٹا باوجود باپ کے موجود نہین ہوتا اور
واجب الوجود علت تامہ ہی ممکنات کی جیسے آفتاب علت ہی روز کی حکیم دل مین سوچا کہ
جب ایک عورت فہم و ادراک مین یہ پایہ رکھتی ہی ساسان سے مناظرہ کرنا میری حد سے زیادہ ہی اور
ساسان کی خدمت مین عقیدت و ارادت سے متوجہ اور اوس سے بہرہ اندوز ہوا اگرچہ مقالات
ایسے نہین کہ انسے ساسان پنجم کی منزلت کا استدلال کیا جاوے لیکن مقصود یہ ہی کہ ساکنان
ساسان آباد ساسان کے قرب و جوار سے فیض یاب ہوکر اس رتبہ بلند اور اس پایہ ارجمند کو پہونچ گئے
تھے خاصان درگاہ او مخصوصان بارگاہ کا تو کیا ذکر ہی یہانتک ترجمہ ہی اوس کتاب
دانش خطاب کا اس قصہ طویل کے لکھنے سے راقم کی غرض یہ ہی کہ ایسے دانش پژوہان مالاخرد
کہ انکی دانش و حکمت کا پایہ اقاصی و ادانی کے نزدیک مسلم ہو اس گروہ حکمت پژوہ کا سرسری
و بے اصل حرف سرا ہونا محل تردد اور مقام توقف ہی اور اگر یہ کہین کہ فی الواقع نہ مہ آباد عرصہ
امکان مین موجود ہوا اور نہ مہ آبادی اور جی افرام وغیرہ کے توابع حلیہ ہستی سے محلی ہوئے
انکا ذکر افسانہ محض اور افترائے صرف ہی کیا عجب ہی کہ کسی مصلحت سے اسقدر حرف و حکایت موضوع
ہوگئے اور ایسے طویل لاطائل قصے مصنوع تو یہ تاویل نہ تسلی افزا ہی اور نہ تسکین بخش مہ آباد
اور ساسان و خشوران آباد نام سے لیکر جی افرام وغیرہ تک ہر ایک سے حکمت مشائی و اشراق مین کتب
مبسوطہ یادگار اور متداول ارباب شہر و دیار ہین اگر وہ لوگ موجود اور انکا کلام سے دفتر دفتر مملو

اور وہ نسخے مدرس ارباب دانش مین فراہم نہ ہوتے متاخرین کی کتابین اون مسائل سے
کیونکہ مالامال ہوتین اور اقوال اشیا انکے صحائف مین کہان سے منقول ہوتین مگر راقم کے پاس
ایک رسالہ خورشید تاب کہ اوسکا حال اول مذکور ہوا دوسرا زردست افشار داد بہ ایچ نش آئین
کا کہ ترجمہ اوس رسالہ کا کہ حکیم ہوش کوئی شاگرد ہیو اسطہ ساسان دوم نے حکمت الٰہی مین
ہرمز ابن نوشیروان کے امر سے تصنیف کیا اور خسرو پرویز نے براہین کشفیہ و نظریہ کے دریافت کے
واسطے حکیم آذر گشسپ سے پڑھا تیسرا زندہ رود خوشی خوش کلتہ ترجمہ اوس رسالہ کا کہ حکیم زندہ آزرم
نے نفس ناطقہ کی معرفت مین خسرو پرویز کے عہد مین جمع کیا اور چشمۂ زندگی نام رکھا ان رسالون
کے مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہی کہ حکماے فارس کے علم نے حکمت یونان کو آب خجالت مین
غرق کر دیا ہی نہ افلاطون کو اونکے سامنے یارا ے زبان درازی اور نہ ارسطو کو اونکے روبرو مجال
سخن طرازی ان رسالون مین اوکثر دانش کیشان قرون دور دراز کے اقوال بے حد و شمار
منقول اور بہر فہم و ادراک او قوانین نفوس و عقول مین اور اگر یہ کہا جاوے کہ البتہ وہ لوگ بھی
بزم وجود مین جلوہ طراز ہوئے اور اونکی کتابین بھی مجالس اہل ہوش مین موجود لیکن درازی عمر
اور طول زمانہ سخن سازی محض اور افسانہ طرازی صرف ہی تو پیشگاہ خیال مین یہ صورت جلوہ گر
ہوتی ہی کہ قطع نظر اس سے کہ حکمت طرازان صاحب قارلے زبان حقائق بیان کو ناحق و ناروا
ایسے سخن بے ہودہ سے آشنا کیا کہ باقل و ابن ہنق کو بھی اوسکے قبول مین توقف کے سوا کچھ
متصور نہو دقیقہ سنجان بالغ نظر کو کہ دعوے بے دلیل کو صفر قبول مین بار نہین دیتے کونسی
ضرورت دامنگیر ہوئی کہ ایسے امور سرسری کو بے توقف و تردد مان لیا اور بیچون و چرا مسلم رکھا
کوئی حجت مقبول اور دلیل معقول ہم نہ پہونچی کہ سائل کی تسلی کے موجب اور مجیب کی تحقیق پر
دال ہو نہ انکار اس وادی مین پیش جاتا ہی اور نہ اقرار اس بزم مین بار پاتا ہی طرفہ تماشا ہی

زفی بہ تیغ و نفرت دارند شریعت عشق		کہ آرمیدن کفر است و اضطراب گناہ
	سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم	
جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ		چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

مصنف دبستان المذاہب نے تاریخ خطائی سے نقل کیا کہ عہد آدم سے سات سو ستائیس ہجری
تک آٹھ سو تریسٹھ دن اور نو ہزار آٹھ سو برس منقضی ہوتے ہین اور دس ہزار برس کو
دن کہتے ہین اور حساب متعارف کے موافق وہ سب دن اور اعداد باقی چھیاسی لاکھ اور

اڑتالیس ہزار آٹھ سو برس ہوتے ہین بعض صحابہ کرام اور اکابر عظام کا قول اسی منظر سے
جلوہ نما اور اسی پردہ سے چہرہ کشا ہو امام ناطق بحق جعفر صادق سے منقول ہو کہ حضرت ابو البشر
علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام سے پہلے عرصہ عالم مین کئی ہزار آدم نے خرام کیا ہو اور شیخ ابن
عربی نے کہ کبار اولیا اور عظام ارباب صفا سے ہو لکھا ہو کہ کچھ دور نہین کہ ہفتہ ربانی یعنے
سات ہزار برس کے بعد کہ عبارت ہو سیارات سبعہ کی مدت سلطنت سے ایک آدم کی نسل
منقطع ہو جاوے اور دوسرا آدم عرصہ وجود مین جلوہ فرما ہوے شیخ موصوف اور شیخ سعد الدین
حمویہ کی تصانیف سے منقول ہو کہ روز ربانی ہزار برس کا ہوتا ہو اور روز الٰہی پچاس ہزار
برس کا لیکن نہ انقطاع نسل کی کیفیت مذکور ہو اور نہ دوسرے آدم کی توالدی یا تولدی ہونیکا
حال مسطور لیکن ممکن ہو کہ کبھی اسباب سماوی سے طوفان حادث ہو اور وہ زمینین کہ عمارت کی صلاحیت
رکھتی ہین اور حیوانات متنفسہ کی مسکن ہو سکتی ہین قاطبتہً پانی مین غرق ہو جائین اور ایک
متنفس باقی نرہے پس سلسلہ توالد اور تناسل کا منقطع ہو جاویگا اور جو کہ مصلحت تقدیر ایجاد
تکوین مین داعی اور حدوث ابدان اور تعلق ارواح مین ساعی ہو حفظ نوع کے واسطے اب انسان
تولد سے حادث ہونگے نہ توالد سے اور نوع بشر کی اسطرح سے موجود ہونے کی امتناع پر کوئی برہان
نہین ہو بلکہ اکثر حیوان کا تولد معاینہ ہو مثلاً موے آدمی سے مار اور انجیر سے عقرب اور کلوخ بھنے
سے موش اور باران سے غوک اور اس بات سے کہ مدت مدید سے آج تک حدوث انسان اس وضع
پر وقوع مین نہین آیا لازم نہین آتا کہ مطلقاً نہو اسواسطے کہ شاید یہ امر کسی ایسی وضع معین پر موقوف
ہو کہ اوسکا تکرر سالہاے دراز مین صورت پذیر ہو اور کیا عجب ہو کہ عالم مین ایسے حوادث مدت
دراز کے بعد کئی دفعہ ظہور مین آتے ہون بلکہ جو توالد اور تناسل حرکات ارادیہ پر موقوف ہو
اور حرکات ارادی ضروری نہین پس حفظ نوع کے واسطے انسان تولدی کا قائل ہونا ضرور
ہوا یہ مطلب حاصل ہو شیخ الرئیس ابو علی سینا کے قول کا کہ مصنف اخلاق جلالی نے شفا سے
نقل کیا ہو اس صورت مین کیا عجب ہو کہ ان حوادث سے یک لخت ایک سلسلہ منقطع ہو کر
انسان تولدی سلسلہ آخری کا مبدأ مقرر ہو جاوے یہ تقریر تعدد آدم اور بمدت متطاولہ مین
اوس سلسلہ کے منقطع ہونے کی توجیہ ہو اور انقطاع نسل کی کیفیت اور آدم کی تولدی ہونے
کے تئین سلسلہ اس کلام دور و دراز کا دال ہو صرف اشرف مخلوقات عالم امکان یعنے انسان
بلند مکان کے کون و فساد کیطرف اول مخلوقات اور واسطہ اوسکے خالق و مخلوق کی ایجاد پس

دانش اندوزان ایران دیار خردمندان یونان زمین سے اتفاق رکھتے ہین کہ کارپرداز مصالح
کائنات نے بواسطہ عقل اوّل کو موجود کیا اور اوسکے توسط سے دوائر افلاک سے لیکر مرکز خاک تک
لوح وجود پر مرتسم ہوا اور تکوین و ایجاد کا سامان منتظم جو کہ اس مبحث کا آغاز گرمئ نفس آتشکدہ
فارس کے اعتقاد پر مبنی ہر اس مقصد کے دلائل اور براہین بھی اونہین کے کتب سے منقول
ہون تو اقتضاے مقام سے انسب ور اقتضاے محل کے اقرب ہر ناگزیر زبردست افشار سے
کہ عقول عشرہ کی بحث مین رسالہ عجیب اور عجالہ غریب ہر دو چار سطر صفحہ بیان پر رقم ہوتی ہین۔
باداں ابن شہنشاہ فلک جاہ جمشید خورشید کلاہ نے اپنی تصانیف مین لکھا ہر کہ واجب
تعالے ایسا واحد ہر کہ اوس مین اصلاً تکثر کو راہ نہین نہ ذاتاً نہ صفاتاً ذاتاً اسواسطے کہ تکثر عبارت
ہر ترکیب سے ترکیب کا مستلزم احتیاج ہونا عیان ہر اور ذات مین احتیاج کا ہونا مستلزم
امکان اور صفاتاً اسواسطے کہ اگر اوسکے واسطے کوئی صفت ہو تو جو کہ حضرت واجب الوجود کل
اشیا کا فاعل ہر اپنی صفت کا فاعل بھی چاہیے وہی ہو اور موصوف اپنی صفت کا قابل اور منفعل
ہوتا ہر پس واجب بھی صفت کا قابل اور منفعل ہوا اس صورت مین وہی فاعل صفت کا ہوا اور
وہی منفعل اور یہ ممکن نہین کہ جو چیز فاعل ہو وہی چیز منفعل بھی ہو فاعلیت کی حیثیت سے
مفعول کو مستلزم ہر اور قابلیت کی حیثیت سے مستلزم نہین اور یہ محال ہر کہ ایک چیز کسی شی کو مستلزم ہو
اور وہی مستلزم نہو پس اس دلیل سے معلوم ہوا کہ حضرت آفریدگار تقدس و تعالے واحد حقیقی ہر
اور اوس مین کسیطرح سے بیشی اور تکثر کو بار ہر اور نہ کثرت اور تعدد کو گزار جی افرام لکھتا ہر کہ نور الانوار
یعنی حضرت آفریدگار سے سواے نور کے جوہر ظلمانی یا ہئیت ظلمانی یعنے عرض حاصل نہین ہو سکتا
اور اگر ظلمت کا حصول ممکن ہو تو جو کہ نور کا اقتضا اور ہر اور ظلمت کا اور چاہیے ان دونون
اقتضاے مختلف کے واسطے اوس ذات مقدس مین دو جہت ہون اور اس صورت مین لازم
آویگا کہ نور الانوار موجب نور اور موجب ظلمت سے مرکب ہو اور یہ محال ہر کیونکہ وہ بسیط حقیقی
ہر اور اوسکی ترکیب کسیطرح سے صورت پذیر نہین پس نور الانوار سے حصول ظلمت کا بلا واسطہ
ممکن نہوگا اسکی تقریر اور طرح سے یہ ہر کہ نور اپنے نور ہونے کی حیثیت سے غیر نور کا اقتضا نہین کرتا
اور اگر کرے تو چاہیے کہ دونون کی اقتضا کی جہت علیحدہ ہو کیونکہ جب تک جہت اقتضا کی مختلف
نہو گی اقتضا کا اختلاف محال ہر اور جب اوسنے غیر نور کا اقتضا کیا تو لازم آیا کہ اوس مین
دو جہت ہون اور جو کہ وہ بسیط ہر ذو جہتین ہونا بھی اوسکا محال ہر یہ برہان دو چیز کے

استحالہ مین کافی ہی خواہ دونون نور ہون خواہ دونون ظلمت خواہ ایک نور ہو اور ایک ظلمت یا دل
خرد و دانش پرور کہتا ہی کہ اول واجب تعالے سے عقل پیدا ہوئی کیونکہ ثابت ہوچکا ہی کہ
واجب الوجود واحد حقیقی ہی اور اوس سے ایک چیز کے سوا اصدار نہین ہوسکتا اگر ایک سے زیادہ
صادر ہو تو اوسکی ذات مین تکثر لازم آوے پس حضرت واجب الوجود سے جو اول خلعت وجود
سے مشرف ہوگا ایک جوہر ہوگا مادہ سے مجرد یعنی عقل صرف کہ فارسی مین اوسکو خرد ناب اور
ہوش تنہا کہتے ہین اور یہ بات اپنے محل مین مذکور ہوچکی ہی کہ مقولے دس ہین نو عرض ہین اور
ایک جوہر اور یہ ہو نہین سکتا کہ موجود اول عرض ہو کسواسطے کہ عرض کا وجود جوہر سے بعد ہوتا ہی
پس محال ہی کہ جوہر سے پہلے موجود ہو اور یہ بھی نہین ہوسکتا کہ وہ جوہر کہ اول موجود ہوا غیر عقل
ہو کیونکہ جوہر پانچ چیزین ہین مادہ اور صورت اور جسم اور نفس اور عقل یہ نہین ہوسکتا کہ وہ
جوہر مادہ ہو یا صورت اسواسطے کہ نہ مادہ بدون صورت کے موجود ہوتا ہی اور نہ صورت بغیر مادہ
کے اور جسم بھی نہین ہوسکتا ہی اسواسطے کہ جسم مرکب ہوتا ہی اور مرکب کا صدور واحد حقیقی سے محال
ہی اور نفس کبھی نہین ہوسکتا کیونکہ وجود نفس کا جسم کے سے پہلے ممکن نہین جب یہ چارون چیزین نہوئین
تو ناگزیر وہ جوہر کہ موجود اول اور صادر نخست ہی عقل ہی ہوگی اور حکیم جاماسپ ان یادان نے
اس مطلب کی تحقیق مین تقریر دور و دراز کی ہی کہ یہ مختصر اوسکی گنجایش کے سزاوار نہین لیکن
بعد طول کلام کے لکھتا ہی کہ اس تقریر سے ثابت ہوا کہ معلول اول ایسا ممکن موجود ہی کہ نہ جسم ہی
نہ جسم کا جزو اور نہ وجود اور تاثیر مین جسم یا جسمانی کا محتاج ہی اور یہ نہین ہی مگر عقل ایک اور محل مین
مرقوم کیا ہی کہ جب ثابت ہوا کہ مبدا اول حضرت واجب جل قدرتہ سے پہلے پہل عقل اول صادر
ہوئی پس اب سنا چاہیے کہ عقل اول مین تین جہت موجود ہوئین اول وجود نفسی دوم وجوب
بالغیر سوم امکان ذاتی باعتبار وجود نفسی کے کہ کمال شرافت سے مشرف ہی عقل ثانی کو موجود
کیا کہ وہ بھی باعتبار ذات اور صفات کے مادہ کی احتیاج کے نقص و عیب سے پاک ہی اور وجوب بالغیر
ہرچند اس اعتبار سے کہ غیر کے سبب سے ہی قدرے خساست سے خالی نہین لیکن جو کہ بسبب وجوب
کے جوہر شرافت رکھتا ہی اسکے وسیلہ سے فلک الافلاک کا نفس موجود کیا کہ وہ بھی اگرچہ بسبب اسکے
کہ کمال اور وجود کے حصول مین مادہ کا محتاج ہی نوعی خساست رکھتا ہی لیکن جو کہ بذاتہ مادہ کا
محتاج نہین ہی صاحب شرافت ہی اور امکان ذاتی کی وساطت سے کہ صفات فرومایہ کا منبع اور
حاجات خسیسہ کا چشمہ ہی اوسی آسمان کا جسم آمادہ کیا کہ وہ ذات اور صفات مین مادہ ہیولانی کا

محتاج ہی اسیطرح ان تینون جہت کے اعتبار سے ایک ایک عقل اور نفس اور تن آسمانی مہیا کیا عقل
دہم کہ آسمان اخیر سے فراتر ہی عناصر بسیطہ کو صورتین اور اعراض اور صفات مختلفہ کا افاضہ کرتی
ہی کیونکہ اوسمین حرکات افلاک اور اتصالات کواکب اور اخترون کے اجتماع سے بہت استعدادین
حاصل ہوتین ہین اور اس افاضہ کے اعتبار سے اوسکو عقل فعال کہتے ہین بادان ایک مقام مین
لکھتا ہی کہ عقل مین دو جہت ہین وجوب اور امکان اور اُسکے وجوب سے عقل موجود ہوتی اور امکان
سے آسمان اسیطرح سلسلہ ایجاد کا آسمان اخیر اور عقل فعال تک منتہی ہوا اس تقریر سے واضح
ہوتا ہی کہ عقول دس ہین اور آسمان نو لیکن حکیم وارستہ از قیود سیمرغ کے کلام سے عقول
اور افلاک کی کثرت مفہوم ہوتی ہی پوشیدہ نرہے کہ یہ شخص حکیم کامل اور مرتاض بعدیل تھا بسکہ ترک
علایق اور افناے نفس مین اقران و امثال سے سبقت رکھتا تھا اور رہبان و جہانیان سے دوری اس
مناسبت سے سیمرغ یعنی عنقا کے ساتھ ملقب ہوگیا دستان ابن سام یعنی زال کو سیمرغ زاد اسواسطے
کہتے ہین کہ جب سام نے اوسکو بعد متولد ہونے کے شعاب جبال مین پھینکدیا یہ حکیم اوسکے حال سے
مطلع ہو کر تربیت مین سرگرم ہوا اور اوسکی قامت استعداد کو حلیہ علم و دانش سے آراستہ کیا یہ حکیم
دانش پژوہ کہتا ہی کہ جب مین نے تن عنصری کو اپنے اختیار سے چھوڑا اور عالم علوی کو چشم بصیرت سے
دیکھا تو یہ معلوم ہوا کہ عقل اول اور عقل دوم کے بیچ مین بہت سی عقلین ہین اور فلک الافلاک اور
فلک ہشتم کے بیچ مین بہت سے آسمان کواکب ثابتہ کے واسطے علیحدہ علیحدہ آسمان ہین اور کہتا ہی
کہ مین نے جان کی آنکھ سے دیکھا کہ اونکی حرکت فلک ہشتم کی حرکت کے برابر ہی ستاسان نجیم کی تقریر سے معلوم
ہوتا ہی کہ وہ عقول جو حد حصر و شمار سے خارج ہین اور ہین نہ وہ عقول کہ سیمرغ کے کلام سے معلوم
ہوتین وہ تقریر یہ ہی کہ جو چیز نہ جسم ہی نہ جسمانی دو قسم ہی ایک وہ کہ اجسام سے تعلق رکھتی ہی یعنے
نفس اور دوسری وہ کہ اجسام سے تعلق نہین رکھتی یعنی عقل اور انواع کی تربیت عقل سے متعلق
ہی پس عقل دو قسم ہوتی ایک وہ جسکا سلسلہ اول مذکور اور عقول عشرہ کے نام سے مشہور ہی اور
دوسری یہ عقول کہ مربی انواع ہی اس حساب سے عقول کی تعداد دائرہ حصر سے خارج ہوتی آخر
سخن سرجولان طبیعت کو جلوہ ریز اور شبدیز قلم کو مہمیز نکر کر اس گفتگو سے وحشت افزا اور دعاوی
محال سیما سے آسودہ خاطرون کو اضطراب عجیب اور آرمیدہ دلون کو توحش غریب بہم پہونچتا ہی ان
اقاویل دشوار نما کو محفل قبول مین کیا بار اور ان حکایات دور و دراز کو بارگاہ اجابت مین کیا
گذار اونھین باتون کا ذکر کر جنسے اہل روزگار کی طبع مالوف ہی اور اوسی حرف کو زبان پر لا

جسکی طرف احباب کی توجہ معطوف ہی گو کہ جیسا یہ خیال مین نہین آتا کہ سلسلہ توالد کا ایسا طویل ہو کہ
رسائی فکر اور بلوغ ادراک اوسکے تصور کی راہ مین نقش قدم کیطرح نیم گام نہ اوٹھا سکے یہ بھی باور
نہین ہوتا کہ یہ سررشتہ ایسا کوتاہ ہو کہ پیر گردون کے خرقہ کی ایک دوخت اور اوراق فلک کی
کتاب کے نیم شیرازہ مین کفایت نکرے کران سے کران تک روے زمین کا آدمیون سے مالا مال
اور قاف سے قاف تک سطح خاک کا انسانون سے مملو ہونا حرفہاے غیر متناہی کا حدوث اور علوم
بیشمار کا ایجاد اور ہر ہر حرفہ مین فروع جدید و حساب کا اختراع اور ہر علوم مین دقائق نامحصور کا
ابداع اس زمانہ قصیر مین کیونکر متصور ہی ہیہات ہیہات یہ کیا گفتگو جنون انگیز اور تقریر ہذیان
آمیز ہی اسلام کا دعوے اور الحاد و زندقہ کی گفتگو دینداری کا لاف و گبر و مجوس کے معتقدات
کی جستجو جب ایک حرف کن سے عرش و فرش مہیا ہو سکتے ہون آن میں ہر چند کا بساط زمین
پر منتشر اور ان منصوبہ چند کا حریفان تیز فکر کی خاطر مین القا کرنا اس امتداد مدت مین جسکو ہم
پست فطرتان کوتاہ دست اس قدر کاروبار کے ساز و سرانجام کے واسطے کافی نہین سمجھتے کیا دشوار
ہی بساط زمین فراخ اور شرق تا غرب ہر گل زمین مین احاد ناس کی کثرت حصر و شمار سے افزون
نفس ناطقہ ادراک کلی و جزئی مین سرگرم کارپردازی حواس اپنے اپنے کام مین مستعد جلب منفعت
اور دفع مضرت مین قواے شہوی و غضبی کے منہمک ہونے سے احتیاج ہر طرح کے امور کی شدید
نیک و بد کی تمیز مصاحب انکی مصالح کار کا دفور جدید اسباب تجربہ بجیاب اختراع صنائع
اور ایجاد بدائع کا شوق بر سر دست ذخائر درہم و دینار معین دریا دلی اور بادوستی صرف اموال
مین محرک شگفت کیا ہی کہ ہر ہر مقام مین اسقدر غرائب پیدا اور اتنے عجائب ہویدا ہو گئے حصول
کہ طوائف امم مین سے ہر فرقہ ایک ایک امر خاص کی مناسبت کے ساتھ اسطرح سے مجبول ہی کہ
اوسکے نزدیک اوسکے سوا جو چیز ہی نامقبول اور اوسکے غیر کیطرف التفات غیر معقول ہی

ہر یکے را بہر کارے ساختند	میل آن اندر دلش انداختند

اب مبدأ آفرینش کا حال جسطرح سے مورخین اسلام نے کتب سیر مین ضبط اور طبائع خاص
و عام نے زیور قبول سے موشح کیا ہی لوح اظہار پر مرتسم ہوتا ہی مشتاقان سوانح قدیم و جدید پر
واضح ہو کہ احادیث نبوی علی قائلہا افضل الصلوۃ و اکمل التحیات سے اول مخلوقات کے تعین
مین مختلف اقوال دریافت ہوتے ہین کہین اول ما خلق اللہ نوری واقع ہی یعنی جو چیز کہ خداے
عز و جل نے پہلے مخلوق کی ہی وہ میرا نور ہی منقول ہی کہ جابر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ فضل و دانش مین

اقران و امثال سے ممتاز اور قبول اسلام سے پہلے علمار یہود و نصاریٰ سے مبدا آفرینش مین اقوال
تنبایئنہ سنکر تسلی خاطر کے واسطے ہدایت سبل کے طالب تھے اسلام سے مشرف ہوکر جناب افصح العرب
و العجم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ای چاشنی گیر موائد علم لدنی صنائع قدیر نے سب سے اول کس
چیز کو پیدا کیا نعمت جواب سے کامیاب ہوئے کہ ای جابر تیرے پیغمبر کے نور کو اور کسی حدیث مین
نور کی جگہ قلم اور کسی مین عقل اور کسی مین لوح اور کہین روح کا لفظ وارد ہی اگرچہ اختلاف
روایت اوس مین بین خلل انداز ہی لیکن تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ اختلاف تعدد اسمای
قبیل سے ہی نہ تعدد مسمی کے اور اسما کے تعدد سے مسمی متعدد نہین ہوجاتا یہ سب اسم مین یک ہی
ذات کے اور لقب ہین یک ہی حمیدہ صفات کے جب یہ معلوم ہوچکا تو اب سننا چاہیے کہ حضر
مبدء اُجلت اسماؤہ نے نور محمدی پر کہ اوسکو جوہر بیضا کہتے ہین صفات جلالی و جمالی کے
ساتھ تجلی کی اور ان دونو صفات کے اثر سے وہ نور دو قسم ہوگیا ایک سے تو نہایت لطافت و
صفا اور روشنی و ضیا نقاب کشا تھی اور دوسرے سے اوسکی نسبت کچھ کمی کے ساتھ جلوہ نما
اول نور کے لقب سے مشہور ہوا اور دوسرا نار کے نام سے مذکور نور سے اشخاص شریفۂ علوی
اور کواکب اور آسمان اور ارواح انبیا و اولیا اور اصحاب یمین کی آفرینش وقوع مین آئی
اور نار سے جن اور اجناس سفلیہ اور اصحاب شمال کی ارواح نے انشیا نہ پائی اس تقریر سے
واضح ہوا کہ نور حضرت شریعت پناہ خالق و مخلوق مین واسطہ اور رسول اللہ کے آفرینش
کی علت ہی نہ افلاکیون کا وجود اوسکے فیض کے بغیر جلوہ گر اور نہ خاکیون کا ظہور اوسکے وسیلے
کے بدون میسر فرشتہ کو اوسکے جمال کی شمع سے نور اور پری کو اوسی کی آتش جلال سے گرمی ہنگامہ
طور محققین اوس نور پاک اور مصداق لولاک لما خلقت الافلاک کو موجود منبسط مطلق کہتے ہین
کہ اوسکا انبساط اور اطلاق اعم ہی نہ اوسکو کسی نوع خاص کے ساتھ اختصاص ہی اور نہ وہ ایک جنس
کے ساتھ خاص بلکہ عام ہی کہ ہر شی اوسکے افاضہ سے کامران اور ہر ذرہ اوسکی نعمت سے لذت
ستان نہ کسی حد معین مین منحصر اور نہ کسی صفت خاص مین منضبط حادث کے ساتھ حادث ہی او
قدیم کے ساتھ صاحب قدم مجرد کے ساتھ مجرد ہی اور مجسم کے ساتھ مجسم جوہر کی مصاحبت مین جوہر
ہی اور عرض کے پردہ مین عرض کے نام سے جلوہ گر احدیت اور واحدیت مین واسطہ اوسی کے ہی
اور واجب اور ممکن مین برزخ کبری باعتبار اصل کے احدیت اور وجوب کے ساتھ معروف ہی اور
باعتبار قیود کے واحدیت اور امکان سے موصوف عرفی [illegible]

اشارہ کیا ہی ؎ تا مجمع امکان و وجوب نہ نوشتند ٭ مور د تعین نشد اطلاق اعم راژ حسب مخلوق اول متعین ہوگیا اور واسطۂ اولی اور برزخ کبریٰ میں تو اب چاہیے کہ اوس خوان فیض کے ریزہ خوار اور اوس مائدہ احسان کے زلہ بردار یعنی واردان مہمان سراے روزگار کہ اوس علت کے معلول اور اوس سبب کے مسبب ہیں بزم بیان میں حاضر اور محفل ذکر میں باریاب ہون لیکن مقصود اصلی راقم حروف کا یہ ہی کہ شالیستہ خلافت دار الخلافہ عالم ابو البشر آدم علیہ السلام کی خلقت کی کیفیت بیین کرے اور ظہور انسان کی مدت کو متعین لیکن یہ مطلب ایک تمہید کا خواستگار ہی اور اس مدعا کو ایک توطیہ سے ناچار ؎

بہ آہنگ سیزم حدیث از ہر کرانہ		کہ آرم حرف او را در میانہ

پوشیدہ نہ رہے کہ حضرت آفریدگار تعالے شانہ نے جزو ناری سے ایک روشن گوہر کو فروغ حیات سے منور فرماکر مثل شمع بزم ہستی میں جلوہ گر کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ اسم اوسکا سوما اور لقب جان ہی اور اسفار آدم میں مسطور ہی کہ اوسکا نام طارنوس تھا بہر کیف جو کہ جن اوسکی اولاد ہیں ابو جان کے لقب سے مشہور ہیں جیسے کہ آدم ابو البشر کے نام سے مذکور طارنوس عطاے شریعت سے ممتاز ہوا اور منصب حکومت سے سرافراز اوسکی اولاد ثوابت کے تین دور تک کبھی اطاعت الٰہی کے صلہ میں رحمت سے کامیاب اور کبھی نافرمانی کے مکافات میں مورد غضب رہا اور دور ثوابت عبارت ہی فلک الثوابت کے دور سے کہ ستر برس میں ایک درجہ طے کرتا ہی اور جو درجات فلکی تین سو ساٹھ ہوتے ہیں تمام دور کی مدت پچیس ہزار دو سو اور تین دور پچھتر ہزار چھ سو برس ہوتے دور ثانی میں بلیقا حاکم نامور تھا اور دور ثالث میں ہامونس بادشاہ دادگستر اور ہر ایک شریعت جدید سے نامی اور منصب امر و نہی سے گرامی تیسرے دور کے بعد اونکی عصیان کے مکافات میں منتقم حقیقی نے ملائک کو اونپر مسلط کیا اکثر قتل ہوتے اور کچھ فرمان پذیر بعضے جزایر اور صحرا میں فراری ہو گئے اور بعضے اسیر اتفاقاً ابلیس اونھین اسیرون کے سلسلہ میں گرفتار تھا اور ثمرہ رشد و تمیز سے تازہ برخوردار ملائک کے ہمراہ صعود آسمان سے سربلند ہوا اور اونکے زمرۂ قدسی میں نشو و نما پاکر تقرب الٰہی سے ارجمند آخر الامر معلم الملکوت ہوگیا اور علم و دانش میں مسلم الثبوت تکلم اللطائف میں لکھا ہی کہ عرش کے نیچے منبر یاقوت پر بیٹھکر مجلس وعظ گرم کرتا اور نور کا ایک علم اسکے سر پر نصب ہوتا جب زمین پر قوم بنی جان میں کفر و عصیان نے ظہور پایا اور ظلم و تعدی نے وفور جناب صمدیت سے رخصت اور فوج فرشتگان ہمراہ لیکر وارد ہوا

اور دفعات چند مین ارباب استقلال کو مضطر اور اہل تمرد کو زیر و زبر کیا لیکن کمالات علمی و عملی
مین ممتاز تھا اور اب امور سلطنت مین استقلال دیکھا دود نخوت دماغ مین متصاعد ہوا اور بخار تکبر صاعد
آپ کو مستحق خلافت سمجھکر یہ مقرر کیا کہ اگر امر سلطنت اور کیطرف منتقل ہو مین اوسکی اطاعت نکرون
لیکن ابتک ملائک سے وہی ارتباط تھا اور فرشتون سے وہی اختلاط کبھی آسمان پر جاتا اور کبھی زمین
پر چلا آتا تاہم جب کہ ظہور خلافت آدم منصۂ شہود مین جلوہ گر ہوا اور طنطنہ کوس انی جاعل فی الارض
خلیفہ سے گوش حاسد کر نخوت شیطانی نے آتش بغض و عناد کو سینۂ ابلیس مین مشتعل کر دیا اور
اثر صحبت و تاثیر اختلاط نے اتنا کام کیا کہ حرف اتجعل فیہا من یفسد فیہا زبان ملائک سے آشنا ہوا اور نحن
نسبح مسبحان ملاء اعلی کے استحقاق کے اظہار مین بلند ہوا لیکن جواب انی اعلم سے سعادت ذاتی
جوش مین آئی اور عروس اہلیت آغوش مین حرف دعوے سکوت سے ہم آغوش ہوا اور ناز و نیاز سے
ہمدوش جبریل و میکائیل نوبت بنوبت مامور ہوئے کہ ایک قبضۂ خاک بساط زمین سے فراہم کرین
تاکہ اوس مادۂ ظلمت سے پیکر نورانی مہیا ہو کر تاج خلافت سے سرفراز اور خلعت سلطانی سے ممتاز
ہو لیکن زمین نے آپکو اس منزلت عالی کے سزاوار نہ پاکر امتناع کیا اور حضرت خالق الکائنات
کی عظمت و جلال کی سوگند سے متوسل ہو کر مقصود سے کامیاب نہونے دیا آخر الامر عزرائیل نے
تمام روے زمین سے اجزاے مختلف الالوان کو فراہم کرکے مکہ و طائف کے درمیان رکھدیا اور
سالہا سال رحمت الٰہی کا باران اوس مشت خاک پر برسا دست قدرت آفریدگار نے اوسکا
خمیر طیار کیا اور حکمت بالغہ کا اظہار کسقدر اسرار قدرت اوس لعبت بوالعجب مین ودیعت رکھے
اور کیا کچھ عجائب صنعت اوس پیکر غریب مین امانت کتب تواریخ سے ثابت ہے کہ تخمیر اس خاک
تیرہ رنگ اور صقالت اس آئینہ سبز رنگ کی چالیس برس مین اتمام کو پہونچی اور جمعیت
ان اجزاے پریشان کی انتظام کو جسقدر روح لطیف کو جسم کثیف مین نفوذ ہوتا تھا رگ و ریشہ
ظہور مین آتے تھے اور شرائین و اعصاب رنگ پکڑتے جاتے تھے منجمین کہتے ہین کہ جب روح
آدم قالب خاکی مین داخل ہوئی جمعہ کا دن اور محرم کا عاشورا تھا برج جدی کا درجۂ اول
اوسوقت افق شرقی کے برابر تھا اور اوس درجہ مین زحل اور حوت مین مشتری اور حمل مین
مریخ اور اسد مین قمر جلوہ گر اور بعضے کہتے ہین کہ اوسوقت سواے عطارد کے سب کواکب
بیت الشرف مین فراہم تھے اور سعادات فلکی کے اسباب منتظم سرفرازان عالم ملکوت نے جب
اوس مشت خاک مین اوز ہی عظمت و جلال دیکھا باہم تذکرہ کیا کہ ہر چند بہانہ جوئی لطف کریم نے

خاکی ضعیف کو مسند امتیاز پر متمکن کیا لیکن علم و فضل مین ہم بالاتر ہین اور دانش و معرفت مین
ہم والاتر علام الغیوب نے دبستان مکرمت مین حضرت خلافت مرتبت کو گنجینہ اسما پر متصرف اور
واقف اسرار سے متصف فرماکر آدم و ملایک کو امتحان گاہ مین حاضر کیا سواد خوانان لوح محفوظ
کی زبان پر لا علم لنا کے سوا کچھ نہ آیا اور وہ ابجد خوان مکتب اسرار خدمت بجا لایا ہے

سب پہ جس بار نے گرانی کی	اوسکو یہ ناتوان اوٹھا لایا ہے

تعلیم اسما کی تحقیق مین محققان تحریر کو اختلاف ہے بعضے کہتے ہین کہ واقف اسرار لطیفہ اشیا و عالم
کے نام سے اوس برگزیدہ مکونات کو آگاہ اور بعضے لکھتے ہین کہ لغات مختلفہ پہ اوسکو صاحب
اقتدار کیا کوئی اسما سے صحف منزلہ اور امور مقدرہ کی معرفت مراد رکھتا ہے اور احوال مستقبلہ
کی واقفیت کسیکے نزدیک خواص اشیا مراد ہین اور کسیکے عندیہ مین ملایک کے اسماء والعلم عند
اللہ الحکیم وہو علی کل شیء علیم اوسوقت حکیم علی الاطلاق کی حکمت بالغہ نے اقتضا کیا کہ مقربان
بارگاہ صمدیت اس مجمع مکارم انسی و ملکی کو سجدہ کرین روشنان قدسی نہاد تو انقیاد بجا لائے
لیکن نخوت ذاتی ابلیس کی عنان گیر ہوئی اور شرارت جبلی ہمصفیر کہ آتشی و خاکی کے نہاد کا
کیا مقتضا ہے اور خلقتنی من نار و خلقتہ من طین کا کیا مدعا آخر ابا اور استکبار سے خوار ہوا اور طوق
لعنت سے گران بار ہیچ ہے

درختی کہ تلخ است آن را سرشت	گرش بر نشانی بباغ بہشت
ورا ز جوی خلدش بہنگام آب	بہ بیخ انگبین ریزی و شہد ناب
سر انجام گوہر بکار آورد	ہمان میوہ تلخ بار آورد

اس قدسی سرشت کی سکونت بہشت مین مقرر ہوئی اور اس عشرت کدہ نزہت آگین
آرامگاہ میسر لیکن مصلحت آلہی نے وقت خواب آدم کے پہلوے چپ سے حوا کو پیدا کیا اور تمثیل
وحشت زداے ہویدا آخر اوس ستورہ ناعاقبت اندیش نے اغواے ابلیس سے شجرہ ممنوعہ کی طرف
دست طمع دراز کیا اور اوس بالغ رس کامل خرد کو بھی اس کام مین مبتلا بنایا اوس درخت کے
تمتع کا ثمرہ یہ ہوا کہ خرابہ دنیا کی خاک اوڑانی نصیب ہوئی اور وہ طبیعت نازک تحمل مصایب
ناشکیب سبحان اللہ وہ ریاست بلند ہمت نے لذات جسمانی کی طلب مین ایسا انہماک اور ہوا و ہوس
نفسانی کے سرانجام مین وہ استغراق بہم پہونچایا کہ پدر بزرگوار پہ سبقت لیگئی ہر ایک کی
زبان حال اس مقال سے گویا ہے ؎ پدرم روضہ رضوان بدو گندم بفروخت ؎ ناخلف باشم

اگر من بجوی نقر وشم تو ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ حضرت آدم اوس جہان کے ایام کے حساب سے عصر سے غروب آفتاب تک بہشت مین رہے اور بعضون کے نزدیک پانسو برس دنیا کے کہ وہان کا نصف روز شمار کیا جاتا ہی لیکن محققین کو جنت آدم کے تعین مین اختلاف ہی ابوہریرہ اور حذیفہ یمانی اور ابومالک اشجعی وغیرہم کا قول یہ ہی کہ وہ بہشت جنت الماوا ہی اور عبداللہ ابن عباس اور سفیان ابن عتبہ وغیرہما کا یہ مذہب ہی کہ جنت الماوا کے غیر ہی انکی دلیل یہ ہی کہ اس جگہ آدم علیہ السلام شجرہ معینہ کے احتراز سے مکلف ہوئے اور نوم و استراحت کے ساتھ مشتغل اور جنت الماوا نہ محل نوم ہی اور نہ موضع تکلیف علاوہ اسکے اگر جنت موعود ہوتی تو دخل ابلیس کا اوس مکان مقدس مین نہوتا مگر ان لوگون مین بھی اختلاف ہی بعضے کہتے ہین کہ یہ بہشت آسمان مین تھی کس واسطے کہ اگر آسمان مین نہوتی ہبوط کا لفظ حضرت آدم کے حق مین وارد نہ ہوتا اور بعضے کہتے ہین زمین پر تھی اور ممانعت شجرہ کی یہین وقوع مین آئی انکی دلیل یہ ہی کہ جب حضرت آدم کا وقت رحلت قریب ہوا اپنی اولاد سے انگور بہشتی طلب کیے اور یہ لوگ اوسکی تحصیل مین سرگرم ہوتے اثنائے راہ مین ملایک سے ملاقات ہوئی اور اونکی ممانعت سے پدر مشفق کی وفات قریب سمجھکر معاودت کی اگر وہ بہشت زمین پر نہوتی یہ لوگ اوس ثمر کی تلاش مین کمر ہمت کو چست نہ باندھتے امام ابوالحسن فاریابی نے کتاب اسولہ جامعہ مین لکھا ہی کہ یہ جنت دیار فلسطین مین تھی رسالۃ الحیوان کے ترجمہ مین کہ اکیسوان رسالہ اخوان الصفا کا ہی مرقوم ہی کہ یہ بہشت ایک باغ ہی کہ کوہ یاقوت کی بلندی پر مشرق کیطرف واقع اور ایسا بلند ہی کہ حیوان اور انسان کو وہانتک رسائی ممکن نہین اور قدرت کاملہ حضرت آفریدگار سے فصول اربعہ مین ہوا معتدل اور درخت سرسبز اور انہار جاری اور شاخین کثرت اثمار سے گران بار اور ہبوط کے واسطے بلندی ضرور نہین بلکہ اہبطوا مصر کلام ملک العلام مین وارد ہی یہ خلاصہ ہی روضۃ الصفا کا کہ خامہ شکستہ ارقام نے طبایع واقعہ طلب کی ضیافت کے واسطے ثبت اوراق کیا اب سنا چاہیے کہ ارباب تاریخ کو اس امر مین توافق ہی کہ حضرت آدم نے کوہ سراندیپ پر نزول کیا لیکن حوا مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک ہبوط حوا کا جدہ مین واقع ہوا اور بعضون کے نزدیک مزدلفہ مین لیکن اسمین شک نہین کہ ایک مدت دراز کے بعد آدم و حوا کی ملاقات کوہ عرفات پر واقع ہوئی اور چونکہ اوس مقام مین باہم تعارف وقوع مین آیا اسواسطے اوس کوہ کو عرفات کے نام سے موسوم کیا اور پھر کوہ سراندیپ کیطرف معاودت کی اور توالد و تناسل کے سلسلہ نے درازی پائی حبیب السیر مین لکھا ہی کہ اسی بنی مرسل کی بعد

ہبوط دنیا کے ہزار برس کی ہوئی اور اونکی حیات مین کثرت اولاد کی نوبت چالیس ہزار تک
پہونچ چکی تھی لیکن صلبی صرف تیس پسر [۴۰] اور اونتیس [۱۹] دختر اور بعضون کے نزدیک اکیس [۲۱] پسر اور بیس [۲۰]
دختر تحقیق اور روضۃ الصفا مین اونتیس [۱۹] پسر اور اونتیس [۱۹] دختر بھی مسطور ہین اور لفظ آدم مین اختلاف
ہی بعض اہل تحقیق کا قول یہ ہی کہ آدم اسم عجمی ہی جیسے آذر اور شالخ اور عبد اللہ ابن عباس سے
منقول ہی کہ آدم اسواسطے کہتے ہین کہ ادیم ارض یعنی روے زمین سے مخلوق ہوتے تھے اور بعضون
نے سمرت لون کو وجہ تسمیہ قرار دیا ہی پس ادمہ سے مشتق ہوا اور بعضے کہتے ہین ادمت الشیء سے
مشتق ہی یعنی مخلوط کیا مین نے دو چیزون کو غالبا خلط اشیا سے ایجگہ اجزاے متفرقہ زمین کا مخلوط
ہونا مراد ہی کہ تخمیر آدم اونسے وقوع مین آئی اور اس کتاب حکمت کے شیرازے نے جمعیت
پائی اس تقریر سے واضح ہوتا ہی کہ لفظ آدم عربی ہی نہ عجمی اور یہ جو امام نووی نے تہذیب الاسماء
واللغات مین لکھا ہی کہ سواے آدم اور صالح اور شعیب اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سب انبیا کے
نام عجمی ہین اسی کی تائید کرتا ہی اور روضۃ الصفا مین صحف ادریس سے منقول ہی کہ جب حق جل
اسمہ نے چاہا کہ بسیط عالم مین نوع انسان کو ظاہر کرے روے زمین سے ایسا شخص پیدا کیا کہ
اوسکو زبان سریانی مین مایوس کہتے تھے اور حوا کی وجہ تسمیہ کے باب مین ثعالبی سے منقول
ہی کہ لوگون نے حضرت آدم سے حوا کے نام کی وجہ پوچھی حضرت نے فرمایا چونکہ وہ میرا ایک جزو ہی
اور مخلوق حی سے پیدا ہوئی اسواسطے اوسکا نام حوا ہوا جب آغاز آفرینش کی کیفیت عرض
ہوچکی اب اہل ہوش پر ظاہر اور اصحاب خرد پر روشن کیا جاتا ہی کہ خلقت انسان کی مدت مین
روایات متعدد اور اقوال مختلف منقول ہین محمد جریر طبری نے لکھا ہی کہ حضرت ابوالبشر سے
فخر بنی آدم تک بعضے چھ ہزار تیرہ برس کہتے ہین اور بعضے پانچ ہزار نوسو برس اور ایک اور
مقام مین لکھا ہی کہ علماء یہود کے موافق ایام ہجرت تک چار ہزار چالیس برس تین مہینے منقضی
ہوتے اور اخبار نصاری کے روایت کے موافق پانچہزار ایکسو بہتر برس گذرے اور عبد اللہ
ابن عباس سے روایت ہی کہ آدم سے طوفان تک دو ہزار دوسو چھپن اور طوفان سے خلیل
حضرت رحمان ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام تک ایکہزار اوناسی برس اور اس حضرت سے
جناب موسی علیہ السلام تک پانسو ستیٹھہ اور اونسے حضرت سلیمان تک پانسو چھتیس [۳۶] اور
سلیمان سے ذوالقرنین تک سات سو ستر اور اوس سے حضرت عیسی علیہ السلام تک تین سو
اونہتر برس گذرے پس آدم سے عیسی علیہ السلام تک پانچہزار پانسو بائیس برس منقضی ہوے

اور ابو الفتح ناصر بن محمد الحسینی نے کتاب بصارت مین وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ عمر آدم جناب
کی ہزار برس کی ہوئی اور اونکے انتقال سے طوفان تک اکیس سو چالیس اور طوفان سے نوح
کی وفات تک ساڑھے تین سو برس اور یہان سے حضرت ابراہیم نبینا وعلیہ افضل الصلوۃ کی وفات
تک بائیس سو چھیالیس اور انکی وفات سے موسی علیہ السلام تک سات سو اور اونسے حضرت
داؤد تک پانسو اور داؤد سے حضرت عیسیٰ تک گیارہ سو اور حضرت عیسیٰ کے آسمان پر صعود فرمانے
سے ظہور عالم افضل نبی آخر صلعم کی ولادت باسعادت تک چھ سو برس منقضی ہوئے اس تقدیر
پر آدم سے طلوع نیر آسمان کرامت یعنی ولادت اکمل البریت تک آٹھ ہزار سات سو اٹھاون برس
ہوتے ہین اور حمزہ ابن حسین اصفہانی نے کہ اوسکی سخندانی کا شہرہ رقم خوانان صفحہ خاک سے
لیکر روشن سوادان لوح محفوظ تک بلند صدا ہے اسطرح سے روایت کی ہے کہ خلقت آدم سے ولادت
نوح تک ایکہزار چھپن اور اونکی ولادت سے ابراہیم علیہ السلام کی ولادت تک ایکہزار
آٹھ سو نوے اور یہان سے حضرت یعقوب کے مصر مین تشریف لانے تک دو سو نوے اور یہان
سے اوس جناب کی وفات تک سترہ اور اسرائیل کی فوت سے بیت المقدس کی بنا تک
چار سو اسی اور پھر اوس خانہ نورانی کی تخریب تک چار سو دس اور پھر اوس زمانہ تک کہ فاروق
حق و باطل عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اوس مکان مقدس کو مفتوح کیا ایکہزار پانسو چھ
برس گذرے اس روایت کے موافق آدم سے ہجرت مقدسہ تک پانچہزار چھ سو ستانوے برس
ہوتے ہین اور افضل المتاخرین مولانا کمال الدین حسین خوارزمی نے مقصد اقصے مین لکھا
ہے کہ افضل الکائنات اشرف المخلوقات علیہ اکمل التحیات کی ولادت کرامت انتما سے حضرت عیسی
تک چھ سو بیس اور یہان سے حضرت داؤد تک بارہ سو اور داؤد سے موسی تک پانسو اور انسے
حضرت ابراہیم تک سات سو ستر اور ابراہیم علیہ السلام سے طوفان تک ایکہزار چار سو بیس
اور پھر آدم تک دو ہزار دو سو چالیس برس منقضی ہوئے اس صورت مین میلاد خیر بریت بنیاد
سے آدم تک چھ ہزار ساڑھے سات سو برس کا عرصہ گذرا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال جب قلم شکستہ
رقم احوال آفرینش کو حسب استعداد تحریر کر چکا تو اب چاہیے کہ اس بات کی تحقیق کرے کہ اول
ایک زبان تھی یا کئی دقیقہ سنجان باریک بین جانتے ہین کہ مواضع اور محال مختلفہ مین آغاز
آفرینش سے علیحدہ علیحدہ زبانون کا بہم پہونچنا بدون اسکے کہ کوئی زبان بعد تصرفات کثیرہ کے
متغیر ہوجاوے یا الفاظ اور کلمات جدید موضوع ہوکر زبان سابق کی بالاتفاق نسیاً منسیاً ہوجاوے

جب ممکن ہی کہ ہر ہر دیار مین اولاً جماعت کثیر بہم پہونچ گئی ہو جیسے بارش کے اثر سے گیاہ اور
حشرات الارض یا ہر ہر قطعہ زمین مین ایک ایک ابو البشر متولد ہوکر ہر ہر جگہ جدا جدا توالد
اور تناسل کا سبب ہوا ہو اسکی توضیح یہ ہی کہ جب ہر دیار مین ایک جماعت کثیر بہم پہونچ گئی
یا ہر جگہ ایک ایسا شخص بہم پہونچا کہ سائر الناس اوسکی اولاد اور ذریۃ ہوئی تو جو کہ اظہار مطلب
اور تلبین مدعا کیواسطے الفاظ سے ناگزیر ہی اور بسبب بعد مسافت کے جماعت اخری سے ملاقات
صورت پذیر نہین کہ تکلم مین اوسکی تقلید کرے ناچار ہر جماعت وضع الفاظ مین سرگرم ہوکر
ایک ایک زبان ایجاد کر لی گئی پس یہ زبان ہر جگہ علیحدہ اور دوسری زبان سے مغائر
ہو گئی ہر چند عقل اس طرح کی پیدائش سے چندان ابا اور امتناع نہین کرتی بلکہ حشرات
و ہوام کی خلقت دلالت کرتی ہی کہ اگر افراد مردم اور احاد ناس بھی اسیطرح سے متعدد وجود پر
متمکن ہوگئے ہون تو کیا بعید ہی جیسے بو علی سینا کا قول منقول ہوا لیکن عادت البتہ ایسے
امور غریبہ کو دائرہ امکان سے خارج اور جادۂ قبول سے بعید سمجھکر قطعاً اسکے قبال کے واسطے
سر فرو نہین کرتی اور نقل تو مخالف سے ہو یا موافق ہے صریح اس مدعا کے لیے اصل دسر سری
ہونے پر داعی اور اسکے خلاف کی راہ مین ساعی ہی ہنود برھما کو مبداء آفرینش جانتے ہین اور
دانش اندوزان ایران دیار ہر دور کے آغاز مین ایک مرد اور ایک عورت کے باقی رہنے کا
ادعا اور اوس سے توالد و تناسل کے سلسلہ کے ممتد ہونے کا دعوے کرتے ہین انکی کتابون
مین صریح مرقوم ہی کہ ہر چند ابا ر علوی آسمان اور امہات سفلی عناصر ہین لیکن حکم یہی پہونچا
ہی کہ ایک سے دوسرا پیدا ہو اہل اسلام کے نزدیک تو ظاہر ہی کہ آدمیون کی نسل کا
سلسلہ سر حلقۂ افراد بریات آدم صفی اللہ علیہ و علی نبینا افضل التحیات تک منتہی ہوتا ہی
جب مبداء احاد ناس اور افراد مردم کا ایک شخص ہوا تو ضرور ہی کہ اوسکی ذریت بھی اولاد اوسکی
زبان سے بہرہ مند اور اوسیکے کلام سے مستفید ہو گی گو بعد مرور دہور کے اختلاف لغات
اور تغائر السنہ وقوع مین آگیا اسصورت مین لازم آتا ہی کہ اول آفرینش مین ایک
ہی زبان ہو لیکن تعین اس زبان کی خیلے دشوار اور نہایت دور از کار ہی ہنود کی
کتابون سے ہر چند اس امر کی تصریح تو دستیاب نہین ہوتی لیکن براہمہ اتنی بات پر البتہ
اتفاق رکھتے ہین کہ چارون بید کہ زبان سنسکرت مین احکام الٰہی پر مشتمل اور اوامر و
نواہی پر محتوی ہین انھین الفاظ کے ساتھ برھما کی زبان سے صادر ہوئے ہین اوس روزگار

سے اس جزو زبان تک کچھ تغیر اور تبدل کو اوسمین راہ نہین ہوئی اس سے یہ خیال گذرتا ہو کہ
عجب نہین کہ مِن اور سترزکانی کہ برہما کے بدن سے موجود اور آدم وحوا کیطرح سے
اور آدمیون کی پیدایش کی سبب ہوئی برہما سے سینسکرت ہی کو حاصل اور اونکی ذریت
نے اونھین الفاظ سے تکلم کیا ہو لیکن یہ قوم اسپر بھی متفق ہین کہ سینسکرت دیوتاؤن کی زبان
ہی نہ آدمیون کی اور مجوس کے اعتقاد مین آغاز اس دور کا مہ آباد سے ہوا اور مہ آباد جو کہ پہلے ہی دور سے
آدمیون کا بقیہ تھا غالب ہی کہ اوسی دور کے آدمیون کی زبان سے متکلم ہوتا ہوا اور وہ تحقیق نہین
کہ کیا ہی اور جو کہ مجوس کے اعتقاد مین وساتیر کتاب سماوی اور مہ آباد پہ نازل ہوئی ہی اور کتاب
منزل چاہیے کہ خلق کی زبان مین ہو تاکہ اعتقاد آلہی سے بخوبی آگاہ اور امر و نہی سے کماہی مطلع
ہوجاوین احتمال ہی کہ اوسوقت کی زبان یہ ہی زبان وساتیر ہو پھر اوسمین تغیر و تبدیل نے راہ پائی
اور مختلف زبانین پیدا ہوگیئن زبان فارسی کا اوس زبان سے بیشتر الفاظ مین مطابق اور قواعد
ترکیب نحوی مین موافق ہونا بھی اسی بات پر دال ہی اس مقام مین ترکیب نحوی کی تطبیق کی تفصیل
اطناب سخن اور تطویل کلام کا موجب ہی ناچار چند لفظ دونون زبانون کے مرقوم ہوتے ہین مشتی نمونہ از
خروارے پوشیدہ نرہے کہ دساتیر مین بعضے لفظ ایسے ہین کہ فارسی مین بعینہ استعمال پاتے ہین
اور بعضے فی الجملہ تغیر اور تبدیل کے ساتھ قسم اول را علامت مفعولیۃ کاف بیاینہ گرمفید فائدہ
جیسے ہرشنگر یعنی بخشایش کرندہ علامت اسم فاعل جیسے ہرشندہ بمعنی بخشاینده یارد بمعنی
تواند قسم دوسری - آسد الف ممدودہ اور سین اور دال مہملتین سے یعنی باشد آسنا بمعنی آسمان
آفسریدا الف ممدودہ اور فا اور سین اور راے مہملہ اور یاے تحتانی اور دال مہملہ کے ساتھ آفرید کہ مشتق
ہی آفریدن سے اسپ الف اور سین مہملہ اور باے فارسی کے ساتھ حرف ربط کہ فارسی مین است
تاے قرشت کے ساتھ مستعمل ہی اسکے قیاس پر لاسپ یعنی نیست کہ حرف رابط ہی لام نفی
کے ساتھ اور لاسپن نیستند آکام آغاز انتام الف اور نون اور تاے قرشت اور الف
اور میم کے ساتھ انجام انتامایند الف اور نون اور تاے قرشت اور الف اور میم اور الف اور
نون اور یاے حطی اور دال مہملہ کے ساتھ انجام مایند تیم تاے قرشت اور یاے حطی اور میم کے
ساتھ تن یعنی بدن جم اور جد یہ دونون لفظ بمعنے جزو کے ہین کہ حرف استثنا ہی جیم جزین جاخ
آخر مین خاے معجمہ جہان جمین جیم تازی مفتوح سے کمین یکمینہ چم جیم فارسی مضموم سے چون
جمین چنین چم چہ وشمر یعنے دشمن وم درکہ حرف ظرف ہی دمان دران یعنی حرف ظرف

اسم اشارہ کے ساتھ دآن تن زمرپان زاے تازی اور ریم اور راے مہملہ اور باے فارسی اور
الف اور نون کے ساتھ مہربان ساخمی سین مہملہ کے ساتھ سوکستاہم ستان یعنی حرف کثرت
جیسے فہ ہوشتسام وہ جاے کہ جسمین فرشتہ بہت ہون یعنی آسمان مفاسفت دو سین مہملہ
سے سراسر شاے شین معجمہ کے ساتھ جاے شاشتن دو شین معجمہ کے ساتھ دانستن فہ یہ کہ حرف
الصاق ہی فہام بان یعنی باے موحدہ الصاق اسم اشارہ کے ساتھ فمین بعد فا کے ہاے
ہوز باین کمد یعنے کند اور اسکے قیاس پر کمد یعنے بکند کیا ہم کدام کید اور کید ہ کرد اور کردہ
کہ مشتق ہین کردن سے گاش کاف فارسی سے گوش گرخ کاف فارسی مکسور اور راے مہملہ
ساکن اور خاے معجمہ کے ساتھ گرد کاف فارسی مکسور اور را اور دال مہملتین کے ساتھ یعنی شہر لہ دو ام
نتوان لام ہاے مختفی کے ساتھ اور بدون ہا کے حرف نفی ہو لیا رندار ندارند مزداہم یزدان جہناہم جہنام
کہ جسکو ہمین یعنے عقل اول اور جبریل کہتے ہین میناس مینو یعنی بہشت ناوناہم وفتن داو سے گفتن
وفتہ بہ گفتہ شد۔ ورلہ درنہ وراور سرسر دیہ دداو سے گیرد ہز ہاے ہوز سے از کہ ترجمہ مین کا ہے
باچیم اچند ناہم آن ناید آید ہدان ہاے ہوز مضموم سے شدن اسکے قیاس پر لمی ہود
نمے شود ہمو ہاے ہوز اور سو سین مہملہ کے ساتھ ضمیر غائب ہے کہ فارسی مین اسکی جاے او الف
کے ساتھ مستعمل ہے ہیشاہم الشان ہمیر ہیچ۔ ہر چند یہ زبان اور زبانون کا ماخذ مقرر کیجاوے
لیکن اس تطابق کی دلیل غالب کہ زبان فارسی کا ماخذ اسی زبان کو تجویز کرے مگر عمدہ قباحت یہ
ہے کہ انکی کتابون مین مرقوم ہے کہ یزدان نے مہ آباد پر ایک کتاب نازل کی دساتیر نام اور اوسمین
ایک زبان تھی کہ زمینیون کی کسی زبان سے مشابہ نہ تھی اوسکو آسمانی زبان کہتے ہین یہ قول کہ وہ
زبان زمینیون کی کسی زبان سے مشابہ نہین اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دساتیر کے نزول سے
پہلے بھی اور زبانین موجود تھین اور اگر غور کیا جاوے تو تطابق کی دلیل سے اوسکو فارسی کا ماخذ
ٹھہرانا بھی چندان قوت نہین رکھتا ممکن ہے کہ یہ تطابق امر اتفاقی ہو جیسے اتفاق یہ ہوا کہ دو نون
زبانون مین بعضے الفاظ کی وضع مطابق واقع ہوئی اگر نظر غور سے ملاحظہ کیا جاوے تو زبان ہندکو
مین گرانی و سبکی کے اعتبار سے زمین و آسمان کا فرق ہے اور حال یہ ہے کہ جسقدر ان دو زبانون مین
الفاظ کا تطابق اور کلمات کا توافق پایا جاتا ہے کم کسی زبان مین ہوگا مثلاً آدہ الف ممدودہ اور
دال مخففہ اور ہاے مختفی سے دو چوب بلند کہ زمین مین گاڑین اور ایک چوب اوسپر نصب
کرین جانورون کی نشست کے واسطے ہندی مین اوسکو اڈا الف مفتوح اور دال ہندی مشدد

اور بالف کے ساتھ کہتے ہین **افیون** اور **اپیون** اور ہاآپو ہندی مین بھی ہا پو ہی **اسکورہ** کاسہ گلی ہندی مین سکورہ ہی **باب** دونون باے تازی سے پدر اور ہندی مین باپ ہی آخر مین باے فارسی **تال** طبق برنجی ہندی اسکی تھال ہی **چوبستان** ہندی مین چوچی کہتے ہین **چلیدن** رفتن ہندی مین چلنا **چندن** اور **چندل** بمعنے صندل کہ ہندی مین بھی چندن ہی **خیش** بکاے منقوطہ اور یاے مجہولہ اور شین منقوطہ سے جامہ بافتہ اور ایسی کتان کہ اوسکے تار گندہ ہوتے ہین اور موسم گرما کے لباس سے ہی ہندی مین کھیس کاف تازی مخلوط الہا سے کہتے ہین **شنا** فارسی مین پیرنے کو کہتے ہین اور ہندی مین سنان سین مہملہ اور دونون سے تمام بدن کے دھونے کو کہ جسے عوام اشنان الف اور شین معجمہ کے ساتھ کہتے ہین **طوطی** جانور معروف اور ہندی مین توتا کہتے ہین **لنگوتہ** لنگی غایت یہ ہی کہ ہندی مین اخفاے نون اور فتحہ تاے مثقلہ سے اوس لتہ کو کہتے ہین کہ صرف پس و پیش کے ستر کو کافی ہو **ناف** معروف ہندی مین نابھ ہی مخفی نرہے کہ اس قسم کے ہزار ہا الفاظ پیش نظر ہین کہ اونکی تحریر موجب تطویل اور تطویل باعث ملال خاطر ہی بہرکیف یہ تو متحقق نہین کہ سہ آباد اور اوسکے ذریت کی زبان کیا تھی لیکن بعضون کو ایک شاعر کے کلام سے کہ آبادیون کے زمانہ مین تھا یہ وہم ہوا ہی کہ اوسوقت کے آدمیون کی زبان پہلوی تھی واللہ اعلم بالصواب اور اسکا حال مقصد دوم مین جسجگہ موجد اشعار کا حال لکھا جائیگا مفصل مرقوم ہوگا ہوشیار مغزان مکتب تحقیق پر واضح ہی کہ ہنود اور مجوس کے مذہب کے موافق تو کچھ متحقق نہین ہوتا کہ ابتداے آفرینش مین کیا زبان تھی جیسے کہ مقالات سابقہ سے منکشف ہوا لیکن اہل اسلام کے مذہب کے موافق کہ افراد سلسلہ ناس کا مبدا حضرت آدم علیہ السلام کو مقرر کرتے ہین احتمال ہی کہ کوئی جادہ منزل مقصود تک پہنچ جاوے اگرچہ اختلاف روات سے یہ راہ بھی سرگردانی و تردد سے خالی نہین سیفی عروضی شرح کتاب عروض مین لکھتا ہی کہ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہی کہ حضرت ابو البشر آدم علی نبینا و علیہ السلام کی زبان سریانی تھی لیکن قدوۃ المحققین افضل المحدثین شاہ عبد العزیز دہلوی قدس سرہ العزیز تفسیر عزیزی مین حضرت آدم کے حال مین لکھتے ہین کہ ابن عساکر نے مجاہد سے روایت کی ہی کہ جب اونکو جنت سے اخراج کا حکم ہوا حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل نے اونکے سر سے تاج اوتار لیا اور کمر سے کمربند کھول لیا اور زبان عربی کو اون سے سلب کرکے زبان سریانی اوسکی جگہ جاری کی جب توبہ قبول ہوئی پھر حکم ہوا کہ زبان عربی مین کلام کیا کرین اس روایت کی قوت سے معلوم ہوتا ہی کہ اوّل زبان

عربی موجود ہوتی اور سریانی اوسکے بعد اور حوا کی وجہ تسمیہ بھی جو سابق مین [illegible] زبان آدم کی
عربی ہونے پہ دلالت کرتی ہی اور جو کہ وہ حضرت زبان عربی کے سلب ہونے کے بعد سریانی مین متکلم
ہوتے تھے اونکے نام مین دونون احتمال ہین پس یہ بات جو تاریخ خمیس مین معالم التنزیل سے
نقل کی ہی کہ یعرب ابن قحطان اول اون لوگون کا ہی جو عربی سے متکلم ہوئے [illegible]
صاحب منتخب اللغات کا ضعف سے خالی نہین مگر اسکی توجیہ یون کیجاوے کہ [illegible] حضرت آدم
کو زبان عربی مین تکلم کرنے کا حکم ہوا لیکن اونکی اولاد مین [illegible] سلب
ہونے کے بعد شایع ہوئی تھی باقی رہی اور پھر جب اولاد مین عربی کا [illegible] ہوا تو اول یعرب
اوس سے متکلم ہوا لیکن طرفہ حیرت دامنگیر ہی کہ بعد ہبوط کے مدت دراز [illegible]
اولاد بلکہ ابن عباس کی روایت کے موافق نقد حیات حصول ان تقدیر [illegible] جناب آدم
علیہ السلام کا ہند مین ہوا اور زبان عربی اور سریانی اونکی دیار دور دست [illegible] شایع ہوکر
سے وہان تک پہونچنا بھی صعوبت سے خالی نہین اور [illegible]
خالص ہندوستان مین ایسی زبانین شایع ہون کہ ثقل و گرانی سے عربی و سریانی کے ساتھ مناسبت
تو کیا بلکہ اون زبانون کے تلفظ کرنے والون کی زبان [illegible]
حق یہ ہی کہ اسرار الٰہی سے انسان ضعیف البیان کیا آگاہ ہو [illegible]
کیونکر مطلع ہووے

تو خود مے نشنوی بانگ دہل را		[illegible]

اب اختلاف السنہ کی کیفیت جسطرح اپنے گنجینہ استعداد مین فراہم [illegible] ہی کہ اختلاف
ایک زبان کا دوسری زبان سے دو قسم ہی ایک یہ کہ پہلی زبان مین آہستہ آہستہ اسطرح کا
تصرف و وقوع مین آوے اور رفتہ رفتہ ایسا تغیر و تبدل راہ پاوے کہ [illegible] صورت دیگر
کے بعد وہ زبان اور ہی صورت مین جلوہ گر ہوکر اوس زبان سے اجنبیت پیدا کرے اور دوسرے
یہ کہ بجاے اسکے کسی زبان کے الفاظ مین تصرف اور تغیر وقوع مین آیا [illegible] الفاظ
جدید موضوع کیے جاوین اور اوس خطہ کے رہنے والے ایک دوسرے کی اصطلاح سے واقف ہوکر
اون الفاظ سے باہم تکلم اور تخاطب کرنے لگین قسم اول کی کیفیت اسطرح [illegible] قرب زمانہ آفرینش
مین کہ ہنوز روے زمین افراد ناس سے مملو ہونے نہ پائی تھی ایک طایفہ مثلاً کسی قطعہ کی بود و باش
ترک کرکے اور سرزمین دور دست مین ساکن ہوا [illegible] کشت و زراعت اور انتظام

امور مین مصروف اور یہ بات واضح ہو کہ اشیاے عالم مین سے ہزارہا چیزین ایک جگہ پیدا
ہوتی ہین کہ اونکا نشان دوسری جگہ پایا نہین جاتا اور بعضی اصطلاحی کی اشیا بہت سی
نکلین ہو کہ اوس مقام مین سوا اس طائفہ کے اور کوئی نہ تھا کہ اون اشیا کے نام سے [illegible] خبر رکھتا
اور کے واسطے کچھ نام اپنی طرف سے اختراع کیا اور زبان مین رواج دیا [illegible] ارشد [illegible]
یہ متغیر او متبدل ہو کر اور بہت سے [illegible] علاوہ اگر بہت سے [illegible] ایک اور طائفہ [illegible] کی
طرف راہی ہو کر کسی اور خطہ مین مقیم ہوا اور وہان اسکو بھی یہی صورت پیش آئی اگرچہ یہان
بھی وہ چیزین موجود تھین کہ طائفہ اولی کے مسکن مین پائی گئی تھین جو کہ یہ لوگ اوس طائفہ
کی اصطلاح سے واقف نہ تھے ان اشیا کے واسطے کچھ نام وضع کر لیے اسی واسطے ایک
چیز کا نام اکثر متعدد زبانون مین ایک دوسرے سے مخالف ہوتا ہے مثلا ایک جوہر کو کہین ہیرا لکھتے ہین اور
کہین الماس اور اگر اون اشیا کے سوا کچھ تھین تو اونکے واسطے بھی کچھ اسامی معین ہوگئے اور
کبھی اسطرح سے اتفاق ہوا کہ امتداد مدت سے کوئی لفظ اوس زبان کا فراموش ہوگیا تا کہ پھر اوسکے
مقابل بھی کوئی لفظ وضع کرنیکی احتیاج ہوئی اور جو الفاظ اوس زبان [illegible] تھے ان مین بھی تغیر اور
تبدل راہ پاتا گیا یہانتک کہ طوایف عالم مین ایسی زبانین رائج ہوگئین کہ ہر ایک دوسرے سے مطلع
ہو سکے نہ اس سے وہ ہم اپنے ہی زبان مین ملاحظہ کرتے ہین کہ باشندگان دہلی نیشکر کو گنا کاف
فارسی مفتوح اور نون مشدد اور الف سے اور ہم تاقین اور ہمدم دوردست گانڈا کاف فارسی
اور الف اور نون غنہ اور دال ہندیہ اور الف سے کہتے ہین اسی پر قیاس کیا چاہیے اور زبانون کے
الفاظ کو اور دوسرے قسم کی کیفیت یہ ہو کہ مثلا حادثہ طوفان سے کوئی متنفس باقی نہ رہا اور انسان
تولدی مسند وجود پر قدم رکھکر توالد اور تناسل کا سبب ہوا جیسے پہلے مرقوم کیا گیا تو اس صورت
مین یہ شخص گفتگو کیواسطے اپنی طرف سے وضع الفاظ مین ساعی ہوگا اور ہر ہر چیز کیواسطے ایک
نام معین کرتا جائیگا اور جب اوسکے ذریت موجود ہوگی بالفعل تو وہ بھی انھین الفاظ کے ساتھ
تکلم کریگی اور مدت تک یہی ایک زبان رائج رہیگی لیکن جب کثرت خلائق سے انتشار مردم
و توزیع مین آوے اور ہر طائفہ ایک ایک سمت پراگندہ ہو کر دیار مختلف مین قیام اختیار کرے
ہر ایک کو وہی صورت پیش آویگی کہ قسم اول مین مذکور ہوئی اختلاف السنہ کی یہ دو صورتین
وہ ہین جنکو قیاس اقتضا کرتا ہی لیکن جو کہ کتب تواریخ یا اور مذاہب کی کتابون مین جو مرقوم
ہو اسکے خلاف ہو تقاضاے مقام داعی ہو کہ اوسکی تحریر سے بھی ہاتھ نہ کھینچے اور طالبان شوق کیلیے

کو یہ سوانح غریب اور وقایع دلفریب کے واسطے گوش بر آواز رہتے ہین الغرض مقامات عجیب سے معرفت
کے سابق مرقوم ہو چکا ہی کہ یزدان سخن آفرین نے اولین پیغمبر مہاباد پر ایک کتاب نازل
کی دساتیر نام کہ ہر دانش اور تمام زبانون پر مشتمل تھی و صاحب دبستان مذاہب بھی اس کے
معتقد ہین نقل کرتا ہی کہ مہ آباد نے ہر ملک کو ایک زبان سکھائی کہ ہر جگہ پہنچ گئی فارسی
اور ہندی اور [illegible] اور باقی اور زبانین ظہور مین آئین توریت سے [illegible]
نوح علیہ السلام کی اولاد کی شان مین مرقوم ہی کہ اول تمام جہان کے آدمیون کی ایک ہی زبان
اور ایک بولی تھی اتفاقا جس وقت مشرق سے سفر کیا زمین سنعار مین ایک میدان دیکھا پھر
وہان ٹھہرے اور آپس مین کہا کہ آؤ اینٹین بنا کر آگ مین پکاوین اور اپنے واسطے ایک شہر اور
ایسا ایک برج بناوین کہ اوسکا سر آسمان سے لگے اور نام پیدا کرین خداوند تعالے نے نزول فرمایا
تا کہ اوس شہر اور برج کو دیکھے اور یہ مصلحت ٹھہرائی کہ یہ گروہ متفق ہی اور زبان بھی ایک ہی
ہین اور اس کام کو کیا چاہتے ہین اب جس کام کے کرنے کا ارادہ رکھتے ہین اوس سے باز نہ آوینگے
اونکی زبان مین خلل ڈالنا چاہیے تاکہ ایک دوسرے کی بات کو نہ سمجھے اسطرح پر حق تعالے نے
اونکو تمام روے زمین مین پراگندہ کر دیا اور شہر بنانے سے باز رہے اسیواسطے اوس جگہ کا
نام بابل ہو گیا کہ خدا نے اوس جگہ تمام جہان کے آدمیون کی زبان مین خلل ڈالا اور وہین سے
سبکو تمام روے زمین پر پراگندہ کر دیا یہانتک توریت کا ترجمہ ہوا مصنف تاریخ خمیس نے
معالم التنزیل سے نقل کیا ہی کہ اللہ تعالے نے حضرت آدم کو تمام لغت تعلیم کیے پھر اوس حضرت
نے اپنی اولاد مین سے ہر ہر شخص کے ساتھ ایک ایک لغت مین کلام کیا انتہی کلامہ مراد لغت سے
زبان ہی روضۃ الصفا مین حام بن نوح علیہ السلام کے حال مین مرقوم ہی کہ انکی اولاد مین اٹھارہ
زبانین پیدا ہو گئی تھین ہر فرقہ ایک ایک زبان سے تکلم کرنے لگا جو ہر فرقہ ایک دوسرے
کی زبان سمجھتا نہ تھا ناچار اوس نواحی مین پراگندہ ہو گئے اور ہر گروہ نے ایک ایک شہر بنا لیا
اور سام بن نوح کے حال مین تواریخ کی بعضی کتاب سے نقل کیا ہی کہ جو کہ سام بن نوح کی اولاد
کی زبانین اسطرح مختلف ہو گئی تھین کہ اونیس[۱۹] زبانون مین کلام کرتے تھے اور کوئی قوم ایک
دوسرے کی زبان سمجھتی نہ تھی ہر ایک علیحدہ علیحدہ نواحی مین جا بسی اور نمرود علیہ اللعنۃ کے
آسمان کیطرف صعود کرنے کے حال مین مرقوم کیا ہی کہ نمرود کے حکم سے سالہاے دراز مین ایک
منارہ بلند طیار ہوا کہ مرغ وہم اوسکی بلندی تک پرواز نہین کر سکتا تھا ایک روز نمرود اوس

منارہ پر چڑھا اور وہان سے آسمان کو اوسی قدر بلند دیکھا جتنا زمین سے بلند دیکھا تھا
ناچار پشیمان ہوکر اوتر آیا دوسرے دن وہ منارہ گر پڑا اور اوس سے ایسی آواز مہیب پیدا ہوئی
کہ سب بیہوش ہوگئے جب ہوش مین آئے اپنی اپنی زبان بھول گئے اور ہر قوم کی زبان علیحدہ
ہوگئی چنانچہ لکھا ہی کہ بہتّر زبانین اون لوگون مین پیدا ہوگئین جو کہ اختلاف السنہ اوس سفر زینہ
مین بہم پہونچا تھا اسو اسطے اوس منارہ کو بابل کہنے لگے روضۃ الصفا کا ترجمہ تمام ہوا عقلائے
باریک بین خوب جانتے ہین کہ اختلاف السنہ کی کیفیت جسطرح کہ بسبب قیاس مرقوم ہوئی
قبول اور صلاحیت پذیرائی رکھتی ہی والا باقی گفتار دور از کار اور اقوال غرابت اشتمال جو
کتب تواریخ سے منقول ہوئے سوائے اسکے کہ رطب و یابس چند ذخیرہ اوراق ہو کر سیاحان
ممالک سخن کیواسطے ایک مشغلہ بہم پہونچاوے اور کسیطرح سے بہرہ مند نہین کرتے غرضکہ
مقدمہ اس تبصرہ جلیلہ کا اتمام کو پہونچا اب وہ وقت ہی کہ خامۂ تیز رفتار مقصد اول کی تحریر
مین سرگرم ہوا اور مطالب اہم کی تسطیر مین مستعد

مقصد پہلا

زبان اردو کی تحقیق اور وجوہ استعمال الفاظ فصیح اور ترک کلمات غیر فصیح دانشمندان فہیم پر
مخفی نہین ہی کہ اوایل روزگار مین دلی کے رہنے والونکی زبان صرف ہندی تھی جسکو بھاکھا
کہتے ہین اور جوکہ قدیم سے یہ ممالک راجہ ہاے ذوی الاقتدار کی حکومت سے حکام ممالک بیگانہ
کی تعدی سے محفوظ تھے اور اطراف وجوانب کے آدمیون کی سکونت اس دیار مین انکی کثرت
سے وقوع مین نہ آئی تھی کہ اونکی زبان کے لغت اس زبان مین مخلوط ہوکر یہانکی بولی کو اپنی
اصل سے متغیر کردیتے اسیواسطے وہ زبان خالص ہندی تھی لیکن جب کہ بادشاہان ذیشان
اور سلاطین شہور شعار نے ترویج ملت اور ترقی دین کیواسطے کمر ہمت کو چست کیا اور نیر
درخشان اسلام سے شبستان ہند منور ہوا اطراف دور دست کے لوگ جو اون سلاطین
بلند ہمت کی رکاب دولت سے انتساب رکھتے تھے اس خطہ کے دار السلطنت ہوجانے کے
سبب سے یہین سکونت پذیر ہوے اور سلسلہ توالد وتناسل کا اونسے جاری ہوا
اور علایق کی کثرت وقوع مین آئی اور یہ پاے بندی توطن کا باعث ہوئی باشندگان
قدیم کو انکے ساتھ اختلاط بہم پہونچا اور بہ زبانی کثرت سے عمل مین آئی ناگزیر انکی زبان کے
الفاظ اونکی زبان مین مخلوط ہونے لگے اور جوکہ بادشاہان اسلام مختلف دیار سے وارد ہوے

مثل سلطان محمود غزنوی اور غوری اور لودی اور سلاطین چغتائی ہر ملک کی زبان کے لغت نوبت
بنوبت اس زبان میں داخل ہوتے گئے رفتہ رفتہ زبان ہندی اپنی اصل پر نہ رہی اور السنہ
مختلفہ سے مل کر ایک اس زمین جلوہ گر ہوئی جو کہ یہ لوگ اردوئے شاہی سلاطین کے متعلق رہتے
تھے اہل ہند ان الفاظ مخلوط کو زبان اردو کہتے تھے یعنی یہ الفاظ جو ہماری زبان میں ملے ہیں
یہ سلاطین کے اردو کی بولی کے ہیں لیکن رفتہ رفتہ یہ زبان تازہ کہ مجموعہ الفاظ ہندی
و دیگر السنہ مختلفہ سے بہم پہنچی تھی زبان اردو کے نام سے موسوم ہو گئی بسبب کثرت استعمال
کے زبان کا لفظ محذوف ہو کر اس زبان کا نام خود اردو ہو گیا اسکی نظیر ہے بغرا اور پرویز
کا لفظ کہ بغرا نام ہے ایک بادشاہ کا بادشاہان ترکستان سے اوسنے ایک قسم کی آش اختراع
کی تھی اوسکو آش بغرا کہتے تھے اب آش کا لفظ محذوف ہو گیا اور وہ آش بغرا کے نام سے
مشہور ہو گئی اور پرویز زبان ہندوستان میں اوس کو کہتے ہیں جو کہ خسرو شکار باہی کو دوست رکھتا تھا
اول خسرو پرویز کے لقب سے ملقب تھا بہر حال بعد انصراف دہور کے بعد لفظ خسرو محذوف
ہو کر اوس بادشاہ کا نام پرویز مشہور ہو گیا جب اردو کی حقیقت دریافت ہو گئی تو اب سنا
چاہیے کہ اس زبان کا حال اوائل میں ایسے طعام سے مشابہ تھا کہ ناواقفان طریق اشیاے
مختلفہ سے طیار کریں جو کہ ہر چیز کے اندازے سے مطلع اور ہر شے کے اختلاف کی کیفیت سے آگاہ نہیں
ہیں تو بے شک و شبہ اول وہ طعام بے مزہ اور بد ذائقہ ہوگا لیکن جب اوسکے پکانے کا
بار بار اتفاق ہوا اور ہر دفعہ اجزا کی کمی بیشی عمل میں آوے تو قوت ممیزہ طعم سابق اور مزہ حال
ایسا نتیجہ معتدل حاصل کرے کہ اوس سے بہتر متصور نہو اسیطرح یہ زبان بھی روز بروز تراش
و خراش پیدا کرتی گئی ہر زمانہ میں اوس مشاہدہ دل فریب نے زیور تازہ سے آرایش پائی
اور ہر عہد میں خلعت جدید سے زینت بہم پہنچائی چشم تماشا کشادہ ہو اور ساز انتباہ آمادہ
سابقین کا کلام پیش نظر ہو چشم انصاف سے دیکھیں کہ سابق و لاحق میں کسقدر تفاوت
جلوہ گر ہے روزمرہ اہل سخن کا ولی کے زمانہ میں کیا تھا اور سودا و میر کے عہد میں کیا ہوگا لیکن
ادراک کافی اور تمیز وافی نے اوس تقطیع پر قناعت اور اوس انداز پر بس نکی اور ہر لحظہ شوق کا
یہ تقاضا تھا ؎

مشاطہ را بگو کہ بر اسباب حسن دوست
چیزے فزون کند کہ تماشا بما رسید

تا رفتہ رفتہ کوس فصاحت کا طنطنہ گوش ملایک تک پہونچا اور ہنگامہ بلاغت کا غلغلہ

ہوتی کہ ہر ابتدا کے واسطے نہایت ہی اور ہر آغاز کے واسطے انجام کمال ان دقیقہ سنجان والا قدر کے
طفیل سے نہایت کو پہونچ گیا اور سخن ان باریک بینان بلند مرتبت کی توجہ سے اپنی غایت کو کمال کی
رفعت شان انھین کی منزل طبیعت مین متوقف ہی اور سخن کی بلندی تربیت انھین کی فطرت
ضمیر مین معاملہ ہیہات ہیہات زبان کیا ہے صرف مسرا ہی اور یہ حرف کسقدر ہیچ و پا در ہوا ہی ابر
فیاض ... کی ہمت بلند ... کی تجویز ہی ورنہ ایسے ابر کرم کو تراوش سے خالی جاننا کیا شکل و تمیز
ہنوز ابر کرم جوش مین ہی اور دریاے عطا خروش مین چشم خرد کو باز کر اور ہوش و تمیز کو جلوہ
طراز کہ رافع رایات بلند خیالی آبیار گلشن رنگین مقالی بلبل چمن زار سخن طرازی طوطی شکرستان
شیرین بیانی زیب و سادہ معنی آرائی فرزند ارجمند حضرت صہبائی صاحب طبع سلیم مولوی عبد الکریم
سوز تخلص سلمہ اللہ تعالی کا سخن سپہر برین کے اوج پر جلوہ فرما ہی اور سطح عرش پر بساط آرا بلندی
معنی اوس سخن طراز بے عدیل کی سلم فکر کے شکر سے سبکدوش اور زبان سخن اوس معنی نواز کی نعمت
تربیت کے سپاس سے خاموش نہین ہو سکتی فصاحت کو اوسکی طبیعت رسا کی مدد سے بلاغت پر ناز
ہی اور بلاغت کو اوسکی فکر تیز پا کی رہبری سے حد کمال سے آگے قدم بڑھانے کا اندازہ ہی باوجودیکہ
اس نادرہ فن کے سخن کا مرتبہ کسقدر بلند ہی لیکن ہمت بلند ہنوز اوس پایہ والا کے حصول اور اوس
منزل عالی کے وصول پر قانع نہوکر ہر ساعت ارتقاے مدارج کی داعی اور اعتلاے مراتب مین ساعی
ہی سچ ہی ع ہمت بہ ہیچ مرتبہ راضی نمی شود ؏ ایزد معنی آفرین اس آبیار گلشن کمال کے نخل
استعداد کو اشجار خلد سے زیادہ بارور کرے اور اس چمن طراز حدیقہ افضال کے نہال فاضلہ کو
طوبے سے زیادہ سایہ گستر کہ گلزمین دہلی اس خرد زمان مین اوسکی جوئبار طبیعت سے گلشن ہی
اور اس شبستان کا چراغ اوسی کے شعلہ فکر سے روشن جب ایسے کملاے اصمعی زبان اور فصحاے
سحبان بیان بساط وجود پر جلوہ گر ہون تو فضاے جہان آباد کو عراق و خراسان پر کسطرح ناز نہو حق
یہ ہی کہ فصاحت اس خطہ لطافت بنیاد مین آسمان سے برستی ہی اور زمین سے اوگتی ہی ایوان یہان کے
ابیات بلند ہین اور خشت و سنگ الفاظ متین طاق اور محراب دوایر خوش ترکیب ہین اور نقش و نگار
مضامین رنگین اس گلشن جنت آئین مین درخت فصاحت کی یہ تازگی اور ریاض بلاغت کی یہ
سیرابی مقام تعجب اور محل شگفت نہین کہ یہ نہال انھین باغبانان گلزار ہنر کا دست نشان ہی
اور یہ ریحان انھین نخلبندان گلشن کمال کی سعی سے شگفتہ و ریان ارباب دانش پر مخفی نہین ہی کہ زبان
اردو کا رواج فصاحت پیشگان پایہ تخت شاہی سے آغاز ہوا تھا اور انھین نونہالان چمن پیرا

کشادہ سخن اور درستی مخارج ہونا وصف صاحب سخن اور صاحب مخارج کا شخص کے قدرت کے
ساتھ متصف کرتے ہین اور کہتے ہین شاعر فصیح شاعر کی فصاحت عبارت ہی لیکن کلام کے
کراوسکے سبب سے الفاظ فصیح کے ساتھ مقصود کے بیان کرنے پر قادر ہوجاوے اور جو کہ کشادگی
اور درستی سخن کا وصف ہی کلمہ و کلام کو بھی فصیح کہتے ہین مثلاً کلمہ فصیح اور کلام فصیح اور
فصیح فصاحت کلمہ یہ ہی کہ اوسکے حرفون کا تلفظ زبان پر گران نہو یا وہ کلمہ ایسا نہو کہ بوجہ
غیر مانوس ہونے کے سبب سے خواہ قیاس اور قوانین متعارفہ کی مخالفت سے معنی مقصود پر
دلالت ظاہر نہ رکھتا ہو امر اول عبارت ہی درستی مخارج سے اور امر ثانی کنایہ ہی کشادگی سخن سے
کسواسطے کہ جو لفظ غیر مانوس اور قیاس و قوانین متعارفہ کے مخالف ہوگا فہم معنی اوس سے دشوار
واقع ہوگی اور کشادگی سخن اسیکا نام ہی اور فصاحت کلام یہ ہی کہ وہ قواعد نحوی سے معرا اور ایسے
امر پر مشتمل کہ اوس سے فہم معنی دشوار ہوجاوے یا ایسے کلمات سے مرکب ہو کہ اونکے اجتماع سے
تلفظ مین گرانی بہم پہونچے گوکہ ہر کلمہ بجاے خود فصاحت رکھتا ہو اور ان امور ثلثہ سے خالی
ہونے کے باوجود اوس سخن کے الفاظ بھی بجاے خود فصیح ہون جب یہ دریافت ہوگا تو اب
سمجھنا چاہیے کہ فصاحت کلمہ مین اون امور ثلثہ کو تنافر حروف اور غرابت اور مخالفت قیاس لغوی
کہتے ہین اور فصاحت کلام مین ان تین چیزون کو ضعف تالیف اور تعقید اور تنافر کلمات کے
ساتھ مسمے کرتے ہین تنافر حروف کی مثال عربی مین مستشزرات اور فارسی مین ششش اور ہندی
مین ٹٹی کسواسطے کہ دو شین اور دو تاے مثقلہ کا اجتماع تلفظ مین گرانی پیدا کرتا ہی اور غرابت
کی مثال عربی مین سیف مسرج یعنی تلوار کہ روشنی اور فروغ مین چراغ کے مانند ہو یا وہ تلوار جو
سریج کے ساتھ نسبت رکھتی ہو اور سریج سین مہملہ مضموم اور راے مہملہ مفتوح اور
یاے تحتانی ساکن اور جیم تازی سے نام ہی ایک آہنگر کا کہ سیف اوسکے ساتھ منسوب
ہوتی ہی اور فارسی مین مدینیدن اور مکیدن اور عمریدن اور ابابکریدن اور دیریدن یعنے مدینہ
اور مکہ اور عمر اور ابابکر کی زیارت کرنی اور کسی کام مین درنگ کرنی اور ہندی مین جیسے
سودا نے ایک قصیدہ مین پھڑکنت اور چٹکنت اور ڈپٹنت اور کھسکنت پھڑکنے اور چٹکنے اور
ڈپٹنے اور کھسکنے سے اشتقاق کیا ہی اور مخالفت قیاس لغوی کی مثال عربی مین اجلل فک
ادغام سے بجاے اجل کے کہ واضع سے ادغام کے ساتھ ثابت ہی اور فارسی اور ہندی مین
اس قسم کے الفاظ نظر سے نہین گذرے مثال ضعف تالیف کی عربی مین اضمار قبل الذکر

لفظًا اور معنًا اور حکمًا اور فارسی مین رم وحشت کسواسطے که معنی وحشت کے رم ہی اور اضافت
کسی چیز کی شکل کی طرف جائز نہین اسی قبیل سے ہی استعمال ایسے الفاظ کا که اہل زبان کا روزمرہ
اوس استعمال پر مساعدت نکرتا ہو جیسے مرزا بیدل کے کلام مین خرام کاشتن اور امیر خسرو
دہلوی کے شعر مین از گرد او چه میرود کیونکه کاشتن کا اطلاق خرام پر مسموع نہین ہی اور
اہل زبان کا محاورہ از کیسه او چه میرود ہی نه از گرد او چه میرود اور ہندی مین سحر ہو جانے
بجاے تڑکا ہو جانے کے اور ناخته پا نزدن پھونکنے کی جگه دست و پا پھولنا اور محاورہ فارسی کا
بعینه ترجمه کرنا مثلاً حقه پینے کے معنی مین حقه کھینچنا اور ستار بجانے کے محل مین ستار مارنا تعقید قسم دوم
ایک یه که لفظون مین تقدیم یا تاخیر یا حذف اس طرح سے واقع ہو که معنی مراد کا سمجھنا صعب اور دشوار
ہو جاوے اسکو تعقید لفظی کہتے ہین جیسے تیغ سے زخمی ہو گیا کی جگه زخمی ہو تیغ سے گیا دوسرے
یه که الفاظ کے معنی لغوی سے مقصود کی طرف ذہن منتقل نہو اور یه بات اکثر لوازم کے بعد
اور قراین دال کے خفا کے سبب سے ہوتی ہی جیسے کسی شخص نے یه مضمون شعر فارسی مین موزون
کیا ہی که ترجمه اوسکا اگر زنبور عسل تیرے چمن حسن مین آ بیٹھے تو کچھ عجب نہین که گل شمع سے گلاب
ٹپکنے لگے اور کسی نے یه مضمون باندھا ہی که جسوقت که باد صبا نے خاکستر پروانه کو چمن مین بلبل
نالان کے روبرو ڈال دیا تو نرگس خنده زن ہوئی اور ابر خجالت سے تر گل شمع سے گلاب حاصل ہونے کا
یه سبب ہی که حسن رخ مین ہی اور رخ کو گل باندھتے ہین پس جب حسن سے زنبور منتفع ہوئی اوسمین
ماده گلاب کا حاصل ہو جائیگا اور اوس سے شہد پیدا ہوگا اور اوس شہد کے موم سے شمع بنے گی
پس گلاب کا ماده زنبور سے شمع تک منتقل ہوتا چلا آویگا اور خنده نرگس اور خجالت ابر کا یه سبب ہی
که نرگس سے شہد حاصل ہوا تھا اور اوس شہد کے موم سے شمع بنی اور پروانه اوسکے عشق مین جلکر
خاکستر ہو گیا اور ابر کے برسنے سے گل پیدا ہوا اور اوسپر بلبل عاشق تھی جو که پروانه کا جلکر خاکستر
ہونا کمال عشق پر دال ہی اور بلبل کا عشق مین زنده رہنا خامی پر پس نرگس اپنے متعلق کے
عاشق کے کمال سے مسرور ہوئی اور ابر اپنے متعلق کے عاشق کی خامی سے شرمنده جب تک یه
مناسبات بیان نه کیے جاوین ان دونون مضمونون کا سمجھ مین آنا دشوار ہی اور تنافر کلمات کی مثال ہی
قرب قبر یه دونون لفظ ہر چند علیحده علیحده فصیح تھے لیکن انکا اجتماع گرانی کا سبب ہو گیا جب
فصاحت کی ماہیت اور اوسکے اقسام پر آگاہی حاصل ہو گئی تو اب معلوم کیا چاہیے که
زبان کے ساتھ فصاحت بھی ہر زمانه مین جدا اعتبار پیدا کرتی جاتی ہی بعضے الفاظ اوائل مین

(زبان)

زبان خواص پر جاری تھے اور اونکا استعمال بالاتفاق سخن سنجان بالغ خرد کے نزدیک مقبول اور
پسندیدہ تھا متاخرین نے یا اونمین فی الجملہ تصرف یا قطعاً ترک کیا اب اگر وہی الفاظ ہماری
زبان پر آوین تو جو لوگ ادراک و تمیز مین پایہ بلند رکھتے ہین اونکو گران اور موجب
تنفر طبیعت سمجھتے ہین اور یہ گرانی خواہ باعتبار واقع کے ہی خواہ اس سبب سے کہ ہمکو
اون الفاظ سے انس باقی نہین رہا اور ظاہر امر ثانی ہی کسواسطے کہ ہم دیکھتے ہین کہ اردو مین بعضے
الفاظ ہندی ایسے مستعمل ہین کہ حالت انفراد مین مکروہ اور ترکیب مین مقبول ہین مثلاً اگر بھلا
کی جگہ اور چنگا تندرست اور مانس آدمی کی جگہ علیحدہ استعمال کرین اور یون کہین کہ وہ
چیز بھلی یا وہ مکان بھلا ہی اور وہ شخص چنگا ہی یا ایک مانس آیا تھا تو کسقدر مکروہ اور ناگوار
معلوم ہوگا اور بھلا آدمی اور بھلا چنگا اور بھلا مانس فصیح اور مستعمل ہی اور بعضے الفاظ فارسی
مفرد مکروہ اور جمع مرغوب ہین مثلاً یون نہین کہتے کہ صد آدمی اور لکھ آدمی آتے تھے بلکہ صدہا
آدمی اور لکھا آدمی آئے تھے یہ صرف اسی سبب سے ہی کہ اسطرح مانوس نہین اور اسطرح
مانوس ہین اسیواسطے کہتے ہین کہ الفاظ مانوس الاستعمال چاہییں اس صورت مین اہل زبان کو
تو یہ چاہیے کہ بناے سخن اون الفاظ پر رکھین کہ عہد حال مین مستعمل ہون اگرچہ قدما نے اور
طرح سے استعمال کیا ہو انکو صرف اپنی جماعت کے روزمرہ کی طرف رجوع کرنا صحت محاورہ کے
واسطے کافی ہی اور مقلد اور متتبع کو اہل زبان کے محاورہ کی تلاش ضرور ہی تاکہ نقد سخن بوتہ امتحان
مین کامل عیار اور میزان قبول مین صاحب اعتبار ہو جاوے اور یہ معلوم رہے کہ متتبع اور
مقلد سے فقط اور ملک کا آدمی مراد نہین ہی بلکہ جب اہل شاہجہان آباد کی زبان اصل و منشا
قرار دی گئی ہی تو ہند کے اطراف کے لوگ اگرچہ اکبرآباد و بنارس حتے کہ کانپور اور لکھنو کے
رہنے والے ہون سب دائرۂ تقلید اور احاطۂ تتبع سے خارج نہین ہو سکتے پس باشندۂ شاہجہان آباد کو
استعمال الفاظ اور اختیار روزمرہ مین صرف اپنے محاورہ پر اعتماد چاہیے نہ اطراف کی زبان
اور نہ قدما کے استعمال پر اور متتبع کو چاہیے کہ نہ اپنی زبان کا پیرو ہو اور نہ قدما کا بلکہ اس خاک پاک کے روزمرہ
کو عیار سخن اور میزان ہنر قرار دیکر اس زبان کی جادۂ تقلید سے انحراف اختیار نکرے جو متتبعان زبان
فارسی کی عادت اسطرح کی دیکھی جاتی ہی کہ محاورہ و استعمال الفاظ مین کلام قدما کی سند کو کافی جانتے ہین
تو جو لوگ مسالک نفس الامر سے ناواقف ہین بعضے مقام مین پہلے شعرا کے اتباع سے روزمرہ کے خلاف
گام زن ہوتے ہین چنانچہ بعضون نے شعر سودا کے دست آویز سے خلش کو مذکر استعمال کیا سودا کا شعر یہ ہی

زبان ہے شکر مین قاصر شکستہ بالی کی	کہ جس نے دل سے مٹایا خلش رہائی کا

اور یہ نہین جانتے کہ ہندی نژادان فارسی خوان کو تحقیق محاورہ حال سے دو امر
مانع ہین ایک یہ کہ بسبب بُعد مسافت کے اوس دیار دور دست مین پہونچکر اہل زبان سے بلا واسطہ
تحقیق نہین کر سکتے اور دوسرا یہ کہ زبان دانان عہد حال کا کلام اون تک بعید دست ہے
پایا تک پہونچ نہین سکتا اقتضاے مقام چاہتا تھا کہ کلمات فصیح اور غیر فصیح بتفصیل لکھے جاوین
تا کہ مقلدین سراپا انصاف مستفید اور متعصبین بے انتساب مستفیض ہون لیکن طناب
سخن مانع ہوا ناچار اسیقدر افادہ پہ اختصار کیا اور چاہا کہ مقصد ثانی کی راہ مین گامزن
ہو لیکن بعضے احباب متقاضی ہوے کہ اگر اس فائدے جلیلہ سے تہیدستان شوق
سرشت محروم رہتے بارے وہی الفاظ اس جگہ لکھے جاوین کہ اپنی اصل سے جدا ہوکر
زبان اردو مین مستعمل اور کچھ کچھ عوام اور بعض خواص کی زبان پر جاری ہین تا کہ ما لا یدرک کلہ
لا یترک کلہ کا مضمون متحقق اور شوقین استفادہ فی الجملہ حصول مرام کا سپاس دار ہو نا گزیر
ہرچند اس قسم کے لفظ غیر متناہی اور حصر و شمار سے افزون ہین لیکن مختصراً چند لفظ مرقوم کیے
جاتے ہین کہ مشتے نمونہ از خروارے مشہور اور زبان خاص و عام پر مذکور ہے اول وہ لفظ جو مستعمل ہے
اور اوسکے بعد اوسکی اصل مرقوم ہوتی ہے آبا الف مفتوح اور باے مشدد مع الالف سے پدر اب لفظ
عربی ہے آفرا ابطال ہمزہ مکسور اور طاے مہملہ ساکن اور راے مہملہ مع الف سے ستایش مین مبالغہ
کرنے کو کہتے ہین اجواین دواے مشہور جو اونچ جیم مکسور سے اَنْخ تھو بائے مخلوط سے آنخ و تنت
بانخ و تھو ضم ہاے ہوز سے آرداوہ آرد و آب یعنی آرد پانی مین خمیر کیا ہوا کہ گھوڑون کو کھلایا
جاوے لیکن اب خصوصیت آرد کی باقی نہین رہی افراط تفریط افراط تفریط آلی بالی آچ کے
بٹلے اور بعضے آلے بالے کی جگہ ٹالے بالے بھی کہتے ہین آما یعنی مادر ام ہے لفظ عربی ہے بانگیر
بانگیر بجاے پارچہ فروش بزاز بجاوہ باے فارسی اور جیم تازی وہ جگہ جسمین خشت پکائی
جاوے پژاوہ پوشش یاے تحتانی سے پوش یعنی دور شو کھار کس ہاے مخلوط اور آخر مین
مہملہ ارابہ کلان بارکش بھینی بھینی متوسط الحال مثلاً آواز بھینی بھینی یا رنگت بھینی بھینی بین
مین پہچانا ادرچھینی نون مشدد سے آلہ سنگ تراشی فانہ تار تلا لام مشدد سے تار طلا
ٹاٹ بافی تار بافی ہے تشنہ بمعنے طعنہ تشنیع ہے نا نا مقابل نانے کے شاید اصل اوسکی تار یانا نون
سے ہو کہ تار کا مبدل ہے جیسے اس مصرعہ مین ع تا خلعت وجود ترا پود و تان کند اور

اسکو مطلب کے نام سے مذکور ہیلا مطلب حد شعر جاننا چاہیے کہ شعر لغت میں جاننے کو کہتے ہیں یعنے دانستن اور اصطلاح میں کلام موزون مقفی کو جو کہ شعر کی تعریف کے تین جز ہیں کلام اور موزون اور مقفی کلام اور وزن اور قافیہ کے معنی کا بیان واجب ہوا تا کہ تعریف کا معنی دلنشین اور خاطر سامع میں جا گزین ہو جاوے اسواسطے لکھا جاتا ہی کہ کلام علم نحو کی اصطلاح میں اون دو کلمہ یا زیادہ کا نام ہی کہ اسناد رکھتے ہوں یعنی ایسی نسبت کہ مخاطب کو بعد سکوت قائل کے فائدہ تامہ حاصل ہو جاوے اور اسکو مرکب مفید بھی کہتے ہیں جیسے زید قایم ہی لیکن تعریف مذکور میں یہ معنی مراد نہیں بلکہ کلام سے مطلقاً الفاظ بامعنی مراد ہیں اسناد پر مشتمل ہوں یا نہوں اسیواسطے بعضے اس تعریف میں بجاے کلام کے الفاظ بامعنی ایراد کرتے ہیں تا مرکب غیر مفید بھی بشرط وزن و قافیہ شعر کی تعریف میں داخل رہے جیسے یہ شعر

وہ شوخ ستم کیش کہ اغواے عدو سے	عاشق کے دم مرگ بھی بالین پہ نہ آیا

اور یہ تاویل اسواسطے ہی کہ اگر معنی اصطلاحی مراد ہو تو چاہیے کہ یہ مرکب تتمہ عبارت کے ساتھ ایک شعر ہو اور حال یہ ہی کہ وہ دو شعر ہونگے نہ ایک شعر اسواسطے کہ عرف میں ہر واحد کو شعر کہتے ہیں اگرچہ احتمال ہی کہ ان دو عبارت موزون سے ایک کو باعتبار مجاز کے شعر کہتے ہوں نہ باعتبار حقیقت کے لیکن مذہب جمہور اول ہی نہ ثانی اور لفظ عام ہی کسی زبان سے ہو اگرچہ وہ صاحب زبان اس کلام موزون کو اور نام سے اشتہار دے مثلاً دوہرہ اور کبت کہ اس اصطلاح کے موافق اطلاق شعر کا ان پر صحیح ہی جیسے کلام یعنی مرکب مفید کا اطلاق عبارت سنسکرت پر بھی درست ہی گو کہ زبان ہندی میں اسکو اشلوک کہیں اور وزن سے اس مقام میں وہ ہیئت مراد ہی کہ حرفوں کی حرکات اور سکنات اور اون حرکات اور سکنات کے عدد و مقدار کی تناسب سے اسطرح پر حاصل ہو کہ نفس کو اوسکے ادراک سے ایک لذت خاص بہم پہونچے اور جیسے الفاظ عام تھے وزن بھی عام ہی یعنے شعر خواہ وہ اوزان رکھتا ہو کہ عرب سے اونہیں شعر کہے ہیں خواہ اور کوئی وزن اگر یہ بات نہوتی تو لازم آتا کہ وہ اشعار کہ بحور مخصوصہ اہل فارس میں موزون ہوں شعر نہوں اور یہ خلاف مشہور ہی یہ قول بھی اسی پر دال ہی کہ دوہرہ اور کبت پر اطلاق شعر صحیح ہی جیسا کہ معلوم ہوا کہ ابو اسحاق زجاج کا قول یعنی جو اوزان عرب پر نہو شعر نہیں ہی قبول کی صلاحیت نہیں رکھتا اور محققین کے نزدیک وزن میں قصد اور تعمد معتبر ہی اور تعمد سے مراد یہ ہی کہ وزن بالذات مقصود ہو اور بلاغت کلام بالعرض نہ یہ کہ بلاغت کلام بالذات مقصود ہو اور وزن بالعرض

جیسے بعضی آیات کلام الٰہی اور احادیث حضرت ختمی پناہی کہ انمین نہ قصد وزن بالذات ہے اور نہ اتفاقی
معنی کلام بلیغ سے وقوع مین آوے اور احداث وزن اونمین بالعرض ہو یا متوسطین کی تحریرات
بحسب عادت کلام کرین اور اتفاقاً وہ کلام موزون واقع ہوجاوے جیسے کہ ہم الکن بابات ولیستان
بیان اور پاشکستگان زدایا سے امکان کا کلام گاہ گاہ غلبہ وزن سے خالی نہو اگرچہ او نکو
اوسکے وزن سے تکلم کے وقت قطعاً آگاہی نہین ہوتی اس معنی پر سکاکی نے بعد تحقیق عروض مفتاح
مین تصریح کی ہے پس یہ دونون قسم حد شعر سے خارج ہین اور قافیہ وہ چند حرف ہین کہ فقط اشعار
کے اخیر مین جیسے قدما کا مذہب ہے یا مصاریع اور اشعار مین سے کسی کے اخیر مین جیسے متاخرین کا
اعتقاد ہے بے استقلال اور واجب التکرار ہوں یعنی اونکی تکرار سے گزیر نہو مثلاً اشعار یا مصاریع
کے اخیر مین اقرار اور کار واقع ہوا تو الف اور راے مہملہ کی تکرار ناگزیر ہے اگرچہ اقرار کے
قاف اور ہمزہ کے مقابل دوسرے لفظ مین کوئی حرف ہو یا نہو اور بے استقلال کی قید سے
اقرار کی راے اول اور کار کا کاف قافیہ کی تعریف سے خارج ہوگیا کسواسطے کہ اگر حروف مکرر کا استقلال
معتبر ہو تو ردیف تعریف قافیہ مین داخل ہوجاوے کہ وہ یا مستقل ہوتی ہے یا مستقل کے حکم مین اگر
کوئی کہے کہ ردیف متحد اللفظ و المعنی ہوتی ہے اور قافیہ مین اختلاف معتبر ہے تو ہم کہتے ہین کہ محققین کے
نزدیک ردیف مین اتحاد معنی ضرور نہین اسواسطے کہ لفظ چنگ مثلاً بعد قافیہ کے بے شک ردیف ہے
اگرچہ دونون جگہ معنی مختلف رکھتا ہو جب یہ بحث معلوم ہوئی تو اب اس تعریف کے قیود کا فائدہ
دریافت کیا چاہیے کہ قید کلام سے ایقاع یعنی تال اور عبارت بے معنی اور موزون کی قید سے
نثر اور قافیہ کی قید سے کلام موزون بے قافیہ شعر کی تعریف سے خارج ہوگئے کسواسطے کہ عبارت
نثر اگرچہ معنی اور قافیہ رکھتی ہو لیکن بحسب اصطلاح اوسکو شعر نہین کہتے اور یہی حال ہے قیود باقی کا
حاصل یہ ہے کہ ان قیود سے جو قید مفقود ہوجاوے اوس عبارت پر شعر کا اطلاق صحیح نہوگا اور قید
مین تعمد و قصد کے اعتبار سے آیات و احادیث اس تعریف سے خارج ہوگئین اور جو کہ ان دونو
کلام معجز نظام مین وزن اولاً و بالذات مقصود نہین ہے و ما علمناہ الشعر وارد ہوا یہ مطلب ہے اوس
عبارت کا کہ جناب مستطاب اوستادی و مولائی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ
وافی مین قلم جواہر رقم سے تحریر فرمائی ہے نزد سر اصحاب ذکر سہ چہار شعر بعضے ارباب تواریخ لکھتے
ہین کہ ایجاد شعر کا حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام سے وقوع مین آیا ہے جسوقت قابیل نے
ہابیل کو قتل کیا حضرت بابرکت نے اوسکے مرثیہ مین چند شعر فرمائے چونکہ وہ اشعار عربی ہین عبارت

اور دیکھنا اونکا ایسا وہ شائستہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اشعار کثرت شہرت سے اس مقام کی تحقیق سے مخفی ہیں اس قول کے موافق صاحب تبریزی کہتا ہے ؎

ہر کہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود | طبع موزون حجت فرزندی آدم بود

اور تذکرہ دولتشاہی میں مرقوم ہے کہ ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب واب العربیۃ القرآن میں اس قصہ کو اس طرح سے بیان کیا ہے کہ حسین ابن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے باپ یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کوفے کی مسجد جامع میں تھے اہل شام میں سے ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا کہ اے امیر المومنین پہلے کس نے شعر کہا ہے آپ نے فرمایا آدم علیہ السلام نے اوسنے پوچھا وہ کون سے شعر تھے فرمایا جب حضرت آدم آسمان سے زمین پر نازل ہوے تو زمین کی خاک اور وسعت اور ہوا کو دیکھا اور قابیل نے ہابیل کو قتل کیا پس شعر کہا اور ان اشعار کو اوسکے آگے نقل کیا تاریخ خمیس کے مصنف نے لکھا ہے کہ ابن اثیر نے کتاب کامل التواریخ میں اور زین القصص وغیرہ کے مصنفوں نے حضرت آدم کے اشعار نقل کیے ہیں لیکن صاحب کشاف نے کہا ہے کہ اسناد ان اشعار کی اوس حضرت نبوت مرتبت کی طرف کذب محض اور افترائے بحت ہے اور امام فخر الدین رازی نے صاحب کشاف کی تصدیق کی اور معالم التنزیل میں ان اشعار کی نقل کے بعد مذکور ہے کہ میمون ابن مہران نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جو شخص کہتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے شعر کہا ہے اوسنے اللہ اور اللہ کے رسول پر بہتان باندھا کسواسطے کہ ہمارے حضرت صلعم اور سب انبیا شعر کی نہی میں داخل ہیں مگر جب کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کیا آدم علیہ السلام نے سریانی میں اوسکا مرثیہ کہا اور شیث نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اسکو یاد رکھ تا کہ ہماری اولاد میں متواتر ہو اور یہ عبارت نقل ہوتی چلی آتی تھی کہ یعرب ابن قحطان کے پاس پہونچی اور وہ زبان سریانی اور عربی دونوں میں کلام کرتا تھا اور عربی میں اول تکلم اوسی نے کیا ہے اور شعر بھی کہتا تھا قاموس میں مرقوم ہے کہ عربی میں پہلے پہل یعرب بن قحطان نے تکلم کیا ہے اوسنے جب مرثیہ کو دیکھا اوس میں تقدیم و تاخیر کرکے وہ شعر موزون کیے اور چند بیتیں اور زیادہ کر دیں یہانتک خمیس کی عبارت کا ترجمہ ہے اس عبارت سے اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرثیہ کہ الفاظ سریانی میں حضرت آدم کی زبان سے سادر ہوا نثر تھا اور یعرب نے اوسکو عربی میں موزون کیا اور یہ معلوم نہ ہوا کہ اشعار کا موجد بھی وہی ہے ابن رشیق نے اپنی کتاب عمدہ میں قاسم ابن سلام بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ شعر عربی اول یعرب بن قحطان نے کہا اور شمس فخری اصفہانی کہ اساتذۂ قدیم اور ثقات

علم عروض سے ہی معیار جمالی مین قاسم بن سلام بغدادی سے صریح تر روایت کرتا ہی کہ بعد طوفان کے زبان عربی یعرب بن قحطان سے منتشر ہوئی جو کہ اوسکو اسجاع اور قوافی کی طرف نہایت التفات تھی فقرات عربی کہنے مین جو جو مصرع موزون ہوجاتے اپنی تیزی فہم سے اونکو معلوم اور موزون اور ناموزون مین تمیز کرتا اور بدیہہ دو شعر عربی کہکر ایک مجلس مین کہ اوسکے قبیلہ کے اکابر اور اعیان جمع تھے پڑھے سب نے کہا کہ ما ہذا الترتیل الذی ما اتانا شعرنا بک قبل یومنا ہذا یعنے کیا ترتیب کلام ہی کہ ہمنے تجھسے ایسا سخن آج سے پہلے نہین سُنا اوسنے جواب دیا و انا ایضاً ما شعرت بہ من نفسے قبل یومی ہذا یعنی مین خود بھی آج سے پہلے اوسپر مطلع نہین ہوا جو کہ اوسکو بے واسطہ تعلیم و تعلم کلام منظور پر شعور ہوا اس کلام کا نام شعر اور قائل کا نام شاعر ہوگیا یہانتک ترجمہ معیار جمالی کا اور جو کہ اکابر قبیلہ اور یعرب کے کلام مین کلام منظوم کے باب مین ما شعرنا اور ما شعرت وارد ہوا شاید اس مناسبت سے اوسکا نام شعر مشہور ہوگیا ہو بہرکیف اس سے یہ دریافت ہوا کہ اشعار عربی کا موجد وہی ہی نہ یہ کہ شعر کا وجود اوس سے پہلے مطلق نہ تھا اور تذکرہ مرات الخیال مین قوم ہی کہ ایک طائفہ کا یہ مذہب ہی کہ یمن مین ایک شخص اشعر ابن سبا نام عربیت مین مہارت تام رکھتا تھا اکثر کلام اوسکی زبان سے موزون صادر ہوتے جو کہ اوسکا نام اشعر تھا اوسکے مقولات کا نام شعر ہوگیا پھر جب اورون نے اوس وضع پر سخن طرازی کی اوسپر شاعر کا اطلاق کیا اوسوقت سے یہ حرف رائج ہوگیا اس سے معلوم ہوا کہ شعر عربی کی ابتدا اشعر سے اور شعر کا نام اوسکے اسم سے مشتق ہی واللہ اعلم بالصواب شمس فخری نے حضرت آدم کے ساتھ اون اشعار کے منسوب ہونے کی وجہ معیار جمالی مین یہ بیان کی ہی کہ اونکی زبان سریانی تھی اگر شعر گوئی کی روایت صحیح ہی تو اونھون نے وہ بیتین زبان سُریانی مین کہی ہونگی اور اہل تواریخ نے عربی مین ترجمہ کر لیا انتہی ظاہرا یہ وجہ کافی نہین کسواسطے کہ ابن عساکر کی روایت سے اصل زبان آدم کی عربی ہی جیسے مقدمہ مین مذکور ہوا اور تواریخ مین منقول ہی کہ شعر فارسی کی ابتدا بہرام گور سے ہی اسکی وجہ یون منقول ہی کہ ایک عورت صاحب جمال دلارام نام کہ نکتہ دان اور بذلہ سنج تھی بہرام کے پاس شکارگاہ مین حاضر تھی بہرام نے اوسکے سامنے شیر کو گرفتار کیا اور غایت تفاخر سے یہ مصرع اوسکی زبان پر گذرا ع منم آن پیل دمان و منم آن شیر یلہ ؂ جو کہ اکثر یون اتفاق ہوتا تھا کہ جو کہ بہرام کہتا دلارام بدیہہ اوسکا جواب دیتی اوسوقت بہرام نے کہا کہ تو اسکا جواب بھی دے سکتی ہی دلارام نے یہ مصرع موزون کیا ع نام بہرام ترا و پدرت بوجبلہ ؂ اشعار فارسی کی اصل یہی

بیت ہی اور سیفی نے لکھا ہی کہ شعر فارسی کی ابتدا ابوحفص حکیم سغدی سے ہی اوسکی بیت اول یہ ہی
آہوے دشتی ست در کوہ چگونہ دودا او چون ندارد یار بے یار چگونہ رودا اور شمس
فخری نے معیار جمالی مین لکھا ہی کہ اکابر عصر نے بہرام کو شعر کے کہنے سے منع کیا کہ جو بناے شعر کذب
پر ہی بادشاہون کو سزاوار نہین کہ حرف دروغ سے زبان کو آلودہ کرین اور اوسکو اس شغل سے
باز رکھا بعد اوسکے شعر فارسی ابوحفص حکیم سغدی نے کہا لیکن خان آرزو نے مثمر مین دبستان
مذاہب سے نقل کیا ہی کہ آبادیون کے زمانہ مین ایک بادشاہ تھا فرہوش نام اوسکے عہد مین
سخن پیوند یعنی شعرا بیقیاس تھے اونمین سے سات شاعر ایسے تھے کہ ہفتہ مین ایک ایک روز
اوسکے سامنے اشعار گذرانتے تھے وہ بادشاہ روز یکشنبہ مین کہ اوسکو خورشید روز کہتے ہین
حمام کرکے ہیکل آفتاب مین گیا اور بعد پرستش کے گھر آیا ایک شاعر شندوس نام ہمراہ تھا جو کہ
بادشاہ یزدانیون کے مذہب کے موافق زندبار یعنی حیوانات غیر موذی کے قتل کرنے سے
مجتنب تھا اوسکے کھانے کے واسطے خشکہ اور ماش مقشر کی دال حاضر کی اوسنے شندوس
سے پوچھا کہ یہ کھانا کسطرح کا ہی شندوس نے دال کے حق مین کہا کہ شاید کفارہ گناہ کیواسطے
برہنہ ہوئی ہی بادشاہ نے خوش ہوکر اوسکے دہن کو جواہر سے پر کردیا اوس بادشاہ کی بی بی
شکر نام بھی حاضر تھی شاعر پر عاشق ہوئی اور شب کے وقت کسی حیلہ سے اوسکے گھر گئی اتفاقاً
بادشاہ بھی آگاہ ہوکر متعاقب وہین پہونچا شاعر نے اول بہت عذر کیا اور بعد اوسکے کہا کہ عورت
کسی سے خوف نہین کرتی عورت سے ڈرنا چاہیے تو فرہوش سے بادشاہ کو چھوڑ کر مجھسے نوکر
کے ساتھ مواصلت کی طلبگار ہی ناچار عورت مایوس ہوکر اپنے گھر چلی آئی صبح کے وقت
شندوس دربار مین حاضر ہوا بادشاہ نے اوس سے کہا کہ اگر سچ نہ کہیگا مارا جاویگا تو نے یہ
کیا کہا تھا کہ عورت کسی سے نہین ڈرتی شندوس نے جواب دیا کہ

زن شاہ ہست در داور گرد	گذر کردونہ دارد بیم از کس

بادشاہ اس بات سے خوش ہوا اور شکر اوسکو عطا کی داور شاپور کے وزن پر شجاعت اور
گرد اکاف فارسی سے فرد اکے وزن پر دریاے محیط کو کہتے ہین ترجمہ دوس کتاب کا تمام ہوا
اس سے معلوم ہوا کہ بہرام سے پہلے بھی شاعر موجود تھے بلکہ اگر آبادیون کی سلطنت کا زمانہ
جیسے کہ مقدمہ مین مذکور ہوا پایۂ اعتبار مین رکھا جاوے آدم ابوالبشر علیہ الصلواۃ والسلام
سے پہلے وجود شعرا کا متحقق ہوتا ہی اعوذ باللہ من ہفوات اللسان واباطیل البیان

سخن گو چو گوہر بہ آرد فروغ		چو نا باور افتد نماید دروغ

تیسرا مطلب

عروض مین جاننا چاہیے کہ عروض ایسا علم ہے کہ اوس سے شعر کا صحیح اور سقیم دریافت ہوتا ہے شمس فخری نے معیار جمالی مین لکھا ہے کہ عروض مشتق ہے عارض سے اور عارض وہ شخص ہے کہ لشکر کو بادشاہ پر عرض کرے جو کہ شعر کے نیک و بد کا عرض شاعر پر اس علم سے ہوتا ہے اسکا نام عروض مقرر کیا ہے اور سیفی نے کتاب عروض مین لکھا ہے کہ عروض مکہ معظمہ کا اسم مبارک ہے جو کہ خلیل ابن احمد اسی خاک پاک مین علم عروض کے ساتھ ملہم ہوا تھا تیمنًا اس علم کا نام عروض رکھا ان دونون کتاب مین نام کی وجہ متعدد مذکور ہین لیکن راقم نے اختصار کی رعایت سے انھین دو قول پر قناعت کی مخفی نرہے کہ شعر کلام موزون ہے جیسے کہ دریافت ہوا اور ہر موزون کو میزان سے ناگزیر ہے کہ اوسکے وسیلہ سے وزن اشعار کا معین ہو جاوے اسواسطے علم عروض کو شعر کے واسطے میزان مقرر کیا ہے اور ماہیت وزن کی اول دریافت ہو چکی ہے وزن کے دریافت کی کیفیت یہ ہے کہ چند الفاظ معین کیے ہین اونکو ارکان شعر کہتے ہین اور اون الفاظ کو لفظ فعل سے مشتق کیا ہے اسواسطے کہ جو فا اور عین اور لام اوزان صرفی میزان ہے اقتضاے مناسبت سے چاہا کہ اوزان عروضی کی میزان بھی اسی لفظ سے اشتقاق کیجاوے کہ اون حروف کا جامع ہو تاکہ تسمیہ میزان کا اون کلمات پر لفظًا اور معنًا راست آجاوے اور اس اشتقاق کی مناسبت سے اون الفاظ کو افاعیل اور تفاعیل بھی کہتے ہین جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب جاننا چاہیے کہ افاعیل باعتبار صورت کے آٹھ ہین اور باعتبار واقع کے دس لیکن اسکی کیفیت کماینبغی جب دریافت ہو گی کہ انکے اجزا پر اطلاع حاصل ہو پوشیدہ نرہے کہ ارکان اور افاعیل کی ترکیب تین جزو مین منحصر ہے ایک دو حرفی اور یہ یا اسطرح سے ہے کہ اول متحرک ہو اور دوسرا ساکن جیسے گر اور بر یا دونون متحرک ہون جیسے الف اور را مہملہ مفتوح سے اس دو حرفی جزو کو سبب کہتے ہین اسواسطے کہ سبب لغت مین رسن ہے اور رسن غالبًا دوتا ہوتی ہے قسم اول کو سبب خفیف کہتے ہین کہ ایک متحرک سے آغاز کر کے دوسرے ساکن پر توقف کرنا تلفظ مین سبک ہے اور دوسری قسم کو سبب ثقیل کہ تلفظ دونون متحرک کا بہ نسبت اول کے گران ہے دوسرا سہ حرفی اور یہ بھی یا اسطرح ہے کہ دو حرف متواتر متحرک اور تیسرا ساکن ہو جیسے بکن یا دو متحرک مین ایک ساکن فاصل ہو جیسے قال فعل یعنی اس جزو کو وتد کہتے ہین اور وتد لغت مین میخ ہے جو کہ میخ بہ نسبت رسن کے زیادہ قوی ہوتی ہے

اور کلمہ سہ حرفی بھی دو حرفی سے قوت مین زیادہ ہی اسواسطے اِس نام سے مسمّے ہوا اول کو
وتد مقرون اور وتد مجموع کہتے ہین کہ دو متحرک باہم اور نزدیک ہین اور دوسرے کو وتد
مفروق کہ ایک ساکن نے دو متحرک مین فرق کردیا ہی تیسرا چہار حرفی یا پنج حرفی کہ تین یا چار
حرف متواتر متحرک اور چوتھا یا پانچوان ساکن ہو جیسے بکنی یا بدلن لام کے کسرہ سے اوسکو
فاصلہ کہتے ہین اور فاصلہ لغت مین ستون ہی یہ معنی کتب عروض سے منقول ہی و الا کتب لغت
سے مستفاد نہین بہر کیف جو کہ ستون میخ سے قوی تر ہی اسواسطے اِس جزو کو فاصلہ کہا اور
شاید فاصلہ اسواسطے کہتے ہین کہ ستون میخ سے دراز ہوتا ہی اور یہ کلمہ بھی سہ حرفی سے درازتر
ہی اور جو کہ یہ جزو دو قسم ہی چار حرفی کو کہ پنج حرفی سے باعتبار ایک حرف کے کم ہی فاصلہ صغری
کہتے ہین اور پنج حرفی کو کہ چہار حرفی سے باعتبار ایک حرف کے زیادہ ہی فاصلہ کبری اور ابراہیم
بن عبد الرحمن عروضی اول کو فاصلہ صاد مہملہ سے کہتا ہی اور دوسرے کو فاصلہ ضاد منقوطہ سے اسواسطے
کہ فضل لغت مین زیادتی ہی اور پنج حرفی باعتبار ایک حرف کے زیادہ ہی اور ابن خباز کہتا ہی کہ بعضے ان دونون قسم کو
فاصلہ ضاد معجمہ سے کہتے ہین کہ دونون وتد سے فضل اور زیادتی رکھتے ہین اول باعتبار ایک اور دوسرا باعتبار دو
حرف کے لیکن امتیاز کے واسطے چہار حرفی کو صغری اور پنج حرفی کو کبری کے ساتھ مقید کرتا ہی پوشیدہ
نرہے کہ بعضے فاصلہ کو جزو علیحدہ شمار نہین کرتے بلکہ کہتے ہین کہ فاصلہ صغری سبب ثقیل
اور سبب خفیف سے مرکب ہی اور فاصلہ کبری سبب ثقیل اور وتد مقرون سے پس اجزاے
ارکان واقع مین دو ہین لیکن ماہران فن اور واقفان سخن پر واضح ہی کہ یہ تسمیہ اصطلاحی
ہی اور اِس سے یہ لازم نہین آتا کہ فاصلہ اون اجزا سے واقع مین مستفاد نہین ہی اہل فن نے
بطریق توسع کے یہ اصطلاح مقرر کی ہی کہ سبب ثقیل کے بعد جب سبب خفیف یا وتد مجموع واقع
ہو تو اوسکو فاصلہ کہین جیسے متفاعلن بحر کامل اور علتن وافر مین اور اگر کوئی سبب وتد مفروق
کے ساتھ مرکب ہو تو اون اجزا کو اونھین کے نام سے مذکور کرین مثلاً فعلات ضم تا سے اور
فاع لاتن اور مستفع لن منفصل جب یہ معلوم ہوچکا تو اب سننا چاہیے کہ ان اجزا کی تخصیص کی
وجہ اسامی مذکورہ سے کیا ہی کس واسطے کہ ایک سے دوسرے کا قوی تر ہونا رسن اور میخ اور ستون
مین منحصر نہین ہی پوشیدہ نرہے کہ شعر کو عرب صحرا نشین کے گھر سے تشبیہ دیکر بیت کہتے ہین
اور اونکا گھر موے اور پلاس کا ہوتا ہی اور اُس گھر کے اجزا یہی ہین رسن و میخ اور ستون ہی
اسواسطے اجزا بیت کو ان اسامی کے ساتھ مسمے کیا اس تمہید کے بعد مبین ہوتا ہی کہ ارکان

ده گانہ یہ ہین فعولن فاعلن مفاعیلن فاعلاتن فاع لاتن مستفعلن مستفع لن مفاعلتن متفاعلن مفعولات
تاے مضموم سے بغیر تنوین خماسی یعنی فعولن اور فاعلن وتد مجموع اور سبب خفیف سے مرکب ہین اور
سباعیات سے مفاعیلن اور فاعلاتن متصل اور مستفعلن متصل ایک وتد مجموع اور دو سبب خفیف سے
اور فاع لاتن اور مستفع لن اور مفعولات وتد مفروق اور دو سبب خفیف سے اسیواسطے فاع اور
تفع کے عین کو سبب سے منفصل لکھتے ہین کہ جز و وتد مفروق کا سبب سے اتصال پاکر وتد مجموع کا موہم
نہو اور متفاعلن اور مفاعلتن وتد مجموع اور فاصلہ صغری سے کہ عبارت ہی مجموع سبب ثقیل اور خفیف
سے اس بحث سے معلوم ہوا کہ فاصلہ کبری یعنی وہ جز کہ سبب ثقیل اور وتد مجموع سے مرکب ہی
اصول سے نہین ہی بلکہ افاعیل مزاحف سے بہم پہونچتا ہی جیسے فعلاتن کہ مستفعلن سے بعد خبن و طی کے
حاصل ہو سو اسواسطے کہ چار حرکت کا متوالی ہونا گرانی لفظ کا موجب ہی اور لفظ ثقیل اصول مین
مقرر کرنا شایستہ نہ تھا البتہ فروع مین اسقدر گرانی متحمل ہی بعد اس بحث کے واضح ہو گیا کہ دونون
فاعلاتن حروف و حرکات کی کمیت مین ایکسے ہین لیکن باعتبار کیفیت کے متفاوت ہین اور اسیطرح
دونون مستفعلن اور ان ارکان مین وتد مفروق کے اختیار کرنیکا سبب یہ ہی کہ لات مفعولات کا انفکاک
بحور کے وقت مضارع اور مجتث اور خفیف مین فاع لاتن کا پہلا جز لا اور مستفعلن کے درمیان واقع ہوتا ہی
چونکہ وہ وتد مفروق ہی تو ان دونون ارکان کو بھی اسی وتد پر مشتمل قرار دیا گیا اس امر کی توضیح یہ ہی کہ
ارباب فن نے ارکان بحور کے واسطے ایسے الفاظ اختیار کیے ہین کہ اونکے اجزا کی تقدیم و تاخیر سے ایک رکن
دوسرے رکن کی صورت حاصل کرتا ہی اور ایک بحر دوسرے بحر کی امر اول کو انفکاک ارکان اور دوسرے
کو انفکاک بحور کہتے ہین اور آسانی تفہیم کے واسطے ہر امر کے لیے دائرے معین کیے ہین کہ طالب کاہل کوشش
اس راہ مین درماندہ اور نابلد اس وادی مین سراسیمہ نہو جاوے مثلاً فعولن کی لن کی تقدیم اور
فعو کی تاخیر سے فاعلن اور فاعلن کے علن کی تقدیم اور فا کی تاخیر سے فعولن صورت پذیر ہی ان دونون
ارکان کو ایک دائرہ سے قرار دیا ہی اور فاعلاتن اور مستفعلن متصل اور مفاعیلن ایک دائرہ اور
متفاعلن اور مفاعلتن ایک دائرہ سے اس قرار پر جب مفعولات کے لات کو مقدم اور مفعو کو موخر
کیا جاوے تو لات مفعو حاصل ہوگا جو کہ لات وتد مفروق ہی فاع لاتن ہین کہ اوسی کے وزن پر ہی فاع
وتد مفروق مقرر کیا گیا اور جب مف کو موخر اور عولات کو مقدم کرین عولات مف حاصل ہوگا اسیواسطے
مستفع لن ہین کہ یہ بھی اوسکے وزن پر ہی تفع کو وتد مفروق ٹھرایا اور دونون کے عین کو لام سے جدا
لکھا تا معلوم رہے کہ یہ دونون ارکان علاوہ علن سے مرکب نہین ہین جو کہ ایک رکن ارکان بحر سریع کے

مفعولات ہی اور مضارع اور مجتث اور خفیف سریع سے منفک ہوتا ہے اسواسطے ان بحور مین ارکان
مفروقی مقرر کیے گئے ہین نہ مجموعی آور قدما مثل صاحب ابن عباد اور زمخشری صاحب قسطاس سوائے
مفعولات کے کسی رکن مین وتد مفروق کے قائل نہین اس صورت مین الفکاک بحور اسطرح ہے کہ بحور
ثلاثہ مین فاعلاتن اور مستفعلن متصل حاصل ہو ورموز مکتوبہ سے ہی اور اوسکی تقریر اس مختصر مین گنجایش
پذیر نہین اس مقدمہ دور و دراز کے بعد سامعان سخن سنج کے گوش گذار کیا جاتا ہی کہ ان ارکان عشرہ اور
افاعیل وہگانہ سے انیس بحر حاصل ہوتے ہین کہ اشعار عرب و عجم کی بنا اون پر موسس اور عدد اوزان
اون مین منحصر ہی وہ بحور یہ ہین متقارب آٹھ بار فعولن متدارک کو اوسکو رکض بھی کہتے ہین آٹھ بار
فاعلن رجز آٹھ بار مستفعلن ہزج آٹھ بار مفاعیلن کامل آٹھ بار متفاعلن رمل آٹھ بار فاعلاتن
وافر آٹھ بار مفاعلتن آور عرب رجز سے وافر تک بنائے اشعار چھ رکن پر رکھتے ہین سریع مستفعلن
مستفعلن مفعولات دو بار مقتضب مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دو بار طویل فعولن مفاعیلن چار
بار مدید فاعلاتن فاعلن چار بار بسیط مستفعلن فاعلن چار بار خفیف فاعلاتن مستفع لن فاعلاتن
دو بار مجتث مستفع لن فاعلاتن چار بار مضارع مفاعیلن فاع لاتن چار بار منسرح مستفعلن مفعولات
چار بار جدید اور اسکو غریب بھی کہتے ہین فاعلاتن فاعلاتن مستفع لن دو بار قریب مفاعیلن مفاعیلن
فاع لاتن دو بار مشاکل فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن عرب بحر مقتضب سے مفعولات دوم اور مجتث سے
مستفعلن دوم اور مضارع سے فاعلاتن دوم اور منسرح سے مفعولات دوم حذف کرکے مسدس استعمال
کرتے ہین معلوم کیا چاہیے کہ ان انیس بحر سے پانچ بحر یعنے طویل اور مدید اور بسیط اور وافر اور کامل
مخصوص عرب ہین کہ فارسیون نے بعد اختلاط اور مزاولت اشعار عرب کی تقلیداً اون اوزان
مین شعر کہے ہین اور تین بحر یعنے جدید اور قریب اور مشاکل فارسی کے ساتھ مخصوص ہین اور گیارہ
مشترک پوشیدہ نرہے کہ خلیل ابن احمد جب اوزان عرب مین تجسس کافی اور تفحص شافی عمل مین
لایا اوزان شعر کے ضبط کیواسطے پندرہ بحر مرکب کین اور جو جو بحر کہ انفکاک مین مشترک تھین اون سبکو
ایک دائرہ مین رکھا چونکہ بحر متقارب کے ساتھ کوئی بحر شریک نہ تھی اوسیکو ایک دائرہ مین رکھکر اوس
دائرہ کا نام مفردہ مقرر کیا ابوالحسن اخفش نے جب اوسمین نظر کی فعولن کے سبب کو وتد سے مقدم
رکھکر بحر متدارک کو حاصل کیا اور متقارب کے ساتھ دائرہ مین رکھ دیا اور شمس فخری نے معیار جمالی
مین لکھا ہی کہ اس بحر کو ماہران علم عروض نے خلیل بن احمد کے دوسو برس کے بعد استخراج کیا
جدید کو ابوزرجمہر اور قریب کو مولانا یوسف عروضی نیشاپوری نے پایا اور مولانا تاج اوزان فارسی

بن خلیل ابن احمد سے پایہ کم نہین کھتا فارسی مین علم عروض اول اوسی نے تصنیف کیا ہی شمس فخری نے لکھا ہی کہ مولانا یوسف نے جب بحر سریع کی ترتیب کو ملاحظہ کیا مفتعلن اول کے وتد مجموع یعنے علن کو مفتعلن ثانی کے وتد مفروق یعنی مفت کے ساتھ پیوند کرکے مفاعیل لام مضموم سے حاصل اور اجزا کی تقدیم و تاخیر سے مفاعیل مفاعیل فاع لات مرتب کیا ہر چند یہ ترتیب بعینہ مالوف طبایع نہتی لیکن چونکہ اوسکا اخرب فی الجملہ مطبوع تھا اوسکو ایک بحر ٹھہراکر بحر سریع کے ہمراہ دائرہ مین رکھدیا یہانتک ترجمہ تھا شمس فخری کے قول کا لیکن جبکہ اس بحر کا استخراج سریع مزاحف سے مقرر کیا جاوے تو ناگزیر یہ کہا جاویگا کہ مفاعیل اور فاع لات کا حصول جو کہ مفاعیل اور فاعلاتن سے اقرب تھا اسکے اجزا دو مفاعیلن اور ایک فاع لاتن مقرر کیے صریح یہ ہی کہ اسکا انفکاک بحر سریع سالم سے وقوع مین آیا تاکہ مفاعیلن اور فاع لاتن بعینہا حاصل ہوجاوین کسواسطے کہ علن مستف مفاعیلن اور لات مفعو فاع لاتن کے وزن پر ہی اور اس جگہ سے معلوم ہوا کہ فاع لاتن اس بحر کا منفصل ہی اور واضح ہو کہ بحور ثلثہ مین مستفع لن اور فاع لاتن منفصل ہی کسواسطے کہ بحر جدید مین مستفع لن سریع کے رکن ثالث کے عولات اور رکن اول کے مس کے پیوند سے حاصل ہوا ہی اور بحر قریب کا حال مرقوم ہوچکا اور مشاکل مین فاع لاتن سریع کے رکن اول یعنے مستفعلن کے مستف کے ساتھ لات کے پیوند سے حاصل ہوا بحور شعر کی ترکیب کا طریق بھی اس جگہ مرقوم کرنا ناظرین کتاب کی بصیرت کے واسطے مستحسنات بل واجبات سے ہی اوسے جو کہ اس امر مین علامہ زمخشری صاحب قسطاس کا بیان دلچسب ہی اوسیکو ندر احباب کرتا ہون معلوم کیا جاہیے کہ ترکیب بحور مین عروضیون نے چار طریقے اختیار کیے ہین اول یہ کہ ایک ہی جزو کی تکرار سے حاصل کیا اور وہ سات بحر ہین متقارب متدارک رجز ہزج کامل رمل وافر دوسرا یہ کہ ایسے اجزا کو باہم مرکب کیا ہی کہ وہ نسق واحد کے اعتبار سے حکم واحد مین ہین مثلاً مستفعلن اور مفعولات کہ اسباب دونون مین مقدم اور وتد موخر ہی اگرچہ ایک کا وتد مجموع اور دوسرے کا مفروق ہی اسطرح کی دو بحر ہین سریع او منسرح تیسرا یہ کہ ایسے خماسی وسباعی کو مرکب کیا کہ اگر سباعی سے زیادتی کو ساقط کرین تو خماسی کے ہموزن باقی رہجاوے یہ امر فعولن اور مفاعیلن اور فاعلن اور مستفعلن اور فاعلاتن مین واقع ہی کسواسطے کہ اگر مفاعیلن اور فاعلاتن کے اخیر اور مستفعلن کے اول سے سبب ساقط ہوجاوے تو ایک سبب اور وتد باقی رہے اور وہ نہین ہی مگر فعولن اور فاعلن لیس تین بحر ہین طویل مدید بسیط چوتھا یہ کہ ایسے سباعیات کو باہم پیوند دیا کہ ایک سبب کے حذف سے خماسی کے وزن پر باقی رہے یہ امر

فاعلاتن اور مستفعلن اور مفاعیلن مین واقع ہی اسواسطے کہ تن اور مس اور تن کے اسقاط سے
فاعلا اور تفعلن اور مفاعی رہتا ہی کہ فاعلن اور فعولن کے وزن پر ہی اس قسم کی تین بحر ہین خفیف
مجتث مضارع یہانتک زمخشری کے قول کا خلاصہ مسطور ہوا اب معلوم کیا چاہیے کہ یہ حال ہی
سولہ بحر کا سوا اون تین بحر کے کہ فارسی کے ساتھ مخصوص ہین یعنے جدید قریب مشاکل ان مین دو
طریق ہین اول یہ کہ وتد درمیان دو سبب کے واقع ہو جیسے بحر جدید مین دوسرا یہ کہ وتد دو سبب سے
مقدم ہو جیسے قریب و مشاکل مین گو کہ اول مین مستفع لن اور ان دونون مین فاع لاتن وتد
مفروق رکھتا ہی اور باقی ارکان وتد مجموع سابق مسطور ہو چکا ہی کہ جو بحور کہ انفکاک مین شریک ہین
اونکو ایک دائرہ سے قرار دیتے ہین اب جاننا چاہیے کہ بحور شانزدہ گانہ کے واسطے پانچ دائرہ مقرر
کیے ہین ایک دائرہ طویل اور مدید اور بسیط کے واسطے اس دائرہ کو مختلفہ کہتے ہین دوسرا دائرہ وافر
اور کامل کے واسطے اس دائرہ کو مؤتلفہ کہتے ہین تیسرا دائرہ ہزج اور رجز اور رمل کے واسطے
اس دائرہ کو مجتلبہ کہتے ہین چوتھا دائرہ سریع اور منسرح اور خفیف اور مضارع اور مقتضب اور مجتث کے واسطے اس
دائرہ کو مشتبہ کہتے ہین پانچوان دائرہ متقارب اور متدارک کے واسطے اس دائرہ کو متفقہ کہتے ہین اور جو کہ جدید
اور قریب اور مشاکل سریع سے حاصل ہوتے ہین انکے واسطے دائرہ جداگانہ ضرور نہوا پس ان تینون کو بھی دائرہ مشتبہ
سے قرار دیا چاہیے ہر مقام مین ازدیاد بصیرت کے واسطے ایک دائرہ کے انفکاک پر اشارہ کیا جاتا ہی تاکہ باقی کو اوسپر قیاس
کرین معلوم کیا چاہیے کہ اگر بحر وافر کے فاصلہ سے شروع اور وتد پر تمام کرین یعنی علتن مفاعلتن مفاعلتن مفا بحر
کامل حاصل ہو جاوے اور اگر بحر کامل کے وتد سے شروع اور فاصلہ پر تمام کرین یعنی علتن
متفاعلن متفاعلن متفا تو فہم سہو پہنچاوے ہوشیار مغز فعلن کو اسیقدر اشارہ کافی ہی والا
نابلدان کو چہ دانش تو گر خضر قائد طریق ہو سر روش کو پردہ ظلمات سے کم تصور نکرینگے پوشیدہ
نرہے کہ اشعار ان بحور نوزدہ گانہ مین موزون کرنا بغیر اسکے کہ کچھ تغیر اونکی صورت کذائی مین
راہ پاوے نازک طبعان لطیف نہاد کو ناگوار اور ندرت طرازان غرائب پسند کو ناخوش معلوم
ہوتا ہی اسواسطے کبھی بعض رکن اور کبھی سب ارکان مین کسیطرح کے تغیر کو راہ دیکر ہر بحر
سے اوزان مختلفہ حاصل کرتے ہین کہ شعر اون تغیرات مین دلکش اور نظم اوس وضع پر دل پسند
ہو جاوے اس جگہ اون تغیرات کی کیفیت سے آگاہ کرنا بھی ناگزیر ہی دریافت کیا چاہیے کہ جو
تغیر کہ ارکان بحور اور تفاعیل اوزان مین واقع ہوتے ہین عروضیون کی اصطلاح مین اونکو زحاف
کہتے ہین زاء معجمہ کے کسرہ سے اور زحاف جمع زحف کی ہی زاء معجمہ کے فتحہ سے کہ اسکے معنی لغوی اصل سے

دور پڑتا ہی اسیواسطے جو تغیر کہ ناشی ہے دور گر پڑے اوسکو بمعنی زاحف کہتے ہین اسمین شک نہین کہ
جس رکن مین کچھ تغیر واقع ہوگا تو وہ اپنی اصل پر نرہیگا گویا اصل سے دور گر پڑا اور عروضیون کی
عادت یہ ہی کہ اس تغیر کو زحاف کہتے ہین لفظ جمع کے ساتھ نہ زحف اگرچہ تغیر مفرد ہو. اور اوسکی جمع
ازاحیف کرتے ہین اور زحف نقصان وزن کو مثلاً اگر کہین کہ اس بیت مین زحاف ہی تو مراد یہ ہی
کہ اسکے تمام ارکان یا بعض مین تغیر ہی اور اگر کہین کہ بیت مین زحف ہی تو یہ مراد ہی کہ اوسکے وزن مین
نقصان ہی اور جس رکن مین زحاف ہوا وسکو رکن مزاحف کہتے ہین اور جسمین نہوا وسکو سالم
اب جاننا چاہیے کہ تغیر تین طرح ہی زیادت حرف یا نقصان حرف یا نقصان حرکت اور اوزان عجم
مین کمی پانچ حرف تک ممکن ہی جیسے مفاعیلن سے لن باقی رہکر فع سے بدل جاوے اسکی تفصیل
بیان زحافات مین معلوم ہوجاویگی اب زحافون کی تفصیل و تفسیر مین سرگرم ہوتا ہون ازاحیف
ارکان چھیالیس ہین تینتیس ۳۳ مصطلح عرب اور تیرہ مصطلح عجم جو کہ مصطلح عرب ہین یہ ہین قبض قصر حذف
خبن کف شکل خرم خرب شتر قطع تشعیث طی وقف کشف صلم اسباغ اذاله خبل ثلم ثرم عصب
عضب عقل نقص قطف جمم قصم عقص اضمار کبل وقص خزل ترفیل ان الفاظ کے معنی لغوی و اصطلاحی
بیان کیے جاتے ہین قبض اسکا ترجمہ فارسی گرفتن اور اصطلاح مین ساقط کرنا سبب خفیف کے دوسرے
حرف کا جو رکن کا پانچوان حرف واقع ہوا ہو جیسے فعولن سے نون اور مفاعیلن سے یاے تحتانی
اول سے فعول بضم لام سے باقی رہیگا اور دوسرے سے مفاعلن اور اس رکن کو مقبوض کہتے ہین
قصر لغت مین کوتاہ کرنے کو کہتے ہین اور اصطلاح مین اوس سبب خفیف سے کہ آخر رکن مین واقع
ہو ساکن کے اسقاط اور اوسکے ماقبل کے ساکن کرنے کو کہتے ہین جیسے فعولن سے فعول اور مفاعیلن
سے مفاعیل اور فاعلاتن سے فاعلات لام اور تا سے ساکن کے ساتھ رہا اور جو کہ قاعدہ مقرری ہی
کہ اگر بعد تغیر کے لفظ غیر مستعمل باقی رہے تو اوسکو بجای اوسکے ایسے لفظ سے بدل لیتے ہین کہ لفظ مستعمل اور
اوسکے وزن پر ہو پس مفاعیل کو فعولان اور فاعلات کو فاعلان سے بدل دیا اور بعضے
مفاعیل اور فاعلات بھی استعمال کرتے ہین اس رکن کو مقصور کہتے ہین حذف ترجمہ اسکا
برید لنا اور اصطلاح مین آخیر رکن سے سبب خفیف کے ساقط کرنے کو کہتے ہین پس فعولن
سے فعو اور مفاعیلن سے مفاعی اور فاعلاتن سے فاعلا باقی رہا اور موافق قاعدہ کے فعل
اور فعولن اور فاعلن سے مبدل ہوا ان ارکان کو محذوف کہتے ہین خبن خاے معجمہ سے کپڑے
کے کوتاہ کرنے کیلئے موڑنا اور اصطلاح مین اوس سبب خفیف کا ساکن گرانا کہ رکن کا حرف دوم ہو

جیسے فاعلاتن سے فعلاتن اور مستفعلن سے متفعلن باقی رہا اور مفاعلن سے بدل گیا ان ارکان کو
مخبون کہتے ہین کف باز رکھنا اور اوس ساکن مفتم کو گرانا کہ سبب خفیف کا دوسرا حرف ہو پس فاعلاتن
سے فاعلات ضمہ تاے فوقانی سے باقی رہیگا اس رکن کو مکفوف کہتے ہین شکل گھوڑے کے ہاتھ اور
پانون کو شکال سے باندھنا اور رکن مین خبن اور کف کا اجتماع پس فاعلاتن سے فعلات ضمہ تا
سے باقی رہیگا اور اوسکو مشکول کہتے ہین جدع لغت مین ناک کا کاٹنا اور رکن کے ابتدا سے وتد مجموع
کے پہلے حرف کو ساقط کرنا لیکن یہ مفاعیلن کے ساتھ مختص ہے اور فعولن مین ثرم ہے مثلثہ الخ
مفاعلتن مین عضب ضاد معجمہ کے ساتھ کہتے ہین جیسے کہ بعد اسکے بیان ہوگا مفاعیلن سے فاعیلن باقی رہکر
مفعولن سے بدل جائیگا اور اس رکن کو اخرم کہتے ہین خرب خاے معجمہ کے ساتھ ویران کرنا اور
کان کا چیرنا اور اصلاح مین خرم اور کف کا جمع کرنا پس مفاعیلن سے فاعیل لام سے باقی رہکر
مفعول سے مبدل ہو جائیگا اور اس رکن کو اخرب کہتے ہین شتر عیب کرنا اور خرم اور
قبض کا اجتماع پس مفاعیلن سے فاعلن باقی رہتا ہے اس رکن کو اشتر کہتے ہین قطع کاٹنا
اور اخیر رکن مین وتد مجموع کے ساکن کو ساقط کرکے ماقبل کا ساکن کرنا پس مستفعلن سے مستفعل لام
ساکن کے ساتھ باقی رہکر مفعولن سے بدل جائیگا لیکن فاعلاتن مین یہ زحاف بعد حذف کے واقع
ہوتا ہے کیونکہ بعد اسقاط تن کے وتد اخیر رکن شمار کیا جاویگا پس فاعل باقی رہکر فعلن سے کہ عین ساکن
کے ساتھ ہے بدل جائیگا مگر یہ اصطلاح فارسی کی ہے اور یہ زحاف وتد مین ایسا ہے کہ قصر سبب
مین اس رکن کو مقطوع کہتے ہین تشعیث لغت مین آشفتہ اور ژولیدہ ہونا اور اصطلاح مین رکن
فاعلاتن کے وتد سے ایک متحرک کا ساقط کرنا یا وتد کے ساکن کو ساقط کرکے متحرک کو ساکن کرنا
یا خبن کے ساتھ الف کو ساقط کرکے عین کو ساکن کرنا پہلی صورت مین یا فاعاتن باقی رہیگا
اسواسطے کہ لام حرف اخیر سے مشابہ ہے اور اخیر محل حوادث ہوتا ہے یہ مذہب ہے خلیل ابن احمد عروضی
رحمۃ اللہ علیہ کا فالاتن باقی رہیگا اس جگہ اسقاط عین خرم کی مشابہت سے ہے اور یہ مذہب ہے
اخفش کا اور دوسری صورت مین فاعلتن لام ساکن کے ساتھ قطع کی مشابہت سے اور یہ مذہب
قطرب کا ہے اور تیسری صورت مین فعلاتن عین ساکن سے اضمار کی مشابہت سے یہ مذہب زجاج
کا ہے اس مذہب کو بہ نسبت اور مذاہب کے قوت زیادہ ہے کسواسطے جو وتد کہ رکن کے بیچ
مین واقع ہو اوس سے کچھ گرانا عروضیون کی عادت کے خلاف ہے اور خرم کی تشبیہ کا اعتبار
کرنا بے وجہ ہے کسواسطے کہ خرم اوس وتد مین آتا ہے کہ رکن کے اول مین ہو اور قطع اوس وتد مین

جو رکن کے اخیر مین ہوا ور فاصلہ کے متحرک اول کا ساکن کرنا بحر کامل مین معہود ہی جسکو اضمار
کہتے ہین آور اسکا بیان آویگا جب تک تغیر معہود ممکن ہو غیر معہود مین ارتکاب کرنا معقول نہین
بہرکیف اوسکی جگہ مفعولن رکھینگے حاصل تشعیث کا یہ ہی کہ فاعلاتن سے مفعولن ہم پہنچے کیطرح سے
ہوا اس رکن کو مشعث کہتے ہین طی لغت مین لپیٹنا یعنی لور دینا اور اصطلاح مین اسقاط سبب
خفیف کے اوس ساکن کا کہ رکن مین حرف چہارم واقع ہو پس مستفعلن سے مستعلن اور مفعولات سے
مفعلات باقی رہکر مفتعلن اور فاعلات سے بدل جاویگا اسکو مطوی کہتے ہین وقف بازر استادن اور
اصطلاح مین تاے مفعولات کا اسکان اسکو موقوف کہتے ہین کشف آہین و اخت ہین شین معجمہ
سے برہنہ کرنا اور سین مہملہ سے پاشنہ کے پٹھے کا کاٹنا لیکن علامہ زمخشری صاحب قسطاس کے
نزدیک شین معجمہ سے تصحیف ہی بہرکیف تاے مفعولات کے اسقاط کو کہتے ہین یہ رکن مفعولن کے ساتھ بدل
جاتا ہی اور مکشوف کے ساتھ مسمے ہوتا ہی صلم جڑ سے کان کاٹنا اور معنی اصطلاحی مین اختلاف
ہی صاحب قسطاس اور صاحب اسمعیل عباد اور صاحب شرح عروض اندلسی وغیرہم کہ عروضی
عرب ہین اخیر رکن سے وتد مفروق کے اسقاط کو کہتے ہین اس صورت مین یہ زحاف مفعولات کے
ساتھ مختص ہوا اور بعضے عروضیان فارسی مثل مولانا یوسف عروضی اور شمس الدین قیس فاعلاتن
مین حذف اور قطع کے جمع کرنے کو کہتے ہین پس فاعل لام ساکن کے ساتھ باقی رہا بہرصورت
فعلن سے بدل جائیگا شمس فخری نے عروضیان فارس کا مذہب نقل کرکے اعتراض کیا ہی کہ
ہم تشعیث مین کہہ چکے ہین کہ جو وتد رکن کے بیچ مین ہو اوسمین تصرف جائز نہین پس یہ قول
مناسب نہوا مولف تذکرہ کہتا ہی کہ یہ اعتراض مہمل ہی کسواسطے کہ حذف کے بعد وتد نے اخیر
رکن کا حکم پیدا کیا اور منع جب ہی کہ وتد کا درمیان ہونا بالفعل متحقق ہو جیسے تشعیث مین
لیکن سواے مولانا یوسف اور شمس قیس کے اور عروضی اس اجتماع کو قطع کے نام سے
مخصوص کرتے ہین جیسے کہ سابق مرقوم ہو چکا بہرکیف جس رکن مین صلم واقع ہو اوسکو
اصلم کہتے ہین اسباغ اور تسبیغ لغت مین دراز کرنا اور اصطلاح مین ایک حرف ساکن کا
زیادہ کرنا اوس سبب خفیف پر کہ اخیر رکن ہو پس فاعلاتن اور مفاعیلن سے فاعلاتان اور
مفاعیلان حاصل ہوتا ہی اور فاعلاتان کو کہ غیر مستعمل ہی فاعلیان سے بدل دیتے ہین
اس رکن کو مسبغ تفعیل سے اور مسبغ افعال سے کہتے ہین اور بعضے اس زحاف کو اشباع
شین معجمہ اور عین مہملہ کے ساتھ کہتے ہین گویا ایک حرف کی زیادتی سے رکن سیر ہو گیا

پس اس رکن کو مشبع شین معجمہ سے کہینگے اذالہ ذال معجمہ کے ساتھ دامن کا لٹکانا اور اصطلاح
مین اوس وتد مین ایک حرف کے زیادہ کرنے کو کہتے ہین کہ اخیر رکن ہو جیسے مستفعلان اور
متفاعلان اس رکن کو مذال کہتے ہین ثلم ثاے مثلثہ کے ساتھ کسی چیز مین رخنہ پڑنا اور فعولن
کی فا کا گرانا تاکہ عولن باقی رہکر فعلن کے ساتھ بدل جاوے اور اس رکن کو اثلم کہتے ہین
ثرم ثاے مثلثہ اور راے مہملہ کے ساتھ آگے کے دانتون کا ٹوٹنا اور اصطلاح مین ثلم اور قبض
کا اجتماع تاکہ فعولن سے عول ضم لام کے ساتھ باقی رہے اور فعل سے بدل جاوے اس رکن
کو اثرم کہتے ہین یہ دونون زحاف یعنے ثلم اور ثرم حقیقت مین خرم اور ضرب ہین لیکن فعولن
مین اس نام کے ساتھ مسمے ہوتے ہین جیسے خرم کی بحث مین مبین ہوچکا خبل خاے
معجمہ اور باے موحدہ کے ساتھ لغت مین عقل کی تباہی اور اصطلاح مین خبن اور طی کا اجتماع
پس مستفعلن سے متعلن تا اور عین متحرک کے ساتھ فاے اصغری باقی رہکر فعلتن سے بدل جاویگا
اس رکن کو مخبول کہتے ہین عضب عین مہملہ اور ضاد معجمہ کے ساتھ بز کی شاخ کا ٹوٹنا اور مفاعلتن
سے حرف اول کا اسقاط پس فاعلتن باقی رہکر مفتعلن کے ساتھ بدل جاویگا اس رکن کو
اعضب کہتے ہین عصب عین اور صاد مہملتین کے ساتھ ستور کا بار کیا میان ہونا گرسنگی
سے اور مفاعلتن کے لام کا ساکن ہونا پس مفاعیلن کے ساتھ بدل جاویگا اسکو معصوب
کہتے ہین عقل شتر کا زانو رسی سے باندھنا اور لام مفاعلتن کا اسقاط کہ مفاعتن باقی رہکر
مفاعلن سے بدل جاوے اسکو معقول کہتے ہین نقص کم کرنا اور کف اور عصب کا اجتماع پس
مفاعلتن سے مفاعلت تاے مضموم کے ساتھ باقی رہکر مفاعیل سے بدل جاویگا اسکو منقوص
کہتے ہین قطف قاف اور طاے مہملہ کے ساتھ درخت سے میوہ توڑنا اور حذف اور عصب
کا اجتماع پس مفاعلتن سے مفاعل لام ساکن سے باقی رہکر فعولن سے بدل جاویگا اس رکن
کو مقطوف کہتے ہین قصم قاف اور صاد مہملہ سے آگے کے دانتون کا ٹوٹنا اور عصب اور عضب
کا جمع ہونا اس زحاف سے مفاعلتن فاعلتن لام ساکن سے ہوجاتا ہے اور اسکی جگہ مفعولن
رکھتے ہین اور اسکو اقصم کہتے ہین جمم گوسپند کا بے شاخ ہونا اور عضب اور عقل کا اجتماع اس
صورت مین مفاعلتن سے فاعتن رہکر فاعلن سے بدل جاویگا اسکو اجم کہتے ہین عقص عین
مہملہ اور قاف اور صاد بے نقطہ سے شاخ گوسپند کا پیچیدہ ہونا اور عضب اور نقص کا اجتماع
پس مفاعلتن سے فاعلت لام ساکن اور تاے مضموم سے باقی رہکر مفعول سے بدل جاویگا

اسکو عقص کہتے ہین اضمار سنور کی کمر کا باریک ہونا اور تاے متفاعلن کا اسکان پس وہ رکن
مستفعلن سے بدل جاویگا اور اسکو مضمر کہتے ہین وقص قاف اور صاد مہملہ سے گردن کا توڑنا
اور اضمار اور خبن کا اجتماع پس متفاعلن کی تاے فوقانی اضمار سے ساکن اور خبن سے ساقط
ہوکر مفاعلن حاصل ہوگا اس رکن کو موقوص کہتے ہین کبل باے موحدہ سے بندکرنا اور خبن
اور قطع کا اجتماع پس مستفعلن فعولن ہوجاویگا اسکو مکبول کہتے ہین جزل جیم اور زاے تازی
سے کاٹنا اور طی اور اضمار کا اجتماع اس زحاف سے متفاعلن متفعلن رہکر مفتعلن سے بدل
جاتا ہی اسکو مجزول کہتے ہین ترفیل دامن دراز کرنا اور سبب خفیف لیے وتد مجموع پر زیادہ
کرنا کہ آخر رکن ہو تاکہ مستفعلن اور متفا مستفعلاتن اور متفاعلاتن ہوجاوے اسکو مرفل کہتے ہین یہانتک
بیان تھا اون ازاحیف کا کہ مصطلح اہل عرب ہین اب بیان اون زحافون کا کیا جاتا ہی کہ اہل
فارس کی مصطلح ہین جدع جیم تازی اور دال اور عین مہملتین سے مفعولات کے دونون سبب
خفیف کو ساقط کرکے تاے فوقانی کا ساکن کرنا اسکی جگہہ فاع رکھینگے اور اس رکن کو مجدوع
کہتے ہین ہتم حذف اور قصر کا اجتماع پس مفاعیلن سے مفاع باقی رہکر فعول سے مبدل ہوجائیگا
اسکو اہتم کہتے ہین جحف اول جیم تازی اور دوم حاے مہملہ فاعلاتن ہین سے اول خبن کے
ساتھ الف کو گرانا تاکہ فعلاتن باقی رہے پھر فاصلہ کا بھی ساقط کرنا پس تن باقی رہکر فع سے
بدل جائیگا اسکو مجحوف کہتے ہین تخنیق خاے معجمہ کے ساتھ بعینہ خرم ہی مگر یہ کہ خرم جب کہتے ہین
کہ بیت کے رکن اول ہین واقع ہو اور تخنیق جب کہ سواے رکن اول کے اور کسی رکن مین
ہو پس مفعولن صدر مین اخرم اور حشو مین مثلاً مخنق کے نام کے ساتھ مسمے ہوتا ہی سلخ فاع لاتن
مفروقی سے دونون سبب کو ساقط کرکے وتد مفروق کے عین کا ساکن کرنا اسکو مسلوخ کہتے
ہین طمس فاع لاتن مفروقی سے دونون سبب کو ساقط کرکے جو باقی رہے یعنی فاع اوسکے
عین کا گرانا پس فاع کو فع سے بدل دینگے اسکو مطموس کہتے ہین جو عروضی کہ فاع لاتن مفروقی
کے وجود کے قایل نہین ہین اونکے نزدیک اس زحاف کا بھی وجود نہین ہی جب مفاعیلن سے
دونون سبب کا ساقط کرنا پس مفاعل سے بدل جاویگا اس رکن کو مجبوب کہتے ہین زلل
خرم اور ہتم کا اجتماع پس مفاعیلن سے میم بسبب خرم کے ساقط ہوئی اور بسبب ہتم کے کہ حذف
اور قصر کے جمع ہونے کو کہتے ہین دوسرا سبب خفیف تمام اور سبب خفیف اول سے یاے
تحتانی ساقط اور عین ساکن ہوکر فاع باقی رہا اسکو ازل کہتے ہین ہجدع جدع اور کشف کا اجتماع

پس مفعولات سے لا باقی رہکر فع سے بدل جائیگا اسکو منحور کہتے ہین رفع اوس رکن سے
کہ دو سبب خفیف اوسکے اول ہون ایک سبب کا ساقط کرنا پس مستفعلن سے تفعلن
باقی رہکر فاعلن سے بدل جاوے اوسکو مرفوع کہتے ہین ربع فاعلاتن ہین حذف اور قطع
سے فاعل حاصل کرکے خبن کے ساتھ الف کا گرانا پس فعل باقی رہیگا اسکو مربوع کہتے ہین
بتر جب اور خرم کا اجتماع پس فاعلین سے عیلن بسبب جب کہ اور میم بسبب خرم کے ساقط ہوکر
فا باقی رہیگا اور فع سے بدل جاویگا اسکو ابتر کہتے ہین صاحب قسطاس فاعلاتن ہین حذف
اور قطع کے اجتماع کو بتر کہتا ہی اس صورت ہین فاعل باقی رہکر فعلن سے بدل جاویگا حذف
ساقط کرنا وتد کا پس مستفعلن سے مستف باقی رہکر فعلن سے بدل جاویگا جب ازاحیف
عرب وعجم کا بیان ہوچکا تو اب سننا چاہیے کہ ارکان مزاحف کا اسم اوس زحاف سے یا فعل
کے وزن پر مشتق ہوتا ہی یا اسم مفعول کے وزن پر مجرد ہو یا مزید فیہ اول جیسے ابتر اور
اہتم اور ازل وغیرہا اور دوم جیسے مقصور اور مقطوع اور مشعث اور مسبغ مشدد یا مسبغ
بدون تشدید اور مذال اور بعد اسکے اون چند چیزون کا بیان کیا جاتا ہی کہ اونکے لفظ سے آگاہ
ہونا واجبات اور اون پر مطلع ہونا مغتنمات سے ہی پوشیدہ نرہے کہ بیت کے مصرع اول
کے رکن اول کو صدر اور ابتدا کہتے ہین اور اسکے رکن اخیر کو عروض اور دوسرے
مصرع کے رکن اول کو مطلع کہتے ہین اور اسکے رکن اخیر کو ضرب اور عجز اور بعضے اسی مصرع
کے رکن اول کو ابتدا کہتے ہین نہ مصرع اول کے اور اگر صدر اور عروض یا مطلع اور ضرب کے
بیچ ہین کوئی رکن ہو اوسکو حشو کہتے ہین سالم وہ بیت ہی کہ اوسکے ارکان ہین زحاف واقع
نہوا ہو صحیح اوس بیت کو کہتے ہین کہ اوسکے عروض وضرب ہین نقصان نہو منتقص وہ بیت ہی
کہ اوسکے ارکان ہین زحاف نے راہ پائی ہو تام وہ بیت ہی کہ اوسکے صدر ہین زحاف نہو
اگرچہ عروض اور ضرب ہین نقصان ہوا ہو وافی وہ بیت ہی کہ تجزیہ سے سالم ہو گو کہ اوسمین
تجزیہ جائز ہو معتدل وہ بیت ہی کہ عروض اور ضرب ایکطرح کے ہون کہ حروف اور
حرکات ہین کچھ تفاوت نہو موفور وہ بیت ہی کہ اوسکے اول ہین وتد ہو اور وہ وتد خرم سے
سالم رہے پس موفور اخرم کا ضد ہی متراوہ بیت ہی کہ اوسکے عروض اور ضرب ہین بطریق
اشباع اور اذالہ اور ترفیل کے کچھ زیادہ نکرین مجزو وہ بیت ہی کہ اصل دائرہ سے دونون
مصرعون کے اخیر سے ایک ایک جزو کم کرین مشطور وہ بیت ہی کہ اصل دائرہ سے نصف کم کرین

مثلاً مثمن کو مربع کرین منہوک وہ بیت ہی کہ اصل دایرہ سے دو ثلث کم کرین جیسے منسرح سے
مستفعلن مفعولات مستفعلن دوبار ہی چار رکن کم کرکے بیت کی بنا دو رکن مستفعلن مفعولات
پر رکھین مثلاً من بشتری البادنجان عربی ہین اور کہ میخرد بادنجان فارسی ہین ایک بیت کا
اول مستفعلن مفعولان اور دوسرے مفاعلن مفعولان کے وزن پر بعد ان مراتب کے لازم ہی کہ
اوزان رباعی کا حال مجملاً مرقوم ہو معلوم کیا چاہیے کہ رباعی کے اوزان ہزج مثمن سے ماخوذ ہین
اور وہ اوزان دس رکن سے ترکیب پاتے ہین ایک اونمین سے سالم ہی یعنے مفاعیلن اور
نو مزاحف اور وہ یہ ہین مفعولن اخرم مفعول اخرب مفاعیل مکفوف مفاعلن مقبوض فاعلن
اشتر فعول سکون لام سے اہتم فعل مجبوب فاع ازل فع ابتر ان ارکان دہگانہ سے چوبیس
وزن حاصل ہوتے ہین بارہ ایسے کہ اونکے اول مفعولن اخرم اور بارہ ایسے کہ اونکے اول مفعول
اخرب ہی اور ان اوزان کا رکن اخیر ان چار رکنون مین سے ایک ہوتا ہی فعول فعل فاع فع اگر
رباعی ان اوزان پر نہو اوسکو اصطلاح مین رباعی نکہینگے اور جائز ہی کہ ہر مصرع رباعی کا اوزان
مختلفہ رکھتا ہو یا سب ایک وزن پر ہون اور عادت عروضیون کی یہ ہی کہ ان اوزان کے واسطے دو شجرہ معین
کرتے ہین ایک شجرہ اون بارہ وزن کے واسطے جنکے اول مفعولن اخرم ہی اوسکو شجرہ اخرم کہتے ہین
اور دوسرا شجرہ اون بارہ وزن کے واسطے جنکے اول مفعول اخرب ہی اسکو شجرہ اخرب کہتے ہین
راقم اون دونون شجرہ کو مرقوم اور مثالین ہر وزن کی بنا بر اختصار کے حذف کرتا ہی

شجرۂ اخرم	شجرۂ اخرب
مفعولن مفعول مفاعیل فعول فاعلن مفاعیلن فاع مفاعیل فعول فعلن	مفعول مفاعیلن مفعول فعول مفاعیلن مفاعیل فعول فعلن مفاعیلن فاع مفاعیل فعول فعل

معلوم ہو کہ تقطیع شعر کا طریق ازبسکہ مشہور اور موزون طبع کو طریقہ اوسکا معلوم ہی اسواسطے

اسجگہ طول کلام سے حذر کیا اور اوسکی تحریر کو طول لاطائل سمجھا چوتھا مطلب قافیہ اور اسمین بھی کمال اختصار پر نظر ہر کہ طول عبارت سے طبیعت سامع ملول اور خاطر نازک رنجیدہ ہو اس مین ایک مقدمہ اور کئی فصل ہین مقدمہ تعریف قافیہ مین طالبان کمال پر مخفی نرہے کہ قافیہ ایسے حروف و حرکات کا نام ہر جو اواخر ابیات یا اواخر مصاریع مین واجب التکرار یا مستحسن التکرار ہون اور قید اخیر کا فائدہ یہ ہر کہ شعراے فارس تاسیس اور دخیل کو مثلاً مستحسنات بدیعی کے قبیل سے جانتے ہین نہ یہ کہ قافیہ کے متحقق ہونے مین ان سے چارہ نہین ہر چند اس صورت مین ذکر ان حروف کا تعریف قافیہ مین ضرور نہ تھا لیکن جو کہ شعراے عرب کے نزدیک ماہیت قافیہ کی جزو مین عروضیان فارسی نے انکی تقلید سے انکو بھی اجزاے قافیہ کے ساتھ محسوب کر لیا ہر پس ان حروف کو حروف قافیہ شمار کرنا باعتبار مجاز کے ہر

فصل حروف قافیہ

جاننا چاہیے کہ قافیہ کے نو حروف مشہور ہین روی تاسیس دخیل ردف قید وصل خروج مزید نائرہ روی حرف اخیر اصلی قافیہ جیسے کار و بار کی رے اور تغافل اور تجاہل کا لام اور کم اور دم کی میم لیکن گاہے حروف زائدہ کو تبکلف روی قرار دیکر حرف اصلی کے ساتھ مشابہ کر دیتے ہین جیسے دین اور زرین کہ نون غنہ حرف زاید ہر کہ باے نسبت کو لاحق ہو گیا ہر اور عالم یعنے ماسوے اللہ اور حالم اسی حال من تاسیس وہ الف ہر کہ روی سے پہلے اور روی اور اسمین ایک حرف متحرک واسطہ ہو جیسے جاہل اور کاہل کا الف اور ہاے ہوز کا نام دخیل ہر اور دخیل کا اختلاف درست ہر کس واسطے کہ جاہل کا قافیہ عادل کے ساتھ روا ہر یہ ضرور نہین کہ ہر قافیہ مین وہی حرف بعینہ مکرر ہو اور یہ دونون واجب التکرار نہین اسیواسطے عادل کا قافیہ دال کے ساتھ بھی درست ہر ردف الف ساکن ماقبل مفتوح اور واو ساکن ماقبل مضموم اور یاے ساکن ماقبل مکسور کہ حرف روی سے پہلے بلا واسطہ واقع یا حرف ساکن واسطہ ہو اول جیسے کار اور بار اور دور اور شور اور دیر اور زیر اور دوم جیسے کاست اور ماست اور دوست اور پوست اور زیست اور چیست لیکن جاننا چاہیے کہ جب ردف اور روی مین حرف ساکن واسطہ نہو تو الف اور واو اور یا کو مطلقاً ردف کہتے ہین اور جب حرف ساکن واسطہ ہو تو اون تینون حرف کو ردف اصلی اور اس ساکن کو ردف زائد کہتے ہین اور ردف زائد چھ حرف ہوتے ہین جیسے اس بیت مین مذکور ہین ؎

ردف زائد شش بود ای ذو فنون | خاے و راے و سین و شین و فا و نون

مثلاً تاخت اور باخت توخت اور سوخت ریخت اور بیخت تینون حرف کے ساتھ گذرا اور آخر حرف
الف کے ساتھ کاست اور راست اور دوست اور پوست اور چیست اور زیست تینون حرف
کے ساتھ کاشت اور داشت فقط الف کے ساتھ اور یافت اور تافت اور کوفت اور رفت
ماضی رفتن کی کہ رفتن اوسکا مخفف ہی اور شگفت اور فریفت تینون حرف کے ساتھ اور
ماند اور افشاند فارسی مین سواے الف کے اور حرف کے ساتھ دیکھا نہین گیا لیکن الفاظ
ہندی مین واو اور یا کے ساتھ بھی پایا جاتا ہی جیسے بوند بمعنی قطرہ اور توند بمعنے شکم بزرگ
اور نیند بمعنے خواب اور گیند بمعنے گوے نہایت یہ ہی کہ واو اور یا کہ ایک مین معروف اور
دوسرے مین مجہول ہی اور ردف اصلی دو قسم ہی معروف اور مجہول معروف وہ واو اور یاے
تحتانی ہی کہ اوسکے پہلے ضمہ اور کسرہ خالص ہو جیسے نور اور سور اور میر اور پیر اور مجہول وہ کہ
اوسکے پہلے حرکت خالص نہو جیسے زور اور شور اور دیر اور زیر اور معروف اور مجہول کا
جمع کرنا متقدمین کے نزدیک بعض مین درست اور بعض مین نادرست ہی اسکا بیان خوف
اطناب سے اس مختصر مین مناسب نہین لیکن متاخرین کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہی اور
باوجود جائز ہونے کے کوئی ایسا نہین کہ اس سے احتراز کرتا ہو چونکہ اسکے امثلہ واضح اور مشہور
ہین اسواسطے مثال کا لکھنا امر زائد معلوم ہوا قید سواے حروف ثلثہ مذکورہ کے وہ حرف
ساکن ہی کہ روی سے اول بغیر واسطہ کے واقع ہو پس قید مین واو ما قبل مفتوح اور یاے ما قبل مفتوح تمام
حروف صحیح داخل ہو گئے مثلاً دَور اور غَور اور سَیر اور دَیر فتحہ اول کے ساتھ اور درد
اور زرد اور پشت اور مشت اختلاف اس حرف کا نہایت مکروہ ہی اور طبایع سلیم پر نہایت
گران لیکن اگر قریب المخرج ہو تو البتہ چندان گرانی محسوس نہو جیسے شہر اور بحر وصل وہ
حرف زائد ہی کہ روی کو لاحق ہو جیسے بارش اور خارش خروج وہ حرف ہی کہ وصل کو لاحق
ہو مزید وہ حرف ہی کہ خروج کو لاحق ہو جیسے دانائی اور توانائی کہ نون روی اور الف
وصل اور پہلے یا خروج اور دوسرے مزید نائرہ جو حرف کہ مزید کو لاحق ہو اسکی مثال قوافی
فارسی مین بیشتر پائی جاتی ہی جیسے گفتیمشان و سفتیمشان کہ یا وصل اور میم خروج اور شین مزید
اور الف و نون نائرہ **فصل** حرکات قافیہ مین معلوم کیا چاہیے کہ حرکات قافیہ چھ ہین رس اشباع
حذو توجیہ مجری نفاذ رس الف تاسیس کے پہلے حرف کی حرکت مثلاً جاہل اور کاہل کی جیم

اسکی وجہ یہ ہی کہ حرکت روی کی صورت مین وہ حرکت توجیہ نہین ہی اور جب توجیہ نہوئی تو حرکات
قافیہ مین سے نہوئی اور جب حرکات قافیہ سے نہوئی تو اوسکا اختلاف قافیہ کا عیب نہوا اکتفا صرف
روی کا اختلاف جیسے آب اور باد سناد اختلاف ردف جیسے جان و دین ایطا تکرار
قافیہ ہے دو طرح ہی خفی اور جلی ایطائے خفی یہ ہی کہ تکرار ظاہر نہو جیسے آب اور گلاب کسواسطے
کہ گلاب بسبب کثرت استعمال کے ایک کلمہ معلوم ہوتا ہی اور اسی قبیل سے ہین اسمائے مصدر
کلمات عرب مین جیسے محنت اور الفت اور رفعت اور ایطائے جلی یہ کہ تکرار ظاہر ہو جیسے
دولتمند اور خردمند ستمگر اور فسونگر اور جو قافیہ کہ ایطائے جلی پر مشتمل ہو اوسکو قافیہ
شایگان کہتے ہین پس ایطا عیب قافیہ ہی اور شایگان قافیہ معیوب لیکن معلوم کیا چاہیے کہ ایطا
جب ہی کہ مطلع کے پہلے مصرع کا قافیہ مکرر نہوا ہو بلکہ مکرر مطلع کے مصرع ثانی یا اور ابیات غزل کا
قافیہ ہو کسواسطے کہ مطلع کے پہلے مصرع کی تکرار کو حسن مطلع کہتے ہین ایطا اور حسن مطلع عیوب مین داخل نہین اور اسکی وجہ
بدل جاہتی ہی اسواسطے اوسکے بیان سے اغماض کیا معمول وہ قافیہ ہی کہ کلمہ قافیہ ہونے کی صلاحیت
نہ رکھتا ہو مگر بتصرف قافیہ ہو جاوے اور یہ تصرف دو طرح ہی ایک تحلیل کے ساتھ یعنے ایک
کلمہ کے دو جزو کرکے ایک کو قافیہ ٹھہراوین اور دوسرے کو ردیف مثلاً خانا قافیہ کی الف پر ہو اور
ردیف منفی جیسے آب سا نہ تھا اور کیا نہ تھا اور اسکے ساتھ ٹھیرا نہ تھا قافیہ کرین پس ٹھیرا نہ کے دو جزو کرکے
ٹھیرا کو قافیہ اور نہ کو ردیف مین محسوب کیا اور دوسرا ترکیب کے ساتھ یعنی دو کلمہ کو ایک کلمہ قرار
دیکر قافیہ کرین مثلاً قافیہ خانہ تھا اور شانہ تھا اور روانہ تھا ہو اور کیا نہ تھا اسکے ساتھ استعمال
کرین پس ظاہر ہی کہ لفظ نہ اور کیا کو ایک کلمہ قرار دیکر خانہ وغیرہ کے ساتھ قافیہ کیا ہی لیکن اہل
تمیز پر واضح ہو کہ معمول عیب قافیہ نہین بلکہ قافیہ معیوب ہی جیسے شایگان اور عیب قافیہ
تحلیل یا ترکیب ہی مگر عادت ارباب فن کی یہ ہی کہ شمار عیوب مین لفظ معمول مذکور کرتے ہین

فصل روی کے احوال مین

روی دو قسم ہی مقید اور مطلق روی مقید روی ساکن کو کہتے ہین جیسے کار اور بار اور
روی مطلق روی متحرک کو اور اگرچہ جمہور اسی روی متحرک کو مطلق کہتے ہین کہ بسبب وصل کے حرکت حادث ہوتی ہو جیسے
بارش اور خارش کی ر مہملہ کا کسرہ لیکن راقم کے نزدیک وہ روی بھی مطلق ہی کہ
اوسکی حرکت اضافت یا صفت سے حاصل ہو جیسے کار خلق اور یار خلق اور کار رنیک
اور یار رنیک

فصل اوصاف اور القاب قافیہ کے بیان مین

جو قافیہ کہ سواے روی کے اور کوئی حرف قافیہ نہ رکھتا ہو اوسکو مجرد کہتے ہین جیسے سر اور بر اور اگر اور حرف رکھتا ہو تو اوس حرف کے ساتھ ملقب ہوتا ہی جیسے کار اور بار قافیہ مردف اور یار اور صبر قافیہ یا حرف قید اور جاہل اور کاہل قافیہ مؤسس ان امور کی تفصیل اسقدر ہی کہ یہ مختصر اوسکی گنجایش نہین رکھتا اسواسطے اوس سے اغماض انسب معلوم ہوتا ہی اگر کسیکو اس امر کا اشتیاق دامنگیر ہو تو رسالہ وافی جناب افادت مآب استادی و مولائی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کا مطالعہ کرے کہ یہ مطالب اوسمین اس کیفیت کے ساتھ ہین کہ اوسکی توصیف حیطہ بیان سے خارج ہی

فصل ردیف کے بیان مین

ردیف وہ کلمہ مستقل ہی کہ بعد قافیہ کے مذکور ہو خواہ متحد المعنی خواہ مختلف المعنی قسم اول جیسے لفظ نہ تھا اس شعر مین

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد سے آگے تو یہ دستور نہ تھا

اور قسم دوسری جیسے اس شعر مین

رہنے نہ اگر غیر سے دیتے تمھین باہم
اسطرح سے ہوتے نہ کبھی ہم سے جدا ہم

قافیہ با اور جدا ہی اور ردیف ہم لیکن مصرع اول مین معنے یکدگر ہی اور دوسرے مین ضمیر متکلم اور کبھی ردیف لفظ غیر مستقل بھی ہوتی ہی جیسے قافیہ معمول مین اسکے مثال کی کچھ حاجت نہین

فصل حاجب کے بیان مین

واضح ہو کہ حاجب وہ لفظ مستقل ہی کہ بیت اگر ایک قافیہ رکھتی ہو تو اوس قافیہ سے پہلے اور اگر ذو قافیتین ہو تو اون دونون قافیون کے بیچ مین مکرر واقع ہو اول کی مثال یہ شعر ہی

بسکہ درد و غم سے ہی دشوار رونا اے یار کا
اشک آنکھون مین رہتا ہی بندھا اے یار تار

اور مثال دوسرے کی یہ شعر

کس کے لب پہ دل سے آہ سرد آتی ہی سدا
کان مین ہر دم جو اک پر درد آتی ہی سدا

ہر چند کتابون مین حاجب کی یہی دو صورتین مذکور ہین لیکن ایک صورت اور بھی خیال مین آتی ہی کہ ذو قافیتین مین دونون قافیون سے پہلے واقع ہو جیسے اس شعر مین

غیر ونکو جب سے تجھ پہ ہوا اختیار یار
عاشق تری نظر مین ہوا بے شمار خوار

مقصد تیسرا

اقسام شعر اور اونکی تعریف کے بیان مین معلوم کیا چاہیے کہ نظم کئی قسم ہی فرد رباعی غزل
قصیدہ تسبیب قطعہ مثنوی مسمط ترجیع مستزاد ہر چند تسبیب شعر کی قسم علیحدہ نہین ہی
بلکہ قصیدے کا جزو ہی کہ باعتبار ایک حیثیت کے باقی اشعار سے ممتاز ہی اور اسیطرح
سے مستزاد کہ بعضے اصناف شعر مثل فرد اور رباعی اور غزل ایک صورت
خاص مین اس اسم کے ساتھ مسمے ہوجاتے ہین اور حال اسکا اپنے اپنے محل مین بشرح
دریافت ہوجاویگا لیکن آسانی فہم اور مبتدیون کی تفہیم کے واسطے اقسام مین داخل
کرکے ہر ایک کا بیان علیحدہ کیا جاتا ہی فرد ایک شعر کو کہتے ہین کہ کوئی اور شعر اوسکے
ہمراہ نہو خواہ دونون مصرع مقفی ہون خواہ مصرع اخیر مثال اسکی ظاہر ہی رباعی دو بیت کا
نام ہی خواہ مصرع اول اور ثانی اور رابع ہم قافیہ ہون خواہ چارون مصرع اور رباعی کیواسطے
چوبیس وزن خاص معین ہین کہ اونکا بیان عروض مین ہوچکا ہی اس نظم کی دو بیت پر بنا
ہونے کی وجہ یون لکھتے ہین کہ جسوقت شاعر نے یہ وزن اختراع کیا اوسوقت نہایت فرحت
اور انبساط مین تھا اور زہرہ اور عطارد مین نظر تسدیس یا تثلیث اور آفتاب و مشتری
مین نظر تثلیث تھی اور خاص و عام اس وزن سے نہایت محظوظ تھے اسنے اس نظم مین دو بیت پہ
اختصار کیا تاکہ طول سخن طبیعت سامع مین ملال پیدا نکرے مثال قسم اول کی

یہ رباعی میر کی

چپکا چپکا پھرا نکر تو غم سے	کیا حرف و سخن عیب ہی کچھ محرم سے
آخر کو کڑے رہتے جنون ہوتا ہی	ای میر کوئی بات کیا کر ہم سے

اور مثال قسم ثانی کی یہ رباعی میر کی

بعد ان مین کیا سب نے کنارا آخر	اسباب گیا جینے کا سارا آخر
نی تاب رہی نہ صبر و یارا آخر	آخر کو ہوا کام ہمارا آخر

غزل ایسی چند بیت متحد الوزن کو کہتے ہین کہ بیت اول کے دونون مصرع کا قافیہ باقی
ابیات کے مصرع اخیر کے قوافی کے ساتھ متحد ہو بیت اول کو مطلع کہتے ہین اور یہی تعریف
ہی قصیدے کی لیکن فاصل اور فارق ان دونون مین یہ ہی کہ غزل بارہ تیرہ بیت سے متجاوز
نہین ہوتی اور قصیدہ کے واسطے نہایت نہین ہی مگر غالباً سو ڈیڑھ سو بیت سے زیادہ نہین کہتے

اور اس زمانے مین غزل بیس پچیس بیت تک بھی کہتے ہین اور غزل و قصیدہ مین اسطرح
فرق کرتے ہین کہ اگر مضمون ہر بیت کا مختلف یا عاشقانہ ہو تو اوسکو غزل جانتے ہین اور
اگر مدحت یا نصایح اور مثل اسکے ہو تو قصیدہ اور متاخرین غزل مین تخلص یعنے نام شاعر کا
مقطع مین اور قصیدے مین جس بیت مین چاہتے ہین ذکر کرتے ہین اور قدما غزل مین بھی نام کو
مقطع کے ساتھ مخصوص نہین کرتے تھے اور بہتر یہ ہے کہ مضمون غزل عاشقانہ ہو تاکہ لفظ
غزل کی مناسبت باقی رہے کسواسطے کہ غزل لغت مین عورتون سے باتین کرنے کو کہتے ہین
اور قصیدہ مغز غلیظ کو کہتے ہین جو کہ عادت قدما کی یہ تھی کہ قصیدے مین الفاظ متین جو معنی
کی تجشم اور علو شان پر دلالت کرین استعمال کرتے تھے اس نام کے ساتھ موسوم کیا
نسیب چند بیت کا نام ہے کہ قصیدے مین مقصد سے پہلے بطور تمہید کے مذکور کرین اور جو کہ
ان ابیات اور اشعار مدح وغیرہ مین کوئی واسطہ چاہیے بعد اون ابیات کے ایسی ایک
بیت ہوتی ہین کہ مقصد کی طرف متوجہ ہونے پر دلالت کرتی ہین ان بیتون کو عربی مین
تخلیص اور فارسی مین گریزگاہ کہتے ہین نسیب کو تشبیب بھی کہتے ہین اور جو کہ نسیب لغت مین
عورتون کی باتین کرنے کو کہتے ہین اور تشبیب ذکر ایام شباب کو غالبًا اوایل حال مین یہ
بیتین صرف عاشقانہ ہوتی ہونگی پھر رفتہ رفتہ اور مضامین مثل شکایت روزگار یا فخریہ
وغیرہ پر بھی مشتمل ہونے لگین راقم غزل و قصیدہ کی مثال سے نسیب کی مثال پر قناعت
کرکے سودا کے اوس قصیدے کو جو بسنت خان کی مدح مین لکھا ہے نقل کرتا ہے

کل حرص نام تجھسے سودا یہ مہربان ہو	بولا نصیب تیرے سب دولت جہان ہو
گر اشرفی روپے کی خواہش ہو تیرے دل مین	ظاہر ترے یہ ہر جا گنجینۂ نہان ہو
لعل و گہر کی ہووے تجھکو اگر تمنا	معدن کے بیچ تیرے اشیا بحر و کان ہو
عمدہ تو اسقدر ہو سرکار بیچ تیرے	مور و ملخ سے زائد خیل ملازمان ہو
جاہ و جلال ایان تک دیوے تجھے زمانہ	جب ہو تری سواری صد فیل پر نشان ہو
گر ملک چاہتا ہے تو تخت بیچ تیرے	ہندوستان سے لیکر اور تا باصفہان ہو
آگے تو کیا کہون مین دل چاہتا ہے تیرے	قبضے مین لے زمین سے اور تا باسمان ہو
سنکر یہ حرف بولا سودا کہ قدر و رتبہ	کب اشرفی روپے کا نزدیک عاقلان ہو
یہ تو جبہ سے ہین تنے آفاق مین کہ جنکو	کیسے سے دور کیجے کام اپنا تب روان ہو

مین اون مصاریع سے موافق اور قافیہ مین مخالف ہوتا ہر اور گاہ گاہ یہ مصرع بھی اون مصاریع کے ساتھ قافیہ مین اتحاد رکھتا ہر اور یہ امر اوس مسمط کے پہلے بند سے ظاہر ہر کہ اوسکے چند مصرع مطلع غزل کے ساتھ الحاق کیئے جاوین مصنف مناظر الانشا لکھتا ہر کہ مولانا وحید تبریزی کے رسالہ مین کہ عروض اور قافیہ اور بدیع پہ مشتمل ہر مرقوم ہر کہ مسمط چار مصرع سے دس مصرع تک ہوتا ہر پس یہ تعریف مربع اور مخمس اور مسدس اور مسبع اور مثمن اور متسع اور معشر کو شامل ہر یہانتک کلام اوسکا منتہی ہوا لیکن مثلث بھی پایا جاتا ہر اور جاننا چاہیئے کہ جب ابیات مسمط کے مکرر ہو جاوین تو چاہیے کہ اخیر کے مصرع قافیہ مین متحد ہون مثلث اور مربع اور مخمس کی مثال مرقوم ہوتی ہر کہ کثیر الوجود ہر اور باقی مین اشعار کم پائے جاتے

ہین مثلث میر کا

کیا کہون مین عاشق و معشوق کا راز و نیاز	ناقہ را میراند لیلی سوے خلوت گاہ ناز
ساربان در رہ حدے میخواند و مجنون میگریست	

مربع ایک بند مرثیہ قاسم رضی اللہ عنہ کا تصنیف سودا کا

گرد اوسکے براتی سر و سینہ سے لے خاک	سب چاک گریبان کیے با دیدہ نمناک
فریاد و فغان انکی سے بر گنبد افلاک	نزاشک تھا مرد کا یہ دیکھ نہ زن کا

مخمس سودا کا

مجھے تو نور ہی ساقی کی یہ ادا بھائی	کہ پہلے جام کی مر خاک پر چھڑکوائی
جو پوچھا مین تو کہا مجھسے سن یہ سودائی	چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی
بیاد آر محبان بادہ پیما را	

ترجیع مصنف مناظر الانشا نے اسکی تعریف اسطرح کی ہر کہ ترجیع وہ شعر ہر کہ حصہ کیا جاوے ایسی بیت کے ساتھ کہ اوسکے ہر مصرع مین قافیہ ہو اور ہر حصہ اوسکا چند بیت صاحب مطلع ہوتے ہین کہ وزن اور قافیہ مین اتحاد رکھتے ہون اوس حصہ کرنے والے بیت کو بند ترجیع کہتے ہین اور وہ بند غالبًا ہر جگہ ایک ہی بیت ہوتی ہر اور گاہ گاہ غیر اول کی اور بند چاہیے کہ ابیات سابق سے باعتبار معنی کے مرتبط ہو اور شمس فخری معیار جمالی مین لکھتا ہر کہ ترجیع کئی قسم ہر اول یہ کہ شاعر پانچ یا سات یا نو یا گیارہ بیتین جس وزن اور قافیہ اور ردیف مین چاہے کہے اور بعد اوسکے ایک اور بیت لاوے کہ اوس قافیہ

اور ردیف پر ہوا اور پھر اوسی قدر نہین کہ پہلے کی بقسین کہکر ایک اور بیت لاوے اسیطرح جسے آخر تک اتمام کو پہونچاوے اون ابیات کو خانہ اور اوس بیت کو بند کہتے ہین دوسرے یہ کہ بعد ہر خانہ کے ابیات بند ایسے ہون کہ قافیہ اور ردیف مین اتحاد رکھتے ہون اگر ابیات بند کو جمع کرین ایک قطعہ ہو جاوے تیسرے یہ کہ بند ہر جگہ ایک ہی بیت ہو چوتھی قسم یہ ہے کہ سب خانون کی ردیف ایک اور قافیہ مختلف ہو یا بالعکس یہان تک شمس فخری کا کلام تمام ہوا مؤلف کہتا ہے کہ صاحب مناظر الانشا کے لکھنے سے کہ بند گاہ گاہ غیر مکرر ہوتا ہے اور اقسام اربعہ مذکورہ کی پہلی اور تیسری قسم کی عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ ترکیب بند بھی ترجیع کی ایک قسم ہے اور ماہران فن پہ واضح ہے کہ ترکیب بند اونھین اشعار کو کہتے ہین کہ ان دونون صورتون مین سے کسی صورت پر ہوا اور شمس فخری کے اس قول سے کہ اگر اون ابیات کو جمع کرین تو ایک قطعہ ہو جاوے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بند کے دوسرے ہی مصرع مین قافیہ ہو نہ یہ کہ پہلا بند بشکل مطلع کے اور باقی ابیات ابیات باقی غزل کے طور پر اور شعراے قدیم و حال کے کلام کا مشاہدہ بھی اسی کی تائید کرتا ہے اور دو بیت پر بھی خانہ کی بنا رکھتے ہین اس روزگار مین یہ اشعار مسدس کے نام سے مشہور ہین اسمقام مین کچھ مثالین مرقوم ہوتی ہین قسم اول ترجیع بند مولوی عبد الکریم سوز تخلص خلف الصدق جناب اوستادی مولوی امام بخش صہبائی عم نوالہ

یاد ایام کہ باہم تھی محبت منظور ۔۔۔ عیش و عشرت ہی سے رہتا تھا سدا دل معمور

لب پہ آتا ہی نہ تھا حرف فراق و ہجران ۔۔۔ نہ جدائی کا وہان ذکر نہ یان کچھ مذکور

نہ اوسے شوق کہ کیجے ستم و جور و جفا ۔۔۔ نہ یہ کچھ جبر ہمین پر کہ سہین ظلم ضرور

وان ہوا ظلم تو اک ناز سمجھ کر اوسکو ۔۔۔ یان سہا جور تو الفت کا سمجھ کر دستور

بیقراری کا نہ تھا دل مین کہین نام و نشان ۔۔۔ نہ یہ تھی سینہ مین سوزش نہ جگر مین ناسور

اتنی بے صبری و بے طاقتی و بیہوشی ۔۔۔ نہ یہ دل مین نہ وہ جان مین نہ وہ سر مین مستور

نہ غم و درد سے پایا کبھی دن کو تاریک ۔۔۔ نہ کبھی رات کو اندوہ سے دیکھا دیجور

دور تھا یون ہی کبھی درد و غم و حسرت سے ۔۔۔ جیسے اب عیش و مسرت سے ہوا ہون مہجور

دل سے ارمان مرے رہتے تھے سدا پاس ہی پاس ۔۔۔ یاس و افسوس سدا جان سے تھے دور ہی دور

دل مین ہوتی تھی نہ اسطرح کی سوزش پیدا ۔۔۔ جان رہتی تھی خناب اپنی مثال کافور

یعنی وہ راز کہ تھا لاکھ طرح سے پنہان | کر دیا بات کی ہی بات مین سب پہ مشہور

کہل گئی عشق کی تعبیر و حقیقت جسم | لگ گئی آگ اونھین سُنکے یہ ذکر و مذکور

میل آزار اونھین ٹھہر گیا مد نظر | میری ایذا ہوئی ہر طرح سے اونکو منظور

اور ہر ایک نے چاہا کہ بلا سے کچھ ہو | مار ہی ڈالین اسے جان سے حتی المقدور

شہد کا شہد کیا ہاتھ سے اپنے ہیہات | اور جیسی صفت رگ جان مین نیش زنبور

چل سکا کچھ نہ جب اور کوئی بس اونکا | مری تکلیف کے دینے سے رہے سب مجبور

تفرقہ ڈال دیا مجھ مین اور اوسمین ایسا | لفظ مہمل سے ہو جسطرح سے معنی مہجور

اونکے بہکانے سے یون حرف وفا میٹ دیا | جیسے تھا ہی نہ کبھی لوح پہ دل کی مسطور

دم کے دم مین وہ یہ بگڑا کہ کہون کیا ہمدم | اتنی مضبوط محبت پہ خلاف دستور

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

کیا عجب نام خدا حسن کی اوس گل کی بہار | حسن و خوبی کا شگفتہ تھا وہ گویا گلزار

دل لیے جاتا تھا کہ یہان کا بھی تماشا کیجے | ورنہ ہوگا یہ جز منفعت نصیب اغیار

ہاتھ ملنے کے سوا کچھ بھی نہ حاصل ہوگا | اور چلی جائیگی یون ہی یہ بہار آخر کار

مین بھی سمجھا کہ اگر دل کا نہ مانا کہنا | تو یہ دل ہی کہین ہو جاوے نہ مجھسے بیزار

دل ہی بیزار جو ہوگا تو خرابی ہوگی | جان بھی تنگ آ کے ہو جائیگی پھر رو بفرار

دل کے کہنے کو ہر اک طرح مقدم جانا | اور ہوا سیر و تماشے کے لیے مین طیار

کرکے ہر ایک سے ہر طرح رسائی پہونچا | ایسے کوچے مین کہ تھا وان کا پہونچنا دشوار

اور وہان جا کے پھر اک طرز سے اک حیلے سے | جسکا منظور نظارہ تھا کیا وان بھی گزار

جا کے دیکھا تو وہ دیکھا کہ نہ دیکھا نہ سنا | وہان جو پایا تو یہ پایا کہ کرون کیا اظہار

بہر گیا نور سا آنکھون مین یکایک مری | ہو گیا دیکھ کے حیرت سے مین نقش دیوار

آنکھ کہتی تھی کہ اب طاقت نظارہ ہے طاق | دل یہ کہتا تھا کہ پاس سے ہی نہ ہٹیو زنہار

نظر شوق کا ایما کہ اسے بت کہیے | اور یہین لیجیے الفت مین اسیکی زنار

عقل کہتی تھی کہ ہے اسمین فرشتہ کا ظہور | عشق کہتا تھا کہ دیجیے خدا اسکو قرار

کسر شان اوسکی جو بت کہیے خدا کہیے تو کفر | اوسکے حق مین تو کہین کیا کہ ہے کہنا دشوار

اور اگر کہیے تو اتنا ہی زبان سے کہیے
کہ خدا جانے وہ کیا تھا نہین کھلتا اسرار

نہ خدا تھا نہ بشر تھا نہ ملک تھا نہ پری
اور جو دیکھو تو زسر تا بقدم پر انوار

اسقدر مایۂ خوبی پہ وفا بھی کچھ تھی
بیوفائی کا نہ تھا نام کو ذکر و اذکار

ہوگیا ربط نظر ملتے ہی ایسا باہم
کہ جہان مین کہین دیکھا نہ سنا ہو زنہار

لیک تھی کچھ تو حیا مانع نظارۂ شوق
اور تھے کچھ خلل انداز رقیب و اغیار

کبھی یہ ڈر کہ کہین جاے مقدر نہ الٹ
نہ زمانے کے کہین ہووین مبدل اطوار

کبھی یہ خوف کہ اس عیش و مسرت مین بہم
تفرقہ ڈالے نہ لاکر کوئی چرخ دوار

تھے بھرے سینے مین یانتک تو غم و درد و الم
اور اسطرح سے تھا دل پہ ہجوم افکار

منع نظارے کے تھے اتنے تو سامان موجود
نظرین پر اسپہ بھی ہو رہتی تھین آپس مین دوچار

چند مدت تو یون ہی شرم و حیا مین گذری
اور ہوئی خلق پہ آپس کی نہ الفت اظہار

بغرض یون ہے ظاہر تو کہ گویا کچھ بھی
نہ تعلق اوسے مجھسے نہ مجھے اوس سے ہی کار

اور باطن مین جو دیکھو تو وہی شوق وصال
وہی نوبت وہی صورت وہی الفت وہی پیار

بعد چندے جو اوٹھا شرم و حیا کا پردہ
نہ رہا مانع نظارۂ باغ دیدار

اب زمانے کا نہ کچھ خوف نہ کچھ بیم رقیب
نہ تصیبے کی طرف سے کوئی کھٹکا زنہار

رہ گئے بلبل و گل دونون بہم گلشن مین
نہ وہ خاطر مین خلش اور نہ دامن مین وہ خار

چند مدت تو اس انداز سے گذری اوقات
پھر نئے سر سے اوسی غم نے کیا دل مین گذار

یعنی اوس رخ پہ ابھی کھلنے بھی پائی تھی نہ انکھ
کہ لگے ہونے عیان خط کے سے کچھ کچھ آثار

نہ رہین حسن کی پہلی سی تر و تازگیان
نہ رہی آئینہ سان پہلی سی تاب رخسار

زلف سنبل تھی مگر کچھ تھی پریشانی اور
نہ وہ اگلی سی خم و چم تھی نہ ویسی طرار

نہ وہ پیشانی مین چین اور نہ جبین مین وہ مزا
نہ وہ مژگان کی کجی اور نہ وہ ابرو خمدار

چشم اسکی وہی نرگس تھی پہ حیران حیران
نگہ اک مے تھی مگر جس سے کہ افزون ہو خمار

لب تھے اک غنچۂ سربستہ سو اب وا دیکھے
تھی جو سوسن سی زبان ہو گئی کیسی طرار

نہ وہ غفلت نہ تغافل نہ وہ پہلی سی حیا
نہ وہ شوخی نہ وہ باتین نہ وہ لطف گفتار

نہ وہ عشوہ نہ وہ غمزہ نہ وہ ناز و انداز
نہ ادائین نہ اشارے نہ کرشمے ہر بار

نہ وہ پنجہ نہ وہ ساعد نہ وہ بازو نہ وہ دوش
نہ وہ گردن نہ وہ سینہ نہ وہ ناف آئینہ وار

	کسے ز بیکسی ما نبرد خبرے	
غم فراق سے ہر دم دکھ ہے دکھ الم ہے الم سناتے کسکو کہے کون اوس سے اپنا غم		جگر ہے داغ مژہ اشکبار لب ہے ہر دم نہ کوئی یار نہ کوئی رفیق و نہ ہمدم
	نہ قاصدے نہ صبائے نہ مرغ نامہ برے کسے ز بیکسی ما نبرد خبرے	

مستزاد ایسا کلام منظوم ہے کہ اوسکے مصرع یا بیت کے بعد اسطرح سے ایک پارہ کلام زیادہ کیا جاوے کہ بحسب معنی اوس نظم سے مرتبط ہو مگر جاننا چاہیے مستزاد رباعی و غزل وغیرہ کے مقابل نہین ہے بلکہ رباعی وغیرہ کے ساتھ جمع بھی ہو جاتا ہے یعنی رباعی و غزل مستزاد ہوتے ہین اور اگر مقابل ہوتے تو اون دونون کا جمع ہونا محال تھا اور یہ امر کہ وہ پارہ کلام جو زیادہ کیا جاتا ہے نثر ہے یا نظم ایک بحث دور و دراز رکھتا ہے اسکی تفصیل استادی مع الذی جناب مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کے رسالہ قافیہ سے جسکا نام وافی ہے دریافت کرین کہ اوس سے بہتر کسی کتاب مین مرقوم نہین ہے ملخص کلام یہ ہے کہ وہ پارہ بھی نظم ہے نہ نثر جیسے کہ بعضون کا گمان ہے اس جگہ رباعی مستزاد پر کفایت کرتا ہون میر

کیا کیا آتی ہے اپنے دل مین لیکن تو مست گذارہ ہو و غیرون کی جا	کیا کہیے کہ آہ چھپ چھپ کر رات		صحرا مین سر مارتے کبتک تجھ بن ہم پھیرتے تسبیح رہین ساری رات	غم سے ہر دم ہونا کا سبحان اللہ

خامہ خام رقم اس مقام پر تحریر تبصرہ سے فارغ ہوا اب چاہتا ہے کہ جادہ مقصود اصلی یعنی تذکرہ شعراے فصاحت بیان مین سرگرم ہو اور سر انجام امر ضروری مین آمادہ بلکہ مولف بیچارہ کی انگشت کو مرکب اور صفحہ کو میدان قرار دیکر قریب تھا کہ جولان کرے ناگاہ خرد دقیقہ شناس نے صدا دی کہ اے حق ناشناس تیری طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اسماے شعراے بلیغ کی تسطیر مین حروف تہجی کی رعایت منظور ہو اور یہی طور ملحوظ اس صورت مین کلام وہی نظام حضرت سلطنت پناہی ظل الٰہی زیبندہ تخت جم ہر ورندہ عساکر خدم خلد اللہ ملکہ اور سخن اعجاز مشابہ وارث تاج و نگین ولیعہد با عز و تمکین شاعف اللہ جلالتہ و قدرہ اگر انھین اسماکے سلک مین منسلک ہو تو راہ اسارت ادب کسقدر مسلوک اور بہ قاعدہ دانی کی مخالفت کسقدر مرعی ہو گی اور اگر اوسکی تحریر سے قاطبتہ ہاتھ کھینچا جاوے اور اوس بحر زخار سے ایک قطرہ اور اوس چشمہ بیکران سے ایک نم بھی ہاتھ نہ آوے تشنہ لبان وادی استعداد کی

ہمین ہی ایک اوسی گلعذار سے اخلاص
جو دیکھون بزم مین اوس شوخ جنگجو کیطرف
کیا ستم ہی وہ مسیحا ہمپہ کرتے ہین ستم
تو نہ بنکیا ہون سو کھٹکے کانٹا سا ہین حقیر
کہو کہ پانی ٹکرا سے نالہ خارا گداز نہ
اہی خدنگ یار کیون سینہ سے نکلا جاے ہو
خدا آکہین اہی رشک مسیحا کہ یہ ہی حال
نہین باغ دلکشا مین بھی تجھ بن گرفتہ دل
تسلی ہمکو ہو جاتی ہی جسدم غیر کے منہ سے
دیکھے تو ہجر کی شب کیونکہ ترے سوختہ جان
یہان تو کہتے ہین لائینگے ہم کچھ اوسکو کہ شکر
کہے دیتی ہین نگاہین ہی تمھاری سب کچھ
سینہ پہ دھر کے دیکھ ذرا ایک بار ہاتھ
میرا دل رمیدہ ہوا کب کسیکا صید
وفور گریہ نے میرے بچا لیا ورنہ
بلا سے دلکو وہ بیجا ہے پر کچھ ایسا ہو
فسانہ دل کا مرے ہی عشق تجکو اختیار
اللہ اللہ رے ان بتون کا غرور

اوسے ہزار سے الفت ہزار سے اخلاص
چھری کو دیکھ کے دیکھے مرے گلو کیطرف
اور کہتے ہین کہ یہ لطف و کرم کرتے ہین ہم
لیکن کھٹکتا اب بھی ہون چشم حسود مین
مارے سر سے ہمین دو چار تھپڑ اور ہین
ہم ترے رہنے کو اپنے دلمین گھر دیتے تو ہین
پانی ہین چواتے ترے بیمار کے منھ مین
ہون اسطرح کہ جیسے گنہگار بند ہین
شکایت ہم تری ای دلربا ملنا ر سنتے ہین
شمع کی طرح سے رو رو کے سحر کرتے ہین
وہان جاکر مرے ہمدم نہ کہتے ہین نہ سنتے ہین
کیا ہوا گر نہین تم کہتے حیا سے کچھ ہو
یہ حال ہی کہ اوچھلے ہی دل چار چار ہاتھ
قسمت سے آگیا ہی ترے یہ شکار ہاتھ
حیا جھکی تھی مری آہ شعلہ بار سمجھے
کہ جان ہاتھ سے اوس شوخ فتنہ گر کے بچے
رنج و غم درد و الم جو ہی ترا آوردہ ہی
یہ خدائی نہین تو پھر کیا ہی

کلام وحی التظام قائممقام حضرت خلافت پناہی بانی بنائے سلطنت و دستگاہی ولیعہد داور روزگار والی شہر و دیار آشنائے بحر تدقیق غواص محیط تحقیق مستجمع عز و جلال مرجع دولت و اقبال وارث تاج و نگین شہریاری مستحق تخت و افسر کامگاری شائستۂ الطاف مرزا فتح الملک بہادر دام اقبالہ و ضاعف اجلالہ کہ وجود باجود اس منبع فضل و افضال کا از بسکہ ایک رمز ہی رموز پردۂ غیب سے اور ایک سر ہی اسرار عالم لاریب سے بمقتضائے اسکے الاسماء تتنزل من السماء حاملان عرش سخن نے اس عرش تا ز کمال کا نام نامی رمز مقرر کیا
کہ اسم بامسمّے کا مصداق مہیا ہو اور دعوے بادلیل جلوہ نما ہو

دل اپنے سینے میں تڑپے ہے رمز تم جس روز سے
یاں ان پہ حالت کہ دم لبوں پہ ہے
تم شب تھے غیر کے گھر میں شب کو
اوسکے آنے کی اگر کوشش میں
منھ دکھانا ہے خدا اکو اک دن
تیر مارا ہے تو ظالم تو پھری بھی پیر کے
بیٹھوں جنون میں سر کو کہ روکوں سنگ کو
معلوم ہوگی داور محشر کے سامنے
اپنا نہ جانتے تھے جو اے رمز تم اوسے
چھپانے کو زخم ناخن تو خدا نے دیدیے
آگہی موت تو ہوگی مگر یوں ہو تو بہتر ہے
شوق کہتا ہے کہ چل اور ضعف سے
خستہ تک ہے مرا ترا جھگڑا
یاد بت میں عمر گذری یاں تو رمز
یا تو وہ رہتے تھے میرے دل میں رمز
کیوں نہ لب حسرت سے کاٹوں میں کہ میرے سامنے
دل لے تو گئے ہیں وہ ہمارا
کاٹ دے اسکو بھی تو اے قاتل
اپنے رہنے کا ٹھکانا اوس گلی میں ہو نہ ہو
کیا جانے آج دل کو مرے ہوگیا ہے کیا
رمز ہیں صورت پہ اوسکی شیفتہ
ہاتھوں سے ترے بچا نہ وہ بھی

لو ہی کچھ آپ کے اے بندہ پرور اور ہیں
دن وہ غفلت کہ کچھ خیال نہیں
بس چلو یوں ہی سہی جانے دو
جان جاتے تو چلی جانے دو
اے تبو اتنی خودی جانے دو
یہ بھی حسرت رہ گئی جاتے ہیں تیرے نخچیر کو
تھاموں قلق میں دل کو کہ رکھوں جگر پہ ہاتھ
پرسش ہوئی جو مجھ سے کسی دادخواہ کی
کیوں جان ایک غیر کے پیچھے تباہ کی
پہ مجھے اب پڑ نمک کوئی نمکدان چاہیے
کہ سر ہو پاؤں پہ قاتل کے اور سجدہ میں دم نکلے
دیکھ نہیں سکتا قدم کیا کیجیے
کیا ابھی انفصال ہوتا ہے
کیا کہوگے واں خدا کے سامنے
پا گیا گھر اوس میں اوسکے تیر نے
بوسہ اوس لب کا لیا جام شراب ناب نے
پہ دیکھیے اوسکو کیا کرینگے
لگ رہی گردن اک ذرا سی ہے
رمز اوسکے دل میں پر اپنا ٹھکانا چاہیے
پہلو میں یار اور اسے اضطراب ہے
آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے
اک رمز تھا جان نثار رہی ہے

آغاز تذکرہ

راقم رنگین نگار صابر عجز شعار حبیب صفحہ اوراق کو لآلی آبدار و گوہر شاہوار یعنے اشعار دُر نثار حضرت ظل سبحانی خلیفہ ربانی اور ان کے رجواہر نگار قائم مقام سلطان

ولیعہد خلیفہ دوران خلد اللہ ملکہا سے زیب و زینت دے چکا اب اقتضاے مقام دامنگیر ہوا کہ تحریر
تذکرہ مین کمر ہمت کو چست اور عزم سخن سنجی کو درست کرے تاکہ یہ شبدیز قلم کو اس میدان
وسیع مین جولان دیتا ہی اور تیمنًا جناب مستطاب معلی القاب مالک العمائم جامع الفضائل حامی
شرع خاتم انبیا ماحی آثار بدعت و اہوا عیار اقران اسے کمال چاشنی گیر فضل و افضال حامی
شرع متین دنیا و دین مولانا و بالفضل اولینا مولوی محمد صدر الدین دامت برکاتہ کے کلام معجز انتظام
سے آغاز کتاب کو رونق پذیر کرکے سعادت کونین حاصل کرتا ہے ؏ زہے بلندی پاکشی کہ
تاج تارک نظم ٭ چو دیہیک و زہے جبہ داران آمد

باب الالف الف ممدودہ

آزردہ نام بلند مقام اوس مجمع مفاخر و معالی کا ہے کہ فضل و کمال او سکے سایۂ حمایت
مین اگر فرق دانش فلاطونی پر سایہ کرتا ہے تاج افتخار سے مشرف کرے اور علم و ہنر اوسکی
طبیعت رسا کی اعانت سے اگر ارسطو کی بلندی کمال کو خاک مذلت پر کھینچے فلک اعتبار پر پہونچا
اندیشہ اگر فلک نہم کے اوج تک پہونچے اوسکے ایوان جاہ کے کنگرہ کو ہزار فرسخ سے مشاہدہ
کرے اور فکر اگر لامکان سے سو مرحلہ آگے جاوے اوسکے شہسوار کمال کا غبار گزر قدم اس
طرف سے نظر آوے یعنی افضل فضلاے روزگار اکمل کملاے شہر و دیار زبدۂ نتائج سعود
افلاک اسوۂ نشاندگان عرصۂ خاک قدردان ہنر مرتبہ شناس ہنر و مرجع معانی رنگین
و مضامین دلنشین مولانا و بالفضل اولینا مولوی مفتی محمد صدر الدین کہ اس جزو زمان مین
عہدہ صدر الصدوری کی مسند انکے زیور تمکن سے ممتاز اور انکے قصر عدل و انصاف کو
ایوان نوشیروان پہ نازہی علم اگر انکے گوشۂ طبیعت مین متکفل نہوتا سبک تازی جہل
سے پامال ہو جاتا اور کمال اگر انکی ذات سے شرف نہ لیتا سر اعتبار کو اوج فلک تک نہ پہونچاتا
فکر رسا انکی اگر محیط سے تفصیل طلب ہو قطرۂ آب کے نقطہ سے سطور امواج استفدہ پیدا کرے کہ ریگ
صحرا اوسکے شمار مین کافی نہوا اور دانۂ ریگ مین لشتۂ خاک کا اتنا ہجوم نظر آوے کہ اگر قطرات
بحر اور رشتہ موج تسبیح نبے اوسکے حساب کے واسطے وافی نہو ہیہات یہ کیا نافہمی ہے کہ ایسے
جامع معقول و منقول اور حاوی فروع و اصول کو کہ مجلس علم و کمال اور بارگاہ تکمیل و اکمال
مین علماے نحریر اور کملاے بے مثل و نظیر امید استفادہ مین گوش بر آواز اور تحصیل کمالات
اور استیعاب فوائد سے کہ کتاب افاضات سے ایک حرف اور نسخہ ارشادات سے ایک نقطہ

نقطۂ بینش تصور نہین کیاجاتا ہی ہنگامۂ دعویداران ہنر مین ممتاز ہین چار بالش منصب بلند یعنی
تحقیق مسائل علوم آورتدقیق غوامض فہوم پر متمکن دیکھنا آور انظار فلاک گذار اور افکار آسمانی
سیر کی سفارت سے نامہ نگاران وحی والہام کے بیان سے لحظہ لحظہ کامیابی کو مشاہدہ کرنا آوران مراتب
علیا اور معارج والا سے مطلق غافل گذرنا یعنی نہ آسمان ہیئت ونجوم کی معراج کا وصف اور نہ زمین
طبعیات کی سیر کی مدح نہ منطق کی زبان آوری کا حال اور نہ سررشتۂ بلاغت کی رسائی کا واگوئہ
نہ شبستان حکمت اشراق کی چراغ افروزی کا مذکور آور نہ عرصۂ مشائیت کی غبار انگیزی کا ذکر
نہ حدیث کی حکایت آور نہ تفسیر کا بیان نہ فقہ کی مہارت کے اوصاف مین اپنی طرف سے اجتہاد
نہ اورون کی تقلید نہ توصیف اصول مین ریشہ دوانی آور نہ تعریف فروع کا شاخ وبرگ اور پھر اس
گوہر بیبہا کو سلک شبہہ مین منسلک کرنا یعنی شعرا کے عداد مین معدود رکھنا آور یہ خیال نکرنا کہ شاعری
کیا چیز ہی کہ ان مراتب بلند مین حساب کیجاوے اگرچہ ان مدارج مین سے کمتر ہی شمار مین آوے
شناسائے سوانح نزدیک و دور آور دانا سے حقائق امور کو خیالات محض اور وہمیات صرف سے
وصف کرنا نقاشی نگارخانۂ ارژنگ کو نقش بر روے آب اور مشاہدات ہنگامۂ بیداری کو تخیلات
عالم خواب سمجھنا ہی لیکن دانشمندان فہیم جانتے ہین کہ حسب خداوند مرتبۂ شریف صنعت تحسین کو
اختیار کرتا ہی اگرچہ اوس صنعت سے اوسکے مدارج بلند کو گونہ تنزل حاصل ہوجاتا ہی لیکن اوسکی
بلندی مراتب سے اوس صنعت کا سر آسمان سے ٹکراتا ہی ہرچند نسبت شاعری سے انکو
ننگ وعار ہی لیکن شاعری کو انکے ساتھ منسوب ہونا پایۂ اعتبار اور مایۂ افتخار ہی

اوہ اگر نام زد ننگ شد از ذلت شعر		شعر از عزت او نیک برآمد ز ذلل

اس محل مین ایسی بلند منقبت کا ذکر کرنا بلندی پایۂ سخن کا اظہار آور علو مرتبۂ شاعری کا اشتہار ہی
نہ اظہار شاعری سے ممدوح کا پایہ اعتبار بڑھانا یا فن سخن کے وسیلہ سے اوسکے مرتبۂ اتیاز کو آسمان
پر پہونچانا اگر شعر اوس سے بلند مرتبہ ہوجاتا شعری نسبت شعر سے آسمان برین تک نہ پہونچتا اور
اگر نظم اوس سے آرایش نہ لیتا عقد ثریا مشابہت نظم سے نثر کواکب مین آب وتاب نہ پاتا جوکہ
بیان اوصاف اور تبیین مدائح خامۂ خام رقم کی مجال سے خارج ہی ناگزیر اشعار ریختہ وفارسی سے
کچھ کچھ تیمناً تختۂ کاغذ پر مرتسم کرتا ہون کہ اوس عالی درجات کی بلندی مراتب پر اوسکے سخن کا
دلالت کرنا گویا اوسکے اوصاف کو اوسکی زبان معجز بیان سے سماعت کرنا ہی

	اشعار ریختہ	

بجز وصال تو دیگر امید نتوان داشت
بگوش گل نرساند پیام بلبل زار
بگونه گونه نزاکت قد تو جلوه نما است
حسن گو را نهان کار و دیده اسیر شود
رب ارنی ز لب هستی من سر زد
عشق بی پرده تماشای جمالش میکرد
دست تا بند نقابش برساندم هر دم
صحبتی بود عجب دوش میان من و یار
گرد غم شد دل ناشاد محلی نگزید
در باغ جوره تازه که از باغبان رسد
زاهد بیا و موت شهیدان عشق بین
خوبی نگاه از دل ما رحمت رسا نگرش
غیرت نگر که لذت زخم خدنگ او
ای دل خموش باش بهجران که حکم نیست
خواهیم هم دعا چه عنا تا گریستن
دل قطره قطره خون شد و از چشم تر چکید
جز چون تو سنگدل نتواند شد از دگر
از اشک ریزی مژه خالی نشد دلم
موجی بزن که تر کنم ابر بهار را
یارب نگاه بوالهوسم ده که شد مرا
ای دل بیا که خاک کنم ابر و برق را

اگر امید به بخشایش خدا از ماست
دران حدیقه که در بر رخ صبا بسته است
چه آن دقیقه که در خاطر ادا بسته است
آفت سبحه بلای بت زنار شود
لن ترانی ادب آموز طلبگار شود
هیچو بجز ز رسی وعده دیدار شود
سعی خوش بود مگر گشت عدو دگار شود
صد شکایت بلب و رخصت اظهار شود
ور نه آئینه ما مایل زنگار شود
اول به بلبلان کهن آشیان رسد
کین مرگ را نه زندگی جاودان رسد
هر دم ندای ارجعی از آسمان رسد
دل را قبول نیست که از دل بجان رسد
تاثیر در قلم و آه و فغان رسد
شد بسکه بی اثر چه عا ما گریستن
تاراج داده مشغله ما گریستن
نگریستن بحال من و تا گریستن
خواهیم چو زخم از همه اجزا گریستن
ای دیده تا کجا بدارا گریستن
در بزم او حجاب تماشا گریستن
از تو بجز ن طپیدن و از ما گریستن

آباد

آباد تخلص نوجوان یوسف جمال محمد یعقوب علی خلف محمد اسحاق خان ساکن قدیم شاہجہان آباد
کہ مصر حسن میں زلیخا منشان دل سوختہ کے نزدیک کوئی اوس سے زیادہ عزیز نہیں ہمصحبتان
آوارہ مزاج کے اختلاط سے تحصیل کمال کی طرف قاطبۃً توجہ نہیں ہے لیکن موزونی طبیعت
سے گاہ گاہ بطریق آمد نہ آوردگی شعر یا مصرع زبان سے نکل جاتا ہے اوسکے یہ دو تین شعر

ایک آشنا کی زبان سے مسموع ہوے

اوسکے قامت کی یاد مین ہمنے … مصرع سرو انتخاب کیا
تو نے دریا مین اک نگاہ کے ساتھ … قطرۂ آب کو شراب کیا
ان خرابا تیون کی صحبت نے … تجھکو آباد کیا خراب کیا

آتش تخلص ہی عاشق دل سوختہ سخن خواجہ حیدر علی لکھنوی کا طوطی خوش لہجہ شکرستان سخن اور بلبل رنگین نواے گلشن معنی تھا مضامین شوخ اوسکے الفاظ پاکیزہ مین تمکن جیسے آئینہ مین سیماب اور معانی رنگین اوسکی عبارت مین جاگزین جیسے مینا مین شراب نکتہ ہاے برجستہ اور اشارات دور اور زبان پاکیزہ اور عبارت شستہ اور رنگینی معنی اور شوخی مضمون اور غرابت تشبیہ اور تازگی طرز ایک بزم مین ہنگامہ آرا اور ایک منظر سے چہرہ کشا ہین باعتبار تخلص کے آتش تھا باعتبار تواضع کے خاک باعتبار تن کے مشت تھا باعتبار فکر کے چالاک مشق سخن کو کہنہ کر دیا تھا اور طرز سخن کو جدید طبیعت کو گنجینہ کیا تھا اور قلم کو کلید دیوان فصاحت نبیان اوسکا انواع سخن سے مملو ہی اور ہر سخن جان نوازی مین باد مسیحا اور آبحیات سے ہم پہلو نقل اون اشعار کے اہل مذاق کی ضیافت طبع کے واسطے مائدہ اوراق پر چنے جاتے ہین

بل نہ نکلا تری زلفون کا صنم شانہ سے … واقعی زور ہین پیچ اسکے بل مین ہوتا
چھوڑتا میرے گریبان کو نہین دست جنون … کیا یہ اسکو کسی محبوب کا دامن سمجھا
خانۂ زنجیر سے مثل صدا اوڑتا ہون اب … یاد آتا ہی کف پا مین کھٹکنا خار کا
خم ندامت سے کیا محراب مین کعبہ کے سر … گردن زاہد سے بوجھ اوٹھا نہ جب زنار کا
آہ و نالہ سے سوا چرچا خموشی کا ہوا … پاس رسوائی نے ہمکو اور رسوا کر دیا
سمجھتے تھے نہ ہم اتنا دراز ای جنون تجھکو … گریبان سے تعلق ہو گیا موقوف دامن کا
سبک وضعو نکا احسان کھینچنا ہی داغ پیشانی … نشان مٹتا ہی روے زخم سے کب تا سیہ روز
مفسدے جو کہ ہون اوس چشم سیہ سے کم ہین … فتنہ پردازی جسے کہتے ہین فن ہی کسکا
دور بان سے اور درد ہمارا ہوا دو چند … مرہم سے داغ سینے مین ناسور ہو گیا
بڑا شور سنتے تھے پہلو مین دل کا … جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا
چال ہی مجھ ناتوان کی مرغ بسمل کی تڑپ … ہر قدم پر ہی یقین یان رہ گیا وان گر پڑا

تڑپتا تھا غضب ہی نگہ کا تیر ای دل
آکے سینے سے لبون پر دم اٹکتا ہی عبث
کیا اثر ہو ہمری آہون سے بتون کے دل مین
غرور عشق زیادہ غرور حسن سے ہی
سامنے ہوتی نہین اوس شمع رو کے اپنی آنکھ
تشنۂ دیدار مجھ سا دوسرا کوئی نہین
حلاوت کچھ تو ہی جو دیکھے اپنی جان شیرین کو
بے حیا ہو لکا مگر شہر ہی اقلیم عدم
فاتحہ پڑھنے کو آئے قبر آتش پر نہ یار
روان رکھتا ہی خون آنکھون سے ہجر آکے ٹھہرا ہیگا
کون ہی جو تری دوری مین نہین مرتا ہی
وہی کمان کش ہی کشش سے دل کی امید، تو ہی
کوچے سے یار کے نہ صبا دور پھینک اسے
مشتاق اہل میکدہ ہین یان کرم کرے
کوچۂ یار مین سایہ کی طرح رہتا ہون مگر
بہت خراب رہا میکدہ مین ای آتش
سپرد کسکے مرے بعد ہو امانت عشق
تپے دل اوسکی چتون پر ہزارون
آشنا معنی سے صورت آشنا ہوتا نہین
زہر کھاتے ہین طلبگار شہادت قاتل
تھی آرزو کہ تجھے گل کے روبرو کرتے
سپید نہ ہیتہ ہوا تو خوب ہوا

تجھی کو سامنے آفت رسیدہ ہونا تھا
ٹھہرنا اچھا نہین جب ہوا ارادہ دور کا
صدمہ کھینچے نہ رگ سنگ کبھی نشتر کا
اودھر تو آنکھ پھری دم ادھر روانہ ہوا
ای صبا محفل سے پروانہ کی خاکستر اوٹھا
سب سے پہلے مجکو ای ہنگامۂ محشر اوٹھا
مزہ چکھتے ہین مردم جان کنی کی تلخ کامی کا
دیکھتا ہون جسے ہوتا ہی وہ عریان پیدا
دو ہی دن مین پاس الفت اسقدر جاتا رہا
شفق آلودہ رہتا ہی ہلال اپنے گریبان کا
ایک گھر رہنے نہ دیگی شب ہجران آباد
تیر پہلو سے مرے نکلے تو پیکان چھوڑکر
مدت کے بعد آئی ہی خاک اپنی راہ پر
ابر سیہ کا لطف نہین خانقاہ پر
در کے نزدیک کبھی ہون کبھی دیوار کے پاس
خدا پرست ہی چل خانۂ خدا کی طرف
اوٹھائے کون یہ بار گران نہین معلوم
ہوئے بے ساختہ پن پہ ہزارون
آئینہ دل کی طرح سے حق نما ہوتا نہین
ہاتھ سے تیرے ترے بے سروپا جاتے ہین
ہم اور بلبل بیتاب گفتگو کرتے
زبان غیر سے کیا شرح آرزو کرتے

آذر تخلص ذوالفقار علیخان ابن حیات علیخان ابن معتمد الدولہ احمد علیخان ابن نواب یعقوب علیخان جو شاہ ولی خان وزیر احمد شاہ بادشاہ کے بھائی اور بادشاہ کی طرف سے شاہجہان آباد کے قلعہ دار تھے ذوالفقار علیخان موصوف شعر کی اصلاح

مرزا اسد اللہ خان غالب سے لیتا ہی جو کہ نوجوان و شوخ طبع ہی بمقتضاے الاسما تتنزل من السما تخلص بھی مناسب مزاج کے واقع ہوا ہی یہ چند شعر اوسکے لکھے جاتے ہین

مرے ستانے نے کام اوس سے اک جہان کے لیے
جو مین نہون تو نہو گردش آسمان کے لیے

شکر یہ وان زبان کٹتی ہی
شکوہ کرنے کی کیا مجال ہمین

ہوتے نا خوش تیان دیکھا جو مجکو
خدنگ غمزہ نے گویا خطا کی

آرزو تخلص میرزا علاء الدین عرف میرزا کالے خلف میرزا منور بخت ولد میرزا فیروز بخت ابن حضرت شاہ عالم بادشاہ غازی نور اللہ مرقدہٗ اگرچہ نومشق و کم گو ہین لیکن خوش فکر و تیز فہم ہین فن سخن مین استفادہ راقم ہیچمدان سے ہی یہ چند شعر اونکے انتخاب ہوکر لکھے گئے

[illegible] آسمان کیسا
چڑھا ہی زور سے اب نالہ و فغان کیسا

[illegible] نفس [illegible] مجکو اوڑا
ہوا ہون رنج کے صدمون سے ناتوان کیسا

لگا ہین ہاتھ [illegible] تو یون کہے بلبل
کہ آج لوٹے ہی گلچین یہ گلستان کیسا

نہ اونکو سننے کی طاقت نہ مجکو کہنے کی
سنے ہی کون کہے کون اور بیان کیسا

کسیکے حال کی تجکو نہین خبر مطلق
تڑپ رہا ہی پڑا ایک نیم جان کیسا

کرے ہی بند ہمین پند گو خدا کی ہی شان
کہان کا آج ہمارا یہ غمگسار آیا

رو رو کے خون اوسنے بھی حسرت نکال لی
عاشق کا تو نے خون نہ بہایا تو کیا ہوا

یان بیخودی ہی مانع نظارہ ہم نفس
اوسنے جمال اپنا دکھایا تو کیا ہوا

آزادگان کو مانع وحشت نہین ہی قید
زلفون مین تم نے دل کو پھنسایا تو کیا ہوا

ہی وہ ہی غفلت اور وہی بے نیازیان
احوال دل گر اوسکو سنایا تو کیا ہوا

تری حاجت نہین کچھ جانے بجانے کی کہ اب
تجھ سے آگے ہین وہان آپ چلا جاتا ہون

آرزو کی مجھے کیا ہی کہ ساقی ہر دم
ان نگاہون سے ہی سرشار ہوا جاتا ہون

نگاہون کے ملاتے ہی نہ تھا گویا کہ سینے مین
عجب ہی دل کے لینے کا ہی ڈھب اوس شوخ پر فن کو

آخر اوس آہوے رم خوردہ کو لایا ہی نہ کھینچ
میری اس جذبۂ الفت کے اثر کو دیکھو

رہتا ہی غم سدا ترے اس مبتلا کے ساتھ
گویا کہ آشنا کو ہی ربط آشنا کے ساتھ

زاہد نہ تو عبث کو کہ اوسکا بھی ہی ظہور
کرتا ہی کیا معاملہ نادان خدا کے ساتھ

اسیر بھی بددماغ وہ ہوتے ہین یا نصیب
وان بے نیاز یون سے نہین کچھ خیال بھی
اوسکو لڑائیون کا کہان ضعف سے دماغ
محفل مین تو اعدا کو بلایا مرے آگے
آئینہ ہی لے بیٹھے ہے چھیڑ تو دیکھو
احباب جو کچھ حال مرا کہوین تو کہوے
ہے ایک بوسے پہ سودا ہمارے دل کا کہ ہم
روز یون ہی وصل مین لازم ہے نکا گفتگو
بعد مرنے کے بھی اوسکی ہے تمنا باقی
فارغ البال ہوے تم مجھے دیکر بوسہ
آرزو کو بھی غم افسوس قضا نے چھوڑا

ہر چند بات کہتے ہین ہم التجا کے ساتھ
ہم لب کو کس امید پہ کھولین دعا کے ساتھ
کیجے نہ جنگ آرزوے مبتلا کے ساتھ
اور باتین بنانے لگے کیا کیا مرے آگے
محفل مین جب آتا ہے خود آرا مرے آگے
لے بیٹھے ہو تم ذکر کہا نکا مرے آگے
لحاظ نفع و خیال ضرر نہین رکھتے
شوق بڑھتا ہے زیادہ آپ کی تکرار سے
سر تو باقی نہین اور ہے وہی سودا باقی
ابھی سو طرح کا ہے آپ سے دعوا باقی
عاشقون مین ترے ایک یہی رہا تھا باقی

آزاد تخلص مرزا اعظم شاہ ولد مرزا عادل ابن مرزا سلیمان شکوہ بہادر مرحوم خوش فکر ذکی الطبع شوق علم تصوف نے ضمیر حقیقت تخمیر پہ استیلا پایا ہے جوان خوبصورت وجیہ رند مشرب بیباک مزاج آزاد وضع گویا کہ اسم بامسمے ہین یہ چند شعر ثمرہ طبیعت معرفت کوش اوسکے معرض تبیان مین آئے ہ

گھبرائیگا کیا جی مرا تنگی قفس سے
وہ اور ہین جنکی شب ہجران کو سحر ہے
ہم یہ سمجھے تھے چھپائیگا گنہگارون کو
آزاد کو مت پوچھو کیا اوسکا ٹھکانا ہے
آزاد چپکا رہنا آنکھون سے برا ہے
عجب اعجاز ان آنکھون نے دکھایا چشم قاتل مین
تمھارا جذبۂ الفت جو لیجاتے تو لیجاتے
وہ بن سنور کے ترا بیٹھنا وہ شرمانا
یہ تو کہیے کہ نہ لیگا مجھے مرقد مین تو چین
یان آہ بھی لب تک آ نہ پہونچی

سو بار بھی کیا ہو کے گرفتار نہ آیا
یان شام ہوئی حشر کی اور یار نہ آیا
پر بہت تنگ ہے محشر ترا دامان دیکھا
جس کوچے مین دن گذرا وان شب بھی رہا ہوگا
پھٹ جائیگا کلیجہ کچھ بات بھی کیا کر
کہ اک تیر نگہ اور آ کے بیٹھے لاکھ کے دل مین
وگرنہ کام کیا ہم بیخودونکا روز محشر مین
وہ دیکھ آئینہ کہنا کہ دیکھنا مجھکو
یا وہان بھی ہے کوئی فتنہ اوٹھانا باقی
کیونکر کرتے ہین لوگ نالے

آزاد

آزاد ترے پاس نہ زر ہے نہ زور ہے
تجھسے کوئی ملے تو کس امید پہ ملے

آشفتہ تخلص گلاب سنگھ متوطن شاہجہان آباد قوم کھتری عین آغاز شباب و عالم نوخاستگی مین شہید خنجر مژگان یار اور زخمی تیغ ابروے دلدار تھا سینہ سوزان داغ عشق سے لبریز اور دل صد چاک زخم محبت سے گل خیز وہ رخسار کہ موج نسیم کے لطمہ سے ارغوان زعفران ہوجاتا تھا یاسمن زرد ہوکر زخم ناخن کی سعی سے چاہتا تھا کہ عندلیب مزاجونکی نظر مین ہر گل احمر کے لباس مین جلوہ نما ہو اور وہ آنکھ کہ خواب مستی مین طلبگاران سینہ چاک کے حال سے غافل ہی معشوق سست پیمان کے انتظار مین دیدۂ عشاق سے بیخواب تر ہوکر شکوہ گذاران تغافل کے سامنے حجاب سے نہوتی کہ شاید طرز نیم خوابی اسی حیلے سے پیدا ہو خار مژہ آب گریہ سے ایسا تر کہ نہ کسی سینہ کے پار گذرتا اور نہ کسی دل مین خلش پیدا کرتا نہ شانہ کو چین زلف تک رسائی اور نہ سرمہ کو منظر چشم سے خودنمائی ہر دم کے زلف سلجھانے مین کاہل کوشی اور ہر وقت کے سرمہ لگانے مین اغماض اور چشم پوشی خرام ناز صحرانوردی وحشت سے بدل گیا اور رنگ عشرت دل مین خون ہوکر یکبار چشمۂ چشم سے ابل گیا خم ابروے وہم وضع تسلیم شوخی رفتار نقش قدم سے ہم صحبت و ندیم طبیعت یاد معشوق مین اشعار عاشقانہ سے لگنے لگی اور آنکھ تصور جمال مین ہر بہانہ سے لگنے لگی زلف وبال ہوگئی او رخوب خیال بعد اوس ستمگاری خنجر گذاری کی تطاول چرخ نے ایسا بےبس کر دیا کہ جیب اور پیرہن بجلا خنجر آبدار سے آپ اپنا سر کاٹ کر راہ دلدار مین نثار کر دیا یہ ایک سانحہ عجیب ہے کہ قلم کی زبان اسکے بیان سے چاک ہوتی ہے اور طبیعت ناقل کی اس حکایت سے دردناک ہرچند اس واقعہ کو پچیس برس کے قریب گذرے لیکن دلہاے اندوہگین پر وہ غم آج تک تازہ ہے اور طبائع دردمند مین وہ الم بے اندازہ شعر ریختہ مین گو کسی ماہر فن سے مشورہ نہ تھا لیکن جودت فکر اور سلامت طبع سے چاشنی کلام پر راست مزہ تھی اور وضع معاملہ بندی کی ایسی دلچسپ تھی کہ اگر اوسکے اشعار کی بیاض عاشق مزاجونکے سینے سے الگ نہو تو کچھ عجب نہین جن دنون مین غازی الدین خان کے مدرسہ مین کہ شہر کے دروازہ اجمیری سے باہر واقع ہے طالب علمان مدرسہ بزم مشاعرہ ترتیب دیتے تھے راقم تذکرہ نے اوس گلرخسار کو اوسی مشاعرہ مین دیکھا اور اوس عندلیب گفتار کو اون ہم نفسون مین بولتے شغل ان چند اشعار کی تحریر مین خامہ ہمنواے نوحہ ماتم اور بہم آواز نالۂ غم ہوسکے

لگا سمجھا جفا و عدہ کو شب جانان کف پا کو	جلاتی آتش غم ہی مرے دل کی تمنا کو
دل مین آشفتہ ہی تیون کا خیال	اب یہ باتین ہین پارسائی کی
مین تو شکوہ نہین کرتا ہون غم فرقت کا	تم ہی کرتے ہو گلے مجھسے مریجان اولٹے
کوے جانان دو قدم ہی ناتوانی دل مجھوڑ	گو قدم اوٹھتا نہین پر کچھ تو ہمت چاہیے

آشوب

آشوب تخلص میر ... خاندان سیادت سے تھا لیکن عنایت سلطانی سے لقب خانی کا انکے آباء اجداد مین اب تک چلا آتا ہو خوش اخلاق نیک طینت دوست و دشمن کے ساتھ ایک وضع سے بسر کرتے ہین سواے اوس ... نہین دیکھا ابتدا سے انتہا تک اپنے سخن کو میر نظام الدین ممنون کی نظر اصلاح سے گذرانا اور استاد کے طرز پر اسطرح سے چلا کہ اسکے شعر پر اوستاد کے سخن کا اشتباہ ہوتا تھا گویا دو منھ مین ایک بات تھی واقع مین یہ ہی کہ مدد فکر بلند اور اعانت طبع رسا اور کمال استعداد علمی فراہم ہو کر اس سخن سنج کے کلام کو آسمان تک لیگئین یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

گنہ کے بوجھ سے محشر تلک پہونچ نہ سکے	اسی مین پردہ رہا ہم گناہگارون کا
دل کو سمجھے تھے کہ اوس بزم سے لے آئینگے	ہاے اپنا ہی ہوا وان سے پھر آنا مشکل
غدر جفا کے کب تلک تم کرو ہم گلہ کرین	وصل کی رات کم رہی آؤ معاملہ کرین
ہاے بس آلودگی دامن قاتل نہ گیا	کسقدر ذوق طپیدن سے پشیمان ہوئین
دل کہین دیدہ کہین صبر کہین تاب کہین	ہاے کتنا شب ہجران مین پریشان ہوئین

آصف

آصف تخلص میرزا محمد باقر شیرازی مولد تجارت کے وسیلہ سے ہندوستان کی آمد و رفت کا ایسا اتفاق ہوتا ہی کہ جیسے کوئی گھر سے بازار جاتا ہو مرد صاحب اخلاق رنگین صحبت اتفاق ورود بیشتر دار الخلافہ اکبر آباد مین ہوتا ہی فارسی مین فکر شعر کرتا ہی یہ دو شعر اوسکے مسموع ہوے

صبح وصل ترا شب آمد و نیست	شام ہجر ترا سحر چہ علاج
باہر کہ دل کشید ترا جام می بکش	من ہم کشم ز جام دل خویشتن صبوح

آغا

آغا تخلص آغا مرزا خلف مرزا ابراہیم شوکت چالیس بیتالیس کا سن و سال اور مرد باقبال ہی سنا گیا کہ اصل مین باشندہ شاہجہان آباد ہی لیکن بالفعل سواد کانپور اوسکی اقامت سے رشک بہشت بنکر نازان ہی یہ شعر اوسکا مسموع ہوا

دل اوس تلک پہونچ تو گیا تھا یہ ہمد مو ۔ کچھ مجکو چپ سی لگ گئی ایسی کہ کیا کہون

آفی تخلص نواب احمد یار خان خلف الصدق نواب فلک جناب [illegible] وساے عالی تبار سلالہ خاندان عزت و وقار نواب محمد امیر خان مرحوم والی ٹونک [illegible] بالفعل نواب مستطاب وزیر الدولہ بہادر مہین فرزند نواب مرحوم و برادر حقیقی اس بلند منزلت کے زیر نگین ہی سکہ جذبہ الٰہی عنان گیر اور لطف رؤف مطلق دستگیر ہوا محبت دنیا دون سے کنارہ کرکے خاطر کو یاد حق مین مشغول اور طبیعت کو مرضیات ایزدی مین صرف کیا آزادانہ بسر کرتے ہین اور بیشتر اوقات سیاحت و سفر خصوصاً زیارت اولیا مین گزارتے ہین گاہ گاہ موزونی طبیعت کے اقتضا سے شعر فارسی اونکی چشمہ طبع سے تراوش کرتا ہی یہ دو چار شعر اونکی زبان فصاحت بیان سے مسموع ہے

بعشق روی تو در باختم دل و جان را ۔ بکار زلف تو کردم متاع ایمان را
حیات کشتۂ تیغ تو کرد ہمند بخضر ۔ خورد ز چشمۂ فولاد آب حیوان را
گداے کوچہ جانان بخش گلرخان آفی ۔ بہ نیم جو نخرد قصر باغ رضوان را
بسے گذشت کہ از گل خبر نمے شنوم ۔ دلے نماند مگر بلبل خوش الحان را

آگاہ تخلص سید محمد رضا معروف بہ احمد مرزا مرد خوش مزاج نیک نہاد فن ریختہ گوئی کو مرزا اسد اللہ خان غالب تخلص سے کسب کیا ہی یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے ہین

ہجر کے ہاتھون کچھ ایسا زیست سے بیزار تھا ۔ غیر کے بدلے بھی کل مرنے پہ مین طیار تھا
کیون نہ چلنے مین قیامت ہو ترے ای فتنہ جو ۔ شور محشر سے زیادہ ہی تری رفتار کا
اوسی کی یاد مین سب عمر ہمنے کاٹی ہاے ۔ جسے خیال ہمارا نہ ایک بار آیا
گھر غیر کا ہو راہ مین یہ بھی مری قسمت ۔ لایا تو اوسے جذبہ محبت کا نہین تھا
اوسکے دامن کو نہ دے جنبش تو ای باد صبا ۔ مجھ غبار ناتوان کی منت بہ یادی [illegible]
کھینچ لا یار کو میرے گھر تک ۔ کچھ اگر [illegible]

اہی تخلص [illegible] خاندان سیادت امجد دودمان شرافت [illegible] سر و گلستان مجد و بہار روشن ضمیر صافی نہاد صادق الوداد راسخ الاتحاد از ہمہ برکنار و باہمہ درمیان جواد الدولہ سید احمد خان کہ اول تو اپنی استعداد و استحقاق

اور خلق کی دعاے نیم شبی و نالہ ہاے سحری کے ذریعہ سے مسند فصل خصومات مردم شاہجہان آباد
یعنی عہدہ منصفی پہ حکام روزگار کی طرف سے متمکن ہوکر منتظمان عالم اور ستم رسیدگان
جہان کی دادرسی مین مصروف اور تحصیل مثوبات اخروی مین مشغوف تھے اور ابا تجویز
کے جذبہ اور ضعفاے دوردست کی دعاے تہ دلی کی کشش سے منصب صدر امینی سے
ممتاز ہوکر شہر بجنور مین کہ حضرت شاہجہان آباد سے چار روزہ مسافت رکھتا ہے آوازہ
عدل و داد کو گوش ملایک تک پہونچایا ہے خامہ دو زبان متحیر ہے کہ اوصاف متعدد ہ اور حماید
بیشمار کسطرح ظرف کوچک الفاظ مین گنجایش پاوے اور وہ گنج شایگان کیونکر
کتاب کے حوصلہ تنگ مین سماوے ایک طرف بزرگی نسب اور شرافت حسب دامنگیر
خیال ہے کہ اس گفتگو کے وسیلہ سے فرق سخن کو آسمان تک پہونچاوے اور ایک جانب
اصابت تدبیر اور رزانت راے اور طینت نیک اور خیر خواہی خلق اور رضا جوئی خالق
تقاضا کرتی ہے کہ ان سخنان راستی بنیان کو زبان گفتگو سے آشنا کرکے غافلان دوردست کو محکمہ
انصاف اور دیوان احقاق حق کی راہ پر ڈالدے کبھی تہذیب نفس اور حسن اخلاق اور خلوص
محبت اور رسوخ صداقت چشمۂ وداد کی صفائی مراسم اتحاد کی بیرپائی کہتی ہے کہ سوا اس
حرف کے کچھ زبان پر نہ لاوے تا نو مشقان مکتب محبت کو رہنمائی اور نو نیازان درس خانۂ عشق
کو ہدایت ہو جاوے اور کبھی بے تکلفی کی طرز اور بے ساختگی کی وضع متقاضی ہے کہ اگر اس طرز
و طور کو طراز بیان نہ بخشے آئینہ اوصاف نگاری بے تمثال اور جلوہ گاہ یار فروشی بے دیدار رہیگا
ارباب تکلف کو لباس نفاق سے معرا اور اہل تصلف کو عطر وفاق سے نافہ کشا کرنا اس
تدبیر کے سوا ممکن نہین اور خامۂ بیچارہ کس کس کا بار اپنی گردن پر لے اور اس زبان بریدہ
سے کیا کیا کہے ان اوصاف سے قطع نظر جو کہ کمال مجسم اور فضل مشکل ہو کیونکر کوئی اُن کے
بیان محاسن سے عہدہ برا ہو مین اس مجمع مفاخر کے ذکر نسب اور بیان حسب پر قناعت کرتا ہون
تاکہ بمقتضاے ما فی دل اصل کا حسن خوبی فرع پر دلالت کرے ہوشیار خرامان عرصۂ
روزگار پر ظاہر ہے کہ آبا و اجداد اس جلیل الشان کے عہد دولت مہد اکبری مین ہرات سے
وارد ہندوستان ہوے اور اس اقلیم کے ملوک داد پیشہ اور خسروان انصاف اندیشہ
کی قدر دانی اور آدم شناسی سے مناصب جلیلہ سے سرفراز رہے بعض کو انتظام صوبۂ کشمیر
اور بعض کو کار سیاسات صوبۂ بندر کا مفوض ہوا عالمگیر ثانی کی پیشگاہ سلطنت سے منصب

ہزاری ذات و پانسو سوار اور خطاب جواد الدولہ جواد علیخان انکے جد امجد میر بادی کو مرحمت ہوا پھر انکے والد ماجد سید محمد تقی خان بہادر پر یہی منصب اور یہی خطاب مسلم رہا جب اوس سید عالی نسب نے اس دار فانی سے رحلت کی تو خطاب موروثی نے اس مجمع محاسن کی طرف بازگشت کی انکے جد مادری نواب دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فرید الدین احمد خان بہادر مصلح جنگ پہلے سرکار انگریزی سے توسل شایستہ رکھتے تھے اور پیشگاہ گورنمنٹ ہند سے سفارت شاہ ایران پر مامور ہوے اور اپنی حسن تدبیر سے انگریز اور بادشاہ ایران مین عہود اور مواثیق کو دلخواہ استحکام دیا انگریزی کی طرف سے اس امر خیر کے صلہ مین ایک عہدۂ جلیلہ کے ساتھ نامزد ہوے یعنی ممالک اوا مین پولیٹیکل ایجنٹ ہو گئے بعد مدت کے حضرت شاہجہان آباد مین آئے اور بادشاہ جم جاہ اکبر شاہ ثانی کی لطف عنایت سے سرفراز ہو کر عہدۂ وزارت سے مشرف ہوے اس رفعت مکان علی الشان کے حق مین حکام زمانہ حال کی قدر شناسی اوس پہلے اعتبار کا علاوہ اور اوس افتخار پر مزید ہی بعد اسکے خامۂ مقطوع اللسان لکھتا ہی کہ بعد سر انجام مہام خلایق کے اگر اوقات فرصت مین کچھ شغل ہی تو علوم شراقیہ اور فنون لطیفہ کی طرف میں کرنا اور غوامض و دقایق کی طرف توجہ فرمانی ایک رسالہ ابطال حرکت زمین مین ایسا خوب لکھا ہی کہ اگر زمین موافق زعم اہل فرنگ کے متحرک بھی ہو تو اوسکی متانت براہین اور استحکام دلایل سے متحیر ہو کر نقش پا کی طرح حرکت سے باز رہیگی اور زمانہ سابق مین ایک کتاب زبان اردو مین شاہجہان آباد اور یہان کے نواحی کی عمارتون کے حال مین لکھی ہی مسمے باثار الصنادید اور مکانات عجیبہ اور عمارات غریبہ کے نقشے مصور مانی کار کے قلم سے اوسکے ہر صفحہ پر منقوش ہین اب پھر ہمت عالی کی تحریک سے اطراف سواد جہان آباد کو از سر نو پر سیر کیا اور تحقیقات سابقہ پر ایسا کچھ زیادہ کر دیا کہ غالباً اب اوس پر زیادتی متصور نہین بسبب ان اشغال جلیلہ اور امور نبیلہ کے مضامین خیالی اور وہمی کی طرف کم ملتفت ہوتے ہین لیکن جو کہ موزونی طبع ذاتی ہی گاہ گاہ کسی تقریب حسن سے شعر گوئی کا اتفاق ہوتا ہی یہ چند شعر زیب ترقیم کر کے گوش سامعین کو ممنون کرتا ہی

شاہد رعنائے دہر زینت دیگر گرفت	دلبر زیبائے باغ چہرۂ نو زیور گرفت
تاک ز بالیدگی میکدہ بنیاد کرد	ساقی ما از نشاط جام بکف در گرفت

ہم ز پوشاہدان حجلہ بر آراست باغ
شب بفرو زندگی طعنہ بہ نور روز زد
آہی خستہ جگر گشت چو مداح شاہ
اختر بخت نگہ چون ز نحوست رہد
جو دتو وقف سخن نذل تو صرف ہنر
دل در خم گیسوے پریشان تو یابند
گر را نہ بجویند ز سر رشتہ جانہا
لو مار شفاعت چو دم حشر کشایند
باشند بجمعیت خاطر بدم حشر
خاکم چو بجویند بمیدان قیامت
سحرے کہ بود غیرت اعجاز مسیحا

ہم پے سوداے می غنچہ بکف زر گرفت
شام بہ تابندگی خردہ سجا ور گرفت
جائزہ را خامہ اش تاج ز عنبر گرفت
گر ز یکے عقدہ رست عقدۂ دیگر گرفت
ہر چہ گفت بر فشاند حجلہ سخنور گرفت
جانہاے دو عالم ہمہ خواہان تو یابند
موے ز سر طرہ پیچان تو یابند
حرفے ست کہ از دفتر دیوان تو یابند
آنانکہ سر زلف پریشان تو یابند
افتادہ بہر گوشہ دامان تو یابند
رمزیست کہ در نرگس فتان تو یابند

آہی تخلص میر عبد الرحمن پسر میر حسین تسکین جوان متین صاحب اخلاق حمیدہ و اطوار پسندیدہ وجاہت ظاہری کا بیان کرون یا خوبیہاے معنوی کا ذکر زبان پہ لاؤن کمال ذہانت سے ہر فن کے ساتھ ایک مناسبت تام ہے کتب درسیہ جناب اوستادی مولانا و مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے تمام و کمال پڑھی ہین اور فن معما کو نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ جناب موصوف سے حاصل کیا فہم اس فن کا جیسا اس صاحب ذکا کو دیکھا گیا کم کسی کو ہوگا گاہ گاہ فکر شعر بھی کرتا ہے یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے ہین

آہی

یہ غلط دھوم کہ نکلا تھا وہ گھر سے باہر
دیکھا تھا اگر اوسکو ہم بزم رقیبون سے
تمھارے حسن مین گرمی نہین ہے
دل لیے جاتی ہین جو ہین شرع مین یہ مہ رو
[illegible]
[illegible]
اوٹھ کہین ہے آمد آمد اوس ستمگر کی وہان

شہر مین چاک کسیکا تو گریبان ہوتا
تو چاہیے تھا قاصد جیتا نہ پھرا ہوتا
اگر ہووے تو وابند قبا ہو
سامنے رکھنی مرے تصویر جانان چاہیے
دل وحشی یہ کہتا ہے بیابان چاہیے
خنجر کو وہ اپنے بجھا کر لیگئے
اہل محشر مجکو یہ مژدہ سنا کر لیگئے

۱۷۵

واعظا خلد ... گذشته ... ہین ... کچھ — قدردان مری ہی جیسا کوئی میخوار رہے
پھر تمنا بھی ... ہے آہی کی — لوگ کہتے ہین مر گئے کب کے
سب کو خبر ہوئی مرے حال تباہ کی — اوٹھ جائیگی جہان سے اب رسم چاہ کی
شکوہ کہان کا کیسا گلہ بھی نکل گیا — شرما کے یار بیٹھے ہین نیچی نگاہ کی

الف مقصورہ

اثر تخلص عبد الرزاق فرزند عبد الرحمن تمنا تخلص نوجوان ذہین خوش اخلاق شاہجہان آباد مین بہت مدت تک اوستادی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کی خدمت مین حاضر رہکر فن فارسی اور مدرسہ سرکار انگریزی مین علوم ریاضی کو تحصیل کیا جو کہ نہایت موزون طبع ہی شعر ازحد و بہت لطف و پاکیزگی کے ساتھ کہتا ہی یہ چند شعر اوسکے اشعار سے انتخاب ہوے

پہلو مین درد سینہ مین چاک اشک آنکھ مین — مجھ سے تو کہہ اثر کہ ترا دل لگا کہین
ترا ہر ایک سے ملنا بت وفا دشمن — کریگا دیکھیے کس کس سے آشنا مجکو
مجھے تو جلنے پہ بھی زندگی غنیمت تھی — فلک نے مثل چراغ اب بجھا دیا مجکو
ہوئی بدولت ضعف آہ سے بھی خاطر جمع — اثر یہ جبکے کچھ ایک اعتبار تھا مجکو
گر چال کا نام آتے ہی آتی ہی قیامت — مضمون ترے رفتار کا باندھا نکرینگے
خواہش ہی میرے دست جنون کو بہار کی — اور آرزو ہی آبلۂ پا کو خار کی
کیا جانتا تھا وہ کہ ستم کیا ہی جور کیا — باتین یہ سب ہین اس دل الفت شعار کی
وحشت تو دیکھیو کہ پس مرگ بھی مرے — جنگل مین اوڑتی پھرتی ہی مٹی مزار کی
ہون کامیاب لعل لب یار سے عدو — حسرت نہ نکلی آہ دل سوگوار کی
تم اور عیش و بادہ و اغیار ہمنشین — ہم اور مصیبت آہ یہ شبہاے تار کی
اے حضرت اثر کہین عاشق ہین آپ جو — یون خاک اوڑاتے پھرتے ہین ہر کوہسار کی
ہین اور یار اور شب ماہتاب ہی — یارب مجھے خیال ہی یا یہ کہ خواب ہی
اے چشم اوسکے سامنے رو کر نہو سبک — انسان کی آبرو جوہر موتی کی آب ہی
پامال غیر ہی مری نعش اوس گلی مین آج — مر کر بھی خاک پہ مرے کیا کیا عذاب ہی
سوزش سے حشر تک وہ زمین ہو کبھی نہ سبز — جس جا ہمارے آبلۂ پا کا آب ہی

عشق بتان مین خاک لب پہ ہو تو اب اثر	دنیا خراب اور ترا دین بھی خراب ہی
ایک دن فاتحہ پڑھتا تھا کسی قبر پہ وہ	حیلہ اک اور بھی باقی ہو سو مر دیکھینگے

احسان

احسان تخلص زبدہ کملاے روزگار اسوہ نتائج قرون وادوار بانی بناے سخنوری
گلشن پیراے حدیقہ معنی پروری طراز وسادہ کمال زیب مسند جلال وجمال مسند الیہ
فضل وافضال جامع مراتب تکمیل واکمال مصدر علم ومعدن حلم حامی افاضل زمان
معاذ و پناہ ہنرمندان جہان مرجع مآرب طلاب ہر فن مآب کشور خدایان سخن عیار افزاے نقد
ہنر عیار گیر معنی پروران سخن گستر استاد سلاطین زمان شاگرد حضرت رحمان حافظ
عبدالرحمن خان خلف مقبول انام قدوہ عظام استاد ومختار سرکار مرشدزادہ آفاق
صاحب عالم مرزا فرخندہ بخت بہادر مرحوم ابن حضرت شاہ عالم بادشاہ مبرور حافظ
غلام رسول مغفور اس جناب فیض مآب کے اخلاق پسندیدہ احاطہ تقریر سے بیرون اور
اوصاف حمیدہ حوصلہ تحریر سے افزون ہین اگر علم وفضل کی توصیف زبان پر آوے اس
آفتاب سے ایک ذرہ اور اس کتاب سے ایک حرف حوصلہ گفتگو مین نہ سماوے ہرچند
کلام قدما کی مزاولت سے صنائع لفظی کی طرف اکثر عنان توجہ معطوف اور طبیعت فیض طویت
ایسے امور غرابت دستور کی جانب نہایت مالوف تھی اور ارباب ذوق جانتے ہین کہ اس
طرح کے قیود صفاے کلام اور آمد سخن سے مانع اور ایانی سیاق اور روانی عبارت کے
عائق ہوتے ہین لیکن اہل انصاف کہ طبیعت کو جون آئینہ صاف اور ضمیر آفتاب تنویر کو بے غل صاف
رکھتے ہین بے شائبہ تکلف فرماوینگے کہ اتنے تکلف پر سخن کتنا بے تکلف تھا اور باہمہ پابندی
الفاظ معنی کی تلاش ایسی تھی کہ گلشن قدس کا چمن انکی فکر کی دست درازی سے گل و بار
سے ایسا خالی ہوگیا تھا کہ عالم کے گلچینان سخن کو سواے چند برگ سبز کے کہ اس سیار چمن زار
معنی کے قابل التفات نہ تھے کچھ ہاتھ نہ لگتا تھا اور بلندی کلام کا یہ حال تھا کہ اگر سقف
آسمان اسیقدر اور مرتفع ہوتی اس والی اقلیم ہنر کے بام سخن کا طرہ خوف مزاحمت سے خاطرخواہ
بلند نہو سکتا انواع سخن مین ایسی قدرت کہ جس صنف کلام پر نظر پڑتی ہے یہی خیال مین آتا ہے
کہ یہ صاحب کمال اپنے فن مین یگانہ اور اسی طرز مین یکتاے زمانہ تھا غزل مین اگر اشعار
عاشقانہ ہین گویا عشاق جگر فگار کی آہ کا دُخان ہین کہ بے اختیار دیدۂ بے درد کو بھی نمناک
کر دیتے ہین اور اگر ابیات عارفانہ ہین یون معلوم ہوتا ہے کہ روشن ضمیران صاف

طینت کے دل کا سویدا ہین کہ اسرار خفی اور انوار جلی راز دانان معنی کی نگاہ مین اونسے جلوہ گر
ہوتے ہین قصیدہ مین اگر تشبیب ہی طرز توطیہ اور انداز تخلیص اعجاز گوئندہ پر دلالت
کرتی ہی اور اگر مدح ہی شوکت الفاظ اور طمطراق معنی سے رتبہ ممدوح کو آسمان سے ہم رفعت
کرتی ہی طرز سخن بے نظیر اور انداز کلام دلپذیر بیت بیت ابروسے جان فزا مصرع مصرع زلف سے
دلربا تر کمال مہارت عروض سے دریافت کیا کہ مصرع زلف خوبان بحر طویل مین موزون ہی
اور نہایت روشن سوادی سے معلوم فرمایا کہ بیاض گردن محبوبان اشعار بار یک سے
مشحون ہی تعمق فکر سے صفحہ سادہ رخسار پر خط نانوشتہ کا مضمون ظاہر او تیزی ذہن سے
لوح پیشانی پر بیت ابرو کے معنی باہر نداق سخن فہمی لذائذ معنوی سے محظوظ اور صندوق
سینۂ جامعیت علوم سے لوح محفوظ اجتماع بلندی مدارج معنوی اور ارتفاع معارج
صوری یعنی والا ہے تبار اور علو مراتب کمال اور فخر اوستادی سلاطین صاحب اقبال
اس سرگروہ ارباب ہنر کی ذات مین منحصر ہی حضرت شاہ عالم بادشاہ اور حضرت معین الدین
اکبر شاہ بادشاہ نور اللہ مضجعہما سے لیکر حضرت خلافت پناہ سلطنت دستگاہ محمد سراج الدین
بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ تک ادب اوستادی سے روز و شب انکی تعظیم و توقیر کے سر رشتہ
کو ہاتھ سے ندیتے تھے اور مراعات حفظ مراتب مین فروگذاشت نکرتے تھے شاہزادگان والا تبار
اگر مرتبۂ ظاہری اپنے آبا کے بدولت پاتے تھے مرتبۂ معنوی انکے طفیل سے بہم پہونچاتے تھے
اور اگر ربع مسکون مین ناموری اپنے اجداد کی امانت سے پیدا کرتے تھے زمین سخن مین کوس
نیکنامی انکی امداد سے بلند صدا کرتے تھے ہر چند بمقتضائے شاگرد پروری اور تلمیذ نوازی
کے نگاہ تربیت کسی سے دریغ نہ فرماتے لیکن اس فحوا کے موافق القلب یہدی الی القلب
از بسکہ آئینہ عقیدت گرد کدورت سے پاک تھا حسب قدر نظر التفات صاحب سینہ صاف پر
مصروف اور حقیقی عنان اشفاق راقم اوراق کیطرف معطوف تھی کم کسیکی جانب
گمان مین آسکتی ہی اور لطف اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ ذرہ کو آفتاب بنا دیا اور
سر خاک کو آسمان پر پہونچا دیا کور سواد کو روشن سواد کیا اور مغموم یاس کو حصول مقاصد
سے شاد جو اس کم بضاعت کا سرمایۂ استعداد ہی اوسی صاحب نصاب تونگر دل کی
زکوۃ فیض کی دولت سے ہی اور جو اس ذرۂ بیتاب کو موجب نازش اور منشاء افتخار ہی
اوسی آفتاب ضمیر کی وساطت سے ہی سرو ہر چند موزونی ذاتی رکھتا ہو باغبان کے شکر

تربیت سے کیونکر سر اوٹھا سکتا ہے اور غنچہ اگرچہ طیب انفاس سے تو بہرہ رکھتا ہو باد صبا کی توجہ کا سپاس کیونکر بجا لا سکتا ہے ہر چند عرصہ کئی سال کا ہوا کہ وجود فیض آمود اوس سرگروہ اہل سخن کا صفحۂ روزگار سے مثل عنقا نایاب ہو گیا لیکن اوس حلال مشکلات کا سخن اس ہیچمدان کی طبیعت سے ویسا ہی عقدہ کشا ہے جب وہ واقعہ جانگزا اور سانحہ حسرت افزا یعنی سفر ناگزیر اوس سیاح فیافی تقدس کا طالبان صداقت منش کی محرومی کا سبب اور مستفیدان تیرہ نہاد کی ناکامی کا باعث ہوا توجہ باطنی کہ کمترین تلامذہ کے باب مین اختصاص رکھتی تھی پردہ غیب مین جوش زن اور وفور انعامات اور کثرت افادات کا بہرہ لیکر اس ننگ دودمان کمال کی اعانت کی طرف متوجہ ہوئی یعنی وہ فیض حسب اقتضاے مقام اس طرح سے گنجینہ کشا ہوا کہ نقد ہنر سکہ خانہ استعداد مین تاریخ وفات حضرت افادت مرتبت مرحوم کے نقوش سے چہرہ آرا ہوا اس تاریخ کی انتقاے بارہ سو سٹھ سال ہجرت جلوہ گر اور بصیرت افزاے اہل ہنر ہے

نہ ہائے دہر فانی سے ہون دل برداشتہ | ہائے جیون انگیز و حسرت خیز یہ وحشت سرا
رفتہ رفتہ ساکنان خاک ہین گرم سفر | راہ چلنے مین نہ دن کا فکر نے کچھ رات کا
دانہ ہائے سبحہ کے مانند اجل کے ہاتھ سے | متصل ہر ایک کے پیچھے روانہ دوسرا
حضرت احسان کہ وہ تھے گلستان دہر مین | طوطی شکر مقال و عندلیب خوش نوا
قدوہ ارباب فضل و اسوہ اہل کمال | قبلہ اصحاب علم و کعبہ اہل صفا
معدن فرزانگی استاد و شاہ نشان عصر | عمدہ ارکان دولت پیشواے اصفیا
مسند ارشاد و عرفان آیت لطف و کرم | معنی تلمیذ رحمن صورت جود و سخا
ہاے اوس مصباح ظلمت سوز بزم دہر کو | صرصر جور اجل نے کسطرح گل کر دیا
اوسکے مرنے سے ادھر دیکھو ادھر کس کسطرح | حسرت و اندوہ کا ہنگامہ برپا ہو گیا
عین ہنگام الم مین صاحب دلگیر نے | اپنے دل کو تھام کر با صد غم و با صد بکا
کی رقم اوس معدن احسان کی تاریخ وفات | دل گیا مجھ آہ جب عالم سے احسان اوٹھ گیا

جو کہ استفادۂ صحبت اوس زبدۂ اہل سخن کا جور فلک سے مفقود ہوا ناچار اس قرطاس فیض اقتباس کو اوسکے کلام تقدس انجام سے مزین کرتا ہے تاکہ اہل خرد اسی موائد فوائد اور فرائد عوائد سے کامیاب اور زینت پذیر ہوین اور انصاف پیشگان راستی گزین اور ارباب بصیرت پر ہویدا ہو جاوے کہ پاکی زبان اور تلاش معنی اور رشاقت اسلوب

اوربلندی کلام اور غرابت تشبیہ اور خوبی استعارہ اور دلچسپی عبارت اور جو لطافی اشعار [illegible]
یہی ہو جو اس سخن سے جلوہ گر ہو اس نظم مین پیش نظر ہو

دل مین تیرا تھا تصور کہ وہین آگئے رقیب
موے پہ کون ہو اپنا مگر یہ سنگ مزار
مین اپنے شیشۂ دل پر ہون عش کہ جسمین مدام
کبھی شادی کبھی غم ہو یہی عالم ہو عالم کا
کلیجا تجھسے کانپے ہو سدا نار جہنم کا
اگر ہو اتفاق آپسمین تنگی بھی گذر جائے
ہمکو کفن اوسیکا لازم ہو ماہرو یاران
تمہارے قد سے ہین قایم قیامتین کیا کیا
پھرا عدم سے کوئی اب تلک نہ او کتا کر
گلے سے لگتے ہی جتنے گلے تھے بھول گئے
جو ذکر گل کا کیا مین نے منھ چھپا کے کہا
تجھی جو شمع تو پروانون پہ ہو اروشن
جو مجکو کہیے مین آنکھون سے ضبط گریہ کرون
ہماری جان پہ گرتی ہو برق غم ظالم
ہماری چھاتی پہ پھرتا ہو سانپ احسان
تمام تیرا ہو ورنہ اے عنقا
کل تلک تو ترے توجہ مین احسان تھا بحالِ
سخت نادانی کی احسان جو کہا عاشق ہون
آثار گر بچا ہین ترے ظلم کے تو مین
احسان وہی ہوئے کہ تیری گلی سے آہ
مرتے مرتے بھی نہ اکبار تجھے دیکھ لیا
ہمکو نہ درد سر ہی میں تجھ بن ملال تھا
کل اپنے دوستدار کے تم تھے گھر کے بیچ سے

الفت کیا ہاتھ سے پیو دن کے پرستان میرا
برائے نام فقط اب سید مزار رہا
ترے خیال سے پریون کا ہی گزار رہا
یہ عید الضحیٰ گذرا تو چاند آیا محرم کا
کہ طوفان ہیم قطرہ ہو سرشک چشم پرنم کا
گزارا ایک پیراہن مین ہو با دوام تو ام کا
الفت کا پر تو اسا ہمنے کتان مین دیکھا
اوٹھین ہاں بیٹھے بٹھائے یہ آفتین کیا کیا
خدا ہی جانے وہان ہین فراغتین کیا کیا
وگرنہ یاد ہین ہمکو شکایتین کیا کیا
تجھے بھی یاد ہین احسان شکایتین کیا کیا
کہ بعد مرگ کوئی آشنا نہین رہتا
مرا قصور نہین دل مرا نہین رہتا
تجھے تو سہل سا ہو شغل مسکرانے کا
وہان ہو شغل اوسے زلف کے بنانے کا
ہو نشان ہمسے بے نشانی کا
یہ آج جو ڈھونڈا تو وہ ہمسایہ نہ پایا
سبب کہتا ہو کسو سے کوئی دانا دل کا
سر کو ٹپک ٹپک پس دیوار جی چکا
اک شخص تھا کہ خون مین لپٹا ابھی گیا
اسقدر بھی نہ مری جان قضا نے چاہا
سب بیکدہ مین آتے تو ان بھی کمال تھا
کیا دل پہ دشمنون کے تھا رشک ملال تھا

ہوئی برباد احسان آبرو کی
پہونچی ای اجل کہ لب پہ آلگا ہی کام جانکا
یہ شام ہجر آئی شامت زدہ کہان سے
ٹک ای اجل ٹھہر جا چلتا ہون مین بھی پیچھے
دل میرے کے جیتو ہمکو شرمندہ دکھا جانا
سرو سے قمری پھرے ہی بگڑی بگڑی باغ مین
نہ چھوڑو زنہ جو شیخ اتو شیخ کا اخلاص
گلوگیر ہوا ہون پر دل مضطر کے ہاتھ سے
احسان مین جیکے تم ہو دیتا ہون اپنی جان
بیتی ہی تیرا ہوا نہ عشق بتان مین احسان
دو دن بھی دان کے عشق مین احسان یہ شوربنگی
گیا گیا پیو وطن ہوشیار شیشہ گلے کا ہار مین
پیٹ شاد رہے گولی ہی آتی ای ساقی
شفاست ہو ہمکو تمہارے نسبت بہت ہین
بہت دور ہی اپنے شہ دیا تو بھی
کشش دل کی ہی کام آتی ہو ورنہ
پلا دی مجھے رمضان مین نہ تکلیف ای ساقی
کہتے ہین پلٹ گیا وہ رہ سے
کیا کام کسی سے ہمکو احسان
ای آہ بس خدا نگہ ہے

لگے آگ اسکو دل ہی خاک اپنا
حامی ہی کون تجھ مین آفت رسیدگان کا
ہو روسیاہ ایسے ناخواندہ میہمان کا
پیغام خود سنونگا یاران رفتگان کا
گر خواب مین بھی آنا ٹھوکر سے جگا جانا
کیا شگوفہ تو گیا سرو خرامان چھوڑ کر
اگرچہ پیر ہر پہ ہی مرید با اخلاص
میرے نصیب مین نہین آرام ابتلاک
وہ جانتا نہین ہی مرا نام ابتلاک
حکما فصل آلہی خفقان کہتے ہین
منہ پہ وہ کو نوق نہین چہرے پہ وہ لالی نہین
اس زمانے کے تو کچھ لڑکے بھی ناہموار ہین
لڑھا دے تو بھی او نہین خم کو جو لڑھاتے ہین
مرا سر رہے آستانے بہت ہین
تجھے یاد کافر بہانے بہت ہین
فسون سیکھ دون مین فسانے بہت ہین
بڑے عذاب سے کٹتے ہین یہ ثواب کے دن
نقب بیداد لٹ گئی ہماری
ہم اور یہ بیکسی ہماری
تجھ کو فرصت ہو سر اوٹھانے کی

احسان تخلص مولوی احمد علی نام مدرس مدرسۂ فارسی شاہجہان آباد ہر چند جمیع علوم مین دستگاہ تام ہی لیکن فن طبابت مین ید طولی اور تشخیص امراض مین حدس صائب ایسے کہ بیماری نرگس کی علت اور سوسن کی گنگی زبان کا سبب دریافت کرنا ایک کار سہل ہی سوائے تکمیل مدارج علمی کے اخلاق پسندیدہ اور اوصاف حمیدہ اس طرح اوس مجمع کمالات کی ذات مین فراہم ہین کہ کتب اخلاق اگر تمام عالم سے محو ہو جاوین

اوسکی گفتار وکردار سے ہر کتاب کے بدلے ایک اور کتب خانہ متن وشرح کا بہم ہو سکتا ہی گاہ گاہ
فکر شعر بھی دامنگیر ہی یہ چند شعر لکھکر لطر احباب سے گذرانتا ہی

ساقی بیا بجام مے این لطف در جنت کجا	آنجا بہار دیگر و اینجا بہار دیگر ست
اختر امید از برج جلال آمد پدید	نیّر اقبال بر اوج کمال آمد پدید
شکر ایزد را کہ نخل آرزو شد بہ ثمر	کوکب تابندہ با جاہ و جلال آمد پدید

احمد تخلص مرزا احمد بیگ عزیز زادہ مرزا فاضل بیگ مرد خوش خلق نیک اطوار عزایم خوانی
و تسخیر جن مین مشہور اور زرو داثری اعمال مین السنہ خلایق پہ مذکور ہی اشعار ریختہ بھی
کہتا ہی یہ چند شعر اوسکی بیاض سے مرقوم ہوے ؎

اپنی اپنی گور سے سب دیکھتے ہین سر اوٹھا	اوس خرام ناز سے کیا فتنۂ محشر اوٹھا
یانون پھیلاتا ہی ہر محفل مین کیا بیدھڑک	طفل اشک مرا اہل الفت بیطرح ابتر اوٹھا
کسکی مژگان کا الٰہی ہی مرے دل مین خیال	کہ کھٹکتا ہی مرے سینہ مین اک خار نیا
ہوئے جو خاک اوس کوچہ مین تو پیا بر دیا	لگے سو بار قدمون سے لگے سو بار دامن سے
ہنگام نزع مین بھی ہمین انتظار تھا	آتا ہی یا نہین وہ ستمگار دیکھنے

احمد تخلص مرزا احمد شاہ کہین برادر مرزا جمیعت شاہ ماہر سعادت و اہلیت مین یگانہ اور
مروت و دوست نوازی مین یکتاے زمانہ یہ دو تین شعر اوس نیک نہاد کے نتایج افکار
سے ہین ؎

بہاے بلبل بیدل کا جب لہو صیاد	تو کیون نہ سامنے گل کے ہو شرمندہ صیاد
کہو کہ کیونکہ ہو اوس سے نباہ کی صورت	کہ بدمزاج ہین ہم اور تند خو صیاد
بچاے جان کدھر عندلیب زار اے گل	پھرین تلاش مین جب اوسکے چار سو صیاد

اختر تخلص قدوۂ ارباب سخن زبدۂ کملاے فن قادر الکلام بلند مقام ممدوح جوان وصبی
سید غلام نبی والد ماجد سید آل نبی لاغر تخلص علوم متداولہ مین مہارت تام اور دستگاہ
تمام حاصل ہی تحقیق فن فارسی اوس صاحب کمال سے سر آسمان ہی اور کمالات کسبی و وہبی
مین زبان زد اہل جہان ہر چند قصداً اور بالذات شعر فارسی کی طرف توجہ اور التفات ہی
لیکن گاہ گاہ احباے صداقت کیش کی تکلیف اور تلامذۂ عقیدت اندیش کے اصرار سے اشعار
ریختہ بھی کمال دل فریبی کے ساتھ اوسکی طبع سے جلوہ گر اور ارباب مذاق کی ضیافت طبع

واسطے مائدہ گستر ہوتے ہین یہ دو تین شعر باقی ہیں

نقاش نے قاتل کی جو تصویر کو کھینچا	ابرو کی جگہ پر دم شمشیر کو کھینچا
جسوقت فاتحہ کو اوٹھے دلربا کے ہاتھ	ماتم سے شل ہوے مرے اہل عزا کے ہاتھ
روز بازار جنون ہر لوچھتے ہو حال کیا	کر دیا شہر کی غزالون نے بیابانی مجھے

اختر تخلص زبدۂ زہ دسلسے جہان محمد صادق خان وطن بانی اس بلند مرتبت کا خاک زمانت سرشت ہگلی ہو اور چندے حسن اتفاق سے سواد مینو بنیاد لکھنو مین تشریف رکھی اب کہ عرصۂ دراز سے حکام وقت کی طرف سے عہدۂ تحصیلداری پر مامور ہین کسی نواح مین فراغ دل اور طیب عیش کے ساتھ بسر کرتے ہین زبان قلم دشواری اور صاف سے شوق اور رنگ کاغذ بے شماری مدایح سے فوق ہو نہ ارتفاع مدارج کا بیان صورت پذیر ہو اور نہ گزیدگی اطوار اور پسندیدگی کردار کا حال قابل تحریر تخلقوا باخلاق اللہ انکے مصحف حال سے ایک آیت اور اہلیت ذاتی اور مروت جبلی انکی کتاب اخلاق سے ایک حکایت ہر چند علوم درسی سے دلخواہ بہرہ مند اور کامیاب ہین لیکن فن سخن اور دقائق شعر سے ایسے ماہر ہین کہ گویا شخص کمال کی تشریح مین جالینوس روزگار اور رمز شناسی و نکتہ دانی ہنر مین افلاطون وقت زبان کس کس چیز کا بیان کرے نہ برجستگی نکات اور شوخی اشارات اور خوبی عبارات اور حسن تشبیہ و استعارات کا حال بیان مین آسکتا ہو اور نہ متانت تراکیب اور رشاقت اسالیب اور سلاست الفاظ اور ایائی سیاق اور ندرت معنی کا وصف تقریر مین سما سکتا ہو راقم تذکرہ کو تالیف کے وقت یہی چند شعر دستیاب ہوے وگرنہ دفتر کا دفتر درج کتاب کرکے ارباب شوق واحباب صاحب ذوق کی ضیافت طبع اور مہمانی خاطر سے دست کش نہوتا جو کہ مشتی نمونہ از خروارے قول مشہور اور دقیقہ سنجان روزگار کی زبان پر مذکور رہی آرباب فہم کے نزدیک ایک ذرہ دلیل آفتاب اور ایک نکتہ حجیت کتاب ہوسکتا ہی

کل نکلے شیخ مجتہد عصر سا قیا	دکھلا کے ایک باغ عذاب و ثواب کا
کہنے لگا زراہ تجبتر مجھے بطنز	معلوم ہوگا حشر مین پینا شراب کا
ہمنے کہا کہ یہ تو ہین ہم خوب جانتے	پر کیا کہین کہ ہو ابھی عالم شباب کا
اتنی ہو سماعت تو اک عرض مین کرون	سمجھے نہ آپ مجھکو سزاوار عذاب کا

تتولے ہمارے آگے ہو جب آپکا درست
محو ہووے کنج باغ ہو ساقی ہو ماہوش سا
گردن مین ہاتھ ڈال کے وہ شوخ بیحیا
کھینچے ستم سے اپنا وہ منھ سے لگا کے منھ
منت سے یون کہے کہ ہمارا لبو پیجیے
اوسوقت ہم سلام کرین قبلہ آپ کو
اور امتحان بغیر تو یہ آپ کا غلام
نظر مین جلوہ گر عارض ہو کس خورشید تابان کا
اگر ہے نام کی خواہش تو عنقا کیطرح مٹیے
سبکبار اسقدر رہیے جہان مین بار ہستی سے
خمیازہ کش ہو لب جانان شراب کا
دھیان آتا ہے دل کی طرف اوسکی نگاہ ناز کا
دل مجھکو ہائے بیکس و بیچارہ کر گیا
تپش نے تیرے اے لب کبھی گویا نہیں ہوتا
مر کر فراق یار مین دل نام کر گیا
کہین اوس عربدہ جو سے تو نہ نکلیو ہی آخر
حباب آبجو مین عکس گل ہے یا مجھے ساقی
کیا دل کو تیرے ناوک مژگان سے عزیز
ہماری خاک کو پہونچاے یار کے در تک
کبھی بھولے سے ادھر اوسنے نکی راہ غلط
جس گل کو آب چشم سے پالا سو اوسکے اب
ہو وشام خط روے یار ہے نزدیک
جام وصہبا کے تکلف سے مجھے رکھیے معاف
سبزۂ بیگانہ ہون مین گرچہ طرف باغ مین
ملنا تو ایکبار نہ موقوف ہمسے کر

اور ہو یقین آپ کے اس اجتناب کا
اور دان کو کوئی مخل نہو باعث حجاب کا
دے ذائقہ زبان سے دہن کے لعاب کا
یہ ریش جب پہ جلوہ ہے رنگ خضاب کا
گر پی نہ جاے جلد پیالہ شراب کا
گر آپ خوف کیجیے روز حساب کا
قائل نہیں ہون قبلہ کسی شیخ و شاب کا
کہ ہے تار شعاع مہر ہر مو اپنے مژگان کا
کہ ڈھونڈھے لاکھ کوئی پہ نہ ظاہر ہو نشان اپنا
کہ وہ شب بو کے گل پہ بھی نہو گا تن گران اپنا
محتاج کب ہے آب بقا آفتاب کا
شور ہے جسید حصر تک جس شکار انداز کا
اپنی تلاش مین مجھے آوارہ کر گیا
بے موسم گل غنچہ کبھی وا نہیں ہوتا
ناکام گو جہان سے گیا کام کر گیا
سر جھکاتے ہوے کیون بیٹھے ہو مغموم سے آج
بلورین جام مین دنیا ہے شراب ارغوانی کیجیے
آگے بہت کے عمر کچھ نہین مہمان سے عزیز
اجل کے بعد ہے اتنی ہمین صبا سے غرض
جاذبہ دل ہے دروغ اور اثر آہ غلط
آنکھون مین ہم کھٹکنے لگے مثل خار حیف
طلوع صبح وداع بہار ہے نزدیک
مین ازل سے کیفی چشم بتان سادہ ہون
لیکن ای باد صبا تیرا ہی مین آوردہ ہون
تا رفتہ رفتہ ہم ترے ہجران سے خو کرین

کشور عشق میں بیکار ہی اعجاز مسیح
لوگ یان مرگ سے امید شفا رکھتے ہین

جان وہی ہمنے ہوتی تب غم ہجران سے نجات
عقلا اس پے کچھ چیز لگا رکھتے ہین

ہو گیا جب سنتے ہین قصے ترے دیوانون کے
قیس و فرہاد کے افسانے اوٹھا رکھتے ہین

دیا بوسہ دہن کا اونسے بہت اسکو کہتے ہین
تنگی اور یہ بخشش سخاوت اسکو کہتے ہین

خرام ناز سے آسودہ خاک اوٹھ بیٹھے
یہ چلنا کیا ہی آشوب قیامت اسکو کہتے ہین

جگر و سینہ و دل ٹھکانے بہت ہین
ترے تیر کے یان نشانے بہت ہین

پس از قتل باقی ہی شہید ہونا
رہے جور ہمکو اوٹھانے بہت ہین

کسی نے کہا تشنہ مرتا ہی اختر
کہا اوسنے ایسے دوانے بہت ہین

سیر کیا یان خاک ہی گل کی پریشانی کو دیکھ
جیسے کہ ہم بھی کوئی دم مثل شبنم رو گئے

کیا سنتے تڑپتے ہین اسیران چمن
کچھ ہوا اوڑتی سی سنی ہی کہ بہار آئی ہی

اختر تخلص مرزا وحید الدین خلف مرزا سلیمان شکوہ بہادر مرحوم سے ہی آٹھ نو برس کی عمر مین حدت ذہن اور تیزی طبع کے آثار ناصیہ حال سے عیان ہی حداثت سن اور کمی عمر کے سبب حرکات اوسکے دریا اور طرز گفتگو شیرین سامعین اوسکی طوطی کلامی اور بلبل گفتاری سے نہین چاہتے کہ وہ نونہال ایک دم سخن سے خاموش رہے پاس چند مرزا پیارے نام رفعت تخلص اور مرزا بلاقی بدر تخلص اوس نوباوہ گلشن عمر کے عم حقیقی کے اہتمام سے اسی نیک اختر کے والد ماجد کے دیوانخانہ مین بزم مشاعرہ مرتب ہوتی تھی کمال ذہانت اور تیزی طبع اور رسائی فکر سے اکثر اوقات دو چار شعر موزون کرکے حاضران بزم کے سامنے اس لطافت سے پڑھتے تھے کہ اوسکے لطف نے ہر وضیع و شریف کو محو کر دیا تھا یہ دو شعر مجکو یاد رہ گئے تھے ناظرین کتاب کی ضیافت طبع کے واسطے مرقوم ہوتے ہین

یہ عہد اور عشق کا آزار دیکھنا
اور دلپہ پھر یہ صدمہ شب انتظار کا

وان اوسنے بلایا ہی کہ تو رات کو آنا
یان دن کو نکلنا بھی میسر نہین ہوتا

ارشاد تخلص درویش صاف طینت پاک نہاد مولوی محمد ارشاد حضرت شاہ سلیمان علیہ الرحمۃ والرضوان کے مریدان با اخلاص اور طالبان با اختصاص سے تھے اوائل حال مین بعد شرف بیعت کے ایسا جذبہ الٰہی دستگیر ہوا کہ بیشتر اپنی زبان کرامت تبیان سے بیان کیا کہ مین دیکھتا ہون دل کاغذ باد کی طرح سے اوڑا جاتا ہی اور یہ تو اکثر معتبرین کی زبانی مسموع ہوا کہ جو

لوگ روز و شب خدمت مین حاضر رہتے تھے بعض وقت اونکو ہرگز نہین پہچانا اور مدت تک یہ حال رہا کہ اصطلاحات علوم سے اگر کوئی لفظ کیسکی زبان پر آجاتا وہ صاحب معنی مطلقاً نہ سمجھتا باوجود اسکے کہ کتب درسی کے مطالب بہت تحقیق اور تدقیق کے ساتھ حاضر تھے اوسی حال مین حضرت مغفرت مآب سے اجازت لیکر مکہ معظمہ کو تشریف لیگئے اور حج کرنے کے بعد مصداق لولاک علت غائی ایجاد افلاک سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے روزۂ مطہرہ کے روز و شب ملازم رہے اوسی اثنا مین ایک روز ہوش رفتہ پھر آگیا اور علم سب حاضر ہوگیا اکثرون نے علم حدیث اونکی خدمت مین پڑھا اور اوسی خاک پاک مین بعد وفات کے مدفون ہوے مرزا کریم اللہ نے کہ مرد با خدا تھے جب سفر حجاز سے معاودت کرکے وارد شاہجہان آباد ہوے راقم سے یہ قصہ مفصل بیان کیا اشعار فارسی و عربی و ریختہ تینون کہتے تھے اشعار عربی تو ہم نہ پہونچے اور ریختہ اس قابل نہ تھا کہ درج تذکرہ کیا جاوے ایک دو شعر فارسی مرقوم ہوتے ہین کہ ان بزرگون کا کلام اگرچہ لفظ پرستان معنی ناشناس کی نظر مین قابل التفات نہوگا لیکن ارباب معنی کے واسطے ایک تحفہ ہے عجیب اور ارمغانی ہے غریب

دامن آلودہ میروی زنہار	پاک کن دل ز گرد ہستیہا
نگذر از راہ اینجہان غافل	ہوشیار ی ہست بہ ز مستیہا

اسرار تخلص حقیقت اندیش معرفت کیش مرزا سپہر شکوہ ابن مرزا طہماسپ ابن مرزا سلیمان شکوہ مرحوم ساری عمر تلاش فقرائے باب اللہ مین صرف کی اور زندگی اپنی اولیاے کبار کی صحبت مین بسر کی راقم آثم کے خسر تھے اب چند روز ہوے کہ پردہ دوی کا اوٹھا کر شاہد وحدت سے ہم آغوش ہوے مزار پر انوار اوس حق پژوہ کا آنسوے دریاے جمن شاہ بڑہی کے تکیہ مین واقع ہے یہ دو شعر اوس کاشف استار کے زیب تذکرہ ہوتے ہین

وہ جب ہنستے ہین مین کہتا ہون یار	یہ تجلی دیکھیے گرتی کہان ہے
پھر مجو خیال رخ جانانہ ہوا ہے	پھر شیشۂ دل اتنو پہ ریخا نہ ہوا ہے

اسیر تخلص سرگروہ نوجوانان یوسف لقا میر مکرم علی ابن میر کرم علی ساکن بریلی عرصہ دراز ہوا کہ خاک شاہجہان آباد اوسکے پدر بزرگوار کے یمن قدم سے وادی قدس کا

ہم رکھتی ہو گا وہ نکالا شعر خوش ترکیب اوسکی طبع موزون سے سرمایہ نشاط سامعین ہوتا ہے
یہ شعر اتفاقًا اوسکی زبان سے مسموع ہوا

یہ بھی کوئی ادا ہے کہ سو شوخیون کے ساتھ	باتین ہین ہمسے اور نظر اغیار کی طرف

اسیر تخلص سید نہال نبی برادر خرد سید آل نبی لاغر تحصیل فن فارسی اور مشق سخن اپنے برادر حقیقی سے کی ہے طبیعت شوخ اور ذہن رسا اور سخن متانت آگین ہوتی ہے بارہا مشاعرہ مین آکر سخن سرا ہوا ہے یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے مرقوم ہوے

نہ ملیگا جو کوئی ڈھونڈھےگا	بیوفا تم سا باوفا ہمسا
گھر سے خونکا پیاسا وہ نہ تھا ای مجنون	خار صحرا مرے دامن سے اولجھتا کیون تھا
ہچکیان بیوقت آتی ہین اسیر	وقت مردن ہین کسے یاد آگیا
گو بہار آئی چمن مین پہ مجھے کیا اسکا	مین ہون اور نظارہ اوسکے روزن دیوار کا
جواب نامہ نہ لکھنے سے یہ ہوا ثابت	ارادہ رکھتے ہین شاید وہ آپ آنے کا
خون ای ہاتھون سے کتنا لگا ہوا میرے بعد	رنگ لائی ترے ہاتھون کی حنا میرے بعد
روز کے وعدون مین مرجائینگے ہم	یون ہی گذری تو گذر جائینگے ہم
آج جا مرتے جو ہوتا ذرا اسیر	اوسکے ملنے کی سنائی کسنے
خط نصیب کا اوس شوخ کو آیا مرے آگے	آیا مری تقدیر کا لکھا مرے آگے
بہتر نہین کسی سے یہ ہمدم کی چھیڑ چھاڑ	کہتے نہ تھے اسیر وہ آخر بگڑ گئے
قاصد ڈرتا ہے مانگتے خط	ایسا نہو وہ تو جواب دیکے

اسیر تخلص گلزار علی پسر نظیر اکبرآبادی کو موزونی جانکر فکر سخن کی طرف بہت متوجہ ہے لیکن باپ کے مرتبے کو اتبک نہین پہونچا یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

بزم مین سوز و گداز لینے سے فرصت نملی	شمع کو روتے نہ پروانہ کو جلتے دیکھا
خط کبوتر کو دیا لاکھ طرح کے ہین خیال	خاطر وسوسہ پرداز کا دیوانہ ہون
لے اڑے رنگ حنا ہاتھ سے اوڑ جاتا ہے	مرغ بے پر کبھی پرواز کا دیوانہ ہون
ایک مین ہی نہین زخمی ابروے ستمگار	خورشید بھی تر خون مین نکلا ہے سحر کو
بے دل کے جلے سوز سخن مین نہین ہوتا	خوشبو کے لیے آگ پہ رکھتے ہین اگر کو

ہو تن سے جدا منزل مقصود کو پہونچے — بے منت پا منزل مقصود کو پہونچے

خدا کو یاد کر اور جام بھر کے لا ساقی — غم زمانہ فراموش ہو تو اچھا ہے

کیون قناعت نکرون چشم گہربار ہے مین — کشتی زر مجھے لبریز خدا نے دی ہے

کڑوے ہونے مین بھی شیرین ہنسون کے ہین مزا — انکو تلخی شکر آمیز خدا نے دی ہے

کیا رنگ کے اپنی انکھو پہ روکون مین اے جنون — دامن مین اپنے دھجی نہ تار آستین مین ہے

لاکھون مین زخم پر لب ہر زخم ہے خموش — اتنے دہن پہ بے سخنی ہو تو سیر ہے

رشکی

اشکی تخلص جگت نرائن کشمیری ثروت ظاہری اور دستگاہ معنوی سے کامیاب تھا تین برس تک حکام وقت کی قدردانی سے عہدہ تحصیلداری پر مامور اور ہوشیاری اور کارگزاری مین مشہور رہا امانت کے ساتھ موصوف اور دیانت مین معروف تھا اشعار فارسی متانت اور فصاحت کے ساتھ کہتا تھا قریب پانچ سال کے ہوے کہ جہان فانی سے رحلت کی یہ چند شعر بطریق یادگار مرقوم ہوے

بلبل بخندہ بیل بگل گر بدن اینست — خون جگر بغنچہ فتد گر دہن اینست

آمد بسر نعشم وا ز روے تجاہل — پرسید کہ اشکی خونین کفن اینست

روز محشر ہمہ نالند بہ پیش حق و من — دامنت گیرم و ہم پیش تو فریاد کنم

وعدہ کردی و نرفتی سوے اشکی اکنون — باز فرما چہ بگویم کہ دلش شاد کنم

دلم برد از کف بت کج ادائے — بیک گردش نرگس سرمہ سائے

رشکی

اشکی تخلص مرزا غلام محی الدین نام عرف مرزا احسن خلف مرزا غلام حیدر مغفور نواسے شاہ عالم بادشاہ اوائل مین فخر الشعرا میر نظام الدین ممنون غفر اللہ لہ سے مشورہ کرتے تھے اور اب مفتی محمد صدر الدین خان بہادر صدر الصدور دار الخلافت شاہجہان آباد سے استفادہ کرتے ہین فکر خوش طبع رسا ذہن سلیم اطوار حمیدہ عادات پسندیدہ ایک ذات مین جمع ہین یہ اشعار اتفاقاً دستیاب ہوے تھے کہ مرقوم ہوتے ہین

کب دل سے چھٹے عشق تری زلف دوتا کا — دام ازلی وہ یہ گرفتار سدا کا

کیا پاس کسیکا ہے کہ مرتا ہون ولیکن — شکوہ نہین کرتا شب ہجران کی جفا کا

قسمت کو تو دیکھو کہ پھرا نامہ بر اوس دم — جس وقت مرے سر پہ تقاضا ہے قضا کا

آگے تو نہ دشمن کے خطر سے مرے آگے — اور مفت مین بدنام کیا نام حنا کا

کچھ وجد نہین نغمۂ مطرب ہی پہ موقوف — کافی ہی یہان نالۂ بے ربط درا کا
سجدہ مین گرے دیکھ کے تصویریت اسکی — معلوم ہوا آپکا خسرو تھا ریا کا

اشرف تخلص نواب اشرف حسین خان نوابزادہ شہر الہ آباد بالفعل انقلاب روزگار سے محکمہ عدالت دیوانی بنارس مین عہدۂ نظارت پر مامور ہی عزو توقیر اوس والا تبار کی اب بھی دہر مین ایسی ہی جیسے آفتاب کی شان خیل کواکب مین مشورۂ سخن کا مہدی حسین خان تصدیق تخلص سے کرتا ہی لیکن طرز سخن سے ہنوز نومشقی نمایان ہی یہ دو شعر ریختہ اور تین شعر فارسی کے اوسکے سخن سے منتخب ہوے

تھمتا نہین ہی اشک مری چشم زار کا — مشکل ہی ٹوٹنا مرے اشکون کے تار کا
ہر صبح یہ کبھی تو کبھی کوہ و دشت مین — ایک بہا نہین مقام ہمارے غبار کا
بر امید وصل ہر دیان عالم تا سحر — داغ دل شمعی ست اشرف در شب ہجران ما
تا دست من بدامن جانان نمی رسد — در و شب فراق بدرمان نمی رسد
پاسخ نمی رسد چو زیاران رفتہ باز — افغان ما بشہر خموشان نمی رسد

افضل تخلص بخشی فیض علیخان پدر عالیمقام اوسکا حکیم وارث علیخان روسائے شہر اکبر آباد سے تھا اور اخلاق اس ستودہ کردار کے حد بیان سے خارج ہین اوائل حال مین کسی سرکار مین عہدۂ بخشی گری پر مامور تھا مگر اب عدالت دیوانی حکام آگرہ مین عہدۂ وکالت رکھتا ہی یہ شعر اوسکا مسموع ہوا

تا نرگس جادوئی تو دنبالہ کشیدہ است — در دیدۂ آہوے حرم تیر خدنگ است

اکرام تخلص حکیم اکرام اللہ خان خلف الصدق حکیم ہدایت اللہ خان قدیم سے شاہجہان آباد مین متوطن اور مسجد جامع کے جوار مین ساکن ہی تحصیل علم طب وغیرہ مولوی سعادت اللہ اپنے عم حقیقی سے کی ہی یہ دو شعر اوس صاحب طبع کے درج تذکرہ ہوتے ہین

مرے رنج دل کو تم ہرگز نہ پوچھو دیکھ لو — جاتے آنسو کے روان خون جگر ہونے لگا
آرزو وصل کی مٹانی تھی — کیا ہوا اگر مٹا دیا دل کو

امانت تخلص میر امانت علی خلف میر کرامت علی ناگوری اوائل مین سواران رسالہ سکندر صاحب مین منسلک تھا جب اوس انگریز نے وفات پائی وہ بھی ترک روزگار کر کے خانہ نشین ہوا بعد چند روز کے کسی اور انگریز کی رفاقت مین اجمیر کی طرف راہی

اور پھر کسی تقریب سے راجہ جیپور کی سرکار میں روزگار معقول کے حصول سے کامیاب ہوا اور وہیں نقد زندگانی کو محصلان قضا و قدر کے سپرد کیا یہ چند شعر اوسکے سنے گئے تھے کہ مرقوم ہوسے

دیکھا نہ عمر کو بھی امانت نے آنکھ اوٹھا
مارا ہے اتھا کسکی خدنگ نگاہ کا

سہار بھی نہیں آتی کہ جوش وحشت سے
ہمارے پانْوں کو ہے ربط خار صحرا سے

الٰہی رہے ساقی دست جنون کہ اب
دامن کی راہ لی ہے گریبان کے چاک نے

ہم مرتے ہیں تشنگی سے ساقی کب سے
ظالم لب جام کو چھڑا دے لب سے

امانت تخلص آغا حسین امراے نامی لکھنؤ سے ہیں ہر چند سخن اوس سخن سنج کا دفتر سماعت میں پہونچا لیکن ناخن بدل زن کم مشاہدہ ہوا یہ ایک شعر پسند آیا تھا سو لکھا گیا

نے رحم نے مہر نے دین نے مروت نے وفا
اے امانت دل دیا تھا اوسے کیا دیکھکر

امین تخلص مولوی امین الدین شاگرد جناب جنت مآب کمالات انتساب مولانا مغفرت نشان مولوی عبد اللہ خان علوی تخلص فنون متداولہ اور علوم متعارفہ کو نہایت تدقیق کے ساتھ خدمت فیضدرجت حضرت مرحوم میں تحصیل کیا اور پایۂ تحقیق کو عرش افتخار تک پہونچایا فن فارسی کو بالفعل انکی استعداد کامل سے قیام ہے اشعار فارسی نہایت متانت اور کمال رزانت کے ساتھ کہتے ہیں اور اصناف سخن پر قادر ہیں باوجود ان کمالات کے علم مجسم اور ہمہ تن اخلاق اونکے لب کو برگ گل کیطرح سے کبھی تبسم سے اور اونکی پیشانی کو شگوفہ کے مانند شگفتگی سے خالی نہیں پایا یہ اشعار اونکے نتایج افکار گوہر نثار سے لکھے جاتے ہیں

بہ بست عید دیدم شب بخواب آن زلف پیچان را
نمیدانم چہ تعبیر ست این خواب پریشان را

عید در بزمت ہمی و جام و رباب و چنگ داشت
دل تپیدنہاے ما ہم جوش صد آہنگ داشت

در شکستن ما نشد منت کش سنگین دلان
شیشۂ ما در بغل از جنبش خود سنگ داشت

راہ اندیشہ فرو بست است بر تار نفس
کثرت داغ تو جا در سینۂ ما تنگ داشت

ہر چہ میخواہی بکن ہشیار یا دیوانہ باش
لیک با حق آشنا با خویشتن بیگانہ باش

از خودی خود گذر محو رخ یار باش
صورت تصویر مشو پشت بدیوار باش

خرقۂ سالوس را ترک بگو زاہدا
بیعت خمار کن رند قدح خوار باش

نقد صد داغ جگر سوز مہیا کردیم
با سر زلف تو امروز چہ سودا کردیم

بر رو خشم و عتابم صد افسوس امین ‌‌— عقدهٔ راز دل خویش چرا وا کردم
تو بہ جولان نبود واقف پیر گردون از تشنہ لبی — نہ یہ ستی مگر جولان طفل نے سوار من

امداد علی تخلص امداد علیخان ساکن کول اکثر اکبر آباد مین بود و باش رکھتا اور آزادانہ بسر کرتا قوت حافظہ مین کسیکو اوسکے ساتھ مساہمت نہ تھی باوصفیکہ ناخواندہ محض تھا بسبب زبانی اور قوت لسانی سے حریفان زبردست کا سخن اوسکے سامنے سبز ہوتا تھا کمال چالاکی طبع سے صدہا لغت وضع کرتا اور ترکی و انگریزی و بنگالی و فرانسیسی کے نام سے ظاہر کرکے یاران ہمنشین مین علم ہمہ دانی بلند کرتا طرفہ تر یہ ہے کہ اگر کوئی اون لغات کو ایک عمر کے بعد اوس سے پوچھتا اوسی طرح بیان کر دیتا ستر برس کی عمر مین عالم فانی سے سفر کیا یہ دو شعر اوسکے نتایج طبع سے مین

نزع مین دیکھا تو بولے ضعف آیا ہے اسے — مرگ تک ہمسے رہین کافر کی کھٹے بازیان
دو پھول گر کسی نے چڑھائے اوڑا دیئے — باد صبا کو گور غریبان سے لاگ ہے

اسمی تخلص روشن بیگ خاندان شرافت سے تھا نفس اوسکا نہایت مہذب اور سبح اوسکی حلیہ آزادی سے آراستہ تھی ہر چند بسبب اسکے کہ نگاہ اوسکے حرف سے آشنا نہ تھی اسم با مسمے تھا لیکن طبع روشن اور دل بینا ہاتھ لگا تھا شعر عاشقانہ کہتا اور گاہ گاہ تلاش معنی کی طرف بھی متوجہ ہوتا اپنے اشعار شاہ نصیر کی نظر سے گذرانتا تھا یہ شعر اوسکا یاد تھا سو مرقوم ہوا

گرمی مے سے زبان پہ آبلہ پڑتے ہین کیا — الم ہستان ہمین مغیلان کی بھی پڑتی چھاونی

امیر تخلص مرزا امیر بیگ ساکن قدیم شاہجہان آباد صاحب طبع سلیم اور بالفعل گوالیار مین مقیم ہے یہ دو شعر اوسکے نتایج افکار سے سامعہ افروز ہوے

آنکھ وہ کافر کہ قتل عام جسکی ایک ادا — اب وہ موج انداز جسے مردے جلانا بات ہے
کب تلک رو کے کہو کوئی کہ تمکو تو امیر — مار ہے ڈر نا سہل ہے اور نہ ہر کہنا بات ہے

امیر تخلص میر امیر علی خلف میر مومن علی متوطن قدیم شاہجہان آباد و شاگرد حکیم عزت اللہ خان عشق اگرچہ استعداد علمی کچھ نرکھتا تھا لیکن بفیض صحبت اہل علم سے تقریر شستہ و گفتار شایستہ اور روزمرہ صاف پہ قادر تھا یہ ایک شعر اوسکے فرزند ارجمند محمد علی نام کی زبان سے مسموع ہوا

ہمکو حاصل کیونکے ہو تیرے قد بالا کی سیر　　کب بشر ہو سکے ہے عالم بالا کی سیر

اقبال تخلص شاہزادہ بلند اقبال مرزا غلام حسین پسر مرزا ہدایت علی مغفور علم موسیقی اور مرثیہ خوانی کی مشق کمال کو پہونچائی ہے گاہ گاہ فکر ریختہ کرتے ہین اور شیخ ابراہیم ذوق تخلص علیہ الرحمۃ سے اصلاح کا اتفاق ہوا ہے یہ چند شعر اونکی نتایج طبع سے مرقوم ہوے

ہاے وصل مجنت نہ پایا کوہکن نے عشق مین　　قطرہ قطرہ نہ ٹپکا زہر آب جوے شمشیر کا
دیکھیے آگے آگے کیا ہووے　　دل لگی مین تو ہے ابھی سے رنج ہا
بے تکلف کسی سے مت ہنسیے　　اکثر آجاے ہے ہنسی سے رنج
جور و جفا کی اوسکی شکایت کرین تو کیا　　سو شوخیان نکلتی ہون جسکے حجاب مین
اللہ اللہ یاد عارض جانان مین روز و شب　　سُلگے ہے آگ سی دل خانہ خراب مین
نیم بسمل مجھے رکھنے سے تمھین کیا حاصل　　ایک ہاتھ اور بھی خنجر کا لگاتے جاتے
تیور آج اور نظر آتے ہین اونکے ہمدم　　غیر کچھ چپکے ہی چپکے ہین پڑھاتے جاتے
نہ بھگاتے اگر اغیار اونکو　　تو کیا کیا عیش پھر مل جل کے ہوتے
خزان ہوتی نہ دستگیر گل کی　　نہ دن برگشتہ گر بلبل کے ہوتے

انصاف تخلص عبد الرحمن خان ساکن اکبرآباد راجہ بنارس کی سرکار مین جو بالفعل اکبرآباد مین قیام پذیر ہے نوکر اور اوصاف حمیدہ اوسکے وضیع و شریف کی زبان پر ہین یہ شعر اوسکا مسموع ہوا

حسد کی آگ سے غیرون کا دل کباب ہوا　　ہمارے ساتھ جو کی اوسنے بادہ خواری آج

انیس تخلص میر ببر علی پسر میر مستحسن پسر میر حسن صاحب مثنوی بدر منیر ساکن لکھنو خوش فکر و تیز طبع ہے ہر چند غزل گوئی مین دستگاہ تمام اور قدرت مالا کلام ہے لیکن غلو اعتقاد ائمہ عظام سے اوقات عمر کو مرثیہ گوئی مین صرف کیا اور حق یہ ہے کہ اس نظم مین فصاحت و بلاغت کی داد دی ہے تحت لفظ یعنی مرثیہ بغیر آہنگ موسیقی کے ایسے طرز سے پڑھتا ہے گویا عنان اثر اوسکی صداے دلسوز کے ہاتھ مین ہے یہ شعر اوسکے افکار سے مرقوم ہوا

ہوا ہے ابر ہے ساقی ہے مے ہے　　پر اک تو ہی نہین افسوس ہے ہے

اوج تخلص عبد اللہ خان ساکن سرہند نوشت و خواند سے اسقدر بہرہ رکھتا تھا کہ اپنے اشعار کو لکھ لیتا اور اپنے لکھے کو پڑھ لیتا لیکن چونکہ اصل طینت مین فکر بلند اور طبیعت رسا

آیا کیا ٹھکیں لب کا تبسم ہی نمک ریز	ہنس ہنس کے جو وہ چھیڑتے ہیں زخم جگر کو
سمجھو نہ اوٹھا بزم سے اپنی کہ مری جان	ہم آپ ہی بجھ جائینگے جوں شمع سحر کو
سب پا بہ رہے منزل مقصود کو راہی	اب ہم بھی کچھ آمادہ کریں پائے سفر کو
اشک دل سوزاں بھی ہیں کچھ آنسوؤں کے ساتھ	دامن سے نہ تو پونچھیو اس دیدۂ تر کو
تھی لطف ہیں سزاوار تو کچھ لطف کے ہم کو	دیکھو کبھی تم ایک نگہ سے ہی ادھر کو
لگے ہمسے نظر اپنی چھپر انے	وہ سمجھے جس گھڑی لطف نظر کو
سبب سمجھا جو بیماری کا دشمن	نہ آیا پھر کبھی میری خبر کو
نظر کی برق مجھ پہ ہی گرے گی	وہ دیکھے گو ادھر کو یا ادھر کو
سکھایا دخت رز کو منہ چھپانا	کوئی کیا روئے جان شیشہ گر کو
جتنی ہو پلا دے کہ پیاسا ہوں میں ساقی	ظالم میں سمجھتا نہیں کم اور زیادہ
جتنے ترے پیش آتے ہیں ہم عجز سے اتنی	بڑھتی ہے تری مشق ستم اور زیادہ
اتنے سے ترے تھمنے میں نکلی ہے یہ حسرت	ہو التفات ذرا لطف سے تھم اور زیادہ
کتنا ہی کروں خشک یہ یہ دامن تر ہائے	خجلت سے ہوا جاے ہے نم اور زیادہ
کرتے ہیں مرا چارہ ہم جسقدر ایجاد	اوتنا ہی یہ ہوتا ہے الم اور زیادہ

باب الباء الموحدہ

باقر

باقر تخلص میر باقر علی ابن میر علی حسن ساکن نواح جونپور مدت مدید سے لاہور اور اطراف پنجاب میں تلاش معاش کی تقریب سے ساکن ہے طرز سخن سے معلوم ہوتا ہے کہ موزونی اشعار صرف حدت ذہن اور تیزی طبع کا نتیجہ ہے جو کہ وہ کلام فی الجملہ رواں ہے اگر حلیہ اصلاح سے آراستہ ہوتا تو تہذیب معقول پا جاتا یہ دو چار شعر اوسکے نتایج طبع سے ہیں

اگر وہ شب کو نہ آتے تو کیا کیا ہمنے	یہی نہ اونکے نہ وعدہ کا اعتبار رہا
چکھا ئینگے تجھے نازک مزاجیوں کا مزا	اگر ذرا ہمیں دل پہ کچھ اختیار رہا
تلاش میں ترے دامن کی اے رمیدہ مزاج	صبا کے ساتھ ہی پھرتا مرا غبار رہا
تجھے تو شغل اغیار سے رہا تا صبح	تری بلا سے کسیکو گر انتظار رہا

بحر تخلص میر امداد علی نام صاحب استعداد ہیں اور ایجاد معانی اور ابداع مضامین

میں

ہین قدرت ذاتی رکھتا ہی وضع کلام سے دریافت ہوتا ہی کہ فکر تیز گرو اوسکی جادہ طرز شوکت سے بخاری ہی بنظر کلام ظاہر ہی شاگردان ناسخ سے گوے سبقت اور خوش فکران لکھنؤ سے قصب السبق لیگیا ہی یہ شعر اوسکا یاد تھا سو لکھا گیا

بیدرد ستمگر وعدہ خلافی وہ ہوا ۔۔ کھل گیا قفل دہن یار کا جھوٹا ہو کر

بدر تخلص میر بدر الدین ساکن قدیم کرنال سنا گیا کہ پدر بزرگوار اس نیک نہاد کا ایام شباب مین نہایت زور آور رستم توان تھا مقتضاے اولاد سر لابیہ یہ مرد میدان شجاعت بھی توانائی جسمانی مین یگانہ عصر تھا بہت مدت ہوئی کہ زور آزمائی اجل نے اوسکی پشت کو خاک گور سے آشنا کیا باوجودیکہ اقتضاے سپاہگری طبیعت پر غالب تھا لیکن جوہر موزونی طبع خداداد تھی گاہ گاہ فکر سخن بھی دامنگیر ہوتی تھی ایک شعر جو مسموع ہو چکا تھا داخل ہین کہ اوسکی زبان فصاحت سے خالی نہ تھی

کس درد کی یاد تھی ہمدم کہ شب تا صبح یہان ۔۔ ہر نفس کے ساتھ دل مین خار سا کھٹکا کیا
اسکا خواہان ہی کہ دل قافلۂ اشک کے ساتھ ۔۔ دم بدم سینے سے آنکھون مین چلا آتا ہی

بدر تخلص مرزا بلاقی ابن شاہزادہ کامگار میرزا نصیر الدین بہادر جوان وجیہ خوش اخلاق شعرگوئی مین مشہور و میرزا پیارے رفعت تخلص سے ہی یہ چند شعر اوسکے تحریر ہوے

سن لیتا ایک دن کہ اوسے غم نے کھالیا ۔۔ غم کھائیگا یون ہی جو یہ غمخوار آپکا
اب تک بھی میرے وا نہین ہوتے کہ کچھ کہون ۔۔ منھ دیکھتا ہون مین دم گفتار آپکا
اے بدر گاہ گاہ ہی اتنا تو درد دل ۔۔ بگڑے کہین نہ طول یہ آزار آپکا
اپنی ہی پرسش مین ہوگا ختم وہ ہنگامہ سب ۔۔ گر قیامت مین ہمارے حال کا دفتر کھلا
اک کشتی طوفان زدہ گردون کو بنایا ۔۔ اللہ رے گریہ مرے اس دیدۂ تر کا
تو نہ آتا تری آواز تو آیا کرتی ۔۔ گھر بھی قسمت سے ترے گھر کے برابر ہوتا
گھٹا نہ خاک ہوے پر بھی کچھ وقار اپنا ۔۔ ہمیشہ دوش صبا پر رہا غبار اپنا
کہتا وہی ہی ہر ادا محبت بتون سے کر ۔۔ کہتا ہون جس سے حال دل بیقرار کا
در بدر مجھکو لیے پھرتی ہی دل کی وحشت ۔۔ گاہے گاہے ترے کوچہ مین بھی آجاتا ہون
وہ لب اور اوس سے مجھکو جلانے کی آرزو ۔۔ جسکو دعا بھی دون تو کہین یون کہ مر کہین
مین اگر جاؤن تو نکلے مطلب دل کچھ نہ کچھ ۔۔ میرا جانا اور ہی تھا قاصد کا جانا اور ہی
اپنا گھر ہی جو پھر نہ ستم ایجاد غضب ہی ۔۔ اپنی بھی یہ آہ دل ناشاد غضب ہی
جادو نگہ غمزہ ستم چال قیامت ۔۔ اللہ ری ترا قہر ہی بیداد غضب ہی

جاے وگر کھینچ لیے اس دل کو بھی پیکان کے ساتھ | گر یہی دل ہے تو دل بھی نہیں درکار مجھے

برق

برق تخلص نجم الدین واصفی [illegible] ساکن سکندرآباد کہ شاہجہان آباد سے پچیس (۲۵) کوس کے فاصلے پر واقع ہے نوجوان خوش مزاج شعر [illegible] کے ساتھ اوسکو مناسبت تام اور شعر کی طرف توجہ مالا کلام شعر ریختہ [illegible] کہتا ہے اور اچھا کہتا ہے اب عہدہ دیوانی آگرہ میں عہدہ جلیل پر مامور ہے شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہیں

کیا کیا اوڑی ہیں جیب و گریبان کی دھجیاں | ہاتھوں سے جبکہ یار کا دامان نکل گیا

آج ارمان حسرت دیدہ تر کا نکلا | کہ ہر اک اشک لیے لخت جگر کا نکلا

ہم سمجھتے تھے کہ جنت میں لگے گا کیا جی | بارے کچھ اوس میں تو نقشہ ترے گھر کا نکلا

گر کوچہ [illegible] میں پرسان ہو تو [illegible] | ہر دہان زخم سے لیں کام نفخ صور کا

گر یہی ہے شوق [illegible] | [illegible] کرین کھاتا پھر لگا لاشہ اس رنجور کا

[illegible] | [illegible] نے نہیں دیکھا تو جلوہ طور کا

کیا گل [illegible] | [illegible] اوسنے قدم رکھا گلستان ہو گیا

صحبت گل [illegible] | پارہ [illegible] ٹکڑے گریبان ہو گیا

وہ اشک کیا [illegible] | [illegible] وہ آستین کہ [illegible] تر نہیں

[illegible] | [illegible] کونسا جو مری زبان پہ نہیں

بسمل

بسمل تخلص [illegible] محمد عبد الحکیم فرزند دلبند جالینوس الزمان لقمان [illegible] سلمہ اللہ تعالی اور برادر زادہ حقیقی اوستادی حضرت صہبائی مدظلہ العالی فن فارسی میں سلیقہ معقول حاصل اور تحصیل علم طب میں بجان وجنان مائل جوان وجیہ خوش قیافہ فصیح زبان صاف دل پاک طینت ثمرہ جوانی سے متمتع اور [illegible] کامرانی [illegible] آئینہ خاطر کی صفائی سے پردگیان ضمائر بے نقابی میں [illegible] اور فکر رسا کی دور گردی سے وحشی شہزادان اسرار صید ہوتے ہیں بے اختیار طبیعت اور [illegible] اسقدر کہ گویا مجموعہ اخلاق اور فرق تا قدم نسخہ وفاق ہے اور استعداد خداداد کا یہ حال کہ اوسکے کلام جواہر نظام میں خوبی معنی اور خوش اسلوبی تراکیب اور تنگ درزی کلمات اور شاقت تشبیہ اور حسن استعارہ حد طاقت بشری سے باہر ہے اللہ تعالی یوما فیوما جودت ذہن اور قوت طبع میں افزائش کرے یہ اشعار اوس مجمع محاسن کے نتایج افکار سے لکھے جاتے ہیں

نواے بلبل و بوے چمن تو آ جاتی | قفس کے گرد مرے نزدیک گلستان ہوتا

گریہ سے میرے کچھ تو بجھی آتش جگر — جاری رکھے خدا مری چشم پر آب کو
اللہ ری غفلتین کہ ہوے ہم تو مرکے خاک — اور اٹھتے اب تلک نہین اولٹا نقاب کو
بہاے خون عاشق کیا اور اوسکا خون کیا حساب — مجھے تم قتل کرکے کس لیے ہو اب پشیمان سے
کسی دن حضرت دل تیرہ بختی گل کھلاوے گی — اولجھنا روز کا اچھا نہین ہے زلف پیچان سے
کھلیگا جس جگہ حق ہم وہین سر کو جھکاوینگے — نہ ہمکو ربط کچھ کافر سے نے نفرت مسلمان سے
بتون کا گھر ہے کعبہ سبحہ سے زنار کو رشتہ — کھلا یہ ماجرا زاہد ہمین تحصیل ایمان سے
گلی کوچہ مین پھرنا روز کا اچھا نہین حضرت — ہوا کیا تمکو اے بسمل جو ہو ایسے پریشان سے
اے بلبلان باغ رہائی سے فائدہ — سر پہ خزان ہی آگئی جب ہم رہا ہوے
اوسکی گرہ بھی کیا مرے دل کی ہے اک گرہ — بند قبا جو ہے نہ اک روز وا ہوے
بسمل اونھین کی یاد مین سب کچھ بھلادیا — نادان یہ صنم نہوے کچھ خدا ہوے

بسمل تخلص حافظ محمد حسین نام ولد حافظ محمد بخش عرف حافظ ممو ساکن حویلی خان شہر افغانان مرحوم صاحب طبع سلیم و ذہن قویم ہے وجاہت صوری اور حسن معنوی سے بہرہ ور جمال ظاہری اور کمال باطنی سے کامیاب علوم رسمی سے بقدر ضرورت متمتع دلنشینی سخن سے گوش شوق کی سیری محال اور دلچسپی کلام سے بے التفاتی مخاطب کی وہم و خیال اصلاح شعر راقم کے مشورہ سے صورت پذیر ہے یہ چند شعر بطور انتخاب کے قالب تحریر مین آئے

نہ آویگا یہان تک اور نہ مطلب دل کے ہونگے — نہ مٹے گا قیامت تک کبھی دامن تمنا کا
دل تو نے ہمسے او بت کافر اوٹھا لیا — اس نازکی مین بوجھ یہ کیونکر اوٹھا لیا
بار گران عشق فلک سے نہ اوٹھ سکا — کیا جانے میرے دل نے یہ کیونکر اوٹھا لیا
کیا کام ہے بلا سے جو تو ہو اسیر زلف — جب تجھسے ہاتھ اے دل مضطر اوٹھا لیا
پیر مغان نے بسمل میکش کو دیکھکر — شیشہ بغل مین ہاتھ مین ساغر اوٹھا لیا
نیم بسمل کیون نہ مجکو چھوڑتا ہنگام ذبح — یار کو میرے تڑپنے کا تماشا ہو گیا
شکوہ مت کر حال جو بسمل ترے دل کا ہوا — شکر ہے ہر حال مین جو کچھ ہوا اچھا ہوا
گر چھٹیگا تو زمین پر کانپ کر اے چرخ پیر — نیم نالہ بھی کوئی ہمسے اگر برپا ہوا
مین نہ کہتا تھا نہو سرکش تو اوسکی زلف سے — اس خطا سے منھ ترا اے مشک ختن کالا ہوا
ہم گئے تھے دلکو لینے وہ طلب کرتے ہین جان — دل کو کیا روتے تھے ہم اب جان کا رونا ہوا

تم سے دل کی نازبرداری نہوگی دل نہ لو — جان من یہ دل بڑے نازون کا ہی پالا ہوا
دل بری کی بات گو ادنی نہین ہی دل مگر — عمر بھر اُنسا نہ ظالم بھی تجھے پیدا ہوا
یہ کس سیاہ بخت کے گوندھی ہی خون مین — کالا جو تیرے ہاتھ مین رنگ حنا ہوا

بسمل

بسمل تخلص نواب امیر حسن خان ساکن دار الامارۃ کلکتہ ہرچند دولت دنیا سے اسقدر بہرہ حاصل تھا کہ گداے محلہ اوسکی زکوۃ سے صاحب نصاب ہوکر اپنی بضاعت سے اتنی زکوۃ نکالتا کہ اگر اوسکا عشر عشیر خسرو پرویز کو ہاتھ لگتا آٹھوان خزانہ اور معمور ہوجاتا لیکن مزاج مین مسکینی و تواضع اس درجہ پر تھی کہ مثل خم ابرو تسلیم اور مثل سایہ افتادگی گویا ایام سرشتی تھا دقایق سخن سے کماہی آگاہ اور صنایع اور بدایع مین کامل دستگاہ نظم و نثر مین باوجود صفائی الفاظ اور شستگی عبارت نکتہ تلاش معنی کا مرتبہ نہایت کو پہونچ گیا تھا جناب اوستادی حضرت صہبائی سلمہ اللہ تعالے کے حمائد اوصاف سنکر اخلاص غائبانہ بہم پہونچایا اور خط و کتابت کے وسیلے سے رابطہ خلت کو بڑھایا ایک رقعہ الفاظ بے نقط مین اونکی خدمت مین بھیجا تھا باوجود اس قید کے بے تکلف وآمدی تھا نہ ساختہ و پرداختہ چند سال ہوے ہین کہ دنیاے دون سے دل اوٹھا کر عالم آخرت کو راہی ہوا یہ چند شعر بطریق یادگار مرقوم ہوے

سرمہ خود بچشم کم منگر — دیدہ ہا زین غبار روشن گشت
شہد ریزد کلام کشمیریم — برلب او مگر لب من گشت
نہ شود اگر بسینہ رہ قاصد نفس گم — دو سہ حرف خون چکانی ببلب ارمغان فرستم
افتد براہ دل صد پارہ نماند ست بجاے — کہ باجواب توان رقعہ انشا کردن
خال عارض کہ بتہ کاکل یار افتادہ — مہرہ زہر بود از لب مار افتادہ
دہ چہ تیر مژہ تیز تو صید انداز ست — ہمچنان بود بہ ترکش کہ شکار افتادہ
لالہ را خلعت گلگون صلہ یک داغ ست — بہر من چیست کہ دو اعم زشمار افتادہ

بسمل

بسمل تخلص رام کشن پنڈت مدرس زبان انگریزی و دقایق فارسی سے بخوبی واقف اور عوامض سخن سے دلخواہ آگاہ مقامات کتابی کو کمال تدقیق کے ساتھ حل کیا ہی تہذیب اخلاق مین بےمثل اور ستودگی کردار اور درستی گفتار مین بےنظیر شعر فارسی خمخانہ شیراز کا سرجوش اور سواد رقم سرمہ اصفہانی سے ہمدوش یہ چند شعر اوسکے نتایج طبع سے ہین

سرشک دیدۂ غماز گشت راز ہم گرد — فغان کہ پردہ ز روے غم نہان بر داشت
سنبل مشکین بود یا زلف عنبر بوے دوست — نافۂ چین ہست یا خال رخ نیکوے دوست
ماہ نو یا سجدہ گاہ عاشقان یا تیغ تیز — یا کمان یا نون قوسی یا بود ابروے دوست
لالۂ گلزار خوبی یا مہ اوج جمال — یا بود مہر سپہر دلبری یا روے دوست
انیکہ بسمل مردگان را میدہد جانے دگر — یا بود باد مسیحا یا نسیم کوے دوست
اگر نہ بادہ ز انگور باغ بخت من ست — ہمیشہ چشم تو زین گونہ مست خواب از چیست
دل را ز چشم آن بت پر فن نگاہ دار — جنس گران بہاست ز رہزن نگاہ دار
چون غنچہ خون دل خور و در حفظ راز کوش — ہر دم زبان لگام چو سوسن نگاہ دار
از لطف چرخ دم مخور از دولتت دہد — خود را ز روبہ بازی دشمن نگاہ دار
ہر جا کہ علہاے سینۂ سوزان رفو مزن — از بہر آہ این دو سہ روزن نگاہ دار
سررشتۂ خرد مدہ از دست و گم مشو — خود را طفیل رشتہ چو سوزن نگاہ دار
نگاہ بر رخ جانان نمے توان کردن — نظر بمہر درخشان نمے توان کردن

بشیر تخلص میر بشارت علی شاگرد میر نظام الدین ممنون یہ شعر اوسکے افکار سے ہے

شاید دل بیتاب کو تسکین ہو اپنے — لیجا کے رکھون سینے پہ تصویر کسیکی

بلند تخلص صفدر علی بیگ نام ابن مرزا افضل علی بیگ قوم مغل ساکن محلۂ کھاری باولی مرد قابل خوش اخلاق پسندیدہ اطوار نیک نہادی وصاف دلی مین یگانہ طرز وفاق اور سیاق آشنا پرستی مین یکہ زمانہ حلم و وقار کو اوسکے گوشۂ طبیعت مین منزل آسایش اور نجابت وشرافت کو اوسکی نسبت سے زیب وآرایش علم حساب مین مہارت تام اور انشانگاری مین دستگاہ تمام خط نستعلیق کی شان خط گلرخان سے جان فزا تر اور خط شکستہ کی طرز زلف خوبان سے دلربا تر والا اس نیک نہاد کا راجہ الور کی سرکار مین علاقہ مدرسی مدرسے سے ممتاز ہے اور یہ ہوشیار خرام گاہ گاہ قدر دانی حکام وقت سے علاقہ تعلقداری سے سرفراز رہتا ہے شعر گوئی کی طرف توجہ تمام مصروف اور طبع اوسکی اس فن سے کمال مالوف ہے اصلاح شعر راقم اثم سے لیتا ہے چند شعر اوسکے نتایج طبع سے منتخب ہوے

یہی مبدا ہے رنج و محنت کا
تجھسے ملک بنا نشانہ بلند
تیرے ہرجائی پن نے ای بے مہر
ہو ہی بیگانہ وش رہا ہے
بیوفا جانکس دیا آشنا و زرد و رنج
کچھ وصل کا سا حسرت پنہان میں ملا لطف
روز ہی اوسکو میرے قتل کی فکر
کچھ نہ کچھ ایذا رہی ہو نہ غم کے ہاتھ سے
رنج و راحت ہی انتہا میں ایک
جان و غم میں ہی اک کشاکش سی
جسقدر ہمکو تجھسے تھی امید
قیس و فرہاد و وامق اور بلند
سنے کیا ناصحون کی باتون کو
جان ہی یہ کچھ کشاکش آزار میں کہ آج
تو بتو مدت سے کی تھی ہمنے پرا ہجتنب
اشارے ہیں انھسے جو ہیں کور چشم
تمھارا جو بیمار تھا مر گیا
جو ہم دل کہیں دین نذر و کو بلند
اب بوسے پہ یہ لڑائی حیف
میرے پہلو میں دل ہی یا بجلی
سیکڑون بندہ خدا مارے
اوکھڑا اوکھڑا ہی مجھسے دل شاید
اڑے پھرتے ہیں اپنی سانس کے ساتھ
کہان وہ اور کہان دشمن مگر یہ
بے مرضی اوسکے ہاتھ لگا ون وسے بلند

ذکر مت کیجیے محبت کا
درد کا رنج کا مصیبت کا
مجھکو عالم سے شرمسار کیا
تیرے اک غم جسکو پیار کیا
جو تجھے ہمنے کہا ای یار زیبا ہو گیا
شب میرے تصور میں جو اک پردہ نشین تھا
غیر سے دھیان ہی سوا اپنا
مٹ گیا گر آبلہ اک داغ پیدا ہو گیا
ہجر میں ہو گیا وصال اپنا
آج جھگڑا ہی انفصال اپنا
اوسقدر ہی ترا عتاب رہا
عشق میں جو رہا خراب رہا
اب وہ اپنا نہیں دماغ رہا
رو دیا کیا سرہانے مسیحا تمام شب
ہو گئی مرگ کی ہوس کچھ ابر و باران دیکھکر
ہیں آنکھیں تو اچھی انھسے کچھ نہیں
تمھیں ای ستمگر خبر کچھ نہیں
تمھارا تو اسمین ضرر کچھ نہیں
دس نہیں سو نہیں ہزار نہیں
کہ کسی دم اسے قرار نہیں
کیا بتون سے ہی گھر خدائی ہی
اسنے اپنی وہان جمائی ہی
ہمارا ضعف سے لاغر یہ تن ہی
ہمارا ہی فقط دیوانہ پن ہی
یہ تاب یہ مجال یہ قدرت کہان مجھے

بلبل تخلص پنڈت گوری شنکر متوطن دار السلطنت لاہور نوجوان خوش مزاج پسندیدہ اخلاق زبان دانی مین اقران و امثال سے ممتاز ہے صفائی سینہ اور پاکی کلام مین متاخرین سے سرفراز اتفاقاً وارد شاہجہان آباد ہو کر استادی مخدومی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت مین مستفید اور اسی جگہ راقم آثم سے ملاقی ہوا یہ چند اشعار اسکی زبان سے مسموع ہوئے

آتشیم جہان نیست غزلے غم را
با وصل خود ز اشک چہ پرسی سبب مرا
محو صفاے سینہ او بود دوش دل
از آمدن خط نہ سبزہ
بارے اتپ استخوانے عشق
گذشت ویران خانہ دیوانہ
بہ پیری سست مرا زینت دگر حاصل
زاہد از محفل صہبا نگریز
ہر دم و باقی ست شوق آسمیان
من ز کشش کس نہ دزدم معنیے
ندیدہ کسے غیر خال لب او
گردش چشم ترا دیدم و از کار شدم
زرد شمعے بے پروانہ نگر و زنجیر
خامشی باتم طبع ست زبان آور را
سرمہ گردد اگر اشکے ز چشم تر فسردیم
بلبل اینقدر جمع زر و مال دل مدہ

چہ اکنند سبہ سالہا صحبت ہم را
چون شیشہ گریہ پیہم بود در طرب مرا
گویا گذشت در لب شہر حباب مرا
سوہر تن لو بہار بہ خاست
آن دو اسے کہ در شباب داوند
ہر کجا دیوانہ آباد شد
کہ جامہ تن من از شکن اثر دارد
ساحل خشک ز دریا نگریز
استخوانم دستہ شد بہ خنجر شن
لیک از گفتن نفس وز دیدہ ام
ز نیلم نگین وز یاقوت خاتم
بجو د از گردش این ساغر سرشار شدم
من چسان در خم آن زلف گرفتار شدم
کند این نکتہ سیہ پوشی سوسن روشن
شود در گردش از یکقطرہ آبی آسیا مین
بابیہ کہ از جہان دل جمعی بہم رسنے

سبو اول مفتوح دوم مشدد مضموم اور آخر محبوب تخلص اور نام ایک زن خانگی کا ہے کہ خطہ خوش خیز شاہجہان آباد مین اس جمال کے ساتھ خوبان دلربا سے کم کسیکو نشان دیتے ہین حسن کی صباحت اور کلام کی ملاحت ایک خرمن جان پر برق افگن دوسری زخم جگر پہ نمک زن غمزہ زاویہ چشم مین دلہاے آشفتہ کے تاراج کے واسطے کمین ساز اور اشارہ گوشہ ابرو مین

جست نگہ یار سے برگشتہ اجل ہے گر	اک حشر ہو پھر کے گئی پھر بھی جری آتش پا
نہ تو وصل ہی ہو نہ زیست کا یارا اسکو	لگ گئے آشفتہ شب ہجر نے مارا مجھکو
موت ہے پر نہیں ملتا ہے کہ دن کیا ہو	تو نہیں ہے تو نہیں زیست گوارا مجھکو
زیست چین کہاں عیش کہ ہر شب خواب	نہیں تحمل بھی کہ اس شب گوارا مجھکو
کیا ہوئی بات فغان کی ہی شور انگیزی	لیکن مجھکو تو تونے نہ پکارا مجھکو
شعلۂ [illegible] دو [illegible] اور [illegible]	حسرت آیا ہے تو ہو شعر دو بارا مجھکو
الغرض آشفتہ کو بہر حسرت نے پھونکا آگ سے	الغرض ہمدمی جانا مرگ کی [illegible] غم [illegible]

بیتاب تخلص ہے وہ ہر لقمۂ دولت و اقبال نواب عباس علیخان خلف نواب مستطاب معلے القاب نواب عبد العلی خان کہین برادر نواب محمد سعید خان بہادر رئیس رامپور رفعت شان کو پستی تواضع کے ساتھ جمع اور سربلندی عزت کو افتادگی اخلاق کے ساتھ فراہم کیا ہے قلم حیران ہی کہ کس کس خوبی کا بیان کرے حسن خلق کو لکھے یا جمال صورت کا ذکر کرے خلق تو محمدی ہے اور جمال یوسفی رسائی فکر سے کنگرۂ عرش فرسودہ اور بلندی طبع سے رفعت چرخ پست مضامین شوقیہ سے بلبل نالہ آموز اور کیفیت سخن سے ہوشیار مغزان بادہ ساغت سرمست جنابش شہر کرامت بہر شاہجہان آباد کی زمین اوس بلند مرتبت کے نقش قدم سے رشک گلشن تھی مومن خان مرحوم مومن تخلص سے مشورہ کا اتفاق ہوتا تھا جب ریاست رامپور مسند نشینی نواب محمد سعید خان بہادر سے نامی اور رودہ حکومت اوس سرو اقبال مند کی ذات سے گرامی ہوئی اس نونہال گلشن اقبال نے اوس گل زمین کو اپنے قدم بہار توام سے سبز و شاداب کیا او موقعت سے اس زمانہ تک سخن گوئی کی بنا کو اپنی ہی روش طبیعت کی اساس پہ مستحکم کیا ہے جو اشعار اوس خوش فکر کے راقم تذکرہ کو بہم نہ پہونچے ناچار گلشن بیخار سے کہ ایک تذکرہ ہے مصنفات نواب مصطفےٰ خان بہادر شیفتہ تخلص سے یہ شعر ان اوراق مین نقل کیا

آخر غریب کھا کے گیا اوسنے مجھکو قتل	مین نے کہا تھا تم سے اوٹھائینگے مرکے ہاتھ

بیتاب تخلص کشن نراین قوم کھتری ساکن بنارس راجہ شہر نیپال کے اعزہ مین سے ایک وہ شخص شہر بنارس مین بود و باش اور عزت و اعتبار کے ساتھ عمر بسر کرتے ہین یہ موزون طبع ان دونون بلند مرتبت کی سرکار مین ملازم اور صاحب اعتبار رہے یہ دو شعر اوسکے

فرمایش سے کوئی جلد بوستان خیال کی کہ افسانہ ہی عجیب اور داستان ہی غریب اردو مین نظم کرتا تھا
معلوم نہین اختتام کو پہونچا یا نہین یہ اشعار اوسکے نتائج ذہن وقاد سے ہین

کون پرسان ہے حال بسمل کا
خاک منہ دیکھتی ہے قاتل کا

لب پہ کون [illegible] کہ آیا
موج منہ چومتی ہے ساحل کا

سانس آہستہ لیجیو بیمار
ٹوٹ جائے نہ آبلہ دل کا

بیمار رہ چکے ہین ابھی تو وہ امتحان
کمبخت مہر وفا کا تجھے جو گمان ہوا

جس نے دل دیا اونکو جیسے چوری یا
آیا مین ہمت نادان تھا کہ رسوا ہوگیا

تیر قاتل سے ہم شکوہ کہان رکھتے ہین
بیزبان صورت سوفار دہان رکھتے ہین

کیا سفر کا ارادہ ہے بزم جانان سے
کوئی گلے نہ ملا موت کے سوا مجھسے

کہین سنتی ہین یہ نازک مزاجیان بیمار
کہ اوٹھ سکی نہ حسینون کی انجا مجھسے

موت سے بھاگنے لگے بیمار
کیا اوسے تم شکستہ پا سمجھے

ترسنے دو بیکسی وحشت تنکدہ مین
اوسکو بیمار جو مرضی خدا کی سمجھے

ہر ذرہ وہ پھر جائے ہین دہشت کر آکر
کچھ جذب محبت کو لگی ہے لطف ایسی

بیمار کو غفلت ہے بہت خبر نہین آج
ہر چند کہ تھی حالت غش کل بھی پر ایسی

کیا شب ہجر تیان مین نہ آپ مین آیا
کہین نہوگے زمانے مین نارسا مجھسے

اور مطلب لکھ آہ سوزان سے نہین
خاک ہونے کی تمنا ہے سمجھے

حال دل بیمار نہین ضبط کے قابل
لیکن وہ زبان مجکو ہلانے نہین دیتے

باب التاء الفارسی

پارسا تخلص منشی فیض پارسا مرد خوش خلق نیکو نہاد حافظ کلام اللہ تھا سعادت ذاتی اور اہلیت صفاتی کا بیان خامہ خام رقم کی مجال سے باہر ہے کثرت زہد و تقوی سے اسم مسمی ہوگیا تھا حضرت بابرکت زبدہ اولیاء کرام اسوہ کملاے عظام مور د رحمت ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد سے تھا مدرسہ شاہجہان آباد مین جو حکام وقت کی طرف سے طالبان کمال کی تربیت کے واسطے معین ہے تعلیم فن حساب پہ مامور اور اس فن کی مہارت مین مشہور تھا گاہ گاہ شعر ریختہ بھی کہتا مدرسہ غازی الدین خان مین جو شہر شاہجہان آباد کے دروازے اجمیری کے باہر واقع ہے اس بزرگ نہاد کی تکلیف سے

بزم مشاعرہ منعقد ہوتی تھی اور چند مدت تک وہ ہنگامہ گرم رہا مشاہیر شعراے شہر مثل حضرت
شاہ نصیر مغفور اللہ اور مومن خان مرحوم اور شیخ ابراہیم ذوق مغفور اور ان کملاے
قادر سخن کے تلامیذ اور موزون طبعان شہر جمع ہو کر شیرین بیانی سخن سے سامعان فہیم کے کام طبیعت کو
لذت بخش بستان اور رنگینی الفاظ سے مشتاقان سخن فہم کے پردہ گوش کو رشک گلستان کرتے تھے
القصہ ایک حکایت یاد آتی ہے مشتاقان حقائق و سوانح کی ضیافت طبع کے واسطے
مذکور ہوتی ہے شاہ نصیر مرحوم ایام میں سفر لکھنؤ سے مراجعت کر کے وارد شاہجہان آباد
ہوے تھے اور برسات پر سالمیت کی تکلیف سے شریک مشاعرہ ہو کر دو غزلیں
تازہ زمین کہ شعراے لکھنؤ کی تکلیف سے کہی تھیں اس مشاعرہ میں طرح کرا کے
پڑھیں ایک کا مطلع اور دوسری کا ایک شعر اس مقام میں لکھتا ہوں

ہم چھڑک کر توڑتے ساری قفس کی تیلیاں	پر نہ تھیں امیر ہم صفیر و اپنے بس کی تیلیاں
ہیں اپنے تنبوں کو چند اسپند نہ کر	آدم مردہ ہیں بے گور و کفن تیتر کے

بعض احباب نے اس نظم کی افراط تحسین اور کثرت ستائش سے حسد کو کام فرمایا اور
اپنے بعض شاگردوں کو ان دونوں زمینوں میں غزل کہنے کی تکلیف کی ظہیر الدین یاس تخلص نے
دوسری زمین میں ایک شعر خوب کہا تھا

مرہم سنگ جراحت نے بھرے اپنے گھاؤ	کب سے مشتاق تھے زخموں کے دہن تیتر کے

یہ بات شاہ نصیر کو ناگوار ہوئی اور پہلی زمین میں قریب پچاس غزل کے کہہ کر اپنے شاگردوں
کے نام سے مشاعرہ آیندہ میں پڑھوائیں اس حرکت سے حسد کا بازار گرم ہوا اور اس جلسہ
کے بعد شعرا نے یہ التزام کیا کہ ہر مشاعرہ میں اسی زمین میں غزل طرح ہوا الحاصل کئی مہینے
تک تیلیوں کی ردیف کی غزلوں کے سوا اور کچھ نہ کہا اور ان عاشقان سخن کو ایسا سودا ہوا
کہ زمین سخن میں مدت تک تنکے چننے کے سوا کچھ کام نہ تھا اور کثرت خس و خاشاک سے کاغذ مسودہ
نے کوڑے کا حکم پیدا کیا غالب ہے کہ اس طرح تازہ کے طفیل سے کسی شاعر کے گھر جاروب میں
بھی کوئی تیلی باقی نہ رہی ہوگی اور لوگ آٹھ نو شعر کے سوا مشاعرہ میں نہ پڑھتے تھے شاہ نصیر
کی تلاش پہ ہزار آفرین ہے کہ ہر بار دو غزلہ ساٹھ ستر بیت کا پڑھتا تھا اور ہر شاگرد کی غزل
انیس بیس بیت سے کم نہ ہوتی تھی طرفہ یہ ہے کہ وہ سب غزلیں بھی ایسی یکہ تاز عرصہ سخن کی طبعزاد
ہوئی تھیں والا اکثر کم استعدادوں کی مجال سے اسقدر گرم جولانی جملہ محالات سے ہے

آخر الامر شیخ ابراہیم ذوق نے ایک قصیدہ اوسی زمین مین حضرت ظل سبحانی سایہ رحمت ربانی محمد سراج الدین بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ کی مدح مین لکھا اور وہ دن وہ تھے کہ حضرت بادشاہ ہنوز مسند ولیعہدی پر متمکن تھے کہتے ہین کہ اوس قصیدہ مین نہایت شوکت اور جودت معانی صرف کی تھی لیکن جسوقت وہ قصیدہ پڑھا گیا تھا بزم مشاعرہ برہم ہو گئی تھی اور سواے شاہ نصیر اور دو چار اور سامع کے کوئی اوس مجلس مین موجود نہ تھا اس واسطے اوسکا لطف زبان زد ارباب شہر نہوا اور بعد چندے وزیر کے وہ جلد برہم ہو گیا قصہ مختصر بعد چند سال کا ہوا کہ منشی فیض یاب رسا تخلص نے دامن روح مقدس کو آلایش خاک سے پاک کیا یہ دو شعر اونکے مسموع ہو

سنتے ہی فریاد و فغان گریہ وزاری ہی مدام	کاش اثر نشان نہ ہمین حق نے بنایا ہوتا
کوے الفت کے خاکسار رہا ہی دل	مثل آئینہ صاف نیت ہین

پارسا تخلص ہی ایک مرد رند وضع اوباش طور بیباک طرز غلام علی نام کا یہ مثل ہی چگونہ راست آگہی برعکس نہند نام زنگی کافور ابتک تقاضاے شباب جوش وخروش پہ ہی رفتہ رفتہ کچھ عجب نہین کہ راہ مستقیم ہدایت پر گام زن ہو کر اسم بامسمی ہو جاوے گاہ گاہ صحبتان لاابالی سے فرصت پاکر راقم کے پاس آجاتا ہی اور ایک دو غزل ریختہ لیکر لاتا ہی طرز گفتگو اور صفاے روزمرہ سے پایا جاتا ہی کہ کسی کی اعانت کے بغیر نہوگا لیکن جو کہ آدمی ذہین اور تیز فہم ہی کیا عجب ہی یہ وہ کلام صرف اوسی کا نتیجہ فکر ہوں دنون مین ایک فقیر قلندر مشرب کے ہمراہ کسی طرف راہی ہو گیا ہی اسواسطے صرف دو تین شعر کہ جزودان حافظہ مین محفوظ تھے درج اوراق ہوے

جو وہ اٹھے ہین اوس پر یہ وے	اونکو کیا کام ہوشیاری سے
آب مین رشک سے ہی غرق گہر	اوسکے دندان کی شرمساری سے
نام کو پارسا ہون مین لیکن	مست ہون نرگس خماری سے

پذیر تخلص خلف گلزار علی اسیر اکبر آبادی اوسکے نام سے اطلاع نہین سنا گیا کہ باوجود حداثت سن اور نوزادگی کے طبع روان اور فکر رسا رکھتا ہی یہ شعر اوسکی نتایج افکار سے ہی

دیوانے اپنے جامہ سے باہر ہین سب پذیر	اب فصل گل ہی چاک گریبان ضرور ہی

شعرا انتخابیہ

ہم نامہ رسائی سے بیزار ہیں ای بیچارہ	دل چاہ زنخدان میں ہر جب سے اسیر اپنا
شمشیر تو وہ ابرو اس دل پہ لیا بیٹھے	چھوڑیگا ظالم تو بھی کبھی تیر اپنا
اس رہ میں رہوار وہی لازم ہے سالکو رکن	سامان سفر رکھیے طیار فقیر اپنا
پیچ و خم کاکل میں مت جائیو اشب کو	اس راہ میں تو چلکر ہووے نہ خجل شب کو

پیام تخلص مولوی امین اللہ کہ سابق فہمیت جہاد میں ایک رسالہ زبان عربی میں تصنیف اور پھر زبان اردو میں اوسکا ترجمہ کیا تھا اور مدت تک سفا زمان لشکر امام المسلمین امیر المومنین سید احمد مغفور کے ساتھ شریک رہا۔ حال ہی سے اب اونکا حال دریافت نہیں کہ تب سے حیات میں ہیں یا انتقال کیا یہ دو شعر اونکے یادگار مرقوم ہوے

جسکو اپنی خبر نہووے اوسکو	اوسکو اور دل کی کیا خبر ہووے
عیب نکتا ہے مجھی کو نالہ دل	یار میں بھی تو کچھ اثر ہووے

پیام تخلص مرزا حیدر بیگ مولد و منشا اوسکا مغل پورہ ہے کہ ایک معمورہ ہے شاہجہان آباد سے ایک میل کے فاصلہ پر لیکن اب ایک مدت سے اسی خاک پاک میں ساکن اور تخدائی کی تقریب سے یہیں متوطن ہوگا وہ شعر ریختہ کہتا ہے اور باوجود کم مشقی کے طبیعت خداداد کی اعانت سے چاشنی سخن مزہ سے اور زیادہ کلام لطف سے خالی نہیں یہ دو چار شعر اوسکے نتایج افکار سے ہیں

مر جاے بھی کوئی تو تاسف نہو اوسے	پالا پڑا ہے آن کے کس سنگدل کے ساتھ
اس آہ بے اثر نے کیا کچھ نکچھ اثر	کل پوچھتا تھا میری گلی کا نشان وہ شوخ
دیگا تو کیا جواب نزاکت کہ کل پیام	بیتاب ہوگیا ترا سنکر فغان وہ شوخ
مرے نالوں سے ہوا سینہ گردون افگار	کہ پڑا شام و سحر خون شفق ٹپکے ہے

پیر تخلص حال مہاراج سنگھ برہمن ساکن قدیم متھرا کہ اوائل میں جوان تخلص کرتا تھا چوبیوں کی قوم میں اسقدر کم خوراک شگفتہ ہے شاذ میں ایک وقت تناول طعام کا اتفاق ہوتا ہے اور وہ بھی نوالہ چند کہ سوء الطبع کو ناسازا و آتیا رنگین کے سوا سب الطعمہ سے احتراز ہے خط شکستہ کا شیریں ہے تا درست اور جلد نویسی میں چابک اور دست اختلاط اوسکا اہل اسلام سے نہایت چسپان اور شکم بندگان حریص کی صحبت سے گریزان ہے

پیام

پیام

پیر

دس میں گاہ گاہ اور شاہجہان آباد میں غالب اوقات بود و باش کرتا ہی اور اچھا گا شعر کبھی کہتا ہی اوسکے دو تین شعر ایک دوست نے میرے سامنے پڑھے تھے تحریر تذکرہ کے وقت یاد آ گئے

رات دن کا ہی شغل اشتغال آرایش زلف	اس سے کیا تجھکو کہ ہی حال پریشان میرا
میں وہ خاکستر افسردہ ہون جون شمع کہ میر	داغ خورشید ہی اک انگر سوزان میرا
قبر پہ فرہاد دیون کی اپنے تو ہر گز نجا	تیر اچھا کب چھٹا اس خاک دامنگیر سے

پیر

پیر تخلص او نام ہی ایک سقہ کا کہ اکثر بازار چاندنی چوک میں اور کبھی اور کہیں گرد دین بازار کو سہل قیمت پر پانی پلاتا ہی اپنے آپکو مجرم کا شاگرد بتاتا ہی یہ شعر اوسکا سناگیا

شوق گریہ کو کہو روئیے کس پاس کہ آہ	نام کو بھی نرہا آنکھ میں قطرہ باقی

پیپک

پیپک کریم اللہ نام پہلے زمرہ چوبداران شاہی میں ملازم تھا اب لبسراوقات نامہ برپا اور قاصدی پہ ہی طبیعت فی الجملہ موزون رکھتا ہی یہ شعر اوسکی زبان سے سناگیا

شوق سے جبکہ میں آتا ہون ترے کوچہ میں	کھیچے لیتی ہی صبا تیزی رفتار کو دام

باب التاء

تاب تخلص نمک پاش زخم جگر میر حیدر خلف زبدہ خاندان سیادت میر محبت علی ساکن قدیم پانی پت لیکن اب عرصہ دراز سے یہی خاک پاک اوسکا مسکن اور یہی حصار عافیت اوسکے واسطے نشیمن ہی علم موسیقی کو دھرم داس نام درویش دلریش سے اکتساب کیا ہی اور چونکہ ایام جوانی میں ایسے امور کی قابلیت زیادہ ہوتی ہی اوسکی صحبت کے اثر سے آزادگی نے کچھ کچھ طبیعت بے پروا میں راہ پیدا کی ہی اگر اسیطرح چند روز بسر ہوئے ترک تعلق اور اختیار تجرید کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا حسن صورت اور حسن صوت دونون اس مجمع محاسن میں جمع ہیں گاہ گاہ فکر شعر بھی کرتا ہی ایک روز اپنی غزل کے دو چار شعر راقم ہیچمدان کے روبرو آہنگ موسیقی میں ایسی خوش الحانی سے گائے تھے کہ آب کی روانی اور ہوا کی وزش موقوف ہو گئی مشتاقان دلفگار کی گریہ وآہ سے تعجب ہی کہ وہ اوسوقت کیونکر دریا سے زیادہ جاری تھا اور یہ کسطرح صرصر سے زیادہ روان تھی اوس غزل کے دو شعر یاد آ گئے تھے بطریق یادگار ان اوراق میں مرقوم ہوکے

میں تو تھا عاقل زمانہ کا یہ الفت کے طفیل	کوئی سودائی کہے ہی کوئی دیوانہ سمجھے

کثرت دل ہر شکن مین دیکھ غیرت سے موا
آفت جان ہو گیا زلفون کا سلجھانا مجھے

تاب تخلص مرزا الطاف اشرف خلف شاہزادہ والا تبار مرزا امداد بخت بہادر یہ شعر اوس صاحب طبع کا سنا گیا

دیا ہر ہمنے دل ای تاب کس ہمپر کو دیکھو
کہ پہر وا ہو نہ اوسکو اور نہ اوسپر اپنا دم نکلے

تابش تخلص محمد جعفر الہ آبادی موطن دہلی مسکن حکام وقت کی قدر دانی سے بیشتر اوقات علاقہ ہاے معقول سے سرافراز رہا اب ترک علاقہ اور اختیار گوشہ نشینی کی سعادت سے کامیاب ہو گاہ گاہ شعر ریختہ کا فکر کرتا ہے یہ دو شعر اوسکے ایک دوست کی زبان سے مسموع ہوے

کبھی بن بادہ رہ نہین سکتے
تو جو کچھ ہکو سازگار نہین

دل مین خوش ہین عدو پر ای تابش
وہ ستمگر کسی کا یار نہین

تاثیر تخلص حافظ محمد حسین ساکن دہلی تلمیذ خدا بخش خان تنویر موزون طبع اور خوش فکر ہے یہ دو تین شعر اوسکے مرقوم ہوے

وہ ہوا پاس تو قابو مین دل اپنا نہوا
ہاے مطلب تو ہوا حسب تمنا نہوا

بیمار کیا اور بھی اس کم نظری نے
ظالم ہمین مارا تری بیدادگری نے

تجانہ کے خیال نے کعبہ جھکا دیا
الفت بتون کی لائی کہان سے کہان مجھے

تارک تخلص تارک ما سوے اللہ میر لقاء اللہ تین بار سفر حجاز کی سعادت سے مسعود ہو کر دفعہ چہارم پھر تحصیل ثواب حج کے ارادہ سے جہاز پہ سوار ہوا تھا کہ ناسازی آب و ہوا سے تپ و لرزہ عارض ہوا اور عین اشتداد مرض مین نماز عشا کے سجدہ مین تھا کہ ندائے ارجعی اوسکے نفس مطمئنہ کے گوش مین پہونچی اور راضی برضا کعبہ جان کا احرام باندھ کشادہ پیشانی حرم قدس کی طرف راہی ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون یہ شعر اوس قدسی نہاد پاک سرشت کا ایک آشنا کی زبان سے سنا گیا

مین وہ وحشی ہون کہ جون نکہت گل ای تارک
جب نکلتا ہون تو کوسون ہی چلا جاتا ہون

تائب تخلص شیخ محمد اکرم متوطن پنجاب مدت ہوئی کہ لباس درویشی بدن پر راست کر کے خاک سر کوچہ فقیر کو خلعت سلطانی سے بہتر سمجھا دو بار وارد شاہجہان آباد ہو کر راقم تذکرہ کے کلبہ احزان کو اپنے قدم بہار توام سے رشک ارم کیا تقدس ذات کو بیان کرون یا

اپنے جمال کا محو دیدار کیا کبھی کبھی اشعار اردو بھی اوسکی زبان فیض ترجمان سے سامعہ نواز اہل علم و ہنر ہوتے تھے ازانجملہ ایک شعر درج تذکرہ ہوتا ہی

فکر اطفال کو ہر سنگ اوٹھا لانے کی	آمد آمد ہوئی شاید ترے دیوانے کی

تحسین

تحسین تخلص محمد حسین خان ساکن شاہجہان آباد جوان سعادتمند کان حیا معدن حلم چند سال سے کتابین چھاپنے کا کارخانہ اپنے کاشانہ دولت مین مقرر کیا اور اوس مطبع کا نام مصطفائی رکھا ہی ہر چند اس شہر مین کثرت مطبع اتنی ہی کہ حوصلہ شمار کا اونکی تعداد سے تنگ ہی لیکن اس ہوشیار طبع کے سلیقے سے نسخہای مطبوعہ کی صحت اور درستی خط مشہور آفاق ہی یہ پریس اس مطبع کا چرخ فلک ہی کہ ہر جنبش مین آثار عجیبہ اوس سے صادر ہوتے ہین اور سنگ اوس پریس کا لوح محفوظ ہی کہ نظر دقائق نگر پہ اسرار غریبہ اوس سے ظاہر ہوتے ہین گاہ گاہ شعر ریختہ اس صاحب طبع کے صافی طبع سے حکم آئینہ مجلا کا پیدا کرکے مشتاقان معنی غریب کے سامنے چہرہ مقصود سے نقاب کشا ہوتا ہی یہ چند شعر اوسکے افکار گوہر نثار کا نمونہ ہین

آزار ہوا اسکو مگر عشق بتان کا	بیطور ہی نقشہ دل بیتاب و توان کا
جب بت سے نہ راضی ہون تو تجانہ سے کیا کام	تحسین چلو کعبہ کو جھگڑا ہی کہان کا
ای دل تو عشق کیجو مگر دیکھ بھال کر	عاقل کو چاہیے کہ کرے فکر دور کا
لب کی خوبی مین گیا سخن ہی پر	فتنہ روزگار ہی آنکھین
کوئی کیونکر بچاوے جان ہمدم	ایک خنجر گذار ہی آنکھین
صیاد اسطرح جو نہ گرم عتاب ہو	کیون آشیان چمن مین ہمارا خراب ہو
تحسین اونکو دیکھنے جاتے تو ہو مگر	ایسا نہو کہ جان کو وہی پھر عذاب ہو
خیال بتان دل مین رکھتے ہو تحسین	مگر تم بھی رسوا ہوا چاہتے ہو
ہوے ذلیل تو عزت کی جستجو کیا ہی	کیا جو عشق تو پھر پاس آبرو کیا ہی
اگر نہین ہی تجھے ذوق میکشی تحسین	تو تیرے ہاتھ مین یہ ساغر و سبو کیا ہی
یار یہ کہوے کہ اوٹھ مرے در سے	دل یہ کہوے یہین رہا کیجے

تحسین

تحسین تخلص علی مولا خان ساکن شاہجہان پور نوجوان ظریف مزاج خوش طبع ہی یاران جلیس سے سر رشتہ اختلاط اور دوستان موافق سے گرم ارتباط حسن و جمال کا یہ عالم ہی کہ اگر اقتضاے جوانی سے خوبان دلربا پر دل آجاوے عاشقی سے معشوقی کی

نوبت پہونچ جاوے سخن کی رنگینی گل پر نازاں اور کلام کی لطافت گوہر پر زبان دراز کرتی ہے
ہرچند اشعار نازک اس نازک طبع کے بہت مسموع ہوئے لیکن بالفعل سوا اس شعر کے
ذخیرہ حافظہ نہ تھا ناچار مندرج تذکرہ ہوا

کیا لکھیں اور ذرا غور کریں آپ اسے — ڈرتے ڈرتے یہ لکھا ہے کہ پڑھیں آپ اسے

تپش تخلص شیخ محب اللہ ساکن جونپور مرد خلیق خوش وضع تھا کسی تقریب سے وارد شاہجہان آباد
اور ایک محفل مین راقم سے ملاقی ہوا ہرچند دو چار شعر اوسکی زبان گوہر نثار سے مسموع ہوئے تھے
لیکن یہ شعر ناخن بدل زن تھا

اور ہی کچھ ڈھنگ ہے اپنی گرفتاری کا ہائے — یون تو زلفون مین تری کس کس کا دل الجھا نہین

تسکین تخلص زبدۂ خاندان سیادت اسوۂ دودمان سعادت میر حسین نسب اس زبدۂ سادات
کرام کا میر حیدر قاتل وزیر فرخ سیر تک پہونچتا ہے کتب فارسی کو جناب اوستادی مولوی
امام بخش صہبائی سے پڑھا ہے اور چونکہ طبع نہایت موزون تھی شوق شعر گوئی نے غلبہ کیا
اول اپنے کلام کو شاہ نصیر مرحوم کی نظر اصلاح مین گذرانا جب کچھ سلیقہ اس فن مین بڑھ گیا
سررشتہ اصلاح کا چندے منقطع رکھا لیکن پھر اپنے سخن کی تکمیل کے واسطے مومن خان سے
اصلاح لینی شروع کی رفتہ رفتہ مشق سخن بکمال کو پہونچی اور طرۂ ایوان سخن کنگرۂ عرش تک
پہونچا گرفتاری فلک اہل ہنر کی دشمن اور کملائے فن کی عدو ہے تلاش معاش کے ذریعے سے سفر رامپور کا
بھی اتفاق ہوا وہان یا تو یہ آسمان نہین یا اوسوقت یہ نخل سرشت کسی اور امر خطیر کی طرف متوجہ
تھا رئیس رامپور کی قدرشناسی سے سلسلۂ نوکری کا بقدر رفاہ حال منتظم ہو گیا اوس گلزمین کے
شعرا نے پاکی زبان اور خوش فکری کو مقبول رکھا بارہ سو اٹھاسٹھ ہجری مین عالم شباب مین پیرزال
دنیا کی صحبت سے بیزار ہو کر حوران بہشتی کی طلب مین روضۂ خلد کی طرف راہی ہوا اوسی سال
مین چند روز پہلے مومن و عارف کے سانحہ ناگزیر سے قدردانان سخن کا سینہ داغدار اور ہنر
شناسون کا دل افکار ہو چکا تھا کہ یہ واقعہ جانکاہ علاوہ رنج و ملال اور مزید اندوہ و کلال ہوا
قربان علی سالک نے تاریخ وفات اسطرح سے پائی کہ بطریق معما کے اون دونون سانحہ جانگداز
پر بھی اشتمال رکھتی ہے مصرع ارم مین مومن و تسکین مع عارف ۔ یعنے ان تینون نام کے
اعداد ارم کے اعداد مین شامل ہین یہ چند شعر اوس صاحب طبع کے کلام سے انتخاب ہو کر
مرقوم کیے گئے

دیکھین کیا میری طرف یا دہن اونکو اپنی
تسکین غیر سے کرنی مجھے دکھلا دکھلا

بات کرنے مین جو ہر دم ہی حجاب آئینہ
دیکھتا کیا ہی مجھے بھی تو خود آرا دکھلا

جان دیتا ہی ہر اک بات کو تسکین کریگا
تمنے کیا اوسکو دیا اپنا سراپا دکھلا

رہنے والون کو ترے کوچے کے یہ کیا ہوگیا
مرے آتے ہی یہان ہنگامہ برپا ہوگیا

قسمت تو دیکھ جتنے کیے شکوے ہجر کے
اونکو گمان رہا گلۂ روزگار کا

کہتے ہین رنجش ظاہر مین مزا آتا ہی
یونہین تم مجھسے ذرا ہو کے خفا ملجانا

تمھین بھی کھولنی زلفین پڑینگی
دل گم گشتہ گر اپنا نہ پایا

ہزارون مر گئے دیکھا جو عالم سوگ مین اسکا
لباس آیا تھا وہ کافر پہن کر میرے ماتم کا

تھا میری طرح غیر کو بھی دعوی الفت
ناصح تو اوسے دینے کو الزام نہ آیا

بے بال و پری کھوتی ہر تو تیرا اسیری
صیاد یہان لیکے کبھی دام نہ آیا

زندگی ہو دیگی کس طور سے یارب اپنی
دم مین سو بار اگر یون وہ خفا ہوویگا

گھر مین برہم ہی جو وہ فتنۂ دوران ہمدم
مجھپہ طوفان کوئی تا نہ وہ اوٹھا ہوویگا

آج جو عرش پہ ہی اپنا دماغ اے ظالم
کوئی دشمن تری نظرون سے گرا ہوویگا

اتنی سرخی شفق چرخ مین کسدن تھی مگر
عاشق زار کا کچھ رنگ اوڑا ہوویگا

حق کے کہنے سے نہین ملتی ہی سولی منصور
تونے دعوائے کہین الفت کا کیا ہوویگا

جنس دل کی مری کچھ قدر نہوگی افسوس
تم وہ لیتے ہو کہ کر دین جسے اغیار سپند

گر مرکے چھٹے دل کی تپش سے تو عزیزو
تا حشر نہ نکلین گے کبھی گور سے باہر

کبھی کہتا ہون وصل مشکل ہی
کبھی کہتا ہون کچھ محال نہین

یان انتظار ہی مین کٹی مجکو ساری رات
وان وعدہ کیا گیا تھا اونھین یاد بھی نہین

وہم آتا ہی ہٹا کر خط پیشانی ہمارے
اسمین لکھا نہو اوس در کی جبین سائی کو

تجھے جنسے گمان دوستی کے
دشمن وہ ہوے ہمارے جی کے

اک خلق ہی تلخ کام شکر
کیا شور ہین اپنی بیکسی کے

دل دینے کو قتل ہی سزا ہو
قائل ہین تمھاری منصفی کے

ہزار طرح سے کرنی پڑی تسلی دل
کسیکے جانے سے گو خود نہین قرار مجھے

شب وصال مین سننا پڑا افسانہ غیر
سمجھتے کاش وہ اپنا نہ رازدار مجھے

وہ اپنے وعدہ پہ محشر مین جلوہ فرما ہین
مرے قصور سے دیدار مین ہوئی تاخیر

یہ کہکے شب ہجر مین کرتا ہون تسلی
تیغ نگاہ یار اوچٹتی لگی تھی پہ

نہین ہے ضعف سے انبوہ مین گذار مجھے
نہ دیکھنا تھا تماشاے روزگار مجھے

جو رنج و مصیبت ہے سو انسان کے لیے ہے
برسون گذر گئے مجھے آزار کھینچے

تسلی تخلص میر شجاعت علی شاگرد شاہ نصیر مرحوم اوائل حال مین ولولہ شباب و اقتضاے جوانی سے معاملہ بندی کی طرف متوجہ اور تلامذہ شاہ مرحوم مین جرأت عصر مشہور تھا شعر خوانی کے طرز عاشق پیشگی اور وارستہ مزاجی پہ دلالت کرتے تھے اور شعر پڑھنے کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ اپنے حال کا افسانہ کہتا ہے اب مدت سے ترک ما سوا کرکے اکثر قدم پاک مورد لولاک صلعم کی زیارت کو غنیمت کبراے جانکر اوسی مکان برکت نشان کے گوشہ مین نقش پا کی طرح پڑا رہتا ہے عجیب خوش طالعی اوس مرد پاک سرشت کی ہے کہ اوسکو ایسی درگاہ ملایک سجدہ گاہ کی خاک پاک کا صندل دنیا کے درد سر سے نجات دیگی یہ دو شعر اوسکے یاد تھے جو لکھے جاتے ہین ؎

مجھے بدنام اوسے لوگ عبث کرتے ہین
اسطرح ملیے چھپکے تو یہ آفت ہو تم

ہمنشین وہ تو مرے پاس نہ آیا نہ گیا
گر تکلف کرو کچھ پھر تو غضب لاؤ اجی

تسلیم تخلص حاتم خان قوم افغان سے اور روساے رامپور اور شاگردان علی بخش بیمار سے ہے ذہن سلیم اور طبع مستقیم رکھتا ہے یہ چند شعر اوسکے اشعار سے منتخب ہوے

شباب گیسوے مشکین کے عشق مین گذرا
کچھ اوسکے حق مین بھلے ہونگے و دلبر گون
پھیلے امی غنچہ گل منھ تو ذرا نبو اسکے
گھر با کا ہمکو اسطرح سے تنگ کے چھپتا

پھر آگیا مین خطا مین تمام شب بہکا
یہ بات کیا ہے کہ تسلیم بے سبب بہکا
کبھو پھر دہن یار سے انسبت پیدا
ترے دیوانے کی کرتا جو نہ رنگت پیدا

تشنہ تخلص محمد علی نوجوان وارستہ مزاج درویش وضع گاہ عریانی کو اپنا لباس بے تکلف تصور کرتا ہے اور کبھی لباس کو زیب بدن کرکے اہل روزگار کی تقلید کی راہ مین چلتا ہے اصلاح شعر کبھی حکیم آغا جان عیش اور کبھی شیخ ابراہیم ذوق مرحوم سے لی ہے یہ دو تین شعر اوسکے مرقوم ہوے

سنون وہ لب جو کھلین شکوہ جفا کے لیے — وہ ٹوٹین ہاتھ جو اوٹھین کبھی دعا کے لیے
ہوئی تھی ایسی کہان کی صفائی اوس بت سے — کہ آسمان نے عوض خاک مین ملا کے لیے
تمھاری ہمکو خبر کیا کہ ایک مدت سے — یہ بیخبر ہین کہ اپنی خبر نہین رکھتے

تسمیر

تسمیر تخلص مرزا مغل بیگ ساکن شاہجہان آباد شاگرد غلام مولیٰ قلق عرف مولائی بخش قلق جوان نیک اور خاندان شرافت اور دودمان نجابت سے ہی طبیعت رسا اور فکر بلند رکھتا ہی یہ دو تین شعر اوسکے مرقوم ہوے

مرے سینے کی آہ آتشین بھی برق ہی گویا — کہ اکدم مین یہان پھونکا تو اک پل مین وہان پھونکا
کیا خاک نشیمن کوئی گلشن مین بنا دے — گل خوش ہین اگر ہمسے تو صیاد غضب ہی
خوبان جہان یاد رہے تمکو بھی یہ بات — تسمیر بھی کمبخت اک آزاد غضب ہی

تصدیق

تصدیق تخلص نواب مہدی حسین خان رئیس جو نپور کہ بالفعل بنارس مین عہدۂ تحصیلداری پر مامور اور وضع داری کے ساتھ مشہور ہین اشعار فارسی کی فکر کرتے ہین یہ دو تین شعر اونکے یاد تھے سو لکھے گئے

کارم بجان رسیدہ و جانان نمے رسد — مے میرسم و مسیح بدرمان نمے رسد
دریا بآب دیدۂ گریان نمے رسد — یا موج اشک شورش طوفان نمے رسد
با نالہ ام کہ در چمن از سینہ مے کشم — گلبانگ عندلیب خوش الحان نمے رسد

تصور

تصور تخلص نبی بخش نواسہ شاہ نصیر مرحوم قلم اوسکی اہلیت اور اخلاق حمیدہ کو لکھے یا تیزی فکر و جودت طبع کو تحریر کرے یا تاسف جوان مرگی سے بزم احباب کو ماتم سرا بناوے یہ دو چار شعر اوسکے بطریق یادگار مرقوم کرتا ہی

اوسکے خیال زلف مین کچھ سوجھتا نہین — آنکھون مین اپنے دن شب دیجور ہو گیا
ہم بھی مثال آئینہ ہین تجھسے سینہ صاف — دل سے ترے غبار اگر دور ہو گیا
کیا کیا خیال دل مین گذرنے لگے جو آج — دروازہ اوسکا شام سے معمور ہو گیا
کسنے کہا تھا تجھسے تصور کہ اوس سے مل — دل اپنا دیکھیے آپ تو مجبور ہو گیا
عشقبازی اے تصور کھیل لڑکون کا نہین — جان کا اسمین بچانا کام ہی ہشیار کا
خواب کا بس کیا چلے اس دیدۂ بیدار پہ — چور کو آتے نہین دیکھا کبھی ہشیار پہ
آبلون نے پانون کے پانی چڑھایا اسقدر — تشنگی سے پڑ گئے کانٹے زبان خار پہ
اوسکی باتون نے زبان کے کردیے ٹکڑے مرے — لیگئی سبقت زبان یار بھی تلوار پہ

تصویر تخلص میان ببن نام عمر خوش کردار نیک نہاد حالانکہ سواد روشن نہین رکھتا اور امی محض ہی لیکن طبیعت خداداد کی اعانت سے فکر موزونی سخن دامنگیر رہتی ہی اور اس استعداد پر رشک امثال ہی ہر چند باعتبار اصل و نژاد کے نجیب زادہ ہی لیکن زمانے کی تنگ چشمی اور فلک کی ناتوان بینی سے پیشہ نیچہ بندی کو حصول روزی کا ذریعہ کیا ہی ہیہات یہ کیا سخن تھا کہ زبان سے نکلا اور یہ کیا حرف تھا کہ لب سے آشنا ہوا غرض اس پیشہ سے دلسوزی عشاق اور مقصود اس حرفہ سے چارہ گری عاشق پیشگان آفاق ہی کہ نے قلیان کے پردہ مین آہ جگر سوز کو سر کرین اور بدگمانی رقیب سے کلبہ احزان مین کچھند فارغ البال بسر کرین اور یہ کیون نہو کہ شیوہ شاعری بے درد محبت نہین ہوتا دردمند کو ہمدرد کا پاس ضرور ہی اور ہر جگر سوختہ اپنے ہمدانع کی دمسازی مین مجبور ہی یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوے

کچھ نہ بن آیا تو شب کو آپ کھکر اپنے ظلم
تو اپنی جان پہ کھیلا ہی عشق مین اوسکے
بات بھی کچھ کی تو اوسنے ذکر دشمن کا کیا
فدا آنا آشنائی پہ تو ہین لاکھون دل و جان سے
کیا حال دل سناؤن یارا نہین بیان کا
گر آج بھی نزاکت آنے تمھین نہ دیتی
صبر او سپر اس ہماری حسرت دیدار کا
وہ بھی ہو نگے کہ جو آرام سے ہین لفت مین
خاک بھی مین تو ہوگے دیکھ چکا
پوچھیو مت مزاج چل تو سہی
تیر اور اغیار کا سا ربط ہی
ہمکو کرنا ہی نہین شکوہ بیجا و بجا
نہین باز آیا تمھاری دوستی کی ان نگاہون سے
خلش کچھ تو رہے ای بخیہ گر اس میرے سینے مین
مجھسے کیا پوچھتے ہو غل پس دیوار ہی کیا

جلے مزہ رکھنے کو وہ میرے پشیمان ہی رہا
یہ دل مین کیا ترے تصویر دلفگار آیا
وائے قسمت وہ کھلا بھی ہے تو کیونکر کھلا
اگر وہ بت کیکا آشنا ہوتا تو کیا ہوتا
مارا ہوا ہون مین بھی اک جور آسمان کا
کچھ اور تھا ارادہ یان جان ناتوان کا
نہ جسنے کردیا روزن تری دیوار کا
چین ہمنے تو نہ پایا ترے شیدا ہوکر
نہ گیا وان مرا غبار تلک
یار تصویر دلفگار تلک
دل مین مرے اور ترے پیکان ہین
اب تمنا ہی تری دل سے اوٹھا دیتے ہین
مجھے بھی یون ہی دیکھو دیکھتے ہو جیسے دشمن کو
لب زخم جگر مین کاش سیدے رکھکے سوزن کو
تمنے جھانکا تھا سو یہ فتنہ و شر اوٹھ سکا ہی

رہا ہوے پہ بھی ہم تو رہے قفس ہی کے گرد — کہان وہ جاتین کہ جو بال و پر نہین رکھتے
ہزار رکھتے ہین ہم دل پہ زخم ای تصویر — تری طرح سے تو ٹکڑے جگر نہین رکھتے
کچھ مزا شور تبسم نے تمھارے ہی دیا — یون تو زخمون پہ بہت ہمنے نمکدان اولٹے
یہ بھی کوئی ہنسی ہی کہ رخصت کا لیکے نام — سو بار بیٹھے بیٹھے مجھے تم رولا چکے
بھر آتا ہی دل تصویر سن سنکر تری باتین — لگایا تونے ای کمبخت دل کس آفت جان سے
کیا پوچھتے ہو خاک مین کسنے ملا دیا — جو کچھ کیا سو آپ کے دل کے غبار نے
آج کی شب نہ خفا ہو ترے قربان ہمسے — کل تو لیوے ہی گی بدلا شب ہجران ہمسے
کون موسی تھا کہان طور کسے غش آیا — ایک یہ بھی تھی مری جان شرارت تیری

تعشق تخلص فاضل یگانہ علامۂ زمانہ مولوی سید محمد شاگرد رشید عالم محقق تحریر مدقق مولوی رشید الدین خان مرحوم جمیع علوم متداولہ مین استحضار تام خصوصاً کتب طبیہ مین مہارت تام حاصل ہی جو کہ حکیم قدرت اللہ خان قاسم کو قرابت قریبہ کے لحاظ سے انکی ترقی کمال منظور تھی امر معالجہ کے باب مین ایسے نکات عجیبہ اور فوائد غریبہ حاصل ہوے کہ مشتاقان قدیم کو بعضے اوقات انکی حسن تدبیر پہ اتفاق تقدیر کا گمان ہوتا ہی سابق کبھی کبھی شعر ریختہ بھی کہتے تھے اور حکیم صاحب موصوف کی نظر اصلاح سے گذرانتے تھے شاہجہان آباد لطافت بنیاد مین حکام وقت کی قدردانی و ہنرشناسی سے مدرسۂ سرکاری مین سو روپیہ مشاہرہ پہ طلباے عربی کی تعلیم کے واسطے معین اور زمرۂ مدرسین مدرسہ مین مدرس اول ہین ہرچند اب بسبب توغل علوم شریفہ کے شعر گوئی کی طرف اصلا التفات نہین لیکن بسبب موزونی طبیعی اور مذاق فطری کے جب کوئی شعر گوش زد ہوجاتا ہی عنان طبیعت بے اختیار اون مسائل غامضہ سے اوس شعر کی جانب معطوف ہوجاتی ہی اشعار قدیم سے یہ چند شعر انتخاب ہو کر مرقوم ہوے

سنتا ہی نہین بلبل بیدل کی جو گل آہ — کیا تونے شگوفہ یہ صبا کان مین چھوڑا
وعدۂ شام تو کیا ہی ولے — کچھ وہ آتا نظر نہین آتا
تجھکو اس میری آہ و زاری پر — رحم ای فتنہ گر نہین آتا
تیرے بیمار کا ہی یہ عالم — ہوش دو دو پہر نہین آتا

تو اے پیمان شکن وعدہ پہ کس دن میرے گھر آیا
سدا سنتے رہے یونہین کہ شام آیا سحر آیا

کہون کیا حال اے گلرو تری فرقت مین آنکھون سے
کبھو خون ناب دل ٹپکا کبھی لخت جگر آیا

خواب راحت سے جگا کر اوسکو لے آتے یہان
کام آئی ہمدمو اس آہ کی تاثیر رات

کہتے نہ تھے تعشق مت جا تو اس گلی مین
آئے نہ وان سے دیکھا خوار و تباہ کیونکر

رو دیا کیا سحر تک مین رشک سے عزیزو
ہنستے سنا جو اوسکو غیرون سے انجمن مین

ہوتے ہین دل کے ٹکڑے آتا ہے یاد جس دم
کچھ چپکے چپکے کہنا اوسکا لب و دہن مین

کس پری سے ہے تعشق گرم جوشی ان دنون
پھر فزون ہمکو نظر آتی ہے وحشت آپکی

لطف — لطف تخلص منشی ہرگوپال متوطن سکندرآباد عہد طفولیت سے سخن گوئی کی طرف مائل ہے سنا گیا کہ اشعار فارسی سے دیوان ضخیم فراہم کیا ہے راقم آثم تک سوا اس ایک شعر کے نہین پہونچا اگر یہی طرز گفتگو ہے تو نہایت خوش فکر ہے

اے نالہ سوے چرخ مرو گرم مرو گرم
با پیر نزیبد ستم آزار جوان را

تمنا — تمنا تخلص عبد الرحمن نام برادر حقیقی مولوی محمد حسین ہے قصبہ جبیوہ کے قاضی زادون مین سے ہے مدت مدید تک شاہجہان آباد مین قیام پذیر ہو کر تحصیل علم فارسی نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ مولانا و مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی کی خدمت مین کی اور فارسی شعر کی اصلاح بھی جناب ممدوح سے لی سخن بہت خوش اسلوب طبیعت سلیم

یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے ہین

اینقدر آشفتگی ہر دم چرا بودے مرا
آشنا گر آن بت نا آشنا بودے مرا

سبحہ ہم زنار دارد گر گسستم باک نیست
من برہمن می شدم گر بت خدا بودے مرا

تجربہ بیداد تحیر نفس است
شکر بر آئنہ بیدادم نیست

پرسش حال من از چشم کسے مے آید
غم بیمار ز بیمار پرسی مے آید

دست از زندگی خویشیں تمنا بردار
کز پئے قتل مسیحا نفسے مے آید

در باغ نیز حسرت آغوش میدہد
بوے سمن ز صبح کنارش سخن کند

بسکہ ہر حرف از سر بیتابی دل مے طپد
نالہ بر بال کبوتر ہمچو بسمل مے طپد

در جہان آئین شفقت باعث رنج دل ست
موج با پیوستہ در آغوش ساحل مے طپد

عمر دیم و فکر زلف تو از ما نمے رود
سر رفت لیک جوشش سودا نمے رود

فاصلہ ہے اور بالفعل تحت حکومت نواب بہادر جنگ خان بہادر ہے انھیں کے خاندان میں چلی آتی تھی نواب امیر علیخان مرحوم کی بعض بعض ادائے ناخوش سے کہ مسند نشین حکومت تھا وہ ریاست اس خاندان سے منتقل ہو گئی لیکن تا ب بھی اوس پرگنہ سے کچھ جاگیر بقدر مدد معاش معین ہے سکونت انکی بیشتر شاہجہان آباد میں اور گاہ گاہ بہادر گڑھ میں ہوتی ہے یہ چند شعر اونکے انتخاب ہو کر مرقوم [illegible]

انتظار میں یہ بگڑی ہے محشر میں کیوں نہ ہو	[illegible]
کسکے رخش گرم سے پامال میری خاک ہے	آج تک رونیدگی جو قبر پہ ہوتی نہیں
جذب دل سے لائیے کسطرح اوسکو کھینچکر	آہ میں تاثیر بھی اسقدر ہوتی نہیں

تنویر تخلص خدا بخش خان نام شاگرد رشید حافظ قطب الدین مشیر زمرہ خواصان حضرت خلافت مرتبت ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ دام سلطنتہ میں منسلک ہے خوش اخلاقی و نیک نہادی ایک شیوہ ہے کہ دست قدرت نے اوسکی ذات میں ودیعت رکھا ہے مشق سخن یہانتک پہونچی ہے کہ شرائط شعر سے جبکہ ارادہ کو افکار گوہر نثار سے متعلق کرتا ہے والا اگر ارادہ کرے تو بے ارادہ قامت سخن حلیہ موزونی سے دایما متحلی ہوتا رہے یہ چند شعر اوسکے نتائج فکر سے ہیں

سیکھ لیں اسنے بھی اوس عہد شکن کی باتیں	کہ ٹھہرتا ہی نہیں دل کسی عنوان میرا
دل میں نشتر ہی چھپا کرتے ہیں ہر دم تنویر	نکلے دم وہ کہیں کاوش مژگان میرا
یہ سمجھا تھا ہمیں کو ہوئیگا آزار یہ	سنتے تھے ہم عشق بھی ہے نام اک آزار کا
دیکھا اوسے دریا میں تو بیتاب ہی دیکھا	غربت سے زیادہ نظر آیا وطن موج
جان کھاتی ہے مری ان پوچھنے والوں کی اور	کیا کہوں کہنے کے قابل ماجراے دل نہیں
خدام حشر اپنے گریبان کرینگے چاک	یونہیں چلو گے وان بھی جو دامن سنبھال کے
چہرہ سفید آج ہے تنویر خبیر ہے	سچ تو کہو کہ غم میں ہو کس مہ جمال کے

تنہا تخلص شخصے معروف بہ آکا قوم قصاب مروت و آدمیت سے احباب کے ساتھ وہ سلوک کرتا ہے کہ جوان مرد قصاب نے بدیع الزمان کے حق میں نہ کیا ہو گا گوسپند کے ذبح کرنے کو براہ معشوق میں اپنے خون کا فدیہ ٹھہرایا ہے یا قتل رقیب کی مشق کیواسطے حیوانات پر ہاتھ صاف کرنا پسند آیا پارہ ہاے گوشت اور قطرہ ہاے خون اوسکی دکان دل پسند

ہین ہین یا لخت جگر و اشک سرخ کے مضامین بیت بلند ہین یہ دو تین شعر اوسکے مرقوم ہوئے

تاب گہر تو پہونچے نہ دندان کی آب کو — اور لب کرین خجل ترے برگ گلاب کو
دیکھیے وصل یار کا مژدہ بتاؤ تو — بہلائین کب تلک دل خانہ خراب کو
[illegible] تامح کو جی مین ہی — معقول آدمی تو ہو کوئی جواب کو

توقیر

توقیر تخلص عبد القادر متوطن نواح پنجاب چندروز سے وارد شاہجہان آباد تھا جوان [illegible] مزاج مریخ وہر سنجان فکر سخن بلند زبان شستہ و پاکیزہ معنی یابی کا سلیقہ خوب طبع نہایت رسا قریب ایکسال کے گذرتا ہی کہ عالم فانی سے عالم باقی کو راہی ہوا یہ اشعار اوسکے مرقوم ہوئے

توقیر دل رمیدہ بچہ آوارہ ہوگیا — کسنے سنا دیا اوسے مژدہ بہار کا
وان نمک کا بھی صرفہ ہی توقیر — زخم کھانے کا کچھ مزا دیکھا
مجکو کیون دیکھا ہت نا آشنا کو دیکھکر — ناصحو دیکھو کہ کچھ کہنا خدا کو دیکھکر
انتظار نامہ بر مین اسقدر بیہوش ہون — جان تن مین آگئی پیک قضا کو دیکھکر
زخمی تری نگاہ کے آخر کو مر گئے — کہ کہکے ہائے ہائے جگر ہائے ہائے دل
ہم تو خاطر سے تری غیر و نکی بھی تعظیم دین — رشک پر کہتا ہی سمجھو اپنی یہ عادت نہین
تمکو چاہنا اور حضرت توقیر یہ صورت — بظاہر تو نظر آتے ہو تم مرد مسلمان سے

توفیق

توفیق تخلص میر توفیق علی متوطن قدیم آگرہ اور اب مدت سے خاک شاہجہان آباد کو شرف قدوم سے مشرف رکھتا ہی زبان بھاکا مین مہارت تام اور دوہرہ و کبت کی تصنیف مین قدرت تمام حاصل ہی پچاس ہزار دوہرہ اوسکی لوح حافظہ پر مرقوم ہی بندش الفاظ اور بلندی معنی اور جدت تشبیہ اور حسن استعارہ مین کبیشران قدیم سے قدم آگے بڑھایا ہی گاہ گاہ فکر ریختہ بھی کرتا ہی اسوقت یہ شعر یاد ہی

دشمنون سے آہ بیمہری کا کیا کیجے گلہ — دوست ہی نا آشنا ہی بیوفا بے دید ہی

شہور

شہور تخلص مرزا غلام فخر الدین برادر حقیقی راقم جوان متین اور نیک نہاد تھا مضامین اسطرح حاضر وقت رہتے تھے کہ ادہر زبان خامہ متحرک ہوئی اور ادہر زہرہ جبینان معانی شبستان کاغذ مین خیل خیل جلوہ گر ہوکر تماشائیان معنی دوست کی دلربائی مین آمادہ ہوے اکثر جناب احسان علیہ الرحمۃ سے اصلاح لی ہی اور گاہ گاہ مومن خان

مرحوم سے عین عنفوان جوانی مین اس تنگناے فانی سے عازم ملک جاودانی ہوکر اہل ہم گریان کے دل سوزان پر مانند لالہ داغ رکھا خدا مغفرت نصیب کرے یہ چند شعر اوس سے یادگار رہین

تجھسے کیا شکوہ ہو جی مین یہی آتا ہی کہ مین / دل سے سمجھون کہ تجھے اپنے دیا کیا کیا تھا

سنتے ہی نام عبیر شور بھی ہو غضب / اوس جھنگھوٹے اڑ نکہت بیمار ہو گیا

لے آنے ذرا خط کا جواب اوس سے کسی ڈھب / افسوس کہ قاصد سے اب اتنا نہین ہوتا

آیا نہ ترے گوہر دندان کے مقابل / شہرہ ہی سنا کرتے تھے ہم دُرِّ عدن کا

ناصحا پند و نصیحت تو نکمہ محفل مین / یان مرے ساتھ کوئی اور بھی رسوا ہوگا

سیر خدا لاے اوسے یا وحشت خیر / کیا شور ہے تکلف یار رہتا

گر ہم کو نہین شوق شہادت قاتل / کیون ترے آگے جھکاتے ہوتے گردن آکر

اب بھی کیا باقی جو ہی کا وحشت تری بے ستے جنون / چاک دامان ہوگیا گریبان ہوگیا

رشک دشمن کا سبب عشق مین کیا ہی ناصح / امتحان ہے عشق کہین ہے پیدا ہی کر

تمہید تخلص گلبن حدیقہ سخنوری مرزا سعادت سلطان طال عمرہ ابن مرزا ... قادر بخش موزون تخلص خسر پور ... ثم اس نخل ... الحال جوانی ... شباب و ریعان جوانی سے تازہ بہرہ مندی حاصل کی ہی اللہ تعالیٰ ثمرات زندگانی سے عمر طبیعی تک کامیاب رکھے اکتساب علم فارسی مین عمر عزیز کمال محنت کے ساتھ صرف کرتا ہی ثمرہ اس مشقت کا یہ ہی کہ چند روز مین فکر رسا اور طبع سلیم کی اعانت سے سواد روشن ہوگئی اور تحریر عبارت مین ملکہ معقول بہم پہونچا ریختہ گوئی کا شوق تازہ پیدا ہوا ہی اگرچہ اوائل مین کچھ غزلین جناب غفران مآب حضرت حافظ احسان علیہ الرضوان کی نظر فیض اثر سے بھی گذارنی تھین اب راقم کم سواد سے اصلاح لیتا ہی یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے منتخب ہوکر درج تذکرہ ہوے

اس چمن زار مین جون شبنم و گل اے گلرو / کبھی خندان مجھے ہونا کبھی گریان ہونا

مہکیگی یونہین بزم جو زلفون سے تمھاری / لینے کا نہین نام کوئی مشک ختن کا

اس سادہ مزاجی پہ بھی مرتے ہین ہزارون / اللہ رے عالم ترے بے ساختہ پن کا

کرتا ہی جیب عاشق دیوانہ تار تار / ہر رات تیری زلف معنبر کو دیکھکر

روتا ہون اپنی بے پروبالی پہ باغبان	فصل خزان مین بلبل بے پر کو دیکھکر
ضبط نالہ کیا تو جان گئی	اپنا گویا مین آپ قاتل ہون

باب الثاء المثلثہ

ثابت تخلص صاحب طرز متین مرزا معز الدین مرحوم خلف الصدق حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہ شاگرد حافظ عبد الرحمن خان احسان غفر اللہ لہ فن سخن مین کامل اور تلامذہ حضرت مرحوم مین اوسکو منصب استادی حاصل تھا اولاد تیموریہ مین بیشتر اوسی صاحب طبع کی شاگردی سے ممتاز ہین راقم خردسالی مین اوسکے جمال باکمال سے مشرف ہوا تھا یہ چند شعر اوسکے کلام سے انتخاب ہوے

شبنم کی طرح اس چمن دہر مین ثابت	جز گریہ ہمین اور تو کچھ کام نہ آیا
آفرین دلکو ترے ثابت وگرنہ بار عشق	نی زمین سے اوٹھ سکا نی آسمان سے اوٹھ سکا
تھا قلق اور بیقراری رات	مجکو روتے کٹی ہے ساری رات
لگایا تیر جو تم نے فقط سینے مین	ہر ایک عضو ہے میرا جدا جدا دلگیر
انصاف سے کہ محتسب اس ابر و ہوا مین	کسطرح سے ہو ساقی گلفام فراموش
ناتوانی سے یہ حالت ہے کہ جاتا ہون کہین	اور اوڑاتے لیے جاتی ہے ہوا اور طرف
سر مرا کاٹ کے تو ہاتھ نہ دھو تا کہ رہے	منزلت خونکو مرے رنگ حنا کے نزدیک
آہ گر پردہ نشین محبت خود کام نہو	دیر مین کفر نہو کعبہ مین اسلام نہو

ثابت تخلص شیخ ثابت علی ولد شیخ محمد علی ساکن نواح پورب بالفعل سرکار راجہ بھرت پور مین ملازم اور چند روز سے سرانجام فرمایش سرکار مذکور کے تقریب سے وارد شاہجہان آباد ہے ہر چند زبان شعر فصیح ہے لیکن روزمرہ گفتگو کا اوس سے زیادہ تر دلچسپ ہے یہ دو تین شعر حسب اتفاق سے زبان گوہر بیان سے مسموع ہوے

آنے کی کیسکے کیا سنی ہے	جان لب پہ ٹھہر گئی ہے آ کر
کہتے ہین وہ بے وفا اب آیا	کہنے ہی کی بات ہے سنا کر
ثابت کا ہے حال غیر کل سے	تم بھی اوسے دیکھ آؤ جا کر

ثابت تخلص مہر علی متوطن قدیم بڑھانہ اور ساکن حال دہلی جوان وجیہ و خوش رو اگرچہ عمر عزیز کو صحبت رنگین طبعان ظریف مزاج مین رایگان بہت کھویا ہے لیکن نجابت

ذاتی کی کشش سے تحصیل علم کی طرف مائل اور کسب معاش کی جانب متوجہ ہوتا جاتا ہی اشعار سودا و میر سے ہزار دو ہزار گنجینہ حافظہ مین فراہم رکھتا اور انھین اشعار کے نیرو اور موزونی طبع کی مدد سے آپ بھی گاہ گاہ غزل یا قطعہ کہتا ہی بندش الفاظ اور ربط معنی گواہ حسن طبیعت اور شاہد جودت فکر ہی یہ دو تین شعر راقم تذکرہ کے روبرو پڑھے تھے اونکو درج اوراق کیا

شب کو جو مین نے زلف کو چھیڑا تو یون کہا	مار سیہ کو ہاتھ لگانا نہ چاہیے
دیکھا مجھے تو ہو کے خفا غیر سے کہا	اس بزم مین ہر ایک کو آنا نہ چاہیے
کھل جائیگا وہان کس دنا کس پہ راز عشق	ای دل اس اضطراب سے جانا نہ چاہیے

ثروت تخلص محمد بخش پسر شیخ احمد بخش ساکن قدیم بریلی بالفعل موضع سہنی مین کسی ساہوکار کے فرزند کی تعلیم کی تقریب سے قیام پذیر ہی اوس مین دریافت نہین کہ اصلاح غزل کا کس سے اتفاق ہوتا تھا لیکن اخیر مین کچھ شعر مومن خان کی نظر سے گذرانے مین یہ شعر ایک دوست کے وسیلے سے راقم تک پہونچا اوسکو ثبت تذکرہ کیا

ہجو لی صورت پرنجا ثروت بتان ہند کی	نرم گو ظاہر مین ہین لیکن دل انکا سنگ ہی

ثروت تخلص میر محمد شاہد ساکن نارنول سابق والی جھجھر کی سرکار مین سررشتہ روزگار کا درست رکھتا تھا اب شاہجہان آباد مین تلاش معاش کے واسطے مقیم ہی اخلاق پسندیدہ اور اطوار حمیدہ اوس صاحب ثروت کے اندازہ تحریر سے خارج ہین اشعار میر سودا و درد کے حد سے زیادہ گنجینہ حافظہ مین مخزون رکھتا ہی اور اون اشعار کی اعانت سے آپ بھی موزون کرتا ہی یہ دو شعر اوسکے تذکرہ مین مندرج ہوے

داغ ہی لالہ کے دل مین روے زیبا دیکھکر	پا بگل ہی سرو اوسکا قد رعنا دیکھکر
کیا بلا ہوتی ہی آفت رشک کی ہمدم کہ مین	مر گیا اغیار سے ربط اوس پری کا دیکھکر

ثریا تخلص سید امیر علی گوپاموی نوجوان سعادت منش و نیک روش ہی اور بیشتر اوقات تحصیل علم و تکمیل فن طب مین مصروف گاہ گاہ شعر ریختہ بھی موزون کرتا ہی یہ دو شعر اوسکے وقت تحریر تذکرہ ایک آشنا کی زبان پر گذرے تھے سو درج اوراق ہوے

جھوٹے وعدہ بھی یان غنیمت ہین	اسمین تسکین کچھ تو ہوتی ہی
مژدہ ای بوالہوس یہ دھیان نکر	جھوٹے موتی سدا پروتی ہی

ثمر تخلص نہال حدیقۂ مروت و اہلیت شجرۂ باغ سعادت و آدمیت نوباوۂ گلشن جوانی نوبر نخل زندگانی صافی خمخانۂ امید احمد سعید خلف سعد اللہ خان باوجود حداثت سن اور آغاز شباب کے خُلق ذاتی اور اہلیت جبلی کا یہ حال ہی کہ اغیار کی دل شکنی کو بھی ملت مروی مین گناہ اور بیگانون سے چشم پوشی کرنے کو بھی مذہب مروت مین کفر جانتا ہی اس لحاظ سے کہ پیشانی کریم پر چین کا ہونا نازیبا ہی بسبب موج کے دریا کی عطا پر طعنہ زن ہی اور اس خیال سے کہ اہل ہمت کی بخشش عام ہوتی ہی صدف کی تخصیص سے ابر گوہر بار کے حوصلے مین سخن ہی مولوی خلیل اللہ کی خدمت مین کہ تازہ وارد شاہجہان آباد اور علم فقہ مین کامل استعداد ہی تحصیل صرف و نحو اور تہذیب اخلاق مین سرگرم ہی چونکہ موزون طبع واقع ہوا ہی اور شعر سے مناسبت ذاتی ہی کبھی کبھی سخن کی طرف ملتفت اور ریختہ گوئی کی جانب متوجہ ہوتا ہی ہر چند اس فن مین نومشق ہی لیکن متانت کلام اور تازگی طرح اوسکو حاصل ہی ایک امر ہی خداداد ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء یہ چند شعر صدق کلام پر گواہ اور اثبات مدعا پر شاہد ہین

نگاہ مست سے ساقی کے یہ سرور ہوا	کہ دل سے حسرت مے کا خمار دور ہوا
مثال آئینہ ہمسے کھلی حقیقت حسن	کہ ہمکو دیکھ کے اپنا تجھے غرور ہوا
ہی آج تشنۂ خون کسکا حسن پاک ثمر	کہ قطرہ قطرہ جگر مین مرے ظہور ہوا
دیکھتا تھا حسن اپنا مجھکو آئینہ سمجھ	اور مین خوش تھا کہ بارے مہربان مجھپر ہوا
تھا تامل امتحان عشق کے قابل ہی کون	بل بے ہمت اس ضعیفی پر گمان مجھپر ہوا
خلش مژہ کی نہ تھی کم کہ سیرے زخمون پر	تبسم لب دلبر نمک فشان ہوتا
گذر اُسنے تو اتنا کیا غضب تھا اگر	مرے غبار کی جا دل مین آسمان ہوتا
نگاہ گرم کا تیرے ہی کچھ اثر اولٹا	کہ غیر پر پڑی اور دل جلا دیا میرا

ثنا تخلص مولوی ثناء اللہ خلف شیخ کریم اللہ کتب درسی مین مہارت تام اور حل فوائد مین قدرت مالا کلام ہی سعادت منشی و نیک نہادی کے اوصاف تو حد اندازہ سے افزون ہین اب چند مدت سے سفر حجاز کے ارادہ پر بمبئی مین متوقف ہی گاہ گاہ شعر بھی کہتا ہی یہ ایک شعر اوس پاک طینت کا یاد تھا سو تحریر کیا

خواب مین مجھسے وہ بگڑا تھا یہ تعبیر تو دیکھ	کہ سحر سامنے آیا تو پشیمان آیا

ثنائی تخلص مرزا عاشور بیگ خلف مرزا محمد اکبر بیگ مہندس ابن مرزا جیحون بیگ بدخشانی

عربی و فارسی سے بہرہ وافر اور ہئیت و نجوم مین دستگاہ تمام رکھتا ہی قصائد عربی سے ہر چند دفتر دفتر ذخیرہ ہی لیکن شعر فارسی گاہ گاہ خواہ جوش طبیعت خواہ تحریک احبا سے زبان قلم پر آجاتا ہی یہ ایک شعر اون چند اشعار سے کہ میری نظر سے گذرے انتخاب ہوا

از جفاے تو خزان بر سر باغم زدہ اند
از ستمہاے تو دامان بحیرا غم زدہ اند

ثواب تخلص سعادت علی خلف میر شہاب الدین ساکن قدیم شاہجہان آباد اب عرصہ دراز سے کرنال مین مقیم ہی اوائل مین بسبب روزگار چہین برادر خاک لکھنو مین عزت و اعتبار کے ساتھ بسر کی اور اہل سخن کی برکت صحبت سے شعر گوئی کی طرف ملتفت ہو کر موزونی کلام پر قدرت بہم پہونچائی اور جو کہ اکثر اہل فن سے ملتا تھا وقت فرصت جس سے اتفاق ہوا اپنے سخن کو اوسی کی نظر اصلاح سے مشرف کیا اور ہنوز رطب و یابس کلام اور تقریر و قطمیر شعر سے بخوبی آگاہ نہوا تھا کہ برادر شفیق نے سفر آخرت اختیار کیا اور وہ بسبب کم یابی معاش کے نواح دکن مین سرگردان رہا اب مدت سے جمعیت خاطر بہم پہونچا کر پھر کرنال مین کسی تقریب سے زاویہ گزین ہی یہ تین شعر اونکے ایک دوست کی زبان سے مسموع ہوے تھے سو درج تذکرہ ہوے

کبھی ہو مژدگان غم پہ احسان معجز قم کا
کبھی حق نمک ہو زخم دل پہ اوس تبسم کا

ترے غم کی بدولت آگ یہ دل مین بھڑکتی ہی
کہ گر اک آہ کھینچون آب ہو زہرہ جہنم کا

تپ دوری سے شعلے استخوان سے یون نکلتے ہین
چٹکے جیسے ثواب آتش سے پارہ پارہ ہیزم کا

باب الجیم التازی

جان صاحب تخلص ہی میر یار علی ساکن لکھنو کا تمام عمر ریختی گوئی مین صرف کی اور اگر انصاف کیا جاوے تو اوسنے بہ نسبت انشاء اللہ خان اور رنگین کے ریختی کو آب و تاب خوب دی اور زبان کو شستگی اور بخشی دیوان ریختی اسکا مشہور اور اکثر اشعار اوسکے نوجوانون کی زبان پر مذکور ہین یہ چند شعر اوسکے دیوان سے منتخب کیے

پھل دیئی بھائی سے بھی نہ مجھکو ملا بہار
دنیا مین کوئی اپنا نہ لاگو نظر پڑا

رنڈی کسی شراب سے تیری لگے گی آنکھ
تعبیر سن جو خواب ہو دیکھا شراب کا

کیا مجھکو پڑی ہے گو وہ زناخی کے گھر آیا
اچھا نہین کرتا ہو اجی ذکر پرایا

اری جان بھرا خرچ ہی تنخواہ پہ رکھا
رنڈی سے تمھین حیلہ حوالہ نہین رہنا

لگی ہے آگ محبت کی دل مین آ کے بجھا / دوگانا جان خدا کا ہے گھر جلا جاتا
مین بات کرتی جو انہون مین تمسے اے صاحب / ذلیل ہوتی وہ بندی تمہارا کیا جاتا
کسکے تم غم مین بن گئین مردہ / اوہی در گور کیا یہ حال ہوا
جھکے رہنے سے تھا حرام وہ کام / ایک دو بولون سے حلال ہوا
خوب پھیر اسکا پایا تھا اوسکو سوت لے / مین ہوئی جب گرم ٹھنڈا ہو گیا
مان باپ کا لحاظ بھی دل سے اوڑا دیا / اری باجی آج کل کی ہین سب لڑکیان خراب
مجھے نفرت ہے صورت سے نگوڑے جان صاحب کی / وہ اوسکی شکل کیا ہے اری ہوا قربان کی صورت
مین گلہ کرتی نہین کرتی ہو تم شکوہ عبث / آج دفتر پہلی باتون کا ہوا کھولا عبث
چھوڑ دنیا چار دن رکھکر اگر منظور تھا / سارے عالم مین مجھے تونے کیا رسوا عبث
سوکن سے میری نکلی زمانے کی احتیاج / ہوتی ہے اوسکو روز نہانے کی احتیاج
مان سے ہمکو سوا ہے پیاری ساس / باجی دنیا ہو اور ہماری ساس
جوہر انکے کھلے ہین بھو ڈن پیرش / چھریان نندین ہین اور کٹاری ساس
کم کیا خصم ہے جو کرون لگوار کی تلاش / ہو نوج دشمنون کو مرے یار کی تلاش
آج مجھسے ہے توکل اور سے مرزا اخلاص / ایسے ہرجائی سے ہو نوج نگوڑا اخلاص
کیون چڑھی آتی ہے جھنکارتی ہی سر پر باندی / جھوٹ لیتا ہے جو کرتی نہین مردار لحاظ
جب تو ہی ڈھونڈ لاؤ گے تم نیک پارسا / اوس دن کرینگے آپکو جھک کر سلام ہم
پانون ہماری کیا ہوا عہدی سے بدتر بن گئی / دو قدم منزل ہے مجکو اوٹھ نہین سکتا قدم
رنڈی چل دور تجھے مجھ پہ یہ بہتان نکر / مرے بیری ہوے دشمن ہون گرفتار کہین
ایک پر بیٹھ رہون اور کسی سے نہ ملون / ایسے بندی نے کیے ہین نہین اقرار کہین
جان صاحب مری خاطر سے نکہنا تمنے / رنڈی دیکھی ہے دوگانا سی طرحدار کہین
پاس اونکے گر بجاؤن مین تو تو کو کیا کرون / چین ہی لینے نہین دیتا نگوڑا دل مجھے

جان نثار تخلص میان یحیی غلام فرید ساکن فرید آباد کہ شاہجہان آباد سے دس بارہ کوس کے فاصلہ پر واقع اور شرفاے عظام اور نجباے کرام کا مولد و منشا ہے اوقات عمر عزیز کو تعلیم اطفال مین بسر کرتے ہین ریختہ گوئی کا جنون شیر دامنگیر رہتا ہے یہ شعر اونکے نتائج افکار سے ہے

پیچ اوس زلف سیہ کا ہمسے وا ہوتا نہین / لاکھ ڈالین پیچ مین وسکے اگر شانے کو ہم

جذب

جذب تخلص میر عزت اللہ خان عرف میر بھکاری ہرچند وطن آبائی دہلی تھا لیکن بہت سے خاک پاک شاہجہان آباد اوسکی سکونت سے زیدہ ربع مسکون ہو گئی تھی اکثر علوم سے آگاہ تو تھا لیکن بسبب کجی مزاولت کے ایک ملکہ سا باقی رہگیا تھا مگر عالم مجلسی مین اتنا لیاقت بیشی رکھتا تھا اکثر بلا دہنا۔ وفات کئی برس سے ہوئی اور ہوا آخر کار بیتابی کے قریب سفر راہ عدم اختیار کیا یہ شعر اوسکا گلشن بیخار سے منقول ہوتا ہے

وان صفائی و خود نمائی ہے		یان مری جان کی صفائی ہے

جراح

جراح تخلص غلام ناصر کشمیری الاصل فن جراحی مین کامل اسکو بیت اتفاق تھا بیت کے

درشتی و نرمی بہم در بہست		چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہست

جراحت کو مرہم کے ساتھ فراہم کرنا لازم پیشہ جراحی ہے لیکن اوسکے نشتر کا مثل زخم غمزہ خوبان لاعلاج اور آب نشتر اوسکے مرہم کا جزو ترکیب تھا مدت ہوئی کہ عالم فانی سے رحلت کی کلام اوسکا سوا اس شعر کے کہ گلشن بیخار مین مندرج راقم کو اور نہین پہونچا

جراح ٹانکے دینے مین مت کر درنگ تو		اسواسطے کہ زخم مرا یار گرم ہے

جعفری

جعفری تخلص میر باقر علی کہین برادر حقیقی میر نظام الدین ممنون علوم رسمی مین دستگاہ معقول اور صناعت طب مین مہارت تام تھی چند سال ہوے کہ تحصیل ثواب حج کے واسطے سفر مکہ اختیار کیا اور بعد معاودت کے راہ مین سفر آخرت درپیش آیا اشعار اوس یگانہ روزگار کے بسبب بے پروائی اعزہ کے دستیاب نہوے ناچار یہ چند شعر ایک تذکرہ سے منقول ہوے

جو ہر آن دل غم سے رانجام ہو گا		تو مر کر بھی کاہے کو آرام ہو گا
نہ خوبان سے مل جعفری دیکھ اتنا		کہا مان کہتا ہون بدنام ہو گا
آرام وعدہ کی شب اکدم کبھو نہ آیا		آیا نہ چین دلکو جب تک کہ تو نہ آیا
دو ایک جام سے کیا لب جعفری کے تر ہون		یان تشنگی بجھی کب جب تک سبو نہ آیا
تیغ یون دل مین خیال نگہ یار نہ کھینچ		نا خدا ترس تو کعبہ مین تو تلوار نہ کھینچ
نوک مژگان کے تصور مین نزہ اوسکے دل		انکو آپ تو بالائے سر دار نہ کھینچ

بے سرو پا چمن و دشت مین عالم کے نہ پھر	تا رہے گل نہ اوٹھا منت ہر خار نہ کھینچ

جعفری تخلص محمد جعفر [illegible] نہایت نیک نہاد و آزاده منش کشاده پیشانی و پاکیزه روش اور [illegible] سے آگرہ آیا [illegible] بعد تحصیل سلسلۂ روزگار کے [illegible] وہان سے انتخاب کی بیشتر سیاحت مین بسر کرتا ہی اور راقم سطور سے رابطۂ الفت کا [illegible] تک پہونچایا ہی خط شکستہ کو مولوی [illegible] سے درست کیا اور شعر [illegible] عبدالرحمن [illegible] سے سیکھا اور وہ پیشہ [illegible] مین [illegible] تصویر مین [illegible] اس صاحب سلیقہ کی نازک [illegible] کمال پہ قیاس کیا جاتا ہی [illegible] سعادت منش کی تعریف مجال قلم سے [illegible] ہے حضرت [illegible] شیخ الاسلام فرید شکر گنج سے بلا واسطہ فیض باطنی حاصل اور بعد حصول بشارت کے [illegible] اجمیر مین مزار مقدس حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے [illegible] اوائل حال مین گاه گاه شعر ریختہ بھی موزون کرتا تھا

یہ دو شعر بطریق یادگار [illegible] ہوئے

ہر دو پابند چمن [illegible] حیرت ہی کہ لوگ	سرو کو کس لیے آزاد کہا کرتے ہین
جعفری جس کے واسطے [illegible]	در بدر یون خراب پھرتے ہین

جعفری تخلص شیخ جعفر علی [illegible] آدمی نیک نہاد اور [illegible] الاخلاق ہی پچپن ۵۵ برس کی عمر مین مردم صد سالہ کی متانت بہم پہونچائی ہی بالفعل نواب عبدالرحمن خان والی جھجر کی سرکار مین ملازم ہی شعر ریختہ آب و تاب سے کہتا ہی یہ چند شعر اوسکے افکار گوہر نثار سے مرقوم ہوتے ہین

الٰہی ہر گھڑی ہر زخم دل سے خون ٹپکتا ہی	شہید ناز ہون مین آه کس دست حنائی کا
وه اپنے چمن سے [illegible] جعفری گھر مین	کہ جسکے واسطے مین در بدر خراب ہوا
لگا تھا دیکھنے آزار کیا خدا جانے	ترا مریض تو اب تک نہ پھر بحال ہوا
گم ہو گئے ہم تجسس فکر مین سراپا	لب پہ بھی معما نہ کھلا اوسکی کمر کا
ہجر مین کرتا ہون یون ہر دم تلاش وصل یار	مانگتا ہی جیسے صحت کی دعا ہر دم مریض
عشق جا بجا سے ہو گئی اکدم مین سب [illegible]	تڑپا ترا جو کشتۂ الفت مزار مین
ای دل خیال زلف بتان کیونکہ چھوڑ دون	وحشی ہون اور پاؤن مین زنجیر بھی نہین
مر گئے اس جستجو مین سیکڑون خانہ خراب	جعفری عشق بتان ہند کا گھر دور ہی

جلیس تخلص آلہ وردی خان کہین برادر سعادت یار خان رنگین مرد سپاہی وضع موزون کم گو تھا یہ دو شعر اوسکے سنے گئے

تیرے دہن سے از بس کھینچی ہی اک خجالت — غنچہ وہ کونسا ہی جو سر فرو نہ آیا

چشم جلیس کو اب درکار تھا یہ سرمہ — دست صبا تو لیکر اوس خاک کو نہ آیا

جمال تخلص میر جمال الدین خلف میر کمال الدین مرحوم عجائب حالات سے اس بزرگ کے یہ ہی کہ بسبب ظاہر وسیلۂ معاش کچھ نہین رکھتا اور فراخ دستی مین رشک امثال ہی یہ شعر اوسکے نتایج طبع سے اوسیکی زبانی ذخیرۂ گوش ہوا

ہم تمھین آشنا سمجھتے ہین — آپ کیا جانے کیا سمجھتے ہین

جمیل تخلص جمیل الدین پسر شیخ حفیظ الدین تھانیسری ہر چند عمر اوسکی ہنوز بارہ تیرہ برس سے متجاوز نہین ہوئی لیکن ذہن کی تیزی برق سے اور طبیعت کی شوخی شعلہ جوالہ سے زیادہ ہی از بسکہ حداثت سن کا اقتضا غالب ہی اشعار مین مضامین خندہ انگیز تمسخر آمیز بیشتر باندھتا ہی یہ چند شعر اوسکے کلام سے انتخاب ہو کر نذر ظرفاے خوش مزاج ہوتے ہین

روان جو سوے فلک آہ کا دھوان ہوتا — تو ایک جہاز دخانی یہ آسمان ہوتا

چڑھا ہی لیتا اٹرنگے پہ اوس ستمگر کو — جو آج کو مین زبر دست پہلوان ہوتا

تونے دیکھین ہین غیر کی آنکھین — تری نظرون مین کب سماینگے ہم

ترے کوچے مین مین نے نہین مرتا ہون غیرت مین — بنا مین ہیکڑی سے اپنی یہ کیدار پھرتا ہون

ترے غم نے مجھے بخشا ہی اب سامان عشرت کا — کہ شکل اپنی بنائے مثل موسیقار پھرتا ہون

ق

کہا مین نے کہ اک دن تو ذرا چہرہ دکھا دیجے — اسیکے واسطے اتنا ذلیل و خوار پھرتا ہون

تو ہنس ہنس کر لگا کہنے کہ یوسف تو نہین مجھ مین — کہ ہر اک کو دکھاتا جلوۂ دیدار پھرتا ہون

بہتی مرے پھوڑے سے پڑی راد غضب ہی — اودر اسپہ تغافل ترا فصاد غضب ہی

اوسپہ عاشق ہون پر نہین یہ خبر — شکل گوری ہی یا کہ کالی ہی

سیم کی طرح دل گداز مین ہی — میرا سینہ ہی یا کٹھالی ہی

کھودتی ہی ہر ایک کا سینہ — تیری مژگان ہی یا کدالی ہی

آنکھ پوچھے تو دست جواب و لب — اک جوالی ہی اک سوالی ہی

زلفت سلجھی سنبھلے تو ہی وہ گھاس — اودر او کبھی رہتے نوجالی ہی

اوسکے ابرو سے ہمسکو فیض نہین — ماہ نو ہے یہ ماہ خالی ہے
ہم غریبون کا ہا لب سنہرا کیسا — ایک پرانی کپٹی مٹھالی ہے
لب لعل اوسکا ہے مسی آلود — ق — اور کچھ پان کی سی لالی ہے
لال تو ہے پہ ہیچ ہے تبسم کم — چنکی سرمہ کی اسنے کھالی ہے
سست پیرو ہا شیوہ جہل اوسکا — اوسکی گالی نہین سہالی ہے

جنون تخلص شیخ غلام محی الدین احمد ساکن آگرہ یہ شعر اوسکا سنا گیا

بیان کیجے کس سے جنون سننے کا کون — دل حزین پہ جو گذری ہے بیقراری رات

جوش تخلص شیخ نیاز احمد معروف اللہ دیا شاگرد شیخ ابراہیم ذوق بیشتر بزم مشاعرہ مین حاضر ہوتا اور غزل خوب بطرز مرغوب پڑھتا دو تین مہینے کا عرصہ ہوا کہ عالم جاودانی کی طرف راہی ہوا مرد باخلاق اور صاحب وفاق تھا حق جل و علی اوسکی خاک کو نم ابر رحمت سے سیراب کرے یہ چند شعر اوسکے تحریر ہوے

آنسو کا کوئی تار نظر آتے تو آتے — وحشت مین مرے تن پہ کہان تار قبا کا
حاصل ہوا وصل مین مقصود کہ مجھکو — پاس اونکا رہا اور اونھین پاس حیا کا
ہے ڈر یہی کہ تو نہ پشیمان ہو بعد قتل — ورنہ ہمین تو مرنیکا کچھ اپنے ڈر نہین
منظور ہے شفا کسے درمان درد سے — اک شغل سا میان مجھے دل کا تھا چاہیے

جوش تخلص محمد نظام الدین خلف محمد وجیہ الدین اصل اس سخن سنج کے آبا و اجداد کی پنجاب اور مولد و موطن اوسکا کول ہے مرد قابل و نکتہ یاب اگرچہ فن شعر مین تو مشق اوسکی زمین سخن مین تازہ وارد ہے لیکن کلام کی پختگی اور طرز کی تازگی مشتاقان کہن سال سے کم نہین یہ چند شعر صدق مقال پہ شاہد عادل ہین

بار اوتارا ہے دوش سے سر کا — ہے یہ احسان تمہارے خنجر کا
نظر آتا ہے جس جگہ چشمہ — ہے نشان میرے دیدۂ تر کا
ہے پرستش سنگ کی عشق بتان مین بندگی — جاوین گر کعبہ تو پہلے سنگ اسود چوم لین
دل لگا دینگے اوس سے ہم بھی — آپ سمجھین نہ دل لگی اسکو
سر کو تہ تیغ رکھ کے میرے — ثابت قدمی کا امتحان لو

سرد ہی دود آہ کی گرمی ۔ دل کے جل بجھنے کا نشان ہی یہ
بت اگر کعبہ مین نہین آتے ۔ ہم بھی جانتے ہین بندگی کرکے
قدم عشق پیشتر بہتر ۔ پیچھے پانوں اوس گلی سے کیون سرکے

جوہر

جوہر تخلص ایک شخص کا ہی شاگرد ان مرزا اسد اللہ خان غالب سے شعر فارسی کا فکر کرتا ہی معلوم ہوتا ہی کہ مرزائے موصوف کی توجہ سے راہ مستقیم پر آگیا ہی کہ اسلوب سخن فی الجملہ سلیقہ پر دلالت کرتا ہی یہ چند شعر اوسکے راقم کو پہونچے تھے سو لکھے گئے

تو وزراہ کرم بر سرم گذار غلط ۔ من و دہ بردہ نشستن بہ انتظار غلط
بروبہ ہرزہ میاموز بیم مکن زاہد ۔ من وز شاہد و می توبہ در بہار غلط
بعہد در غرور پرستش نہیم مگر وقتی ۔ شود بکلبۂ من راہ آن نگار غلط
بر آن سرم کہ دگر با کسے نیامیزم ۔ امید لطف ز یاران روزگار غلط

جولان

جولان تخلص درویش وارستہ مزاج آزادہ فانش الف شاہ نام ہی چنانچہ جب نسب اور وطن کا حال اوس بزرگوار سے استفسار کیا گیا اوس سب کے جواب مین یہ شعر اپنا پڑھا

کیا بتائین کہ کہان ہی مسکن ۔ کوے قاتل مین رہا کرتے ہین

لیکن خارج سے دریافت ہوا کہ رؤسائے بریلی سے ہی اول الف خان نام رکھتا تھا بعد ترک و تجرید کے الف شاہ کے ساتھ مشہور ہو گیا آزادانہ زیست کرتا ہی وارستگی و استغنا سے فرشتہ کو خیال مین نہین لاتا آدمی تو کیا خاک ہی مدت سے اکبرآباد مین مقیم ہی گاہ گاہ بے پروایانہ کسی طرف کو چلا جاتا ہی یہ چند شعر اوس بزرگ کے اشعار سے منتخب ہوے

ہم وہ ہین صید وفا کیش کہ خون روتے ہین ۔ ٹوٹ جاتا ہی تڑپنے سے اگر دام اپنا
کیا تحریر فرط شوق مین جب نام احمد کا ۔ تو کاغذ سبز بختی سے بنا تختہ زبرجد کا
اوٹھایا ہی گلی سے اوس پری رو کے اگر مجکو ۔ تو لیچل وحشت دل اب جدھر چاہے ادھر مجکو
برنگ گل جو کشتو نکا ترے ہر زخم خندان ہی ۔ ترا کوچہ ہی اے سفاک عالم یا گلستان ہی
معشوق پر بھی ہوتی ہی تاثیر عشق کی ۔ چٹکی کلی جو بلبل بیدل نے آہ کی

باب الجیم الفارسی

چالاک تخلص میر قدرت اللہ ساکن قدیم دہلی مرد خوش مزاج علم فارسی سے بقدر ضرورت آگاہ اور سرمایۂ معیشت سے بحسب ظاہر فارغبال گاہ گاہ امتحان طبیعت کے طور پہ شعر ریختہ بھی کہتا ہے یہ شعر اوسکی دو تین غزلون مین سے انتخاب ہوا

روز کے صدمے کہانتک مین اوٹھاؤن چالاک — دل کی جا کاش مرے سینے مین پتھر ہوتا

چرکین تخلص ہے ایک شخص ظریف شوخ مزاج ساکن لکھنؤ کا وہ ہمیشہ سخن پاکیزہ کا دامن نجاست معنوی سے آلودہ رکھتا یعنے مضامین بول و براز اسطرح شعر مین باندھتا کہ زمین سخن کو گوہ گدھیا بنا دیتا مگر اوسکی قوت شامہ یک قلم باطل ہو گئی تھی کہ اس غلاظت سے بیدماغ نہوتا تھا انصاف تو یہ ہے کہ ابیات مین ہر چند گوہ اوچھالتا اور کاغذ کے ہر گوشہ مین پیشاب کی نالی بہاتا تھا لیکن کوئی لطیف مزاج اُس سے دماغ بند نکرتا اور کوئی پاکیزہ طبع اوس سے گھن نکھاتا گویا بحر شعر نے اوس نجاست کو بہا دیا تھا

شرط سلیقہ ہے ہر اک امر مین — عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے

ایک دوست نے کہا کہ یہ اون نعماے لطیف کا فضلہ ہے کہ بو اسحق اطعمہ نے تناول کی تھین مین نے کہا لطافت اون نعما کی تخمیر کھانے کسقدر کثیف ہو گئے کہ اونکا فضلہ اس مدت دراز کے بعد دفع ہوا اوائل حال مین تو اوسنے یہ وضع ہزل سمجھکر اختیار کی تھی لیکن رفتہ رفتہ اس فال کو حال بنا لیا اور اس گندہ ذہنی نے اوسکو اگھوری بنا دیا گویا یہی بو اوسکے بدن مین سچ گئی تھی مدام لباس پیرک پہنتا اور ایسے میلی کچیلی وضع رکھتا کہ اجنبی اوسکو سچ مچ حلال خور سمجھتا صحبت کا اثر مشہور ہے یہان صرف تصور اور خیال نے یہ تاثیر کی کہ صحبت کو پرے بٹھا دیا حق یہ ہے کہ جو ابتدا مین کہتا تھا انتہا مین کر دکھایا آخر الامر ان کی صحبت اور گوگا پیر کی ہمنشینی کے شوق مین شہر کے مقامات پاکیزہ سے بھاگ کر صد رہا آرزو کا ٹوکرا سر پر رکھے ہوے بطریق پاتراب کے جنگل کے کسی کوڑے پر اول منزل کی ہر چند الفاظ کی نجاست ظاہری سے قلم گھن کھا کر بچا چاہتا تھا کہ اوسکے اشعار کو ہاتھ لگاؤ لیکن یہ سمجھکر کہ قصر عالی مین جاے ضرور سے گزیر نہین ہے دم کے دم اس طرف بھی متوجہ ہوا

تھا گرفتاری مین خطرہ جو مجھے بیداد کا
ایکدن بھی دل نہ اوس بت کا پھیا ہائے حیف
کھاٹ پڑنے لگی چمن مین پھر
اک نہ اک عارضہ رہا ہمکو
ہگ دیا ڈر کے سوچ کر انجام
مشغل مہتر پہ دل دیا پھر کمین
رونے انسان کو ہنساتا ہے
وصل کا وعدہ کیا بیت الخلا مین یار نے
ہر ایاب آنون کی پھٹکی ہے ریزہ الماس
دیوانہ اوسکے چاک گریبان کو سی چکے
عاشق جو ہے تو ناصحو انکے منھ کو گانڈ جان
وحدت تو کیا کرتے ہو عشاق سے جھوٹے
چمن مین جب کسی کا قد موزون یاد آتا ہے
تبرا بھیج دنیا پہ عدم کی راہ لے نادان
تیغ اوسنے لگائی جب کمر سے
کر بات نہ غیر فتنہ گر سے
گھس جائیگی ناف آئینگے دست
ہگتے مین بندھا جو زلف کا دھیان
مت بار گنہ اوٹھا تو نادان
دستونپہ دست آتے ہین بچتے ہین پوتڑے
پھولے نہین سماتے ہین گلچین و باغبان
آمد ہے خون حیض کی بنتی ہین گدیان
وصل کی شب بستر جانان پہ مینے ہگ دیا
افسوس آج اونکو نہین گانڈ کی خبر
قبض کی شدت اگرچہ کمین ہے عالم مین بھی

کر دیا بیت الخلا ہگ ہگ کے گھر صیاد کا
تھا مگر گوزِ شتر نالہ دلِ بیتاب کا
بلبلو موسم بہار آیا
تھم گئے دست تو بخار آیا
زیر پا جب کوئی ہزار آیا
کیسے گھگھیل پہ تمکو پیار آیا
گوز مین یہ کمال ہے صاحب
پنجۂ مژگان سے جھاڑا چاہیے پیخانہ آج
تمھاری گانڈ ہے ہیرے کی کان نہین معلوم
پھٹ جائے گانڈ بھی تو نہ ہرگز رفو کرین
گوزِ شتر سمجھ تو جو یہ گفتگو کرین
بو گو کی نہ آنے لگے غنچہ سے دہن مین
کھڑی لینڈی سے بدتر جانتا ہون سرو بستان کو
نکر اس مزبلہ مین بیٹھ کر آلودہ دامان کو
مریخ نے ہگدیا ہے ڈر سے
گو اوچھلیگا خوب اودھر اودھر سے
تلوار نہ تو لگا کمر سے
پیچش رہی شام تک سحر سے
یہ ٹوکرا گو کا پھینک سر سے
اس حال مین نہ آؤ یہ نشتے بعید ہے
آئی بہار کھاٹ کی ہوتی خرید ہے
گو ذرّے کی لعل سے بھی زیادہ خرید ہے
کیا سمجھتا تھا کہ یہ مجھسے خطا ہو جائیگی
کل تک خراج ہاتھ لیتے تھے جو روم و زنگ سے
کھاٹ بھی نایاب مثل کیمیا ہو جائیگی

گانڈ کھولے سوتے ہین وہ خاک پہ زیر زمین ۔ پہ تیرے سیتے تھے جنکے قاقم و سنجاب سے
سمند گو نہیں صاحب عجب مُنہ زور گھوڑا ہی ۔ کھیٹی ہی شہ سوار و نکی بھی جسکی بد لگامی سے
عبث بڑنا میونکا لو کرا سر پہ اوٹھا نا ہی ۔ لگا تا دل کا لیس جھپک مارا نا اور گو کا کھانا ہی

چمن تخلص گل محمد کشمیری ساکن قدیم شاہجہان آباد اور پیشہ رفو گری مین اوستاد تھا لیکن سوزن قلم اور رشتہ مسطر سے کسوت سخن کے چاک کو خوب نہ سی سکا کئی برس ہوے کہ تار انفاس کو رشتہ کفن کیا یہ دو تین شعر اوسکے یاد تھے

ہمارے چاک جگر پہ ہو کیا کسیکو خیال ۔ پھٹے ہین پانون کسی کے دیا نہین جاتا
ہوش جس مہ نے زلیخا کے اوڑا ئے خواب مین ۔ ہم بھی ای ہمدم اوسی کے دیکھنے والون مین ہین
یون بدن پر ہین چمن کے داغ تیرے عشق کے ۔ پھول جیسے ای سمن بر ان ترے شانون مین ہین

باب الحاء المہملۃ

حافظ تخلص خدا طلب صوفی مشرب سراپا آگاہ معارف انتباہ یادگار خلف حافظ ہیرا تھے اس جزو زمان مین خاکساری اور نفس شکنی اس صاف دل و پاک اعتقاد پر ختم تھی کمال تسلیم نے الف قد کو دال بنا دیا تھا اور رکوع و سجود کے شوق مین منارۂ قامت کو محراب کر دیا تھا موافق اس قول کے کہ المومن مرات المومن یعنی مومن سب کو اپنا سا سمجھتا ہے وہ ہر کسی کو اپنا سمجھتا اور اپنے سے بہتر جانکر کمال تواضع اور فروتنی سے پیش آتا علم موسیقی مین مہارت رکھتا اور اس فن کی سمجھ بہت درست جنتر اور بین بجانے مین دستگاہ تمام خیال اور دھرپت گانے مین قدرت مالا کلام مگر وہ سب مضامین عرفان سے مالا مال ہوتے اور وہ راگ ان معانی بلند کی اعانت سے عارف کو مدارج علیا تک لے پہونچتے گویا یہ شعر مولانا اشرف العارفین جلال الدین رومی قدس سرہ کا اوسی کے نغمہ کی شان مین ہی

این نو مزمہ مرکب ست مر روح ترا ۔ بر دارد و خوش بعالم یار برد

شعر گوئی کی طرف بھی توجہ بہت فرماتا اور اسکے پردہ مین بھی وہی راگ گاتا سوز سینہ سے شبستان ابیات مین شمع افروز اور داغ محبت مجمر اوراق مین عود سوز ہر چند وہ لوگ کہ مائدۂ سخن سے لذت یاب اور لطف شعر سے آشنا ہین اوسکے دست پخت طبیعت سے مزہ نہ اوٹھاتے لیکن اہل مذاق کو ان معانی کی لذت اور ان مضامین کی کیفیت اپنے سے بیگانہ کر دیتی تھی از بسکہ یہ اقوال اوسکے دل کے اسرار تھے ارباب باطن کے سوا اوس سے کم کسیکو

احتظاظ ہوتا ہی سچ ہی کہ حال کو اہل حال ہی خوب سمجھتا ہی کسی راہ یافتہ سر اپر عشق نے کیا نالہ جانسوز
سر کیا ہی کہ لیلی را بچشم مجنون باید دید نواب محمد میر خان ابن شاہ نظام الدین معروف بشاہ جی
کہ تونگر صورت و درویش سیرت اور دنیا دار ظاہر و فقیر باطن تھے ہمیشہ اوس صحبت فیض
منقبت کو مغتنم جانا کیے اور بعد اوسکی وفات نے اپنی نفس واپسین تک حرف افادات پشین
آشنائے زبان کرتے رہے ایک بدست ظاہر اور ہوشیار باطن میرا دوست کیا کہ فی الجملہ
مجکو اوس سے اعتقاد اور سوز دل و گداز باطن مثل شمع اوسکے ظاہر سے ٹپکتا تھا مین نے اوس
پاک باطن نیک کردار کی زبان سے یون سُنا کہ ایک روز صوفیان حقیقت شناس کا ہنگامہ گرم
تھا اوس جلسے مین اوس روشن ضمیر نے ایک رباعی عارفانہ پڑھی اور سب حلقہ کو ایک حال طاری
ہوا اوس جگہ ایک لڑکا سات آٹھ برس کا بھی حاضر تھا اوسکا بھی وہی احوال ہو گیا اور جب مجلس تمام
ہوئی دوپہر کے بعد اوسکو ہوش آیا مرزا بیدل درست فرماتے ہین مصرعہ این طایفہ
سحر بیان اعجاز لیست غرض راقم آثم یہ چند شعر لکھکر اوسکے سوز و گداز کی کیفیت سے
آگاہ کرتا ہی

شب نئی شان مین تجھے دیکھا
روز ہر آن مین تجھے دیکھا

تو نے تفسیر پڑھی حافظ پر
اوسکی صورت کا بیان ہو نہ سکا

سرسبزی ہی تیرے ہی آنکھون چھا رہی ہی
کیا باغ سبز تو نے عشاق کو دکھایا

حقیقت مین تجکو جو ہم دیکھتے ہین
تو ذات و صفت کو ہم دیکھتے ہین

اک تجلی نے تو روشنی عالم کو دی
آگے اب اندھیر ہی جلوہ گری اور بھی

مطلب ہی لامکان سے نہ کچھ کائنات سے
مجکو تو مدعا ہی فقط تیری ذات سے

حزین تخلص میر بہادر علی مرد سنجیدہ اور صاحب اخلاق حمیدہ ہی اوسکی وضع اور متانت
لازم و ملزوم اور آثار اخلاق جیسے گل اور شگفتگی کا ہجوم سینہ رشک آئینہ دل ایسا صاف
کہ کدورت حسد کو اوسمین راہ نہین ہی اور آنکھ ایسی سیر کہ خوان دنیا پر نگاہ نہین مرزا ولیعہد بہادر
کی ملازمت سے ممتاز اور بسبب خوش اطواری و نیک نہادی کے رتبہ تقرب سے سرفراز اوائل
مین اشعار اردو کی اصلاح زین العابدین خان مرحوم عارف تخلص سے لی تھی غالب ہی
کہ اب سخن اوس سحر طراز کا مرزا اسد اللہ خان غالب تخلص کے حلیہ تربیت سے محلی ہوتا ہو گا زبان
مین شستگی فکر مین رسائی معنی مین بلندی تراکیب مین چستی جیسی چاہیے فراہم ہی شاعر مین

اتنی باتون کا جمع ہونا معراج الکمال اور عرش المعرفت ہی یہ چند شعرا وسکے افکار گوہر نثار سے ہین

یک لخت بہا کرتا خون جگر آنکھون سے
سب ناز سے ہین نے بچاؤ بچاؤ نکے
ہی یہی رونا تو خط کا ہیکو لکھا جائیگا
اک تماشا جان کر قاتل اگر ٹھہرا رہا
میرا احوال زبون اونپہ کھلیگا کیونکر
بیگانہ وار نعش پہ آجائے ناگہان
دنیا کی حسرتین ترے گوشے مین آگئین
جل جلکے آخرش تپش غم کے ہاتھ سے
دیکھا وہ اپنی آنکھ سے جو کچھ سنا نہ تھا
شعلہ و سمل و سیماب کو ہم دیکھ چکے
سبھو منھ سے لگا بیٹھینگے اتنا صبر ہے کسکو
سنج سہو سنچے جو حزین اونسے وہ رحمت سمجھو
ہی ہنر سے اک فقط انسان کی مٹی خراب
دل خون گشتہ ہان وقت مدد ہی
تجھسے آنسو تو اب تھمتا نہین دل
بلا سے گر لگا ہون مین ہمین سے ملکے
حزین کس سے توقع ہو وفا کی
اثر جو آہ مین پایا تو ہو گئی تسکین
ای سوز عشق روز نیا داغ تا بکہ
ہم سادہ لوح اور جہان سر بسر خراب
ہیچو دی کھوکے لیے سر پہ ہزارون جھگڑے

فرقت مین اگر تیری پینے سے بچا ہوتا
نمیتی نہ حزین اونسے گر مین کبھی جدا ہوتا
جو کہ لکھتے جاینگے انسکون سے مٹتا جائیگا
ہم بھی تڑپے جائینگے جتنا کہ تڑپا جائیگا
سامنے آئینگے جب وہ تو سنبھل جاؤنگا
تجھسے نہ یہ بھی اور محبت نا آشنا ہوا
اللہ رے بستگین تری اے یگانہ ہے دل
اک داغ رہگیا مرے پہلو مین جاکے دل
اور دیکھیے حزین ابھی کیا کیا دکھائے دل
تیرے دل سا تو حزین ایک ہی بتیاب ہین نا
کہ بھرے خم سے مرے شیشے مین اور شیشے سے ساغر مین
ہی غنیمت کہ تمھین یاد تو کر لیتے ہین
ورنہ جوہر سے مئی ہے آبرو فولاد کو
خجل کرنا نہ چشم خونچکان سے
یہ دشمن خانگی نکلا کہان سے
سبک ہوکر تو اوٹھے ہم جہان سے
نہوا امید جب اپنی ہی جان سے
وہ بیقرار ہوے آگیا قرار مجھے
اس سے تو آگ تن مین لگا اکبار دے
جتنے فریب چاہیے ہمین روزگار دے
توبہ مے سے ہوے ہم تو پشیمان اوٹھے

حسرت تخلص منولال قوم کایتھ پسر لالہ پیارے لال وکیل محکمہ عدالت دیوانی انگریزی نوجوانان شاہجہان آباد اس سعادت و اہلیت کے ساتھ کم دیکھنے مین آتے ہین کتب فارسی کو

جناب فیض مآب اوستادی مولانا و مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی سے پڑھا ہے اور مشق شعر فارسی بھی اونھین کی خدمت بابرکت سے بہم پہونچائی یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے لکھے جاتے ہین ۵

گردیم ور خـزانهٔ دل جمع نقد داغ
دل آنچنان ز درد تو بر خود طپید که نیست
حسرت نصیب دیدهٔ ما روے دوست نیست
از گل داغ تپان تا سینه شد گلشن مرا
چون سحر گردید از خار غمش دل چاک چاک
حسرت از یاد لب او جان خود را داده ام
چون سحر دارم گریبان چاک از شوق رخش
گر چنین آن آتشین خو می فروشد جلوه ها
یار در آغوش و درد انتظارم مے کشد
آتش دل ہمچو اخگر مے کند خاکسترم
میکند صد دشت طے حسرت برنگ گردباد
در تماشاگاه عالم جز جنون سودی نداشت
رشته های سبحه و زنار از یک عالم اند
از فروغ باده جام خویش رشک مهر کن
چون صفا نگرفت دل با کس چه سودا آمیختن
دوست گوشی بر حکایت ہاے ما کے مے نهد

لاله بر و زکوة زر بے حساب ما
سیماب را مقابله با اضطراب ما
شاید که جذب دل کشد او را بخواب ما
آتش دل هر نفس زد شعله چون گلخن مرا
کے تواند دوخت خورشید فلک دامن مرا
چشمهٔ حیوان سبب شد از پے مردن مرا
کے شود کان آفتاب از جلوهٔ مسرورم کند
می تواند فرق تا پا آتش طورم کند
ساقی آن می داد گو هر لحظه مخمورم کند
گرد این کلفت بهر دم زنده در گورم کند
تا بکے آوارگیها از وطن دورم کند
ای خرد بگذر ز هوش و روز و شب دیوانه باش
گہ بسنگ کعبه سر نه گاه در بتخانه باش
مے خورد در بزم رندان روز و شب مستانه باش
سیر کن در خاطر و از عالمی بیگانه باش
حرف ما گو در میان مردمان افسانه باش

حسرت تخلص نونہال گلشن نجابت حافظ عبد الرحمن ساکن پانی پت حضرت معارف دستگاه سرمایہ آگاه قاضی ثناء الله مرحوم پانی پتی کی نبائر سعادت مند سے ہے باوجود نوجوانی و نوخاستگی کے سعادت و اہلیت سے بہره مند اوقات شبا روزی تحصیل کمال مین صرف کرتا ہے چونکہ مانند سرو و شمشاد موزونی جوہر ذاتی ہے مشغلہ تحصیل سے جب فرصت بہم پہونچتی ہے قامت سخن کو حلیہ وزن و تقطیع سے محلی کرتا ہے یہ دو چار شعر اوس خجستہ طبع کے مرقوم ہوتے ہین ۵

ہم تو حسرت کو سمجھتے تھے کہ اک عارف ہی / یہ تو ای وای نہ کافر نہ مسلمان نکلا

کس لیے چاک قفس بند کیے ای صیاد / کیا ہوا مین نے اگر سوے گلستان دیکھا

تم بھی رو بیٹھوگے دل کو ہمین ہنستے کیا ہو / اگر آئینہ کبھو تمنے مری جان دیکھا

اوسنے حسرت کو کیا قتل کہین ہای مجھے آج / مین نے اوس شوخ سے ظالم کو پشیمان دیکھا

گر نہین دوست خدایا مری جان کے دشمن / کیون شب غم مرے جینے کی دعا کرتے ہین

ہای کیا جورکشی کی ہمین عادت ہی کہ آپ / اوس ستمگار کو تحریک جفا کرتے ہین

کیا ہوا دیکھیو ناصح کہ ہمارے منہ سے / یا صنم نکلے ہی جب یا خدا کرتے ہین

کیونکر کہون کہ ہجر مین مطلقا نہین خبر / اتنی خبر تو ہی کہ مجھے کچھ خبر نہین

حسن

حسن تخلص میر حسن کہین برادر میر حسین فگار مرد خوش اخلاق فن فارسی سے بقدر ضرورت آشنا ریختہ گوئی کی طرف متوجہ گاہ گاہ جو کوئی شعر گوش زد ہوا مزہ سے خالی نہ تھا والی شہر اودھ کی سرکار مین فی الجملہ ناخن بندی موجب رفاہ حال ہی اسوقت کوئی شعر ناخن بدل زن لوح حافظہ پر ثبت نہ تھا اس ایک شعر پر قناعت کی

سانولی رنگت سے لازم ہی حذر سید حسن / اس دھندلکے مین مسافر مفت مارا جاتا ہی

حشمت

حشمت تخلص مرزا غلام فخر الدین مرحوم ابن مرزا معظم بخت مغفور ابن حضرت شاہ عالم بادشاہ نور اللہ مرقدہٗ شاگرد حافظ عبدالرحمن خان احسان مغفور مرد حلیم صاف طینت پسندیدہ صفات پاکیزہ اخلاق تھے بیشتر شریک مشاعرہ ہوتے اور کچھ اپنے کلام اور اغلب اپنے خلق طبیعی سے سامعین کی طبع کو مسرور فرماتے حضرت اوستاد سے ایسی محبت رکھتے تھے کہ اوس جناب کے مرض الموت مین بیشتر یہ دعا ورد لب تھی کہ الٰہی میرا سینہ اوستاد کے داغ کا گنجینہ نکرا ازبسکہ یہ دعا صدق دل سے تھی اس نالہ سحری اور آہ نیم شبی نے عرش اجابت تک رسائی اور اثر قبول نے اوسکے انفاس صدق اقتباس کی پیشوائی کی یعنے اوستاد کے انتقال سے ایک روز پہلے اس گرم رو راہ اخلاص نے ملک بقا کا عزم کیا انا للہ وانا الیہ راجعون چند شعر اوس مغفور کے بطریق یادگار تحریر ہوے

زلفون کے بنانے کا پردہ تھا بہانہ تھا / منہ پردہ نشین ہمسے پردہ مین چھپاتا تھا

خیر کچھ تو الٰہی ہی سبب کیا کہ مرا / آپ سے آپ ہی کچھ آج کلیجا ہلتا

نالون سے میرے برپا سو فتنۂ محشر ہین — قامت سے تری قائم نقشہ ہے قیامت کا

اشکباری تو نکر اتنی خدا کیواسطے — غرق اک عالم ابھی اے چشم تر ہو جائیگا

گھر دو ہی قدم پہ تو ہے ان قدمونکے صدقے — بڑھ جیسے کوئی دو چار قدم اور زیادہ

ہجر کے بیمار ہجران کا ترے ہین — یہ عالم ہے کہ عالم نوحہ گر ہے

مجھے روتے جو دیکھا ہنس کے بولا — تری حشمت بتا کیون چشم تر ہے

حفیظ

حفیظ تخلص مداح امام ہمام مرثیہ خوان اہل بیت عظام حافظ حفیظ مرحوم غفر اللہ لہ
یہ بزرگ اساتذہ مرثیہ خوانان شاہجہان آباد سے شمار مین آتا تھا عزاداری کی تاثیر سے
اوسکی آواز بھی حزین تھی تلامذہ اوسکے اس فن مین تعزیہ داران امام سے بھی گنتی مین
زیادہ تھے اور اتبک ہر مجلس ماتم مین اوسکی مرثیہ خوانی کا ذکر تمام مرثیہ خوانون کے [illegible]
کا بند ترجیع ہے مثنوی معنوی مجالس مشائخ علی الخصوص فاتحہ جناب مستطاب قدوۃ عرفاے
خدا آگاہ اسوۂ جمہور اہل اللہ حضرت شاہ ولی اللہ والد ماجد پیشواے علماے عصر مولانا
شاہ عبد العزیز قدس سرہما کے روز خوش نور کے چھتے مین جو شہر کرامت بہر شاہجہان آباد
سے مسافت ربع میل پر واقع اور شاہ خدا آگاہ موصوف کا مقبرہ ہے حضرت بابرکت مولانا
مرحوم کی خدمت مین حاضر ہو کر اس خوش الحانی سے پڑھتا تھا کہ کمال رقت سے تمام صحن مین
سامعین کے اشک کا دریا بہجاتا تھا موزونی طبع کو اکثر مرثیہ گوئی مین صرف کیا اور مرثیونکے
مضامین قصص کاذبہ اور روایات وضعی نہوتی تھی بلکہ محامد ائمہ ہدی اور اوصاف
شہداے کربلا اور اگر حسب اتفاق کوئی حکایات جانسوز بھی زبان پر آتی تھی تو وہی
حکایت کہ رواۃ معتبر کی گواہی سے زیور تصدیق پاتی تھی حال نزع مین یہ شعر
موزون کیا

شاہ مردان جو کوئی اس راہ سے آیا کرے — فاتحہ اس قبر پر للہ پڑھ جایا کرے

اور وصیت کی کہ میری قبر شاہ مردان کی راہ مین بنوا دین اور بالین گور پر یہی شعر لکھوا دین
اتبک یہ شعر اوس قبر کے بالین پر مرقوم ہے اور ہر مہینے کی بیسوین خصوصاً لخت جگر خیر الانام علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے چہلم کے روز کہ ماہ صفر کی بیسوین اور شہداے کربلا کے ایام عزا کا خاتمہ
ہے ہجوم زائرین سے اوس قبر کی خاک پر پلے نگاہ نہین پڑ سکتا اور کثرت دعاے
مغفرت سے ہر دعا کے حصے مین اجابت کا جزو لا یتجزی بھی کفایت نہین کرتا یہ دو مین

شعر تحریر تذکرہ کے وقت جزو دان حافظہ مین محفوظ تھے تحریر ہوے

ہم تو دشمن آپکے ہین بارے یہ فرمائیے — اور کس کس سے نبھی ہی دوستداری آپکی
رو برو غیرون کے شکوہ آپکا ہم کیا کرین — ہو رہینگی پھر کبھی باتین ہماری آپکی
ای حقیر ایسے ستمگر بے وفا بے مہر سے — دیدہ و دانستہ دیکھو ہمنے یاری آپکی

تخفارت

تخفارت میر محسن ولد سلطان علی داروغہ گاو خانہ انگریزی اس سے زیادہ کچھ اونکے حال سے اطلاع نہین ایک شعر اوسکا گوش زد ہوا تھا لکھا گیا

کسوت خاک پہ اتنا نہ ہوا دان ای تخفارت — اپنے تن پر بھی کبھی جامہ عریانی تھا

حقیر

حقیر تخلص میر امام الدین معروف بمیر کلو مرد متین حلیم مزاج صاف دل آئینہ طبیعت کو غبار بغض و ظلمت و حسد سے پاک اور آفتاب ضمیر کو کسوت جہل و کبر و کدورت سے صاف کر دیا تھا اعداے بھی اوسکے آئینہ دل سے باوجود کوری عداوت کے راز پنہان کو بے پردہ مشاہدہ کرتے اور اغیار اوسکے خلوت ضمیر مین باوصف بیگانگی کے آشنایون سے ہم پہلو بیٹھتے مشق سخن کمال کو پہونچی تھی شعر ریختہ نہایت سنجیدگی اور متانت کے ساتھ کہتا ہر چند رعایت الفاظ کی پابندی حد سے زائد تھی لیکن سلاست عبارت کا سر رشتہ ہاتھ سے نہ جاتا تھا اکثر اشعار اوسکے ناخن بدل زن ہین ایک عرصہ ہوا کہ اس جہان فانی سے عالم جاودانی کا سفر اختیار کیا یہ چند شعر اوسکے انتخاب ہوکر مرقوم ہوے

لیکے موتی بھی نہ دونگا طفل اشک اپنا حقیر — نور چشم آنکھون کے گھر مین پالکے کا لکھیا
چڑھی جو شیخ کو افیون تو دانہ تسبیح — سمجھ الائچی وانکے تمام ٹونگ گیا
ہون ہست و نیست عالم تصویر کی طرح — گویا ہون اور خموش ہون زنجیر کی طرح
دل مین ہی بیٹھ رہین در پہ صنم کے ہی حقیر — راہ کعبہ کی تو آتی ہی نظر دور ہمین
یاد مین اوس بت کافر کے ہون ایسا مصروف — کہ خودی بھول گئی اور خدائی مجھکو
بن کے جوگی چشم قاتل کے بنی مین دل بسا — کوئی پوچھے کیا بنی تجھ پر کہ بستی چھوڑدی
بعد مدت بر مین آیا ناوک دلبر سو آہ — دشمنون نے کھینچ میری جان تن سنی چھوڑدی
ایک آنے پر تمھارے جان دیتا ہی حقیر — نیلو صاحب تمنے کیون یہ حقیر سستی چھوڑدی
گلی مین یار کے چٹیا گھسیٹ لائی تجھے — حقیر صدقے ہو تو اپنی [illegible] تدانی کے
اتر ہی ہین یہ سب لخت جگر روک لو اڑ کے — جانے دے اگر [illegible] اشک کے

کس روسے چھٹے زلف ستمگر کا گرفتار
وہ صید ہی فولاد رکھے جسکو جگر کے

دل شورش اشکون نے تو ہر چند بجھایا
پر شعلۂ دل آہ مرے اور بھی بھڑکے

کوئی غیر نہ تھا گھر کے ہی مردم ہوئے دشمن
آنکھون نے بہایا مجھے اوس طفل سے لڑکے

پامال ہوئے تم تو حقیر آہ جہان مین
چون نقش قدم یار کے قدمون سے بچھڑکے

حقیر تخلص منشی نبی بخش خلف منشی حسین بخش کہ نظم و نثر فارسی مین علم یکتائی بلند اور شہر لطافت بہر اکبر آباد مین محلہ تاج گنج اوسکی سکونت سے باغ ارم پہ ناز کرتا ہی بالفعل عہدہ سررشتہ داری محکمہ فوجداری کی تقریب سے قصبہ کول مین تشریف رکھتا اور اوسکی خاک قدم اوس نواح کے ساکنین کی آنکھ مین توتیا ہی کلام مین فصاحت بلاغت کے ساتھ جمع اور متانت کہ سلاست کے ساتھ فراہم کیا ہی یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے ہین

زخم کے منھ مین بھر آیا پانی
جب کہ پیکان کا مزہ یاد آیا

پھر گریبان کے اوڑینگے ٹکڑے
پھر وہی چاک قبا یاد آیا

خط جو غیرون کو کیے اوسنے رقم
ہمکو قسمت کا لکھا یاد آیا

بسکہ مصنوع ہی صانع کی صفت
بت کو دیکھا تو خدا یاد آیا

آج پھر اوس بت کافر نے حقیر
وہ ادا کی کہ خدا یاد آیا

کیا سبک رو ہین رہروان عدم
کہ کسیکا نہ نقش پا دیکھا

دیر مین ہی ذکر اپنا کعبہ مین بیان اپنا
ایک ہم ہین اور چرچا ہی کہان کہان اپنا

ہاتھ دوڑائے جنون نے پھر گریبان دیکھکر
پاؤن پھر وحشت نے پھیلائے بیابان دیکھکر

کوئی لاسکتا نہین مضمون عالی کو بزور
خود بخود آتا ہی یہ طبع سخندان دیکھکر

سنتے ہین گئے مانی و بہزاد عدم کو
اب کھینچین تو کھینچین کمر یار کی تصویر

وہ نگاہین جنسے تھی مجکو تسلی کی امید
تشنۂ خون آفت دل دشمن جان ہوگئین

گر یہی چاک کی عادت ہی تو ای دست جنون
پیرہن سارے گریبان ہی گریبان ہونگے

قتل تم سوکو کروگے تو مرینگے لاکھون
کشتہ ہر کشتہ کے ہمراہ صد ارمان ہونگے

گر تو نہین ہی عاشق پھر یہ حقیر ہر دم
کیون نالۂ حزین ہی کیون آہ آتشین ہی

حکیم تخلص حکیم نہال الدین خان اسکا بجز اسکے کہ صدر دیوانی آگرہ مین محرر ہی

سلالہ سلاطین کامگار مسند نشین مجد و علا مرزا کریم الدین متخلص بہ رسا اگر اس بلند مرتبت کے اوصاف حمیدہ و اطوار پسندیدہ مرقوم ہون تو اس دریاے زخار کی بے پایانی آشنایان بحر معانی کو ورطہ حیرت مین ڈالدیتی ہی اور اگر اوس سے ایک لخت ہاتھ اوٹھایا جاوے شوق ثنا کی محرومی جراحت خاطر پر نمکپاش اور ناخن حیرت سے دل خراش ہی ع گویم مشکل وگر نگویم مشکل * سبحان اللہ سخن اعجاز سے ہم پہلو اور معنی لطافت سے دوش بدوش کلام اساس کمال پختگی کسے بناے ریختہ اور طبیعت کی گرم جولانی عرصہ داد مین عنان بسته ہر لفظ رنگینی معانی سے سبز تہ تا ہر نکتہ مثل اشارات خوبان دلربا دل نشینی سخن رہی کہ ہنوز لب سے آشنا نہین ہوا کہ طبیعت سامع مین جا بیٹھا اور برجستگی کلام اس درجہ کہ حجلہ فکر سے انباب قدم باہر نہین نکالا کہ جلوہ گاہ صفحہ مین جا پہونچا رسائی ذہن کو معنی بلند سے بام عرش پہ ہم آغوشی اور دقت طبع کو مضامین متین سے نشیمن فارون مین گرم جوشی رنگینی کلام غیرت گل کیفیت سخن رشک مل عرصہ سخن کی یکہ تازی سے قدم آگے بڑھا کر بساط بازی شطرنج پر منصوبہ بیشینی کا ایسا چہا ہی کہ اگر ابوزید زندہ ہوتا اس یکتاے دہر کے ہاتھ سے ایسی ضرب اوٹھاتا جیسے زید سے عمرو اگر اوراق کتاب بقدر تصنیف بیوت شطرنج ہم پہونچین پھر بھی جو صد اون اوراق کا قابل اسکے نہو کہ شمار ہوسکے اوصاف سے انمین گنجایش پذیر ہو راست فکری اس فن مین ایسی کہ فرزین باوصف کجروی کے عرصہ شطرنج مین راست روی کے اندر بادشاہ وقت ہی غایب بازی کا یہ حال کہ اگر حریف گوشہ خیال بساط گستر ہوا وسکے منصوبہ بینی سے جان بر نہو قوت حافظہ کی اعانت سے کلام الٰہی لوح خاطر مین ایسا منقوش ہی کہ آیت وافی ہدایت سنقرئک فلا تنسی کا مصداق اگر اسی یکتاے دہر کو قرار دین تو بجا ہی باوجودیکہ اکثر فنون مین علم یکتائی بلند کیا ہی لیکن ملک سخن مین کشور خدایان کمال سے باج ستان اور اقلیم کشایان فضایل کا تاج بخش ہی کثرت افکار گوہر نثار سے دیوان اتمام کو پہونچا اور انھین ایام مین حلیہ طبع سے محلی ہو کر بصیرت افزاے اہل انصاف ہوا یہ چند شعر اوس دیوان سے انتخاب ہو کر تحفۂ ارباب کمال ہیے

ہوتا جو بادبان نہ محمدؐ کی ذات کا		ڈوبا تھا بحر غم مین سفینہ نجات کا
کیونکر نہ وصل مین تڑپون کہ یاد آتا ہی رہ رہ کر		تڑپنا البتہ غم سے شب تاریک ہجران کا

گاہ گاہ فن سخن مین بھی مستفید ہوا انتیس برس کے عرصے سے پرمٹ کے سررشتہ مین گرد آوری کے عہدے سے ممتاز ہے دو شعر اوسکے نتائج افکار سے بہم پہونچے

ہم اور بلبل و پروانہ بزم الفت مین	ازل سے کھائے ہوے دل پہ داغ ہین رونے ہین
تیرے بسمل کی یہ حالت ہو تو خنجر تھامنا	سر جدا ہاتھ جدا پاؤن جدا دھڑ جدا ہے

حبیب

حبیب تخلص حبیب رشکوہ شہزادہ مرزا سلیمان شکوہ ابن شاہ عالم بادشاہ دو سال ہوے کہ اپنے بہین برادر مرزا انور الدین شاہ تخلص کو ہمراہ لیکر لکھنؤ سے شاہجہان آباد مین آیا تھا اور بزم مشاعرہ مین جو بحسب ارشاد حضرت جہانبانی دربار عام مین مزین ہوتی تھی مدعیان کمال کی طرح اپنا سخن پڑھتا تھا اوسکے سخن نے اصحاب فہم کے دل مین تو جگہ نکی لیکن اوسنے ایک بات ایسی کہی کہ بارباربان سلطانی کے ضمیر صفا تخمیر مین جا پیدا کر لی اب ثابت ہوئی کہ نہین لکھنؤ مین سائر اردو زبان کے سخن طرازونکی

خدمت مین وارد ہے یہ شعر اوسکا مرقوم ہوا

نازنین جب وہ چلتے ہین پاؤنسے آفت ہو جاتا	کافر کہیے اونکو جو وہ انکار قیامت کرتے ہین

حیران

حیران تخلص میر ولایت علی معتبران شاہجہان آباد اور روساے اقبال مند اس شہر لطافت بنیاد سے ہے سابق سرکار گردون مدار حضرت ظل سبحانی مین عہدہ کپتانی سے ممتاز تھا اب خانہ نشین ہے دو تین شعر اوسکی غزل سے انتخاب ہوے

ہرین سوختے ہین شعلے سے نکلتے ہیں ہم	عشق نے آگ مرے سینے مین بھڑکائی کیا
سنگ پیکتا رہون یا چھوڑکے سر مر جاؤن	تیری مرضی ہے تباہی غم تنہائی کیا
شکل تصویر جو حیرت مین ہے تو اے حیران	اوسکی تصویر کھینچ کر تجھے دکھلائی کیا

حیرت

حیرت تخلص حافظ عبد الرحمن ساکن جھنجھانا زبدۂ شرفاے عظام اسوہ نجباے کرام سے ہے نہایت سادی اور حسن اخلاق اوسکے دفتر احوال سے ایک سطر اور خوش وضعی و اہلیت اوسکی نسخۂ اوضاع سے ایک حرف ہے سینہ بے کینہ ذخیرہ کلام الہی سے لوح محفوظ کا نمونہ اور رنگ انبساط چہرہ سلوک کا گلگونہ ہے علم ضروری سے بہرہ ور اور دقائق سخن سے آگاہ کتب درسی کی تحصیل جناب استادی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے کی اور اوسی جناب مستطاب سے ریختہ کی اصلاح لی ہے چند شعر اوسکے نتائج افکار سے ہین

لخت جگر رکا ہوا آنکھون مین آکے ورنہ
کچھ دل مین بیکلی ہی کچھ ہی جگر مین سوزش
پہلو مین اک کسک سی چلی جاے ہی مدام
ای وحشت اپنے آبلۂ پا سے دشت مین
دل دیکے دلبرون کو ہوا دربدر ذلیل
زندگی کے لطف سے غفلت نے رکھا بیخبر
جولان سے اوسکے ہوکے پریشان کچھ اور بھی
اک دو ہی آنسوؤن مین لگا ڈوبنے فلک
گر شربت وصال نہین موت ہی سہی
دین کو زلف و خط و خال و مژہ نے چھینا
ہم جاتے جاتے دیر کو کعبہ مین آگئے
سوتے سے تو نے فتنۂ محشر اوٹھا دیا
نہ کھلا ہاے میرا غنچۂ امید کبھو
رہ رو راہ فنا سب سر منزل پہونچے
کاش وہ وصل مین پوچھے مرے دل کا احوال
ہر چند چھپایا نہ چھپا جوش محبت
اس زردی چہرہ کا کہو حال تو حیرت
اب دیکھیے کیا جان پہ بنتی ہی خدایا
حیرت کا خدا جانے ہی کیا حال کہ ہمدم

طوفان اوٹھائے پھری چشم پر آب کیا کیا
ہین عشق کی بدولت مجھپر عذاب کیا کیا
یہ دل ہو یا جھجھا ہی کوئی خار دیکھنا
رہ جاے تشنہ لب نہ کوئی خار دیکھنا
حیرت ہے ہمکو شتاق تر اشعار دیکھنا
یون گئی ہر عمر رہی جیسے عالم خواب کا
رتبہ ہی گو بلند ہمارے غبار کا
نکلے گی خاک دیدۂ خونبار کی ہوس
کوئی تو نکلے اس دل بیمار کی ہوس
دل بھی غائب ہی کہ ہوگا نقشین چار سو
سرگشتگی سے چھوڑکے راہ سوا سبو
حیرت جگا کے آج پھر اوس مست خواب کو
حسرتین دل کی رہین دل ہی مین کیا کیا باقی
رہ گیا مین ہی فقط راہ مین تنہا باقی
اور کہون مین بھی جو ہی دل مین تمنا باقی
یہ راز ہوا فاش مرے دیدۂ تر سے
کیا دل کو لگا بیٹھے کسی رشک قمر سے
ہم جی تو جلا بیٹھے ہین الفت مین بتان کی
کچھ رات سے آتی نہین آواز فغان کی

حیرت

حیرت تخلص مرزا رمضانی پسر مرزا صمصام الدین اولاد امجاد مرزا امراؤ شاہ پسر اعلیٰ حضرت شاہجہان بادشاہ نور اللہ مرقدہ اخلاق حمیدہ اور صفات پسندیدہ اس پاک نہاد کے حیطۂ تعداد سے خارج ہین رہروان عرصۂ معرفت کی محبت اور پیشوایان مسالک طریقت کی ارادت ایسی اوسکے دل مین ہی کہ دل عاشق مین ہواے معشوق اسطرح متمکن نہوگی فن سخن کو مرزا رحیم الدین حیا تخلص سے کسب کیا ہی یہ چند شعر اوسکے انتخاب ہوکر لکھے گئے ۔

کیون خفا غیر کے کہنے سے ہوئے
کیا سنا تمنے اور کیا دیکھا

دیکھ پاٹ اپنے دامن تر کا
پانی پانی ہے دل سمندر کا

قدر تھا میں کسی سے او لجھتا نہیں آنکھوں میں
دشمن کی آنکھوں میں بھی کھٹکتا نہیں ہون میں

[illegible] کتنی یا ان حیان کے لیتے ہیں حسرت
آویگا ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے

حسرت اب یار سے کیونکر [illegible] کیے
پہلے ہی تمنے محبت نہ بڑھائی ہوتی

اپنے گرمی سینے قوا [illegible]
ناصحو اوتھا [illegible] دل لگانے سے

باب الخاء المعجمہ

خالق تخلص خالق بخش اکبرآبادی شاگرد اسیر اوسکے یہ اشعار بہ نسبت اور اشعار کے بہ راقم کو پسند تھے قابل انتخاب نظر آئے

تھا [illegible] یاد میں عالم کی یا بھول گئے
جو یاد کچھ بھی رہی تو ہمیں تمھاری رات

فراق و رنج و الم [illegible] داغ و قلق
کرم سجنون نے کیا ہمپہ باری باری رات

بندھا خیال جو اوسکی جبین کی افشان کا
ستارے گن کے ہی خالق نے سب گزاری رات

خاص تخلص محمد حمید رضا پسر الٰہی بخش خان مرحوم باشندہ شاہجہان آباد جو جب نیک اطوار اور پلٹن سپاہیان شاہی میں منشی گری کے عہدے سے ممتاز ہے اصلاح شعر شاہزادہ بلند قدر مرزا جمعیت شاہ ماہر تخلص سے لیتا ہے یہ اشعار اوسکی بیاض سے منتخب ہوئے

تھی جدائی گرچہ پہلو میں ہمارے یار تھا
ناز تھا آزردگی تھی رنج تھا انکار تھا

کاوشیں جھیلیں نہ کیا کیا ہو مژگان میں تری
گاہ نشتر تھا جگر میں گاہ دل میں خار تھا

دیکھ لے نقشہ اگر اوس عالم تصویر کا
تو تو کیا زاہد دل آوے اوسپہ تیرے پیر کا

سخت مشکل ہے کہ ہے وہ شوخ تو نازک دماغ
اور نالہ ہے شعار اپنے دل دلگیر کا

ماہ نو کو دیکھکر ابرو کو دیکھا چاہیے
دیکھنا منظور ہو اے دل اگر شمشیر کا

مارکر مجکو ہوا تو قتل عالم پر دلیر
حلق تھا میرا فسان قاتل تری شمشیر کا

کیون تقاضائے خلش ہے دم بدم نفس کے ساتھ ہی
دل میں شاید رہگیا ہے کوئی پیکان تیر کا

ضعف سے اتنی یہ نوبت ہے کہ اے خاص
لب تلک سانس بھی آیا تو بمشکل آیا

خادم تخلص خادم علی وطن اصلی اوسکا لاہور ہے اور اب مدت سے خاک شاہجہان آباد میں

اوسکی برات روزی مقرر رہی یہ شعر اوسکا سنا گیا

نشتین جو کہ نکرنی تھین سو کہین پردہ شوخ		ہو ملا اپنے جگر سوختہ سے پر نہ ملا

خاکی

خاکی تخلص مرزا خاکی ساکن شاہجہان آباد مرد آدمی اور صاحب خلق نیک تھا لیکن دماغ مین مالیخولیا تھا اور طبیعت مین ہجوم اوہام رہین بازار اوسکے قدم کی گرد بشر سے کم آسودہ ہوتی تھی اوسکے اشعار بخلل دماغ پیشتر مین فیض سخن سے گاہ گاہ شعر دلچسپ بھی کہ سینۂ دل پر ناخن زن ہو زبان قلم سے نکل جاتا تھا یہ شعر اوسکا یاد تھا اور اتفاق سے اوسکے ... حال ہے

بیعقلیون کے کام ہی کرتے رہے سدا		عاشق ہوے تو یہ بھی خلل تھا دماغ کا

خاکی

خاکی تخلص خانجہان افغان ساکن شاہجہان پور شاگرد جناب غفران مآب مولوی عبد اللہ خان علوی ذہن سلیم اور طبع قویم رکھتا تھا کتب تحصیلی سے اکثر مقامات مشکلہ جودت حافظہ سے مستحضر تھے گاہ گاہ شعر فارسی کہتا اور حضرت مغفور مرحوم کی نظر اصلاح سے گذرانتا یہ شعر اوسکا یاد ہے

آنکہ بر ستم انکار بیجا میکرد		چشم میگون تراکاش تماشا میکرد

خرد

خرد تخلص بالاپرشاد قوم کھتری ساکن شاہجہان آباد مرد خوش مزاج نیک اخلاق استعداد فارسی مین اقران و امثال سے ممتاز خط نستعلیق کو اس درستی سے لکھتا ہے کہ درست نویسان روزگار اوسکے روبرو اگر اپنی تحریر پر خط شکستہ کا گمان کرین تو عجب نہین ہر چند طبیعت نہایت موزون ہے لیکن جب وارستہ مزاجی سے کچھ فرصت بہم پہونچتی ہے تو فکر شعر کی طرف متوجہ ہوتا ہے غالباً اوسکے مزاج کی وارستگی کنج طبیعت سے خزانۂ خیال اور گنجینۂ فکر مین منتقل ہو جاتی ہے کہ سخن بھی نہایت بیقراری سے کبھی زمین کاغذ پر قدم رکھتا ہے کبھی نہین یہ شعر اوسکا یاد تھا مرقوم ہوا

یہ ہے پتھر اور وہ ہے گلبرگ تراے جوہری		کیا ہے نسبت لعل کو اوسکے لب خوش رنگ سے

خرد

خرد تخلص پنڈت رام نراین شاگرد حافظ غلام دستگیر مبین یہ شعر اوسکا سنا گیا

تم آپ سے نہین جاتے بیان سے گھبرا کر		یہ جسکے جذبۂ دل کا اثر ہے کیا کہیے

خرم تخلص زبدہ انام محمد احمد نام مرد شیرین گفتار پسندیدہ کردار ساکن شاہجہان آباد مروت جبلی ایک جامہ ہی کہ خیاط ازل نے اوسکے قامت استعداد پہ قطع کیا ہی گاہ گاہ فکر شعر کرتا ہی یہ دو تین شعر اُسکے سُنے گئے

مر کے بھی نچھوٹونگا ترے ہاتھ سے ظالم / گر اہو دل سوزان ہیرے پہلو مین رہا تو
جان تن سے نکلجائے ترے سامنے ہمہم / اک دم کے دم اس خستہ کے بالین سے نہ جا تو
مانا کہ ہمسے آپ کو نفرت ہی پہ اسے / کیا کیجیے کہ ہمکو محبت ہی آپ سے

خضر تخلص جوان سال وجوان دولت بلند اقبال ووالا مرتبت عالی دودمان نتیج المکان فرزند رشید حضرت ظل سبحان کہین برادر حقیقی صاحب عالم وعالمیان ولیعہد خلیفہ دوران مرزا فتح الملک بہادر دام اقبالہ یعنی نونہال حدیقہ بختیاری مسند نشین ایوان کامگاری فلک رتبت آسمان رفعت مسیح گفتار کلیم زبان مرزا خضر سلطان بہادر کہ گلشن عمر مین ثمر پیش رس دولت وجوانی سے کامیاب اور چمنستان اقبال مین سر چشمہ ارجمندی سے سیراب ہی خار اگر اوسکے چشمۂ لطف سے نمناک ہو گل کی لطافت پر طعنہ زن ہو سوسن اگر اوسکے انفاس سے فیض یاب ہو سخن سنجان زبان آور کے مقابل گرم سخن ہو مرزا اسد اللہ خان غالب سے تحصیل کمال مین مصروف اور روز وشب مشق سخن مین مشغوف ہی یہ چند شعر اوس قدر شناس اہل ہنر کے کلام سے منتخب ہوئے

مانا کہ ستم تم نہین کرتے ہو کسی پر / غیرونپہ کرم ہو یہ ستم بھی نہین تھوڑا
لہو مین میرے ہون رنگین اگر دیکھون تو یہ دیکھو ان / اونکے ہاتھ پر رنگ حنا دیکھا تو کیا دیکھا
نہ کہ سکتے ہین کچھ اپنی نہ سن سکتے ہین کچھ تیری / ہمین اسوقت مین ای بیوفا دیکھا تو کیا دیکھا
جام جمشید کو آئینہ سکندر کو ملا / خضر مین وہ ہون کہ حصے مین مرے دل آیا
چھٹون کسطرح پھندے سے تبون کے / مجھے کچھ بن نہین آتی خدایا
تار نفس سے ہی بہم اولجھا ہوا یہ تار / نکلیگا دم بھی ساتھ جو نالہ رسا ہوا
گالی سے کون خوش ہو مگر حسن اتفاق / جو تیری خو تھی وہ ہی مرا مدعا ہوا
کہتے ہو وہ بھی ہوس پیشہ ہی جیسا تو ہی / مجھسے ایک چھیڑ ہوئی شکوہ عدو کا تھوڑا
کہتے ہو کہ ایک روز تجھے قتل کرینگے / پر یہ بھی تو اے شوخ ستمگر نہین ہوتا
وہ بھی کیا دن تھے کہ فتنہ رات دن بیدار تھا / خط سے وان رخ سادہ یان آئینہ بے زنگار تھا

تری خاک کف پا سے نہ بدلون — کوئی دے گر مجھے اکسیر آکر
پتھر کی چھاتی سے ہو تلوار کو بیشش — سرمہ جو دیا ہوگئی اونکی نظر اب تیز
ہو کشتونکے مزار پر چھتے رکھنا — ہون جو بھیگے ہوے شراب کے پھول
ظالم ہے یہ ذرا سمجھ کے کرو — اے بتو بند کو بندا ہین ہم
وہ اوسکا خط کب آیا ہے کہ فرط ضعف سے — کھولنا مشکل ہو خط بال کبوتر سے ہمین

تجلیہ تخلص محب اللہ قوم حجام مرید با اخلاص حاجی لال صاحب قدس سرہ العزیز استفرد اوسکا اسرار حقیقت کا موشگاف اور مغترف اوسکی رموز معارف سے گویا اس سے زیادہ اوسکے حال سے اطلاع نہین رکھتے ہین کہ ایک شعر اوسنے موزون کرکے خواجہ قطب الدین بختیار کے مزار مبارک پر رکھدیا شب کو بشارت ہوئی کہ جو شخص ہنگام سحر اول زیارت کو حاضر ہو اوس سے تجکو کچھ نفع پہونچیگا اتفاقاً ایک سبزوار دہوا اور ہنوز اوسکی زبان کسی حرف سے آشنا نہین ہوئی تھی کہ ہمیزہ اوسکا ہاتھ پکڑ کر کسی طرف لیگیا اور جب اوسکے پاس سے پھر آیا تین دن تک مزار فیض آثار پر معتکف رہا اوسی اثنا مین ایک جذب اوسکی طبیعت پر غالب ہوگیا لیکن نہ ایسا کہ آثار سلوک سے مانع ہو تمام عمر ترک علائق کے ساتھ بسر کی وہ شعر یہ ہے

تجلیہ کسے کشاد نیافت — قفل زنگار بستہ مرا بشکن

خلیفہ تخلص رجبی حجام موزون طبع ظریف مزاج ساکن شاہجہان آباد تھا راگ ورنگ مین شہرہ یاران رنگین صحبت اور ضلع اور جگت مین ہمرنگ مصاحبان صادق المودت ایک پہلوان کی ہجو مین چند شعر موزون کیے تھے اونہین سے یہ شعر یاد رہگیا

اوندھا پڑے ہے نیچے سدا ہر جوان کے — تا لوگ یہ کہین کہ کبھی چت نہین ہوا

خلیل تخلص سید ابراہیم علی اکبر آبادی ساکن محلہ نوری دروازہ شاگرد خلیفہ گلزار علی اسیر حال اوسکا اس سے زیادہ معلوم نہین ہوا یہ چند شعر اوسکے منتخب ہوکر لکھے گئے

وصف دہن تنگ نے خاموش کیا ہے — فی جائے تکلم ہے نہ موقع ہے صدا کا
اوس زلف کے پھندے سے رہائی نہین ممکن — ہرگز نہین چھٹتا ہے گرفتار بلا کا
وصل کا سنتے ہی مژدہ ہوگیا اپنا وصال — موت کا پیغام تھا قاتل ترا پیغام کیا

کعبہ و دیر مین کسکے لیے پھرتے ہو خلیل
سچ کہو شوق ہوا کس بت ہرجائی کا

تیور بدل گئے دیتے ہین تعظیم ظاہری
بیقدریون سے ہوتی ہے توقیر آج کل

بیکسی مین نہین ہوتا ہے کسیکا کوئی
شمع بھی روئی نہ آکر سر تربت مجکو

یوسف کو فقط ایک زلیخا نے لیا مول
وہ کون ہے تیرا جو خریدار نہین ہے

وارث آدم صفی اللہ ہے تو اے خلیل
حور ہے تیرے لیے باغ جنان تیرے لیے

ملجائیگا موقع جو کبھی دادرسی کا
اے بت تری اللہ سے فریاد کرینگے

خلش تخلص فردوس علی نام ماموون زادہ محمد عبد الحکیم بسمل تخلص ہنوز سن چودہ پندرہ سے متجاوز نہین اور جودت ذہن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت جلد تحصیل علم سے فراغت حاصل کرے دسوین برس مین حفظ کلام ربانی اور اکثر کتب نظم و نثر فارسی کی تحصیل سے فارغ ہوا فکر شعر مین تازہ قدم رکھا ہے اور صاحبزادہ جناب صہبائی مولوی عبد الکریم سوز سے شعر کی اصلاح لیتا ہے یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

اوس سے مل مل کے دلا دیکھ تو کیا کیا نہوا
ہمکو کیا تیرے ہی کچھ حق مین یہ اچھا نہوا

مین جو پامال بھی ہوتا تو ترے قدمون مین
حسرت آتی ہے کہ کیون خاک کف پا نہوا

کیون یہ کہتے ہو خلش گو کہ وہ بیمار نہ تھا
کچھ تو آزار اوسے تھا کہ وہ اچھا نہوا

کیون نہ چھوڑا بہار مین صیاد
میری منظور گر رہائی تھی

ضعف سے لب پہ تھم گئے نالے
ورنہ آفت فلک پہ آئی تھی

کچھ اثر تھا نہ آہ سکے منظور
یہ بھی اک طبع آزمائی تھی

کیا مزے سے خلش گذرتی تھی
جبکہ اوس بت سے آشنائی تھی

میرے ہی دل کی طرح یہ بھی نہو وے دردمند
کوئی پوچھے تو کہ یہ کیسا جرس مین شور ہے

حمار رامرناتھ نام قوم پنڈت نوجوان خوش وجاہت لطیف مزاج تیز فکر اشعار فارسی کی طرف راغب ہر چند اس فن مین ہنوز عالم نومشقی ہے لیکن جو کہ موزون طبع اور طبیعت معنی یاب واقع ہوئی ہے سخن خالی لطف سے نہین ہوتا یہ دو تین شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

اے بخت مژدہ باد کہ مشت غبار ما
موج نسیم بر در کوے نگار ما

باچنین کافردلے صید حرم نتوان شدن
دل اسیر حلقۂ زلف بتان داریم ما

دو پیش با آن جان شکار نازنین گفتنا چہا | شنو آہ غافل کہ حرفے بر زبان نامد

خموش تخلص گوپال سنگھ ارهر بادشاہ متوطن قدیم حضرت شاہجہان آباد و مدت سے زمین پنجاب و ملکی سکونت سے انتخاب سرایچ مسکون ہو کر دهر جبالوجود دو منظر ایشار سخنا وجود ہے اوائل مین قدر دانی راجہ رنجیت سنگھ سے بہت مرتبہ بہم پہونچا یالیکن کثرت اشعار سے جب دیکھا گیا بادراکی ہین ایک دوجامہ پوشاک کے سوا کبھی ذخیرہ نہوا انقلاب نے بھی اوسکو ملک مین تاگبا سنکا ہم وقت کی طرف سے ہو کہ تسمیلداری پر مامور اور حرف اوسکے جود وکرم کا زبان خلایق پر مذکور ہے مصداق اس شعر کا گویا وہی بزرگ منش ہے

نمیباشد نشانے غیر در و یشے گریبان را	کہ افشاندن تہی میباز د آخر دست دہقان را

یہ دو تین شعر اوسکے نتائج طبع موزون سے ایک آشنا کی زبان سے کہ نواح پنجاب سے وارد شاہجہان آباد تھا مسموع ہوے

کیا ترا احوال ہے ہے بھی تو کچھ کہ خموش	آشنا یون سے نہین اچھا چھپانا راز کا
خموش کس سے بنا اختلاط ہے کہ یہان	کچھ اندنون کہین تیرا پتا نہین ملتا
دیکھ آیا تھا خموش خستہ جانکو مین ہان	دل کو دھڑکا ہے کہ کہتے ہین کوئی مارگیا

خواہش تخلص آزادہ مرد نیکو نہاد میر الہ داد متوطن اکبرآباد مستغنیانہ زیست کرتا ہے چار پانچ برس ہوے کہ سفر حجاز اختیار کیا اتبک کچھ خبر گوش زد نہین ہوئی اگر راہی ملک بقا ہوا جان اوس قدسی طینت کی طوطیان فردوس کے ساتھ ہمنوا ہے اور اگر حیات مستعار ہنوز اوسکے لباس خاکی کا طراز آستین ہے وہ لقاے پر ضیا پھر منتظر شاہجہان آباد کی آنکھ کے واسطے بصارت افزا ہے یہ دو شعر اوسکے راقم کے گنجینۂ حافظہ مین مخزون تھے

تیرے آنے کی دھوم ہے دل مینا	حسرتون کا ہجوم ہے دل مین
ہر قدم پہ ہین آفتین برپا	چال ہے یا کوئی قیامت ہے

خورشید تخلص خورشید احمد لکھنوی مولد دہلوی مسکن نسب اس صاف باطن کا چونتیس واسطے سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق ابن خطاب رضی اللہ عنہ تک اور پانچ واسطے سے زبدۂ کرام سلسلۂ عظام عارف ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تک پہونچتا ہے حضرت خواجہ محمد زبیر علیہ الرحمۃ والغفران کی مسند

خدا رفت اُسی شکی اراہ معرفت کی تکمیل سے زیب وافر رکھتی ہے اوائل میں شاہ رؤف احمد ہے کہ اُنکے برادر عم زادہ اور جناب مستطاب واقف اسرار خفی وانوار جلی شاہ غلام علی مرحوم کے خلیفہ تھے خاندان نقشبندیہ میں بیعت کرکے اجازت ارشاد مریدان باخلاص حاصل کی اور پھر شاہ سعد اللہ حیدرآبادی اور حضرت سراپا افادت سراپا آگاہ معارف دستگاہ شاہ احمد سعید مدظلہ العالی علی مفارق المستفیدین سے کہ بالفعل تکیہ گاہ شاہ غلام علی مرحوم میں بجائے والد ماجد مغفور شاہ ابوسعید صاحب کے متمکن ہیں فیض یاب ہوکر از سرنو رہنمائے طالبان مقصود کی اجازت لی اور اسپر قناعت نکرکے اطراف ممالک دور دست یعنی اقصائے نواحی ہندوستان اور خراسان اور ماوراءالنہر اور ولایت فرغانہ جسکا تخت گاہ خوقند ہے اور بلخ اور بخارا اور سمرقند میں سیر کی اور ہر صاحب کمال سے استفادہ کیا خصوصاً اپنے بزرگان کرام کے مزارات سے فیض بحساب کسب کیا اشعار فارسی وریختہ طرز خوش اور روش دلکش کے ساتھ کہتا ہے فن شعر میں اول شاہ رؤف احمد مرحوم مغفور مزبور سے کہ متخلص برافت اور اس نیک نہاد کے پیر طریقت تھے اور پھر محمد مومن خان مومن مغفور اور بعد اسکے مرزا اسد اللہ خان غالب سلمہ اللہ تعالے سے استفادہ کیا یہ چند شعر اوسکے کلام سے منتخب ہوئے

اشعار فارسی

بہواے چمن ای واے پریدن نتوانیم
دیدن بروے خوب تو گیریم جرم ماست
عاشق و رندیم ولے آن مسبحہ چہ کنم
از رقیب آزار اے دل گر رسد ہرگز منال
در طلب آید و من ہیچ نہ پرسم خورشید
از جناب رشتہ مرید اعتذری انقیب
آخر بجگر چند بجز مشتعل شدے
با لعل تو با لعل بدخشان نہ فروشیم
تیز سپم از مدرسہ و جانب میخانہ بدیم
ساقی بخیز و بادہ گلگون بجام کن

در موسم گل ریخت فلک بال و پر ما
بر حال زار رحم نکردن گناہ کیست
ای برہمن بت و بتخانہ و زنار کجا ست
از برائے گل جفاے خار ہے باید کشید
نالہ من بہ لشن خوش اثرے پیدا کرد
لطف عنایتے کرے داشتے چہ شد
خورشید مہ لقا صنمے داشتے چہ شد
خنبیست گرانمایہ کہ ازان نفروشیم
سانم ہمی زلف ماہ جبینان گیرم
فانع مراز وسوسہ ننگ و نام کن

ای صبا نکہت آن رشک چمن باز رسان — مژدہ دولت دیدار بمن باز رسان
مہ و خورشید یکسو چہرۂ آن سیم تن یکسو — عبیر و مشک یکسو بوی [illegible] یکسو

اشعار ریختہ

کہان پہلو مین دل خورشید [illegible] — جو کچھ تھا آنسوؤن کے ساتھ خون ہو کر بہا
بچانے کو اور کیا باقی رہا دست جنون مین — چاک دامن ہو گیا اب تو گریبان ہو گیا
بہاتا نہین آنکھون سے تشنہ کبھی خورشید — [illegible] وہ گویا [illegible]
نوید وصل یہ مانا کہ جھوٹ ہے خورشید — کسی طرح کو تسکین تو اضطراب [illegible]
تمہون نے عشق سے باز آتے ہی نہین خورشید — [illegible] محبت مین کیا مزا [illegible]

باب الدال المہملہ

دارا

دارا تخلص میران شاہ مرزا دارا بخت مغفور ولیعہد سابق حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ حلیم و بردبار تھے و عموم اشفاق و کرم اخلاق انکی ازبسکہ صفت تھی کاروبار سلطنت ظاہر کرانی ہمت عالی کے الحق [illegible] ساتھ تسخیر ملک مقدس کی طرف متوجہ ہوئے گاہ گاہ فکر شعر اور شیخ ابراہیم ذوق کو اپنے تلمذ سے سربلند کرتے تھے یہ تین شعر اونکے نتائج افکار سے تحریر ہوتے ہین

ہم خاک ہو گئے ہین کوچے مین یار کے — لیکن یہ خوف ہے کہ صبا تو خبر نہ دے
دل سے لطف و مہربانی اور ہے — مہربانی کی نشانی اور ہے
مجھسے کب ہوتا ہے اب دارا وہ صاف — اوسکے دل مین بدگمانی اور ہے

داغ

داغ تخلص ہے شمع افروز بزم محبت گرمی ہنگامۂ الفت دوست صداقت التیام نواب مرزا نام جوان خوش وجاہت کا کہ پاکی سیرت و لطف صورت کو بزم خوبی مین باہم اور موافقی باطن اور حسن ظاہر کو محفل کمال مین باہم رکھتا ہے ادب و تواضع ایک جامہ ہے اوسکے قامت احوال پر راست اور خلق و مروت ایک ذخیرہ ہے اوسکے گنجینہ طبع مین بے کم و کاست ضمیر صافی اور فروغ مشرق اور آفتاب شوخی فکر اور طبع لمعہ برق اور سحاب معنی کی رنگینی اور عبارت کی متانت اور الفاظ کی شستگی اور کلمات کی [illegible] حد اوصاف سے خارج ہے فن سخن مین شیخ ابراہیم ذوق غفر اللہ لہ سے استفادہ اور فیض اوستاد اور طبیعت رسا کی امداد سے آرایش بزم کمال مین آمادہ ہے راقم حروف کے

ساتھ ایسا ارتباط ہی کہ رابطہ ظاہری کو اتحاد باطنی سے مبدل کیا اور اتصال صوری کو صفائے معنوی کی صورت مین تمثیل دی چند شعر اوس صاف دل نیک نہاد کے نتائج

طبع سے ہین

سب خاک ہو مین آج مرے دل کی بستیان
نہین ہے تاب ستم تو حضرت دل
داغ جہان سے رہے دنیا مین
تیرے وعدہ پہ ستمگر ابھی اور صبر کرتے
کہانتک کرین تحمل اس نالہ و فغان کا
آگ آفت زمانہ لگتین مین ہو وہ شوخ
لگ گئی جب چھٹے ہی داغ جنون آئی کہان
ہم جانتے ہین خوب ترے طرز نگہ کو
گر تو کسی بہانہ سے آجائے وقت نزع
تو حال دل چھپاتے ہین پر اسکو کیا کرین
تیری تنگی اپنی تو جانا ہے
ہر کچھ جواب سخت مقرر کہا ادھر
ٹھنی ہی کب بہار جوانی تمام عمر
اونھون نے خود تو بھیجا پر سمجھ مین کچھ نہین آتا
کہنے دیتی نہین کچھ منھ سے محبت تیری
سنتے تھے ایک عمر سے طوفان نوح کو
دل و دین کو جسنے دیا ڈبو یہی نامراد ہی ابر تر
وہ تو ستم کرینگے کوئی مر رہی کیون نہ جائے
کیون ایسے اوٹھ کے جاتے ہوا ہو داغ اونکے گھر

کل تک تو تیری ذات سے کیا کیا یقین تھا
عاشقی کو سلام کرنا تھا
اور پسند مقام کرنا تھا
اگر اپنی زندگی کا ہمین اعتبار تھا
تب سے دل کو بیکلی جھگڑا ہی کیا نکلا
کیا ہوگا جبکہ آئیگا عالم شباب کا
مجھکو کچھ حال تو محبت بتا تو اپنا
ہر قہر کی آنکھ اور محبت کی نظر اور
ظالم کرین ہزار بہانے قضا سے ہم
آئے مین خود بخود نظر اک مبتلا سے ہم
سہ کبھی رنگ زمانے کا بدلتا ہی نہین
اور تھکتے ہین دیر دیر مرے نامہ بر کے پانون
مانند بوئے گل ادھر آئی ادھر گئی
کسو سو طرح کا ہر بات مین پہلو نکلتا ہی
لب پہ رہجاتی ہے آآکے شکایت تیری
دکھلا دیا نگاہ حسرت آشنا نے
کہین داغ تمنے سنا جو ہوا ہی رو سیاہ کا نام تو
ہم بھی ستم اوٹھائینگے اب سر کیون نہ جائے
جائے کہین تو آدمی کہ کہی کیون نہ جائے

دولہ تخلص مظہر الدولہ نواب جہانگیر محمد خان خلف میان امیر محمد خان والی بھوپال جوان اقبال مسند رستم توان حاتم سخا شیر دولت ضیغم مہابت تھا از بسکہ طبع موزون اور فکر نکتہ پسند رکھتا تھا قدر شناسی کمال سے شعرائے بلند سخن صد ہائے نمایان سے بہرہ ور

مژہ کو سرمے سے اوس شوخ نے کیا ہی سیاہ	رکھی ہی سان پہ تلوار دیکھیے کیا ہو

ذوق

ذوق تخلص طوطی شکرستان شیرین زبانی بلبل چمن زار رنگین بیانی صیرفی نقود
گران دستہ بند رنگینی مقال بانی بناے فصاحت میراب گلشن بلاغت فارس مضمار
سخنوری شہسوار عرصۂ حق پروری مسند نشین ایوان دانش و آگاہی استاد حضرت
ظل الٰہی شیخ ابراہیم مخاطب بخاقانی ہند سایۂ تربیت ظل سبحانی مین شب جوانی کو
صبح پیری تک پہونچا دیا اور رضاے مرشد آفاق مین اپنی ہواے نفسانی کو بیک قلم
مٹا دیا خسرو روزگار کی بدولت جسقدر درجہ اعتبار کا بلند ہوا مرتبہ پندار کا پست اور حقیقت
دستان کمال مین ہوشیار ہوا میکدۂ عرفان مین مست کوہ اس گران قدر کے
پلۂ وقار مین کاہ آفتاب روشن اس صاف دل کے فروغ ضمیر کے مقابل سیاہ بلندی
مرتبہ کو لباس خاکساری مین ایسا چھپایا تھا جیسے گرد مین آسمان رعونت تونگری کو
لکدکوب فقر مین ایسا دبایا تھا جیسے زمین کے نیچے گنج شایگان اگر حلم کا پاؤن قلہ کوہ پہ
پیچ تاب کوہ گرانی بار سے پشت گاو زمین پہ تکیہ کرتی اور اگر علم کی آنکھ باریک بینی کی طرف
متوجہ ہوتی کثرت مین معنی وحدت کو صورت کثرت سے روشن تر مشاہدہ کرتی تسلیم سے
ابرو کے مانند سر و چشم عالم پر جا گزین اور افتادگی سے زلف کی طرح چہرہ خوبان
مقام نشین ہلال ابرو اگر اس صاحب کمال کے آفتاب توجہ سے ایک پرتو لیتا بدر ہو جاتا
اور طفل اشک اگر اس صاحب قدرت کی کنار شفقت مین تربیت پاتا سنین عمر کو سر حد
پیری تک پہونچاتا بلندی سخن کو آسمان سے دعوی برابری شیرینی طرز کو قند سے کلمہ ہمسری
قلم کے زور سے ضرب المثل کو طپانچہ رستم کی توانائی روح القدس کے فیض سے صریر
قلم کو اعجاز مسیحائی سبحان اللہ اوس تازہ گفتار کی طبیعت کیا گلشن سراسر بہار رنگ
کیا گلزار سراپا نگار تھی کہ فضلا اوسکا سبزہ و ریاحین سے بہتر اور خاشاک اوسکا بنفشہ و سنبل سے
خوشتر ہجوم قافلۂ معنی سے ہر بیت مین معانی کثیر منزل گزین اور کثرت ورود مضامین سے ہر مصرع
مین مضامین متعدد گوشہ نشین ہر چند کثرت انواع سخن سے خود ترتیب دیوان کی طرف التفات
نہین کی لیکن اکثر احباے صداقت کیش و تلامذۂ اخلاص اندیش اون اشعار گوہر
نثار سے بڑی بڑی بیاضین فراہم رکھتے ہین اور شب و روز مانند فرزند عزیز کے سینے سے
منضم سبحان اللہ زمانہ قدرناشناس کسقدر ناتوان بین اور چرخ سفلہ نواز کیا نادان پرور دانا

کہ اوس سخن سنج بیعدیل کو گاہ حیلہ ہاے دلکش اور گاہ موانع جانگزا اور کبھی شعبدہ ابلہ فریب
اور کبھی سوانح ہوش ربا سے اسقدر فرصت نہ دی کہ کواکب نیرہ سخن کو کہ گردش روزگار سے
نبات النعش کا حکم رکھتے تھے فراہم کرتا او ثریا کے مانند ایک سلک مین انسلاک دیتا کہ مشتاقان
فہیم کی نظر اوس غیرت ارژنگ سے گاہ نگارخانۂ چین کے نقوش کی رنگینی مشاہدہ کرتی اور گاہ
طلسم بہار کی نیرنگی کا لطف اوٹھاتی اس نیرنجی مشعبد نے طالبان کمال کی محرومی کے لیے
طرفہ سامان کیا ایک طرف ایسا خلق عمیم اوسکی طینت مین مخمر کیا کہ دوست بھی اوسکے خوان نوازی
سے کامیاب ہوتے اور دشمن بھی اوسکے چشمۂ الطاف سے سیراب خلائق نے جب اوسکے مدرسہ
افادہ مین درود ربان نہ دیکھا شوق نے پانون بڑھایا اور کاہلی نے کس و ناکس کی طبع سے ہاتھ
اوٹھایا صبح سے شام تک تربیت طلاب کمال اور حک و اصلاح سخن سے خواب و خور کی مہلت
نصیب اعدا تھی اور ایک جانب ہجوم امراض گوناگون اور افراط عوارض بوقلمون نے
عافیت مزاج پر ایسا عرصہ تنگ کر دیا کہ دائرہ صحت نقطہ موہوم کے حوصلے سے ہم آغوش ہو گیا
تفرج گلزار شباب کے آغاز سے سیر مقامات شیخوخت تک حوادث دہر سے کبھی نشیب و
فراز پیش آتے رہے اور نقطہ بھی اسباب تشویش کے صرف احوال ہوتے رہے ان موانع دعوائق
کی مزاحمت کب روا رکھتی ہے کہ پاے ثبات کو دامن فراغ خاطر مین تردد سے باز رکھے اور خامہ
و دوات کی دستیاری سے ذخائر طبیعت کو کبھی نظر ثانی کے زیور اصلاح سے مزین کرے
اور کبھی گنجینہ کتاب مین مخزون روزگار کی اسقدر ناساعدی سے زمانہ حال مین پاشکستگان
مواضع دور دست اور استقبال مین متوقعان نقود ہستی کے حق مین زیان عظیم متصور تھا لیکن
روزگار غدار اسیقدر ناہنجاری پر بس کرتا اوس سفاک دراز دست اور اوس بیباک سیاہ سینے
نے خوانِ حاضران بزم استفادہ پر بھی ہاتھ صاف کیا اور نچاہا کہ جنہے اور نعمت الوان فوائد تربیت
کام ستان اور لذت گیر ہین اوس نقاش صحیفہ کمال کے نقش وجود کو لوح ہستی سے ایسا
محو کر دیا کہ نگاہ طلب اگر خلوت عنقا مین تجسس کرے نشان نہ پاوے حیف صد حیف ذوق بیچارہ کس ترقی
جاہ اور کون سی افزونی مال سے اس تنگ چشم کوتاہ نظر یعنی چرخ ستمگر کا محسود ہوا یہی ایک
بیش بہایگی متاع ہنر اور تونگری سرمایۂ کمال اوس بے ہنر نواز کی آنکھ مین مثل خار کھٹکتی تھی
کہ ایسے نہال بارور کو باغ عالم سے مستاصل کیا حزین شیرازی کا نوحہ حسرت کسقدر
دل خراش ہے

ازمن

بانجت خود عداوت ہفت آسمان مخواہ	ازمن بگیر عبرت وکسب ہنر مکن

اجمال زیور تفصیل سے اسطرح محلی ہوتا ہی کہ ماہ صفر ستہ بارہ سو اٹھتر ہجری مین مرض اسہال نے اشتداد اور اعراض گوناگون نے امتداد بہم پہونچا کر لشکر طبیعت پر شبخون کیا اور ضعف سابق اوس مرض کا سربار آور اوس علت کا علاوہ تھا باوجودیکہ زبان کو یارائے حرف زنی اور لب کو طاقت جنبش باقی نہ تھی صفائی باطن اور جلائے آئینہ ضمیر کے اقتضا سے جو جو نگارخانہ جہان قدس سے افاضہ ہوتا تھا بے اختیار انفاس فیض اقتباس کے ہمراہ محفل اظہار مین جلوہ گری کرتا تھا اوسکے نفس مطمئنہ کو مبادی فیاض سے کیا نسبت خاص تھی کہ وہ واردات غیبی جن سوانح سے مشعر تھین اونکا ظہور جلوہ گاہ وقوع مین بے تکلف معاینہ ہوا اوسی اثنا مین گنجینہ داران خزانہ تحت العرش نے یہ گوہر بے بہا اوس جوہری سخن پر عرض کیا

کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے	کہتے ہین آج ذوق جہان سے گذر گیا

اور طرفہ یہ ہی کہ جب وہ دن گذر گیا اور شب چارشنبہ آخری ماہ صفر نے باآنکہ اوسکی حیات سے ہنوز ایک رمق باقی تھی نقاب سیاہ چہرہ روزگار پر ڈالدی کشادہ پیشانی خراب آباد عالم صورت سے دل اوٹھا کر سبحان صومعہ نیلگون کے ہمپا گلشن جنان کی طرف راہی ہوا اور چارشنبہ کے روز اوسکا جنازہ اس عظمت شان سے اوٹھا کہ حاضرین وقت کو گمان تھا تختہ تابوت پر تخت سلیمان کا ہی اس اندوہ سے قلم کی زبان شق اور صفحہ کا رنگ فق ہی کیا کیجیے اور کیونکر لکھیے جسقدر الم اہل روزگار کے دل پہ طاری تھا اگر سب لکھا جاوے تمام ترکستان کے خدنگ قلم کے واسطے کافی نہوین اور سواد ہند مداد کے باب مین وافی سخن کی سوگواری کا حال مرقوم ہوتا ہی اشعار نے اس ماتم مین قد سے لباس سیاہ پہن لیا اور ابیات نے اس غم مین بین السطور سے گریبان چاک کیا قلم دہن دوات مین صورت آہ تھا اور حروف کا لباس سیاہ الف کمال حیرت سے اپنی جاے پر ایسا خشک ہو گیا گویا اوسکے اعضا سے حرکت یک قلم سلب ہو گئی تھی بے کے فرط غشی سے زمین سخن پر دراز پڑی تھی ازبسکہ حالت اضطراب مین کچھ سنگ ریزے اوسکے اعضا مین چبھ گئے تھے جنکی نظر فقط اوسکی پشت پر واقع ہوئی اوس سنگ ریزہ کو ایک نقطہ سمجھ کر اوسکو بے ہی تصور کیا اور جو لوگ اوسکے چہرے کو دیکھتے بقدر زخم کے کسی نے دو نقطہ تے کے گمان کیے اور کسی نے تین نقطہ تے کے قرار دیے جیم اور حے اور خے سینہ خراشی کے واسطے ہمہ تن ناخن تھے اور دال اور ذال کا قامت بار غم سے خم

سب حروف نے اسیطرح سے بزم ماتم کو مرتب کیا اور ہر ایک نے روز عیش کو شب

مقتدائے حکمت و صدر زمین کز بعد او
گوہرے بود او کہ گرد نقش‌ہا دانی شکست

گر زمین راچشم بودے بر زمین بگریستے
جوہرے کو نا برین جوہر شکن بگریستے

بادشاہ گردون بارگاہ ملائک سپاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ نے غم استاد سے
اوس روز جشن موقوف کیا اور ارکان دولت اور اعیان سلطنت مین تہلکۂ عظیم پڑ گیا حضرت
سلطنت پناہ کی کمال التفات کا حال یہان سے معلوم ہوتا ہی کہ ہرچند خلاف داب سلاطین
روزگار ہی قطعہ تاریخ اپنی زبان الہام ترجمان سے ارشاد کیا اور چند بار لب گوہر فشان تک
لا کر ذوق مرحوم کے حقوق جان نثاری کو یاد کیا وہ قطعہ یہ ہی

شب چارشنبہ بماہ صفر
ظفر روے آورد بناخن ز غم

بحکم خداوند جان داد ذوق
خراشید و فرمود استاد ذوق

عموم غم اور شمول اندوہ کا حال یہان سے معلوم ہوتا ہی کہ فصحاے سحبان بیان اور بلغاے
شیرین زبان بلبل موزون طبعان تازہ مشق اور کم سوادان نوبنیاد سواد مینو بنیاد خاص شہر
شاہجہان آباد کیا کہ نواحی دور دست کے مواضع و قریہ مین ایسی گلزمین متصور نہین کہ وہان
روشن سوادان سطور صحائف سے حرف شناسان رقوم ابجد تک کسی نے زبان خامۂ رنگین نگار
کو حرف تاریخ سے آشنا نکیا ہو مسموع ہوا کہ ایک خوش مذاق نے سعی اور تجسس کو کام فرماکے
ان قطعات سے کچھ کچھ بہم پہونچائے بعد شمار کے دریافت ہوا کہ تین سو سے زیادہ فراہم ہوگئے
سبحان اللہ رنگ قبول ایک گلگونہ خداداد ہی کہ روے شاہد ہنر اوس سے گلگون اور حسن
دلرباے کمال اوس سے روز افزون ہوتا ہی اس راہ مین نہ سعی و کوشش کارگر ہی اور نہ جستجو
و تلاش راہبر

کسے و بہ ستم اقبال داد بار
قبول خاص درگاہ آلہی

بغیر از قدرت حق نیست مختار
بخواہی یا نہ گفتن خواہی نخواہی

سعادت داران ہنرور اور [illegible] اران تواریخ و سیر پر خوب واضح ہی کہ جس وقت سے کوچۂ نظم
[illegible] آمد و شد کے لیے جادہ اور میدان ورق کا دوان حروف و الفاظ کے واسطے
فرودگاہ ہی شعراے گرامی اور سخنوران نامی کہ سحبان اونکے خوان فیض سے ریزہ خوار اور
صاحب ابن عباد اونکے خرمن افادہ سے زلہ بردار ہی حوصلہ تعداد سے افزون مسافر اقلیم

عدم ہوے اورکسیکو اسقدر قبول خاطر خاص وعام روزی نہین ہوا بازار حسد قدیم سے گرم ہی اور ناتوان بینی ہمیشہ سے بے آزرم کہتے ہین کہ اس خاک ارم رشک مین کسی مدعی فضل وہنر نے جب ذوق مرحوم کے ماتم مین صدای نوحہ کو اسقدر بلند اور دوست و دشمن کو حسرت واندوہ مین اتنا سرگرم اور عامی وجاہل کو تلاش مواد تاریخ مین اس حد تک ساعی اور دور ونزدیک کو مراسم عزا مین یہانتک مستعد دیکھا قریب تھا کہ پنجۂ حسد سے گریبان طاقت کو چاک کرے اور ناخن غیرت سے سینۂ تحمل کو مجروح آخر بخیہ لب گسستہ ہوا اور حرف شکوہ اس پیرایہ مین زبان حسرت بیان سے آشنا کہ اگر مجکو یقین ہو کہ میری موت ایسی حسرت افزا ہوگی تو اس عزاداری کی ہوس مین اپنا گلا آپ گھونٹ کر مرجاؤن سچ ہی ع مرگی کہ زندگان بدعا آرزو کنند اینہی مرگ ہی ہرچند قطعات تاریخ کہ بالفعل پیش نظر اور سرمایہ روشن سوادی بصر ہین اکثر ایسے ہین کہ زبان قلم کو انکے ذکر سے ساکت ہونا عیب سخن فہمی ہی لیکن جب چشم بصیرت وا اور نظر انصاف بینا ہوتی ہی دل دردمند بے اختیار صدا دیتا ہی کہ ای راہ تلاش مین عنان گسیختہ اور ای عرصۂ طلب مین گرد انگیختہ اگر قطعہ حزن انگیز مسمی بہ واقعہ تعجب خیز کہ نتیجۂ فکر رسا اور ریختۂ خامۂ بلاغت نگار والی اقلیم سخنوری ناظم مناظم معنی پروری صاحب زادہ بلند اقبال جناب کمالات مآب حضرت اوستادی ومولائی مولوی امام بخش صہبائی یعنی موجد معانی دل افروز مولوی عبد الکریم سوز ہی ان جواہر آبدار کے سلک مین منسلک کیا جاوے تو اونکا حال اوسکے روبرو بعینہ ایسا ہی کہ حسن یوسفی کے بازار مین سیہ چردگان زنگبار کو عرض کرین اسکی رنگینی کے روبرو وہ نقوش نیرنگ ہین اور اسکی متانت کے مقابل اون جواہر بے بہا کی قدر سنگ سنگ اور اگر یکقلم اوسکے اظہار سے اغماض عمل مین آوے مذاق سخن فہمی کی محرومی کا کیا جواب ناچار تشنگی شوق کا علاج اسی آب سے اور خمار طلب کا چارہ اسی شراب سے کرتا ہون تاکہ سرستان مصطبۂ انصاف پہ منکشف ہوجاوے کہ شستگی الفاظ وپاکیزگی معانی وچستی تراکیب وسیرابی ادا و بے تکلفی مواد تاریخ کسقدر دعوے داران کمال کی دندان شکن ہی

واقعۂ تعجب خیز

صبحدم نکلا مین اپنے گھر سے باآہ وفغان	ذوق کے مرنے کا جب مشہور افسانا ہوا
جا کے اوس بیگانہ خو ناآشنا بے مہر سے	یون کہا مین نے کہ کیا ہنستا ہی تو بیٹھا ہوا

آج وہ دن ہی کہ ہر جا نالہاے زار سے
لب پہ نالہ دل مین غم سینے مین درد جانگداز
تجکو بھی کچھ حال سے ہو اوسکے ظالم اطلاع
مجھسے ہنس ہنس کر لگا کہنے کہ ای دیوانہ وش
کچھ سمجھ مین میری تو آتی نہین باتین تری
کچھ سبب تو مجھسے کہہ اسکا کہ اب کس واسطے
مین نے یہ سنکر کہا اوس سے کہ ای خانہ خراب
ہوتے ہین سارے بتان بیوفا غفلت شعار
تجکو بھی شاید خبر ہو ذوق نام اک شخص تھا
ایک مدت سے تری آنکھون کا وہ بیمار تھا
آج لیکر حسرتین ہی حسرتین سوے عدم
ہاے یان سے اسطرح ہو ہو گئے دل بردا شتہ
وان خدا جانے اوسے کسکی محبت لے گئی
گر وہ تھا وہ دامن رحمت پہ اوڑکر جا پڑا
تو بہ تو بہ وہ دامن رحمت پہ کار گر دگیا
پاک تھا وہ آب ذات پاک ہی مین ملگیا
ایک جوہر تھا کہ وہ معدن مین جاکر چھپ رہا
کیا کہون میری [illegible] تجھ جیسے بھی جہان مین کون ہون
تجکو بھی ہر دم ستانا [illegible] دل آزاری رہا
اور رقیبون نے نہ کب چاہا کہ کیجے اوسپہ ظلم
اب جو وہ سوے عدم راہی ہوا تقدیر سے
لیکن اب افسوس و حسرت کرنے سے کیا فائدہ
اوسکو تو مرنا تھا آخر رنج سہہ کر مرگیا
اتنو گر بالفرض تجھسے سنگدل بے مہر تھے
گو کہ ان باتون سے اب وہ جی تو اوٹھنے سے رہا

حشر سے پہلے ہی اب اک حشر ہی برپا ہوا
اسطرح تیغ الم کا ہی ہر اک مارا ہوا
جسکی ماتم داریون کا یہ اثر پیدا ہوا
یہ جو ہی ہر زرہ در آئی تجکو ہی سودا ہوا
ہی عجب تجھ سا خردمند آج دیوانا ہوا
خندۂ گل چھوڑ کر شبنم صفت رونا ہوا
سنگدل تجھسا تو کوئی بھی نہین پیدا ہوا
ہرنہ ایسے جسقدر اب تو ہی بے پردا ہوا
اتفاقاً دیکھکر تجکو ترا شیدا ہوا
کی دوا مقدور تک لیکن نہ کچھ اچھا ہوا
ہوگیا راہی جہان سے اور تن تنہا ہوا
عازم ملک عدم اب وہ سخن آرا ہوا
جو گیا اسطرح وہ جلدی سے گھبرایا ہوا
لیت تھا وہ جانشین مسند اعلا ہوا
یہ خطا کا حرف مرز د مجھسے اب کیسا ہوا
نور تھا وہ نور ہی مین جاکے پوشیدا ہوا
ایک قطرہ تھا کہ جاکر واصل دریا ہوا
دشمن جانی بنا اور درپے ایذا ہوا
تو نے جو جو ظلم اوسکی جان پر چاہا ہوا
وہ نہ کسدن تختۂ مشق ستم اونکا ہوا
ہر کسی کے لب پہ حرف افسوس کا پیدا ہوا
اوسکے حق مین تو جو کچھ ای یار ہونا تھا ہوا
گو کسیکے لب پہ اب اک شور و واویلا ہوا
اوسکے مرنے کا کیا افسوس تو بھی کیا ہوا
پر مجھے حسرت ہی یہ ظالم کہ کیا نے کیا ہوا

ہائے وہ عاشق کہ لیتا تھا تجھے آغوش مین
اب وہ آغوش لحد مین آپ آسودہ ہوا

ہائے وہ سر جسکو رکھتا تھا ترے در پہ سدا
اب وہ چادر مین کفن کے ہی پڑا لپٹا ہوا

وہ دماغ اوسکا کہ تھا افکار سے افلاک پہ
قبر مین اب جاکے زیر خاک پست ایسا ہوا

وہ جبین جسمین کہ تھی تیری ارادت سربسر
قبر کی محراب مین اوسکا ادا سجدہ ہوا

ہائے وہ ابرو کہ جسکے خم مین تھے سو سو نیاز
اوسکا ہر ہر بال ہے اب قبر مین بکھرا ہوا

خشک ہوکر ہائے اب مشت خس و خاشاک ہے
وہ مژہ جسکا کہ ہر ہر قطرہ اک دریا ہوا

ہائے وہ آنکھین کہ ہر دم مائل دیدار تھین
اونکو ہر دم منتظر یون قبر مین رہنا ہوا

ہائے وہ چہرہ کہ تھا سرخ اشک خون آلود سے
ناخن حسرت سے ہے سو جا سے اب چھیلا ہوا

خندہ ہائے عیش سے تھا جو دہن مانند گل
خود بخود افسردہ ہوکر اب وہ اک غنچا ہوا

ہائے وہ لب جو ترے بوسے سے شیرین کام تھا
اب وہ زہر آب اجل سے اسطرح کڑوا ہوا

وہ زبان جس سے کہ تیرا ذکر کرتا تھا مدام
خامشی کا اب اوسے آزار ہے گویا ہوا

تھا سدا جس کان کو تیرے سخن کا اشتیاق
قبر مین اوسکو سخن ناجنس کا سننا ہوا

ہائے وہ گردن کہ تھی قابل تیری تلوار کے
اوسمین ہے طوق گریبان کفن ڈالا ہوا

وہ گلو جسپر کہ تیری تیغ چلتی بار بار
قبر مین تیغ اجل سے ہے پڑا کاٹا ہوا

رنج سے جو دوش رہتا تھا ہمیشہ بار کش
قبر مین جاکر وہ بارے خوب ہی ہلکا ہوا

تیری گردن مین حمائل ہوتے تھے جو ہاتھ اب
رکھکے چھاتی پر اونھین سوے عدم جانا ہوا

ہائے وہ ناخن کہ تھا سینہ خراش الماس وار
اب وہ یون بیکار ہے گویا کہ ہے ٹوٹا ہوا

ہائے وہ سینہ کہ مخزن تھا ترے اسرار کا
اب خزانے کی طرح مٹی مین پوشیدا ہوا

تھا سدا جس پشت کو تکیہ تیری دیوار کا
اب زمین قبر کا اوسکے لیے تکیا ہوا

ہائے وہ دل جسمین تیرا دھیان رہتا تھا مدام
اب وہ جاکر قبر مین مٹی سے آلودہ ہوا

وہ جگر جسپر کہ داغ عشق کھائے تھے سو اب
دل لگی کے واسطے پھولون کا گلدستا ہوا

وہ قدم جسکو کہ ہر دم پھرنے ہی سے کار تھا
اب وہ زنجیر کفن مین ہی پڑا جکڑا ہوا

ہائے وہ تن جو تری الفت سے تھا شاداب سو
اب ہے دامان کفن مین خار سا اولجھا ہوا

اوسطرف شاید ترے گھر کا گمان ہوگا کہ ہے
قبر مین کعبے کی جانب اوسکا منھ پھیرا ہوا

ہائے وہ میکش کہ تیرے ساتھ پیتا تھا شراب
اب اوسے خون جگر پینا وہان تنہا ہوا

اوسکے خون دل نے ہی کار مے گلگون کا کیا
کچھ تو تھا ہی مست وہ تیری مے دیدار سے
مستیون سے ہو چکا ہشیار وہ محشر کو بھی
ہاے وہ بلبل کہ تھی تیری گرفتار قفس
ہاے وہ قمری کہ تھی وارفتہ تجھسے سرو پہ
درد و غم رنج و الم یوہین پریشان اوس بغیر
آہ و فریاد و فغان و نالہ بیکس ہو گئے
عشق اوس بن ہو گیا اس طرح سے خانہ خراب
سینہ بریان دیدہ گریان درد دل درد جگر
جانگدازی دل خراشی سینہ کوبی سر زنی
صرف مجکو ہی نہین کچھ اوسکے مرنے کا الم
چیرخ اس صدمے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اوڑ گیا
اس الم کی جبکہ پہونچین گرمیان خورشید کو
قصہ کوتہ کب تلک اب کیجیے طول کلام
گذرے ہین دنیا مین کیا کیا شاعران باذکا
اسقدر تاریخ کسیکے مرنے کی مشہور ہی
اوسکے مرنے کا یہانتک غم ہوا سبکو کہ اب
اور اگر تجکو نہ آوے میرے کہنے کا یقین
تو سنا دون تجکو اب مین مادہ تاریخ کا
خلق کہتی تھی کہ ہی اب ماتم استاد شاہ
اور قوم جن کہ ہیدا ایش ہی اوسکی آگ سے
یون کہا اوسنے جو دیکھا خاکیون کا یہ خروش
جب گیا اس جاسے وہ پیش خداے لایزال
آسمان نے یون کہی ہی اوسکی تاریخ وفات
اور زمین نے یہ کہا سو حسرت و افسوس سے

اوسکا دل ہی وان بجاے شیشہ و مینا ہوا
اب اجل کی مے سے ہی وہ اور بھی بہکا ہوا
گر یوہین ساغر یہ ساغر اب نشہ افزا ہوا
گوشۂ تاریک قبر اوسکے لیے پنجرا ہوا
اب نصیب اوسکو وہان نظارۂ طوبا ہوا
جسطرح سے کاروان ہووے کوئی لوٹا ہوا
قافلہ کا قافلہ تاراج یہ سارا ہوا
جسطرح سے شہر اوجڑ جاوے کوئی اتنا ہوا
کیا کہون مین سانحہ سے ذوق کے کیا کیا ہوا
وہ وہان پنہان ہوا اور یان یہ کچھ پیدا ہوا
یہ غم و اندوہ تو سارے مین ہی پھیلا ہوا
یہ زمین لرزی کہ گویا حشر اک برپا ہوا
ایک تو وہ آگ تھا ہی اور بھی دونا ہوا
اوسکا مرنا تو قیامت کا نمونہ سا ہوا
اسقدر رنج و الم کس کسکے مرنے کا ہوا
اسطرح کسکے لیے اس بات کا چرچا ہوا
ہر کوئی تاریخ مین اوسکے سخن آرا ہوا
یا کہ پیدا وہم میری حیلہ سازی کا ہوا
بے کم و بیش کا سنت جیسا جسکے لب سے وا ہوا
جبکہ اس دنیاے دون سے انتقال اوسکا ہوا
اصل خلقت مین خمیر آتش سے ہی اوسکا ہوا

خاک کو لو اور قصد عالم بالا ہوا

اوس نے فرمایا یہ ہی کان ہنر بخشا ہوا

تجھسے بیجا خانمان برباد کیون اوسکا ہوا
جبکہ اوسکو یان سے عزم عالم بالا ہوا

سپہر سے سایہ اپنا یون اوٹھا لے ہائے ہائے
ہاتھ مل مل کر یہ کہتا تھا فرشتہ موت کا
اور اجل کہتی تھی حسرت سے یہ شہر مانی ہوئی
نوحہ گر تھا سچ میں اوسکے ہوے یون آشنا
دشمنون نے جب سنا یہ ماجرا سے جانگداز
مرگیا ذوق سخنور قبلۂ اہل زمان
گوکہ دشمن تھا مگر اک چھیڑ تو آپسمین تھی
آدمی کیسا ہی ہو پر مر کے پھر جیتا نہین
اور وہ حاسد کہ جسکو دشمنی تو کچھ نہ تھی
اوسنے سنکر یون کہا سو حسرتون سے ہائے ہائے
اور بھی زائد ہوا جب دم حسد تو پھر کہا
اور کہا اون دوستون نے جو کہ تھے عاشق مزاج
اور عشق فتنہ گر نے بھی کہا افسوس سے
نوحۂ و اندوہ یہ پہونچا جو بزم عیش مین
شمع نے سوز درون سے جل کے رو رو کر کہا
آتش اندوہ سے دل ہو نہ اب کیونکر کباب
بلبل آتش زبان نے سنکے حسرت سے کہا
طوطی شیرین دہن بھی یون ہوئی شکر شکن
قمری جادو بیان بھی یون ہوئی گرم نوا
بلبل و طوطی و قمری سے یہ سنکر سانحہ
کھولکر آنکھین کہا نرگس نے ہر سو دیکھکر
اور وہ سنبل کہ جسکی زلف عنبر فام مین
قطعہ یہ ایسا کہا اوسنے زبان حال سے
ذوق کا صدمہ ہر اک صدمے سے ہی جانکاہ تر
کیا کہون کس کس طرح دل کو پریشانی ہوئی

وہ کہ دنیا مین فلک ہو خاک در اوسکا ہوا
جان تو لی اسکی اہل نے اور مین رسوا ہوا
مجھسے ایسا آدمی افسوس کیون کشتا ہوا
مر گئے سب دوست گویا اوسکا مرنا کیا ہوا
یون ہر اک تاریخ مین اوسکے سخن آرا ہوا
حیف ایسا شخص یون آنکھون سے پوشیدا ہوا
آج برہم دشمنی کا ہائے ہنگاما ہوا
تھا عدو وہ لیک اب مرنا ہی تھا اوسکا ہوا
صرف اک دل مین حسد کا خار تھا بویا ہوا
خانۂ فردوس مین یون وہ اب آسودا ہوا
حسرت و اندوہ سے یون عرش کا تارا ہوا
عشق بازی کا ہی کیا تاراج اب جلسا ہوا
مرگیا اب قدردان مین آج یون تنہا ہوا
حلقۂ ماتم وہ حلقہ بزم عشرت کا ہوا
جبکہ اوسپر حسرت و اندوہ کا غلبا ہوا
وائے مجکو چھوڑ کر اب وہان شرف افزا ہوا
کھلتے کھلتے آہ یہ گل آج پژمردا ہوا
نخل طوبے پر ہی جا کر زمزمہ پیدا ہوا
وہ نہین تو سرو معنی ہی یہ کچھ ادکھڑا ہوا
ساکنان باغ مین اک حشر سا برپا ہوا
حیف گویا نور چشم آنکھون سے پوشیدا ہوا
سیکڑون عاشق مزاج جو نکا ہی دل لٹکا ہوا
بحر درد و غم مین ہی جو سر بسر ڈوبا ہوا
موج زن مرنے سے اوسکے رنج کا دریا ہوا
کیا لکھون جس جس طرح سے جان کو سودا ہوا

جسکو کہتے تھے گلِ باغ خزان در دسے
بسکہ اوسکے غم مین روئے طائران بوستان
خار خار درد سے سبزے کا سینہ چاک ہی
سرو کو دیکھو تو حیرانی سے حیرانی ہوئی
فکر تھا تاریخ کا مجکو کہ یہ دل نے کہا
سوسنِ شیرین زبان نے سنکے یہ حال تباہ
گو کہ اوسکو تھا نہ اصلا بات کرنے کا دماغ
اور اظہار غم و درد و الم کے واسطے
آہ و واویلا کہ اب بادِ بہاری کی طرح
اوسکے جانے سے عجب اک دل مین میرے درد ہی
کیا ہو رونق جبکہ وہی رونق گلشن نہین
ہائے کیا گل تھا کہ جس سے تھا شگفتہ باغ دہر
بات کہیے کس سے جا کر اپنے دل کے راز کی
کون ہی قابل کہ جس سے کیجیے کچھ گفتگو
آپ گر کہیے زمین کی تو وہ سمجھے چرخ کی
اسلئے چپ ہو بیٹھ رہنا ہی مناسب ہر طرح
خامشی بہتر ہی اب اول تو ہر ہر بات مین
اور کچھ کہیے تو کہیے اوسکی یہ تاریخ فوت
رفتہ رفتہ میکدہ مین جب یہ پہونچا واقعہ
میکشون سے مغ تلک اور مغ سے تا پیر مغان
گوش مینا مین کہا قلقل نے پنبہ کھینچکر
مر گیا وہ ہم جلیس مجلس عشرت فزا
سنکے مینا نے کہا جھکا کر یہ گوش جام مین
مین نے قلقل سے سنا ہی ذوق نے پائی وفات
ہا سر سے یہ واقعہ سن سنکے ہر اک مے پرست

یون ہوا ویران کہ گویا دامن صحرا ہوا
آب جو کا بڑھ کے ہر ہر قطرہ ایک دریا ہوا
کاوکاوِ رنج سے دل خون لالہ کا ہوا
غنچہ کو دیکھو تو وہ بھی رنج مین پریشان سا ہوا
ہائے ہائے اور اک جان کو سودا ہوا
یہ کیا شیون کہ اوسکا تن بدن نیلا ہوا
پر نہ اتنا چپ بھی رہنے کا اوسے یارا ہوا
قطعۂ تاریخ مین یون اوسکا لب گویا ہوا
کوچ باغ دہر سے ہی ذوق یکتا کا ہوا
ہین تو کیا یہ درد سب عالم مین ہی پھیلا ہوا
کیا مزا جب باغ ہی اُس بن پڑا اوجڑا ہوا
ہائے کیا بو تھی کہ تھا جس سے چمن مہکا ہوا
جبکہ پنہان خاک مین وہ رازدان ایسا ہوا
جبکہ پوشیدہ نظر سے ہمزبان اپنا ہوا
یون کسی سے راز کہیے بھی تو حاصل کیا ہوا
جبکہ اپنے پاس سے گم وہ سخن آرا ہوا
اپنے دل سے کہہ لیا ایسا ہی گر کہنا ہوا
ہی چمن کا رنگ بیطور آج تو بگڑا ہوا
ہر طرف اک غل ہوا اور ہر جگہ غوغا ہوا
جسکو دیکھو سر سے تا پا رنج کا پتلا ہوا
تجھکو بھی اسکی خبر ہی کچھ کہ نادان کیا ہوا
تھا بڑا ہی یار باش اب ایسا کب پیدا ہوا
بجز اس طرح سے ہنستا ہی کیا بیٹھا ہوا
لالہ سان ہر اک کے دل پہ داغ غم تازہ ہوا
ہاتھ سے ساغر ٹپک کر اس طرح گویا ہوا

ساقیا بھرتا ہے کیا ساغر شراب ناب سے
برہم و درہم ہے جب وہ عیش کا جلسا ہوا

کسکو تخش سے دماغ اتنا کہ ہو پابند عیش
کسکو فرصت رنج سے جو مے پیے بیٹھا ہوا

تیرے کانون تک نہین پہونچا مگر یہ واقعہ
تو جو سرگرم نشاط و عیش ہے ایسا ہوا

یعنی اوستاد شہنشہ ذوق عالی مرتبت
چھوڑکر دنیا کو راہی جانب عقبا ہوا

بادۂ عشرت کو گر چکھو تو ہے وہ تلخ تلخ
خانۂ خمار کو دیکھو تو ویرانا ہوا

نغمۂ عشرت اگر سن لے کہ بزم عیش بین
نوحۂ اندوہ ہے اسطرح سے پھیلا ہوا

مطرب شیرین نوا چاہے کہ لائے زور سے
تو بھی پھر جاے وہین سے لب تلک آیا ہوا

یہ تو وہ غم ہے کہ اسکے صدمۂ جانکاہ سے
دم مین سو سو طرح سے عالم تہ و بالا ہوا

کوچہ کوچہ مین بھرا ہے لیکہ یہ درد والم
اوسکے ہر ہر گام پر اک حشر سا برپا ہوا

جانگداز و جانخراش و جانستان و جانگسل
اوسکا غم پیدا ہوا اور اسطرح پیدا ہوا

کان درد و درد جان و رنج رنج و رنج دل
ایسا ایسا باعث غم اوسکا مرجانا ہوا

ہے سزا تاریخ مین اوسکے اگر یون کہیے اب
حیف سب برہم وہ جلسہ مے پرستی کا ہوا

اور ساقی کو تردد تھا کہ اب کیا کیجیے
درد و غم اوسکا تو دامنگیر ہر اک کا ہوا

دیکھیے انجام کیا لائے خمار اوسکا کہ اب
نشۂ اندوہ سے ہر مست ہے بہکا ہوا

اس غم دنیا سے باہر آکے اب اوسکو عروج
عالم بالا پہ مثل نشۂ صہبا ہوا

ہاتف میخانہ بولا جب سنا یہ ماجرا
آہ میخانہ پڑا ہے اوسکے بن اوجڑا ہوا

حلقۂ شیون مین اوسکے ماتم پر درد سے
نوحۂ جانکاہ کا جب شور و غل برپا ہوا

رہروان شاہراہ شرع نے سنکر کہا
سود بھی ماتم سے کچھ جو حق نے چاہا تھا ہوا

اوسکے شاگردونمین جب یہ ماجرا ظاہر ہوا
شعر یہ تاریخ لیکن سب کی زبان سے وا ہوا

کون فرمائیگا ہم پر مہربانی اس طرح
تھا عجب اُستاد وہ یکبار نا پیدا ہوا

سوز سے مین نے کہا تو کس لیے خاموش ہے
ایک عالم جسکا ہے اسمین سخن آرا ہوا

تو بھی تاریخ وفات ذوق کا کچھ فکر کر
ہو کے شاعر بزم مین تو کس لیے چپکا ہوا

لیکہ تھا وہ صاحب فکر رسا فوراً کہا
دیکھتے ہی دیکھتے اب یار کیا سے کیا ہوا

لیکہ تھین اوسکی طبیعت مین بھری جولانیان
ایک قطعہ اور بھی اوسکے زبان سے وا ہوا

ذوق کو ہر چند کرتے تھے یہ فہمائش کہ گر
دل دیا تو نے کسیکو یا کہین شیدا ہوا

تو سمجھ لیجو کہ قیس و کوہکن کی طرح سے
کوچہ کوچہ مین جہان آباد کے رسوا ہوا

ذلت و خواری و رسوائی سے بھی قطع نظر
مجھکو تو اک اور غم اس سے فزون پیدا ہوا

یعنی اچھی بات کا بھی ہی خطر انجام کو
جان سے جاتا ہی آخر عشق کا مارا ہوا

سیری یا نوابی کسی صورت نہ لایا دھیان مین
سیدا کہنا کارگر اوسکو نہ کچھ اصلا ہوا

آخر اوسنے [illegible] کو کام فرما کہ جین
دل لگایا اور عاشق ایک پریوش کا ہوا

عشق مین قصہ [illegible] جھنجھٹ مین مر گیا
مجھکو جسکا ہر گھڑی ڈر رہتا وہ اب دیکھا ہوا

اس تقیٹ پر [illegible] دل کی گرمی دور ہو
اور بھی اسطرح سے تاریخ مین گویا ہوا

جو یون کہنا [illegible] ہو دل کہ مرنا دق کا
نادرست و نامناسب اور نازیبا ہوا

کیونکہ یہ باتین سب اوسکی تھین تقدیر مین
گفتگو اس امر مین تقدیر سے لڑنا ہوا

جو قدر نے بات سوچی تھی وہی آخر ہوئی
جو خدا نے پردۂ تقدیر مین چھپاتا ہوا

لیکن اتنی بات لائق ہے کہ اپنے گھر مین تھا مین
فکر مین تاریخ کی تھا ایک دن بیٹھا ہوا

لب پہ گستاخی مرے کے آگیا بے ساختہ
آہ ای دل اوسکا مرنا تو بہت بیجا ہوا

اور بھی اوسنے کیا یہ قطعہ نادر رقم
شور تحسین از زمین تا آسمان جسکا ہوا

جسکا ہر مصرع ہی کامل مادہ تاریخ کا
اوسکی نسبت تو یہ اک اعجاز ہی گویا ہوا

مر گیا ای وائے وہ انسان کہ یان ہر بات مین
مثل اوسکا آج تک ای دل نہین پیدا ہوا

سال فوت اوسکی لکھی مینے بصد آلام و رنج
سر پہ نازل یہ الم تو وائی جانفرسا ہوا

تھا مئہ جاودان اوسکو جسے کیا گرم رقم
سامعان نکتہ ور کا جبکہ کچھ ایسا ہوا

یاد ایامیکہ بستے تھے یہان عیش و نشاط
انتو کوچہ کوچہ دہلی کا الم خانہ ہوا

یاد ایامیکہ تھی یہ گلزمین گلزار عیش
جا بجا تختہ گل سوری کا تھا پھولا ہوا

لالہ و سنبل مین یہ داغ اور پریشانی نہ تھی
لبکہ سر پر اک خوشی کا ابر تھا چھایا ہوا

سرو و گل کو تھی نہ ایسی حیرت و چاک جگر
قمری و بلبل سے بھی سرزد نہ یون نالا ہوا

وہی دہلی تھی کہ ہر ہر طرف سے آباد تھی
وہی دہلی ہی کہ ہر ہر گھر ہی اب اوجڑا ہوا

ایک اک ذرہ یہانکی خاک کا تھا عیش خیز
جس جگہ اب درد اور اندوہ کا صحرا ہوا

ایک اک قطرہ یہانکے بحر کا تھا موج لطف
جسکے ہر ہر موج سے اب درد کا دریا ہوا

گردش افلاک سے کہیے کیا آفت پڑی
انقلاب دہر سے مین کیا کہون کیا کیا ہوا

قصد کو نہ جبکہ تمیر و درد و سودا مر گئے — اور اونکے مرنے سے اک حشر سا برپا ہوا
سرزمین جتنی سخن کی تھی سو ویران ہو گئی — گویا پہلا وہ عالم ہی تہ و بالا ہوا
از سر نو پھر ہوا تعمیر کے در پے فلک — اس خرابہ کی کہ تھا یکسر وہ ویرانا ہوا
یعنی انکے تھم بعد پھر ہو گئی آباد سی — شاعری و شعر کا پہلا سا پھر چرچا ہوا
جبکہ ایک آشنا دسے ہر وقت میں ہی ناگزیر — شیخ ابراہیم ذوق اوستاد شہ پیدا ہوا
بادشاہ قدردان بھی لسکے تھا رتبہ شناس — اوسپہ اپنی مرحمت سے وہ کرم فرما ہوا
اور عنایت کر کے خاقانی ہند اوسکو خطاب — نکتہ سنجون کی نظر میں یون شرف افزا ہوا
اور دوان سے جب ملا اوسکو لقب اوستاد خاص — اشک سے جل کر کباب اوسدم دل اعدا ہوا
کونسی جا تھی کہ اوسکا وان نہ تھا نام بلند — کونسا گھر تھا کہ اوسکا وان نہیں شہرا ہوا
تا دم آخر اسی در پر رہا وہ جانشین — یہی کوچہ اوسکا گویا مسکن و ماوا ہوا
عمر کو اپنی یہیں اوسنے گذارا سربسر — جب تلک راہی وہ یانسے جانب عقبا ہوا
وہ اسی در سے رہا زلہ ربائے فیض عام — وہ یہیں سے کامیاب دولت عظمیٰ ہوا
لسکا اوسکی طبع میں تھیں طرفہ طرفہ شوخیان — ناگہان وہ دیکھکر اک شخص کو شیدا ہوا
ہو گئے عاشق جان کو کیا کیا ہوئی شوریدگی — دیکھے اپنے دل کو سو سو طرح آوارا ہوا
لٹ گئی ساری متاع طاقت و ہوش و خرد — اس سر و سامان پہ یون بے سر و بے پا ہوا
وصل کی صورت نہ کوئی جب ہم پہونچی تو پھر — آخر آخر راز پنہان سب پہ یہ افشا ہوا
دست برد عشق سے جو بچ رہا تھا صبر کچھ — سو وہ تاراج جفائے ہجر جانفرسا ہوا
حق بجانب وسکے بھی ہی یہ کہ کب تک صبر ہو — صبر اتنا بھی ہوا اوس سے تو کیا تھوڑا ہوا
آخر انسان تھا چھپاتا کب تلک اس راز کو — جب نہ پنہان ہو سکا تو سب میں اک چرچا ہوا
سب لگے کرنے بہم ملکر صلاح و مشورہ — حال دیکھا جبکہ یارون نے بہت بگڑا ہوا
اور یہ سمجھے کہ اوسکے واسطے غیر وصال — لاکھ تدبیرین کرین لیکن یہ کب اچھا ہوا
سب نے یہ چاہا کہ ہووے گر مساعد روزگار — اور کچھ سامان بھی موجود عشرت کا ہوا
وصل کی ٹھہرایئے اوس سے کسی تدبیر سے — ورنہ آخر دیکھنا تم حال کیا اسکا ہوا
چارشنبہ آخر ماہ صفر کا ہمنشین — با ہزاران خرمی حسب مرام نشاط افزا ہوا
یار یہ سمجھے کہ ہی تقریب تو یہ خوب ہی — پر مساعد گر فلک بھی اسمین تھوڑا سا ہوا

ناگہان تقدیر سے تھا چرخ بھی کچھ راہ پر — دور اوسکے دل سے جو کچھ اوسمین تھا کینا ہوا

دوست یہ سمجھے کہ موقع خوب ہی ایسا نہو — اپنے ہاتھون سے نکلتا تے یہ وقت آیا ہوا

قصہ کوتہ ایک گلشن کو کیا آراستہ — اور اوسمین دوستون کا گرم ہنگاما ہوا

سب نے یہ چاہا کہ اس تقریب سے اوس شوخ کو — لائیے جس پر کہ ہر دل ذوق کا آیا ہوا

شاید اوس بے رحم کا بھی آہن دل موم ہو — کیا تعجب ہی اگر وہ بیان کرم فرما ہوا

اول اول تو وہ گرم حیلہ سازی ہی رہا — گو کہ ہر اک عجز کا اوس جا بساط آرا ہوا

بعد چندین منت و با صد سماجت ہاے شوق — رونق افروز اوس چمن مین وہ بہار آسا ہوا

دیکھکر وہ روے تابان شمع کشتہ ہو گئی — شمع کے اس حال سے جانبر نہ پروانا ہوا

اور وہ جو نازنینان چمن تھے سبزہ سرخ — کیا بیان کیجے کہ اونکا حال تو کیسا ہوا

زلف سے سنبل کو وان کیا کیا پریشانی ہوئی — چشم سے نرگس پہ طاری حال حیرت کا ہوا

غنچہ سوسن دہن سے رشک کھا کر مر گیا — غنچہ گل لب سے کر کے شرم کچھ چپکا ہوا

آتش رشک و حسد سے دیکھ اوس رخسار کو — جا کے سر سے پاؤن تک اک داغ سا لالا ہوا

پنجہ دست نگارین دیکھکر اوسکا چنار — رشک سے جل جل کے آگئی آگ سرتاپا ہوا

ساق پا سے شاخ گل شرم و حیا سے جھک گئی — اور فسردہ فندق پا سے گل رعنا ہوا

سرو نے دیکھا جو اوسکے قامت دلچسپ کو — گڑ گیا اندر زمین کے شرم کا مارا ہوا

طائران باغ نے دیکھی جو ایسی برہمی — ہر طرف پھرنے لگا ہر ایک گھبرایا ہوا

اہل مجلس نے جو دیکھا اس طرح کا ماجرا — سبکو حیرت تھی کہ یہ کیا حشر سا برپا ہوا

ساقی سیمین بدن یہ حال ابتر دیکھکر — خندہ ساغر سے محو گریہ مینا ہوا

بادہ و خم کا ہوا یہ حال بزم عیش مین — یہ ہی وان بکھری پڑی اور وہ ہی وان ٹوٹا ہوا

برہمی ایسی پڑی عین نشاط و عیش مین — جسکی باعث سے زمین تا آسمان غوغا ہوا

یہ تو تھی ہی اک مصیبت جانگزا ای ہمنشین — اس مصیبت پہ فزون ایک اور یہ صدما ہوا

یعنی ایسے حادثون مین ہو گئی شب تو تمام — اور سحر کے دل مین جو کچھ راز تھا افشا ہوا

دیکھکر روے سحر وہ تو روانہ ہو گیا — اور ادھر کیا کہیے اب جو کچھ کہ حال اسکا ہوا

یعنی درد جانگزا اسے ہجر کی آگی نہ تاب — دم کے دم مین مر گیا اور راہی عقبا ہوا

سوز دلخستہ نے برجستہ کہی تاریخ فوت — برہمی سی پڑ گئی یہ اور کیا تھا کیا ہوا

بانع عالم سے گیا حیف آج پریان چھوڑ کے
اور سمت میں گیا اوسنے رقم یہ مادہ
سنہ فصلی میں بھی یہ اوسنے کہا ہی مادہ
ایک قطعہ جسکے ہر مصرع میں اک تاریخ ہی
آہ جور آسمان سے ملگیا اب خاک میں
جان جلی دل خون ہوا یا چاک سینہ میں پڑا
اک قطعہ اوسنے یہ سنہ جلوسی میں کہا
مرگیا ذوق سخنور قبلہ اہل زمان
اوسکے مرنے سے زبس دل کو پریشانی ہوئی
سوزنے جب یار سے اپنے کہا جاکر یہ حال
لیکے انگشت تحیر دانت میں افسوس سے
زندہ وسالم اوسے دیکھا تھا کل تو سوز ہاے
میں حال نزع میں یہ آپ بھی اوسنے کہا
مین نے بھی اس باب میں کچھ کیا تھا فکر سوا
ایک عالم اسکے ماتم سے تہ وبالا ہوا
تا کجا تجھسے کہے جاؤں یہ میں اب ماجرا
تجھسے ان باتون کا کیا شکوہ شکایت کیجیے
سب نے تاریخیں کہی ہیں تو بھی اک تاریخ کہہ
خلق تو جانے کہ مرنے دم تلک یاری تھی
قبر میں اوسکو ہوا یہ امر موجب عیش کا
میرے کہنے سے اوسے بارے پشیمانی ہوئی

عیسوی میں اس طرح سے وہ سخن آرا ہوا
ہاے جور چرخ سے فتنہ نیا برپا ہوا
اور تو اب کیا کہوں آہ دل جو ہونا تھا ہوا
سنہ فصلی میں یہ کہکر یون سخن فرما ہوا
بر ہمی کا باعث اوسکا ہاے مرجانا ہوا
اوسکے مرنے کا نتیجہ یہ دل شیدا ہوا
جس سے دل محظوظ یاران ہر ایک سامع کا ہوا
دل مرا محو تحیر کیا کہوں کیا کیا ہوا
جب تحیر دل میں آیا بے سر و بے پا ہوا
اور اوسکے سامنے اس بات کا چرچا ہوا
جادہ تاریخ میں یون وہ قدم فرسا ہوا
آج کس کا ذوق سے وہ مقتول بیچارا ہوا
واے حسرت تو جہان سے ہی سفر اپنا ہوا
غیب سے دل میں مرے مطلع یہی القا ہوا
از زمین تا آسمان اک شور واویلا ہوا
خیر جو گذری سو گذری اور جو ہونا تھا ہوا
تھی یہی مرضی خدا کی جو ہوا اچھا ہوا
تاکہ رہوے مادہ وہ قبر پر لکھا ہوا
اور وہ جانے کہ کچھ سینہ مرا ٹھنڈا ہوا
اور جہان میں تجکو باعث نیکنامی کا ہوا
بولنے کا کچھ نہ اصلا شرم سے یارا ہوا

چپکے چپکے زیر لب شرما کے یون کہنے لگا
میں تو سمجھا تھا جفا کچھ کھیل ہی یہ کیا ہوا

قطعہ کی تصنیف کے بعد فکر تیز پا کی گرم جولانی نے آسایش کے اختیار کرتے کرتے
ایک شوخی دلچسپ ظاہر کی کہ اور قطعہ دو بیت کا جو اس قطعہ کے اختتام کی تاریخ ہے

سخن سنجان انصاف دوست پر واضح کرتا ہی کہ اگر سب کلام اون مغفرت مآب کا تحریر مین آوے تو وہ دریاے زخار حوصلۂ صدف مین گنجایش پذیر نہین ہو سکتا اور اگر بقدر قلیل پر قناعت کیجاوے تو دل متحیر ہی کہ کس شعر کو نقطۂ انتخاب سے مزین کرے اور کس بیت کو اوس زیور سے خلیع العذار رکھے کہ ہر معنی گوہر شاداب ہی اور ہر بیت بیت انتخاب

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم　　کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

ہرچند ایک کو اختیار اور دوسرے کو ترک کرنا ترجیح بلا مرجح کے قبیل سے دشوار نظر آتا تھا لیکن جیسے گرسنگان مضطر کہ خوان الوان نعم سے بے تفضیل و ترجیح جس سے چاہتے ہین ابتدا کرتے ہین شوق بیتاب نے جسقدر حوصلۂ فرصت مین قابل گنجایش پایا اوس گنج شایگان سے اوٹھا کر ان اوراق مین مرقوم کیا

کہے ہی خنجرِ قاتل سے یہ گلو میرا　　لگی جو مجھسے کرے تو پیے لہو میرا

صراطِ عشق پر از بسکہ ہی ثابت قدم میرا　　دمِ شمشیرِ قاتل پر بھی خون جاتا ہی جم میرا

آدمیت اور شی ہی علم ہی کچھ اور شی　　کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

ما بتون دل اور پیکان دونون سینے مین رہے　　آخرش دل بہ گیا خون ہوکے پیکان ہی رہا

سب کو دیکھا اوس نے اور اوسکو نہ دیکھا جون نگاہ　　وہ رہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا

گر ترے فریادی ہونگے نامہ سیہ روز کو　　رکھ کے منھ پر پھونکدینگے پیدا ہو نالہ صور کا

شکر ہی پہ وہ ہی مین اوس بت کو حیا نے رکھا　　آج ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا

ہم ہین اور سایہ ترے کوچے کی دیوارون کا　　کام جنت مین ہی کیا ہمسے گنہگارون کا

لبون پر جان عبث ہی منتظر وہ شوخ کب آیا　　اگر چہلم کو بھی آیا تو ہم جانینگے اب آیا

ٹھہری ہی ادھر انکے آنے کی یان کل پہ جا صلاح　　اے جان بر لب آمدہ تیری ہی کیا صلاح

ذبح کرنے کو مرے پوچھتے کیا ہو تکبیر　　تم چھری پھیر بھی دو نام خدا کا لیکر

مجھ مین کیا باقی ہی جو دیکھے تو آن کے پاس　　بد گمان وہم کی دارو نہین لقمان کے پاس

یان لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب مین　　وان ایک خامشی تری سب کے جواب مین

نہ ڈال آبلہ اے گرمی فغان منھ مین　　کہ چپکا بیٹھ رہون بھر کے گھنگنیان منھ مین

ہمارا پیکے لہو تیرے تیر کا سوفار　　یہ چپ ہوا ہی کہ گویا نہین زبان منھ مین

مر گئے پر بھی تغافل ہی رہا آنے مین　　بیوفا پوچھے ہی کیا دیر ہی لیجانے مین

وہ بیٹھے بزم میں دیکھیں کدھر کو دیکھتے ہیں
صحبت صاف دلوں سے ہوں مکدر تیرہ دل
اسیر رنج و غم میں ہوں مریض ہجران بلب ہیں آہ
عبث نقش آہ رسا کاوٹ سے منھ بناتے ہو
نخل حنائی طرح باغ محبت میں ملا
ہم کو ... کی طرف جیوں گل بازی
رشک ... اپنے نوشتہ میں کہ اوس نوخط نے
کر دیے ... کو وہ نہیں ہم تو سخن میں سبقت
دل میں تھے قطرہ خون چند سے مانند حباب
جسکی آواز سے ہیں رونگٹے سو طرح کے کھڑے
اک ... وہ ہے عداوت میں بھی اوس ظالم کی
دیکھا آخر نہ کہ چیونٹی کی طرح چھوٹ سبب
ہم وہ ہیں رند کہ اس عالم پیری میں بھی ہے
کھانے پینے کی قسم کھائی ہے تجھ بن جینے
نکالوں کس طرح سینہ سے دشپہ تیر جانان کو
تو جان ہے ہماری اور جان ہے تو سب کچھ
نگہ وہ ترک کہ جسکی نہیں جفا کی پناہ
نہ پوچھو کہ دل شاد ہے یا حزین ہے
وہ ہے پاس ہی پر مری بد گمانی
زبان پیدا کروں جوں آسیا سینے میں پیکان سے
ہمنے اوس بت میں جو دیکھا ہے نہیں کہہ سکتے
ساقیا عید ہے دے بادہ سے مینا بھر کے
قطرہ قطرہ آنسو جسکے طوفان طوفان شدت ہے
قسمت برگشتہ دیکھو اک نظر کی تھی ادھر
زخمی میں ہوا ہوں تیری ذرد دیدہ نظر سے

محبت آج تری ہم اثر کو دیکھتے ہیں
زنگ سے آلودہ ہو جاتا ہے آہن تب ہیں
اور اسیر اتنا کب جیتا ہوں میں کوئی عجب ہیں
وہ آئی لب پہ ہنسی دیکھو مسکراتے ہو
کثرت زخم سے اک خلعت زیبا ہمکو
پاس آنے نہ دیا دور ہی چمکایا ہمکو
خط لکھا غیر کو اور بھوا کے بھیجا ہمکو
پر وہ کچھ مجھ سے سنیگا جو کہیگا ہمکو
تر ہے وہ بھی جب الفت سے نے چھوڑا ہمکو
وہ محبت نے دیا سلسلہ یار ہمسکو
کہ دیار ہر بھی جو اوسنے تو بٹھایا ہمکو
ہم ... بیٹھے تھے کیوں آسنے چھیڑا ہمکو
انس میخانہ سے جوں شیشہ بینا ہمسکو
ورنہ تھا نہر تو ہر طرح گوارا ہمکو
نہ پیکان دل کو چھوڑے ہے نہ دل چھوڑے ہے پیکان کو
ایمان کی کہینگے ایمان ہے تو سب کچھ
اور اوسکی آنکھیں وہ کافر کہ بس خدا کی پناہ
نہیں یہ بھی معلوم ہے یا نہیں ہے
لیے پھرتی مجکو کہیں سے کہیں ہے
دہن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب بھی گریبان سے
کہ مبادا کہیں سن پائیں شریعت والے
کہ پیاسے ہیں مو آشام مو بینا بھر کے
پارہ پارہ دل ہے جسمیں نہ وہ تو وہ حسرت ہے
سو بھی آکر تا سر مژگان حیات پھر گئی
جائیگا نہیں چور مرے زخم جگر سے

دو کر کچھ چاک جگر سینے کا سن سن اپنے
زخم دل پر کیون مرے مرہم کا استعمال نہو
سنگلے میری جاکنی کو کو کہن ڈ
وہاں دوش تھا اس ناتوان کو سر لیکن
توڑا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی
لا کی حیات آ کی قضا پیچلی سے چلے
شب ہجران لب نہین ہوتی
میرے طرز نالہ ہاے زار سے
یون نگہ نکلی ہی چشم یار سے
کب حق پرست زاہد جنت پرست ہی
دل صاف ہو تو چاہیے معنی پرست ہو
کل جہان سے کہ اوٹھا لاے تھے احباب مجھے
لیتے ہی دل جو عاشق دلسوز کا چلے
کیا اے چلے گلی سے تری ہم کہ جون نسیم
آلودہ سرمے سے ہوئی چشم مین نگاہ
مین گران بار محبت مرا خون بھی ہی گران

کر کے مین ضبط ہنسی کیونکہ ہون ناخن پا
مشاک اگر نہ ملگا ... کیا لون کا ... کال ...
جون صدا ... انسا سے
لگا رکھا ہی ترے غنچہ دہن ... کے لیے
دنیا مین گر اپنا رہی اولاد غضب ہی
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے
نہین ہوتی سحر نہین ہوتی
چہکے بلبل کے لہو منقار سے
مست جیسے خانہ خمار سے
حورون پہ مرتا ہی یہ شہوت پرست ہی
آئینہ خاک صاف ہی صورت پرست ہی
لے چلا آج وہین پھر دل بیتاب مجھے
تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے
آگے تھے سر پہ خاک اوڑانے اوڑا چلے
دیکھا جہان سے صاف ہی اہل صفا چلے
جی دھڑکتا ہی تری نازکی گردن سے

باب الراء المہملہ

راجہ تخلص طراز وسادہ حشمت و زیب مسند حکومت آرائش چار بالش اقبال بانی بناے عز و جلال شائستہ تشریف تفاخر مہاراجہ بلوان سنگھ بہادر خلف الصدق اعظم ارکین دولت و جاہ شوکت پناہ ابہت دستگاہ راجہ چیت سنگھ بہادر والی بنارس کہ چالیس برس سے گل زمین آگرہ اوسکے قدم بہار توام سے خاک چمن پہ افتخار اور ہوا اوس گلزار فیض کی نسیم ختن سے عار کرتی ہی وجہ قیام کی اوس گلشن ہمیشہ بہار مین یہ کہ جب راجہ چیت سنگھ کے پدر عالی وقار نے عالم فانی کو پدرود کیا رئیس صوبہ اودھ نے چاہا کہ راجہ متوفی کی جاگیر پہ آپ قبضہ کرے حکام بلند مقام انگریز نے علی الرغم اوس رئیس کے مراسم اعانت و شرائط امداد کو بجا لاکر چیت سنگھ کو حکومت موروثی کی مسند پہ متمکن

اور بالش ریاست پر جانشین پدر کیا راجہ موصوف حسب قرار واد زرخراج کو سال بسال ادا کرتا تھا لیکن انگریزون نے سنہ سترہ سو اٹھتر عیسوی مین اوس سے کچھ فوج کمکی طلب اور اوسنے یہ امر اپنے مقدور سے خارج پاکر عذر اور بجا آوری فرمان سے پہلو تہی کیا سنہ سترہ سو اکاسی عیسوی مین ہسٹنگز صاحب نے عازم بنارس ہوکر راجہ موصوف کی گرفتاری کا قصد کیا ہر چند اوس عاقبت اندیش کا ارادہ یہ نہ تھا کہ ایسی فوج ظفر تلاش مقابلہ اور اوس لشکر نصرت اثر سے مجادلہ کرے سپاہ جہالت دستگاہ کی ناعاقبت اندیشی اس بات کی مقتضی ہوئی کہ آتش فساد نے اشتعال پایا اور شعلۂ قتال بلندی پر آیا اور یہ مفسدہ اس حد تک پہونچا کہ سپاہ انگریزی سے دو کمپنی اور چند افسر فوج نے شربت مرگ چکھا بیان سے قیاس کیا چاہیے کہ سپاہ مقابل سے کسقدر جوانان دلاور کسوت حیات عاری ہوے آخر کار راجہ ممدوح نے کہ کور باطنان بیباک کی سفاہت سے جرم ناکردہ مین ماخوذ تھا شکست فاحش پاکر گوالیار کو پناہگاہ مقرر کیا عالیجاہ نے طریقہ مہمان نوازی کو مسلوک کرکے اوسکے مصارف ضروریہ کے واسطے پانچ لاکھہ روپیہ کی جاگیر علیحدہ کردی لیکن اوس راجہ نے بعد چند روز کے سفر آخرت اختیار کیا راجہ بلوان سنگھہ کہ یہ صفحہ اوسکے محامد اوصاف سے مملو اور یہ عبارت اوسکی گزیدگی اطوار سے مالامال ہے حکام عہد کی تجویز سے سرزمین آگرہ مین مقیم ہوا اور یہ نواح اس حسن اتفاق سے رونق پذیر ہوئی زبان خلایق اوسکی محمدت و ستایش سے دفتر دفتر از بر رکھتی ہے گاہ گاہ اوسکی حسن لیاقت و لطف طبیعت سے زمین ریختہ بھی پر سپر افکار گوہر نثار ہوتی ہے نامہ خامہ رقم اون اشعار لطافت بار سے یہ دو تین شعر درج تذکرہ کرتا ہے

تو ہو وہ گل کہ نام ترا باغ دہر مین
مرنے کا تو کچھ غم نہین پہ غم ہے یہ رنجہ
اقلیم کبھی زیر نگین رہتی تھی راجہ

وہ دو دو پہر وظیفۂ مرغ سحر ہوا
مہمان ہے درد جگری اور کوئی دم
اب حرف بھی غالب ہے نگین پر نہ بنیگے

راحت تخلص مرزا محمود بیگ خلف احمد بیگ رومی الاصل اوائل حال مین پیشۂ سپاہگری کو وسیلہ تحصیل روزی مقدر سمجھکر گلوے تشنہ حریفان بیباک کو آب دم شمشیر سے سیراب اور حلق خشک اعدا کو قطرۂ پیکان سے شاداب کرتا تھا مدت سے گوشۂ انزوا اختیار اور قطع علائق کو خلعت قدرا تجویز کیا آشنا و بیگانہ سے ترک ملاقات کرکے

امید وبیم سے فارغ اور قناعت بسر کرتا ہی سرمایہ علمی بقدر ضرورت فراہم ہی اصلاح شعر مومن خان مرحوم مومن تخلص سے لی ہی اور استعداد خداداد و موزونی ذاتی کو کسب کمال کا معین کرکے صنعت شاعری کو سربلند کر دیا یہ چند شعر اوسکے افکار گوہر نثار سے منتخب ہوے

اشک آنکھون سے نکلکر یہ مژگان تھم گیا	وہ تھکے سایہ مین کیونکر تھا مسافر دور کا
سینہ تو چھپتے چھپتے اور یہ دل سینہ چھپا	یاد کس کس کو کرین تیرے پہ چھپنا چھپنا
تیرے قرار و تاب و توان رفتہ رفتہ سب	آجائینگے کہین سے دل رفتہ کر ملا
تیرون سے ہو اشارہ تجسس یہ تمہارے	سمجھین وہ یا نہ سمجھین یہ ہم نے کلام سمجھا
کسا لایا نشیمن پلا یا مجھے خون	ہوا جب مین ناکام مہمان تمہارا
کچھ جان سی آفت ہی مری جان مین قاتل	پانی ترے خنجر مین ہی کیا آب بقا کا
لے گیا رات کو باتون مین لگا کر اونکو	کیونکہ قائل نہون راحت تری تقریر کے ہم
اجل پہلے آوے کہ وہ پہلے آوین	یہی راہ مدت سے ہم دیکھتے ہین
روئے قاتل سے خجالت کیون نہو روز جزا	ساتھ میرے ایک عالم ہو لیا فریاد کو
یہ چاہتا ہون کہ راز نہان نہ افشا ہو	تہمت دہن سے زیادہ مرا دہن ہی جانے

راحت تخلص ہی جوان خوش مزاج حلیم طبع شیخ کریم الدین نام ساکن اعظم گڈہ کا کہ کتب فارسی و صرف و نحو عربی سے بقدر ضرورت ماہر اور رسائی طبع سے ریختہ گوئی پر قادر ہی شستگی زبان اور تلاش معنی کی طرف مائل اور متانت الفاظ اور دلچسپی مضامین مین ساعی یہ دو شعر اوسکے یاد تھے

ہمیشہ گذری قفس مین یہی تمنا مین	کہ اب رہا ہوے اب موسم بہار آیا
خودی کو نیست کیا جب ہوئی بقا حاصل	جب اعتبار کیا تب کچھ اعتبار آیا

راسخ تخلص سعادت علیخان شاگرد مومن خان مرحوم مرد نیک نہاد و خوش اخلاق تیز فکر ہی ہرچند شعرگوئی کا اتفاق کم ہوتا ہی لیکن جسقدر کہ خالی لطف سے نہین یہ دو شعر یاد تھے

ہون تو آنکھون مین پہ نہین یہ خبر	سرمہ ہون یا غبار ہون کیا ہون
ہین بنائے جہان سہی لیکن	جبکہ ناپائدار ہون کیا ہون

راحت

راسخ

نیکی اور طبیعت مین سادہ کاری جناب مستطاب مولوی امام بخش صہبائی کے ساتھ قرابت قریبہ اور ان دونون سے تلمذ رکھتا ہی کتب درسیہ فارسی کو بہت تحقیق سے پڑھا اور عروض و قوافی کو نہایت تدقیق سے تحصیل کیا نثر فارسی اور ریختہ نہایت شستہ اور زبان شستہ اور تلاش بلند ہی نہ رنگینی معنی کو تعلیقہ بیان کی حاجت اور نہ فروغ مضامین کو تمثیل کی احتیاج جیسی نظم دلکش اور رنگین ہی نثر فارسی بھی نہایت دلچسپ و شستہ ایک انشا طبعزاد رحمت نام کہ مکاتیب شوقیہ اور نامہ ہاے محبت افزا سے پر اور رسالہ بلبل جو نام سنگھ راجہ بلب گڈھ کی تعریف سے مملو اور ایک ملاحت عبارت اور شوخی بیان استعارات سے رقم شوق پر تماشا انگن اور دوسرے سینہ خاطر پر ناخن زن ہی کمال متانت فصاحت کے ساتھ ریختہ خامہ شیرین سخن ہی اور ریختہ مین ایک مثنوی ہی مسمی بشکایت فلک زبان کی شستگی ایسی کہ اوسکے سننے سے طبیعت سامع کی یکقلم غش سے پاک ہو جاوے اور عبارت کی متانت اسطرح کی کہ اوسکے پڑھنے سے نفس رگ یاقوت سے گران تر نظر آوے یہ چند شعر فارسی اور چند ابیات ریختہ اوسکے نتائج طبع سے مرقوم ہوتے ہین

اشعار فارسی

نفس دل گرچہ عزیز است بپیش نظر ما
ساقی بریز در قدح من شراب را
خشک است رز کہ ابر بہارش نداد آب
ہنگام ساقی و نو بہار است چمن پیرا
اگر تعبیر کنند هم زجا بشئے غنچہ هم
تو بیا هم کہ باغ خوش گفتن نمین وا شدن
عیشت نگر چہ گلشن چہ اسیر رحمت
تو همہ گردش چشم من تصاویر زده در دل
من در عنا جوان شوخی کہ چشم مست او رحمت
در خور تو همانا شوق نباشد جامے
گرمین تا بہ پیش از مرگ کشتہ سر زده لم
غمزه و شوخی و انداز و ستم کرده هجوم

آمد کجا ز پیشہ نکویان جفا گستر ما
دستے بگردن انگن و افگن نقاب را
رحمت بہ بیم رخصت چشم چہ آب را
بیجان فزاید ازین نغمہ مهر ازا
بیچان کشانده را و تو انتظار مرا
آهستہ بہ پیش حریفان سبا آمدیا مرا
زداغ شد جگر و سینہ لالہ زار مرا
تو وقتیکہ با اغیار و من و در سینہ چکیدها
لبکا فرا حیرانے مبیز را وصل بانها
مهر ما وقف توان کرد و تمنا ئے چند
دیده از خاک من خستہ نیستانے چند
یک جگر دارم و جمع آمده مهمانے چند

اہل نظر ہیں جلوۂ یوسف میں محو آج
رحمت یہ عمر اور ورع خیر ہی تجھے
ابر بہار کی سے مجھے چشم تر ملے
گردش ہی اس کمینے کی عکس مراد یہ
مجکو محل نہ جان تو صحبت کا عندلیب
تیرا ہی کچھ یہ طور نرالا یہان سے
آرام ایک حرف تھا رونے سے مٹ گیا
نکلو ہی اوسکا چارہ وحشت بھی پر ضرور

ایک سیر ہو جو تو ابھی اوٹھے نقاب کو
بتا تو کیون لگاتے ہو عہد شباب کو
جون برق مضطرب مجھے یارب جگر ملے
کم یا نگین آسمان سے تو بیشتر ملے
کیا نقص نوحہ گر سے اگر نوحہ گر ملے
ورنہ یہ رسم ہی کہ بشر سے بشر ملے
خانہ خراب خاک میں یہ چشم تر ملے
یارو کہین جو رحمت آشفتہ سر ملے

رحیم

رحیم تخلص مرزا رحیم بیگ خلف مرزا پیر بیگ وطن اصلی آبا و اجداد اس صاحب سخن عالی نہاد کا شاہجہان آباد اور مولد و منشا خاک سردھنہ ہی کہ دار الحکومت عمدۂ نسوان بزرگ ہمت زیب النسا بیگم مرحوم کا شمار کیا جاتا ہی حسب اتفاق سن بارہ سو ستاون ۱۲۵۷ ہجری مین مطابق اٹھارہ سو اکتالیس ۱۸۴۱ء مسیحی کے قصبہ میرٹھ مین وارد ہوکر حکمت مآب کمالات انتساب حکیم بو علیخان کی خدمت مین تحصیل کمال کا ارادہ کیا فضائل مآب موصوف نے اہلیت ذاتی پہ نظر کر کے فرزندی مین لیا اور شفقت پدرانہ اوسکے حال پہ مبذول فرماکر فرزندان حقیقی سے زیادہ تربیت کیا سن بارہ سو ساٹھ ہجری مین زبدۂ ارباب کمال مولوی محمد بخش نادان تخلص میرٹھ مین وارد ہوے اور مجلس مشاعرہ منعقد ہوئی اور اس صاحب فکر رسا کو تشریف تلمذ سے مشرف کر کے فن عروض و قافیہ سے آگاہ اور علم بلاغت سے کچھ کچھ بہرہ مند کیا ہرچند اوائل مین شرر تخلص کرتا تھا جب انسے تلمذ ہوا رحیم تخلص کیا ذہانت اور اصابت فکر ظرف بیان مین گنجایش نہین رکھتی چند رسالۂ علوم متفرقہ فارسی اور اُردو مین اوسکے سرمایۂ استعداد طلباے شوق نہادہ ہین اگرچہ جناب مستطاب مولانا و بالفضل اولانا مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے تحصیل کتب یا اصلاح شعر کا اتفاق نہین ہوا لیکن ان چند روز مین بعض رسائل مصنفہ اونکے متردادن جادۂ رسالت کی معرفت جناب موصوف کے مدرسہ افادات مین پہونچکر معرض اصلاح مین ہین اور علاوہ اسکے رسائل و مکاتیب کے وسیلے سے بسا فوائد علمی پایۂ تحقیق کو پہونچائے بالفعل حسب

فرمائش ارسطوے عہد وجالینوس روزگار حکیم احسن اللہ خان کے کہ وزیر بادشاہ اوان اور ثانی سعد اللہ خان ہین قصص الانبیا کو منظوم کرتا ہی اور قریب ایک ربع کے یہ کتاب انتظام پا چکی ہی اشعار فارسی اور ریختہ مین فکر بلند اور تلاش دل پسند ہی یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے مرقوم ہوے

ساقی بیا کہ گشتہ سر لالہ زار سبز
برہ سبز و بحر سبز و لب جویبار سبز
دیوار سبز صحن چمن سبز شیشہ سبز
مے سبز و جام سبز و لباس نگار سبز
اغلب کہ از کمال نشاط گل و بہار
مثل چمن زپردہ بر آید نگار سبز
روے بتان زسبزہ بر آمد تمام سبز
وز عکس خط روے بتان آبشار سبز
جو لکھتا ہون بیان اپنے دل بیتاب و مضطر کا
تڑپتا ہی بہ رنگ نبض عاشق تار مسطر کا
یہ کس مضطر کی بیتابی دل کا حال لکھا ہی
کہ نقشہ ہی خط ملفوف مین لوٹن کبوتر کا
خدا جانے کہ وقت ذبح کیا انداز قاتل تھا
کہ نعرہ ہی لب ہر زخم سے اللہ اکبر کا
دون مین کس کس کو کہ اک جان کے خواہان ہین بہت
غم جدا فکر جدا درد جدا یار جدا
بل بے گرمی آبلون کی آب کیا تیز آب تھا
پانون پڑتے ہی مرے خار بیابان جلگیا
کسے رحم آئیگا جز داغ جگر حال پریشان پر
بغیر از شمع روتا کون ہی گور غریبان پر
پس مردن بھی ہم بار ندامت لیچلے سر پر
کہ اوڑکر خون کی چھینٹے پڑے دامان قاتل پر
کٹنے ہی کی بات ہی کٹنے دو لاے تو کوئی
مجبا عاشق ڈھونڈھکر معشوق کمتسا دیکھکر
کیون کہون مین حال دل کیون راز عشق افشا کرون
جان جاینگے نہ کیا وہ رنگ میرا دیکھکر
ابتک تو ہجر مین ہین فقط تن یہ کھاے گل
تقدیر دیکھین آگے کو کیا کیا کھلاے گل
لطف لاغری مین رہگیا ہون کوے جانان مین
کہ مثل بو نظر آتا نہین اور ہون گلستان مین
ایک سینہ ہی روکے کس کس کو
تیر کو تیغ کو کہ خنجر کو

رسا تخلص شاہزادہ والا مرتب مرزا کریم الدین بہادر سنین عمر قریب نشتر کے پہونچے ہین طبیعت کی شوخی اور فکر کی رسائی جوانون سے زیادہ ہی خوش مزاجی اور وسعت اخلاق سے طریقہ صلح کل مین گام زن ظرافت طبع اور شگفتگی خاطر سے پیشانی کا سطح رشک گلشن اوائل عمر سے ابتک اپنا سخن حافظ غلام رسول شوق کے زیور اصلاح سے مزین کیا ہی یہ چند شعر اونکے نتایج افکار سے صفحہ قرطاس پر مرتسم ہوے

رسا

ہیو فاؤن سے ای رسا تمنے
سچ کہو دل لگا کے کیا پایا

ہو گیا اوسکو دیکھ دل حیران
بات کرنے کا حوصلہ نہ ہوا

کھونا غبار آئینہ کا کام کچھ نہین
مشکل ہر کام دل سے مٹانا غبار کا

پریشان حالون کی جب قدر جانو
جو اسطرح دل ہو پریشان تمھارا

ہو برا غفلت دنیا کا کہ جسکے ہاتھون
رہے غفلت مین ہم اور سر پہ سفر آہی گیا

ہمارا آدم نہ کہین سنکے یہ نکلجائے
خدا کے واسطے تو نام تم نہ جانے کا

دل و دین و قرار و ہوش تک تو دیدیا تجکو
سوا انکے وہ کیا تھا اور جو ہمنے چھپا رکھا

تم کہو دل لیکے دکھلاؤن نہ اپنی شکل مین
ہم کہین دیکھا کرین صورت تمھاری رات دن

یان تلک اوسکے غم مین روئے رسا
کہ ہم آنکھون کو اپنی کھو بیٹھے

رشید

رشید تخلص سید بہادر علی جیلخانہ آگرہ مین عہدہ محرری پر مامور ہے یہ شعر اوسکی غزل سے انتخاب ہوا

وہ ترک شوخ جو غیرون سے ہمکنار رہا
رشید گور سے تنگی ہمکو ہمکناری رات

رضا

رضا تخلص یگانہ عالم و وفاق زبدہ شرفاے آفاق ماہر دقایق سخن میرزا جیون عنایت سلطانی سے عہدہ داروغگی ماہی مراتب اوسکے خاندان مین چلا آتا تھا خیاط ازل نے جامہ اہلیت اور خلعت آدمیت اوسکے قامت استعداد پر قطع کیا تھا تہذیب اخلاق کی اعانت سے حضور و غیب مین وفاق اور دل و زبان مین اتفاق مشق سخن میر نظام الدین ممنون سے کی تھی ایسا شاگرد عقیدت شعار کم نظر آیا ہے عرصہ دراز ہوا کہ مربع عناصر اور مثلث ارواح اور مخمس حواس اور قطعات انفاس سے سیر ہو کر روضۂ خلد کا مثمن اور قامت حور کا مصرع پسند کیا یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے مرقوم ہوے

غیر سے گرم اختلاط ہے وہ
ہم بھی سنتے ہین اور جلتے ہین

ہاتھ مین تم جو حنا اپنے ملا چاہتے ہو
آج دو چار کا کیا خون کیا چاہتے ہو

رنج ایسے مجھے دیتے ہو کہ تنگ آیا ہون
مین نے جانا کہ مری جان لیا چاہتے ہو

رضا

رضا تخلص محمد رضا آگرہ مین سکونت اور فن سخن مین خاور سے تلمذ رکھتا ہے یہ شعر اوسکی غزل سے انتخاب ہو کر درج تذکرہ ہوا

شب فراق بھی مقتل ہے عاشقون کے لیے
تڑپ تڑپ کے کٹی آج اپنی ساری رات

رضوی

رضوی تخلص حکیم جعفر علی ابن حکیم شجاعت علی ساکن قصبۂ جیپور اہلیت ذاتی اور مکارم جبلی مین شہرۂ آفاق فن طب مین دستگاہ معقول حاصل ہی گاہ گاہ شعر اردو کہتا ہی یہ تین شعر اوسکے نتائج طبع سے ہین

وقت رخصت کیا کہون کس بیکسی سے رو دیا	دل تو مجکو دیکہکر ہین دلربا کو دیکہکر
پنجۂ بیداد سے رضوی نہ چہوٹا مرغ دل	اونگلیان صیاد کی ہین یا قفس کی تیلیان
سر تو دیتا ہون پہ اپنی سخت جانی سے مجہے	خوف آتا ہی کہ قاتل کا نہ خنجر ٹوٹ جاے

رضی

رضی تخلص سیف الدولہ سید رضی خان بہادر صلابت جنگ سید صحیح النسب آبا و اجداد اوسکے امراے عظیم الشان سے تہے اور وہ خود حکام وقت یعنی کمپنی کی طرف سے عہدۂ وکالت پہ مامور ہو کر بادشاہ فلک جاہ دہلی کے دربار مین شرف حضوری سے مشرف رہتا تہا چند شعر اوسکے ایک تذکرہ مین مرقوم تہے لیکن کوئی شعر ناخن بدل زن نہ تہا ناچار یہ ایک شعر انتخاب ہوا

رضی سے صنم کیون برا مانتا ہی	یہ تیرا ہی بندہ خدا جانتا ہی

رفعت

رفعت تخلص ہی رافع رایات سخندانی زبدۂ دودمان امیر تیمور گورگانی جوان خوبصورت و خوش سیرت جادو رقم عطارد قلم سحر ساز معجزہ طراز صاحب طبع سلیم و ذہن مستقیم موجد عبارات سلیس گنجور معانی نفیس شاہزادۂ ذوی الاحترام مرزا پیارے نام کا صفحۂ اوسکے دیوان کا صفای عبارت سے غیرت آئینۂ ضمیر صافی گوہران مطلع اوسکی غزل کا روشنی مضمون سے رشک مطلع خورشید درخشان ہر بیت لذت معنی سے جواب بیت ابروے شیرین ہر مصرع شور فصاحت سے دندان شکن لبہاے نمکین رباعی کے چارون مصرعہ مانند عناصر اربع چسپان اختلاط قطعہ کا ہر شعر دیوانگان محبت کے خانہاے زنجیر کی طرح سخت ارتباط ابیات عاشقانہ مضامین آہ و نالہ سے رشک دیوان فغانی فکر رسا ایجاد معنی سے غیرت خلاق المعانی روانی طبیعت کے سامنے بحر بیکران ایک قطرہ گوہر باری سخن کے روبرو افکار سحابی ایک رشحۂ الفاظ پاکیزہ سے ابر نیسان کی گوہر باری منفعل اور رنگینی مضمون سے رنگ شفق خجل پر گوئی کا تو یہ حال کہ ہر غزل کی زمین شاخ و برگ اشعار بسیار سے مجمع مزار چمن اور خوش گوئی ایسی کہ جو شعر اوسکے گل زمین کا فضالہ اور اوس گلشن کا سبزۂ بیگانہ ہی وہی مثل ابروے دلربایان ناخن بدل زن ہی اکثر معنی نگار اوسکے خامۂ جادو طراز کے ایک رشحہ سے صاحب دیوان اور بیشتر سخن سنج اوسکی

زبان

زبان کی ایک جنبش سے سحبان بیان اوائل مین جناب غفران مآب حافظ عبدالرحمن خان احسان
شعر اللہ ایسے نسبت تلمذ کی حاصل تھی اور اب جناب فیض مآب مولانا مخدومنا شہسوار عرصۂ یکتائی
حضرت صہبائی مدظلہ العالی سے مستفید ہے پیشہ عاشقی شعرائے چرب زبان کی فقط قیل و قال ہے
اور ایسے شیرین گفتار کا حال مدام ماہرویان شیرین کلام سے ہم صحبت اور ہمیشہ نیکوان
خوش اندام سے ہم خلوت معشوقہ ہائے ملیح کے خوان وصل سے نمک چش اور خوبان تمبیح کے بادۂ
وصال سے قدح کش یہ اشعار گوہر نثار اوسکے درج سخن سے انتخاب ہوئے

ہم خوش تھے کہ محشر مین تو دیکھینگے وہ دیدار
لیکن یہ قیامت ہے کہ محشر نہین ہوتا

کس منھ سے کرون دل کی شکایت کہ برا ہے
تجھسے تو جدا وہ کبھی دم بھر نہین ہوتا

کب تک یہ ستم تیرے سہے جاینگے ہمسے
ہوتا ہے جگر سینے مین پتھر نہین ہوتا

مین تجھکو نہ کہتا تھا حسینون کو نہ دے دل
رفعت کوئی ان لوگون سے جانبر نہین ہوتا

دیکھیے کرتا ہے کیا دن رات کا رونا ترا
روگ یہ بے ڈھب تجھے اے چشم گریان ہوگیا

آہ کی آتش فشانی سے تھا عالم کا ضرر
اور کیا ضبط اب تو دل سینے مین بریان ہوگیا

رو تو اے شوق شہادت سر پہ اپنے ہاتھ دھر
لوگ کہتے ہین کہ قاتل کچھ پشیمان ہوگیا

مین نے برسون دل کو پالا اپنے بر مین ناز سے
اور یہ دم بھر مین ایسا دشمن جان ہوگیا

ہو برا اتنیا بُرِ دل کا کہ اسکے ہاتھ سے
راز پنہان ایک عالم پر نمایان ہوگیا

مین لگائے جسکو رکھتا تھا گلے سے رات دن
بار گردن ضعف سے وہی گریبان ہوگیا

تم رہے نہ لفین نباتے وان یہان ہم مر گئے
اتنے ہی عرصے مین کچھ کا کچھ میری جان ہوگیا

حسن کی خوبی سے بھی واقف نہ تھا اپنی وہ شوخ
دیکھتے ہی دیکھتے اک آفت جان ہوگیا

یا الٰہی درد کس یہ وہ نشتر کا تھا کہ شب
دل مین اوٹھ اوٹھ کر مرے دل ہی مین پنہان ہوگیا

خدنگ پہلو مین نچٹا تو اوسکے دیکھ کے پر
مین سمجھا خط کو مرے لیکے نامہ بر آیا

دل و جگر کو نہ جا کر لگی ہو آگ کہین
نفس نفس کے ہے ہمراہ یہ دھوان کیسا

مژہ کو چھیڑے تو مدت ہوئی ہے یہ اب تک
چبھے ہے خار سا سینے کے درمیان کیسا

نہ دل کے پاس جگر نے جگر کے پاس توان
پڑا ہے تفرقہ یارون کے درمیان کیسا

خدا اُنکو وہ کرے نالہ گر ترا عاشق
تو پھر زمین یہ کیسی یہ آسمان کیسا

کچھ آنکھ کا گیا نہ گیا کچھ خیال کا
مارا گیا دل اور یہی بے قصور تھا

میرا یہ قتل اور وہ نازک دماغیان
کچھ پاس غیر کچھ وہ تغافل شعاریان
رحم اوسکا ہی کہ نالہ کا اثر کچھ ہو گیا
وصل کی شب بھی کوئی شب تھی کہ اوس نے ہم سے نقاب
تھا ہدف غیر پہ اپنا تھا مقدر جو بہ پست
آج کچھ رفعت دل خستہ کا احوال ہی غیر
کھینچو قصد تو پیکان کے آزمانے کا
لباس طائر رنگ پہ ہی وحشت سے
نہ خدر تھا ہمین ہونے مین خاک کے گر ہم
گندھی تھی کونسے بدمست تشنہ لب کی وہ خاک
شب وصال مین دیتا ہی لطف کیا کیا کچھ
بذوق ناز کو دے رخصت جفا کہ یہان
سمجھتا کاش مین اول کہ ہو فاتحہ مین
نہ اونکو ناز سے فرصت کہ ہمسے ہو کچھ چھیڑ
تری گلی مین ہوے خاک بھی تو کیا حاصل
گھٹے ہی جون جون ملاقات شوق بڑھتا ہی
اوسی کے ساتھ تھے چرچے جہانکے سارے
برا ہو باد خزان کا کہ دم کے دم مین یہان
ہین ایک وہ بھی کہ ہمسے ہی اونکو راز و نیاز
کم ہو گئی شاید بت و بتخانے کی الفت
ظالم تو کسی سے تو ذرا رحم سے پیش آ
کچھ میری ہی جانب سے نہی اتنی بھی ورنہ
بیٹھ اے ستمگر تو دل زار کے پاس
صبر بھی تیرے ہی کچھ ڈھنگ ہی سیکھا کہ اوسے
تجکو لینی ہی تو لے ورنہ اجل لیتی ہی

اتنا بھی لطف حق مین مرے تمسے دور تھا
گویا کہ سامنے بھی مین نظرون سے دور تھا
نزع مین بارے وہ لینے کو خبر آ ہی گیا
اوٹھنے پائی تھی کہ ہنگام سحر آ ہی گیا
غلط اندازی سے وہ تیر ادھر آ ہی گیا
جو کہ دھڑکا تھا سو وہ پیش نظر آ ہی گیا
کہ زخم دل کو ہی پانی کے ڈھب چرانے کا
کسے دماغ ہی اب آشیان بنانے کا
یہ جانتے کہ وہ دامن نہین بچانے کا
کہ جس سے خم یہ بنا ہی شراب خانے کا
ہر ایک بات پہ عالم یہ منھ بنانے کا
ہمین بھی عزم ہی طاقت کے آزمانے کا
چرا کے دل کو ہی طور آنکھ کے چرانے کا
نہ ہمکو ضعف سے یارا ستم اوٹھانے کا
ترا ہی ڈھب وہی دامن اوٹھا کے آنے کا
کہ ڈھنگ یہ بھی محبت کے ہی بڑھانے کا
بہت رہا ہمین افسوس دل کے جانے کا
کیا ہی فیصلہ بلبل کے آشیانے کا
اور ایک ہم ہین کہ منھ تکتے ہین زمانے کا
کچھ اندنون آتا ہی جو رہ رہ کے خدا یاد
دنیا مین کریگا کوئی کیا تجکو بھلا یاد
تمکو تو وہ اقرار بھی اپنا نہ رہا یاد
بیٹھتے یار رہین دنیا مین سدا یار کے پاس
عمر آتے ہوے گذری ہی دل زار کے پاس
جان جو کچھ باقی رہی ہی ترے بیمار کے پاس

ہاے پانی بھی چوانے کو نہ آیا دم مرگ — کوئی جز گریہ حسرت ترے بیمار کے پاس

در میخانہ کو سمجھا ہون در کعبہ کہ یان — جب مین آتا ہون تو آنکھون سے لگا جاتا ہون

بعد مرنے کے بھی الفت نہ گئی دل سے کہ مین — خاک ہوکر ترے دامن سے لگا جاتا ہون

آتش عشق سے جل جل کے بنا ہون سرمہ — کوئی دنکو تری آنکھون مین بھی آجاتا ہون

لب ہین جان بخش یہ کیسے کہ مین اونکی خاطر — اپنے جینے ہی سے مایوس ہوا جاتا ہون

یون چلے جاؤ تم اور ہم چپ رہین — شب کو تجھے کیا جانے ہم کس دھیان مین

منھ مین جو آئے ترے واعظ تو کہہ — پر نہ کہیو کچھ بتون کی شان مین

پوچھے اشک اوسنے گمان غیر مین — مرگئے ہم اتنے ہی احسان مین

جان اجل کو دینگے اک جھگڑے کے ساتھ — تو ہی جو دیدے مجھے اک آن مین

رہی بعد از فنا بھی گر یہی اس دل کی بیتابی — تو محشر تک رکھیگی زلزلہ مین خاک مدفن کو

رفیق تخلص مرد میدان شہور رفیق علی نام کا ہی کہ مدت العمر سے زمرۂ سواران سپاہ انگریزی مین منسلک اور سلسلۂ علائق سے آزاد ہی اسکے سوا کچھ اور حال اوسکا دریافت نہین یہ ایک شعر اوسکے نتائج طبع سے مسموع ہوا

کبھی بجھی زہر مین تیغ نگہ یار رفیق — کہ لگا زخم جو دلپر سو وہ ناسور ہوا

رقم تخلص صاحب پایۂ ارجمند حکیم سکھانند فن طبابت مین اپنے عصر کا وحید اور صناعت شعر مین شاہ نصیر مرحوم سے مستفید یہ شعر اوسکے افکار سے ہی

وفور شوق مین رخ کے لیے دہان کے لیے — نہین تمیز کہ بوسے کہان کہان کے لیے

رمز نام نامی و تخلص گرامی ہی اوس والاجاہ بلند پایگاہ کا کہ رستم اوسکے آستانہ کا ایک چاکر اور حاتم اوسکے نعمتخانہ کا ایک دریوزہ گر آفتاب کو اوسی کے پرتو ضمیر سے شعاع ہی اور آسمان کو اوسی کی بلندی جاہ سے ارتفاع زمانہ اگر اوس سے رتبہ افزائی نہ سیکھتا نہ سکندر کو جہانگیر کرتا اور نہ دارا کو تاجدار آفتاب اگر اوس سے مایہ بخشی حاصل نکرتا نہ معدن کو زر سے مالا مال کرتا اور نہ ابر کو گوہر بار دریا اوسکے جود کی خجالت سے آب آب اور کوہ اوسکے حلم کی غیرت سے ہمہ تن اضطراب تیغ شجاعت اعدا کے واسطے برق خرمن کمند جرات اشقیا کے واسطے رگ گردن رستم اوسکے عرصۂ پیکار مین زال سے کم دستان اوسکے میدان جنگ مین ہراسان فریدون کو اوسکے دربار عام مین مجال بار نہین اور

جمشید کو اوسکی بزم خاص مین کچھ وقار نہین اوسکی زیادہ بخشی سے دامن ہر سائل کا کان گہر
اور اوسکے نیسان لطف مین اشک ہر یتیم کا گنج گوہر کمال شفقت سے گلوے تشنۂ اعدا کو
آب شمشیر سے سیراب کیا اور نہایت مرحمت سے نخل عمر دشمن کو چشمۂ تیغ سے شاداب آمی
صبا بر شیرین گفتار زبان قلم کسکے حمائد بیشمار سے گوہر ریز ہی کہ ہر سخن سے شوکت چہرہ نما اور
ہر حرف سے ابہت نقاب کشا ہی بیان کو روشن کر اوپر دعوے کو مبرہن یہ وہ داور ہی کہ
اگر چشم نرگس مین غبار پڑ جاوے موج نسیم معاتب ہو اور اگر پہلوے گل کو نوک خار سے
آزار پہونچے صبا مخاطب ہو اور یہ وہ داور ہی کہ پایہ اوسکے ایوان رفیع الارکان کا فرق
افلاک پر ہی اور سایہ اوسکے لطف و مرحمت کا تمام روے خاک پر اور یہ وہ داور ہی کہ خار آوسکے
دشت نبرد کا علم کاویانی ہی اور رانخہ اوسکے جود وسخا کا ابر نیسانی اور یہ وہ داور ہی کہ اوسکے
عہد مین گرگ تہمت خون یوسف سے لرزان ہی اور تغافل آنکھ چرانے کے جرم سے نظر بندی
شایان یعنے داور دادگر سایہ گستر قدردان ہنر رتبہ شناس ہنرور دولت پناہ اقبال دستگاہ
گردون رفعت آسمان شوکت جمشید بزم افراسیاب رزم داود بیمثال خداوند یہمال آسمان
جاکر چاکر سپہر ماحی آثار ظلم و بیداد دافع رسوم شر و فساد قامع بنیان جور و جفا ہادم اساس
رنج و عنا وارث تاج و نگین والی زمان و زمین ولیعہد خلیفۃ الحق شایستہ خلافت مطلق معین
ارباب شجاعت و تہور مرزا فتح الملک بہادر دام اقبالہ و ضاعف اجلالہ کہ اوسکے حرف معدلت
کے مقابل حکایت نوشیروان افسانۂ دروغ ہی اور اوسکے ذکر شجاعت کے روبرو داستان رستم
بے فروغ تیر اوسکا بید ستاری زرہ و گمان سینۂ اعدا کی طرف دوان اور خنجر اوسکا بید دگاری
دست و بازو و گلوے دشمن پر روان شہرۂ جود سے نام حاتم بے نشان اور نہیب حملہ سے پاے
سام گریزان صبا کو اگر قواعد جود تعلیم کرے پشت سرو مدام بار ثمر سے دوتا رہے اور اگر نسیم کو
رسوم نشاط سکھاوے دہن غنچہ ہمیشہ فرط تبسم سے وا رہے اس کثرت مہمات خلافت اور ہجوم
امور سلطنت پر آرائش سخن کی طرف توجہ اور پیرایش نظم کی جانب التفات اس مرتبہ
ہی کہ اگر باد صبا دہان سوسن کو گویا کرے تو نہالان چمن کی تربیت سے معزول ہو اور اگر نسیم
دہان گل کو حرف سرائی سکھا‌وے عذر بے استعدادی نامقبول ہو زمزمہ مین مصرعہاے ابیات تیغ
و ... حرف جامع جمیل فصیح زبان کو اوسکی تعلیم سے دریافت ہوا کہ برگ
گل پر قطرات شبنم نقطہ آتش سکے نقاط ہین اور قمری ملیح گفتار کو اوسکے ارشاد سے منکشف ہوا

کہ بیان میں ہیانین قلب صنوبر سے معنی با فراط ہین سخن عذوبت معانی سے ایسا دلچسپ کہ اوسکی تکرار
لب شوق پہ قند مکرر ہو نظم حسن مضامین سے ایسا دلکش کہ خاطر عشاق مین جلوہ عرائس سے
شوق انگیز تر ہو اسی دلکشی کا اقتضا ہی کہ ہر چند یہ کلام بلاغت نظام ادب کی مصلحت سے اختر کتاب
ہو کر گرسنہ چشمان سخن کے واسطے خوان گسترا اور قدرشناسان معنی کی نظر مین جلوہ گر ہو چکا ہی
فرط شوق نے دامن ضمیر کو ہاتھ سے نچھوڑا کہ اس چمن زار سیراب کی گلگشت جب تک دوبارہ
نذر تماشا نہو گی نہ خامہ قدم اوٹھا سکیگا اور نہ شغل تحریر ہاتھ بڑھا سکیگا اور حق یہ ہی کہ اس نوباوۂ
معنی کی لذت سے طبیعت کی سیری محال ہی اور اشتیاق کی کمی وہم وخیال اگر کام ہوس اوس سے
چاشنی گیر اور مذاق آرزو اوس سے لذت پذیر نہو ناکامی ابد پہ نوحہ اور محرومی دائمی پہ گریہ زار کرے ہی
اسواسطے پھر طبائع اہل ہنر کی ضیافت کے واسطے مہیا اور ارباب کمال کی تفریح کا اسباب
آمادہ ہوتا ہی

آنکھیں تو اوسکو دیکھ کے ہوتی ہین بیقرار — بن دیکھے دل تڑپنے لگا اسکو کیا ہوا
ہوا شوق تماشا جبسے تیرے روے نیکو کا — نہ مین قابو کا ہون دل کے نہ دل ہی میرے قابو کا
ڈھونڈو گے جان کو بھی محبت کی راہ مین — پھرتے ہو رہ رو دل کی ابھی جستجو مین کیا
کیا قتل ظالم نے کس کس ادا سے — ملا مجکو قسمت سے جلاد اچھا
سب کچھ آسان ہی تجھے گردش دوران کرنا — ایک مشکل مری مشکل کا ہی آسان کرنا
دل دیا تھا جسے دلدار سمجھ کر مین نے — رمز اب وہ ہی دل آزار ہوا ہاے نصیب
حال سن سن کے عشق مین تیرا — رمز کرتے ہین خاص و عام افسوس
ذبح ہونا میرے حق مین ہی حیات جاودان — آب خنجر مین ترے ہی آب حیوان کا خواص
کیسی زمین کہ غرق ہوا آسمان تلک — ای گریہ اب یہ جوشش طوفان کہان تلک
تصویر صنم پیش نظر رہتی ہی اپنے — کعبہ مین تو جا کر ہوے بتخانہ نشین ہم
اوس شوخ کو مین نامے مین القاب کیا لکھون — مشفق نہین شفیق نہین مہربان نہین
خوبیان ساری خدائی کی تمھین پر ختم ہین — بیوفائی کا مگر شکوہ ہی تجھ سے ہمین
لب ملے کیونکہ تیری مجلس مین — دیکھ کے تجکو جان ہی کس مین
نہ حرم مین جگہ نہ دیر مین جاے — ہم سے گنے جائین اے خدا کس مین
ذبح کر خواہ چھوڑ دے صیاد — آ پھنسے اب تو ہم ترے بس مین

سرمایہ جو محیط مین دیجے قرار رمز
رمز الفت مین جو چاہو آرام
رمز وہ مست ناز ہی فتنہ
اگر ہون قابل دیدار آنکھین
بعد مرون بھی نہ چھوٹا ہمسے ذوق مے کشی
ہمنے تو غم یار مین یون عمر بسر کی
کاٹ دے اوسکو بھی تو ای قاتل
مل رہیگا وہ کبھی تو ہمنشین

ہم میرے ایک گوشۂ چشم پہ آب مین
تو یہ راحت طلبی جانے دو
اوسکو سونے دو کیون جگاتے ہو
جدھر دیکھون اودھر آوے نظر تو
خاک سے اپنی سبوے مے بنے ساغر بنے
مر مر کے جو کی شام تو رو رو کے سحر کی
لگ رہی گردن اک ذرا سی ہی
اوسکے ملنے کی تمنا چاہیے

رنج

رنج تخلص ہی جناب مستطاب معلے القاب غفران مآب زبدۂ اصفیاے کرام اسوۂ کملاے عظام حضرت شاہ محمد نصیر محمدی کا طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ کہ سجادہ نشین اور نواسہ حضرت بابرکت قدوۂ تخت نشینان قصر فردوس خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ والغفران کے تھے کمالات ظاہری و باطنی اس ایک ذات بابرکات مین جمع تھے باوجود وفور اخلاق کے ہیبت بزرگانہ اوس چہرے نورانی سے اسطرح جلوہ گر تھی کہ یکایک گستاخ طبعان شوخ مزاج کو یارا ے کلام نہوتا تھا

ہیبت حق ہست این از خلق نیست	ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

باوصف تعلقات ظاہری کے ایسا قطع تعلق کیا تھا کہ اونکی نظر عالی مین تمام دنیا برابر ذرہ کے قدر رکھتی تھی نہ دنیا کے جاہ و حشمت کے آنے کی خوشی اور نہ جانے کا غم بسا اوقات مشاہدہ ہوا کہ جو کچھ پاس آیا سب مستحقین پر تقسیم کرکے آپ بالکل تہیدست رہگئے اگر کبھی متاع دنیا سے اسقدر گنجینہ حصول مین ذخیرہ ہوا کہ حوصلۂ حرص و آز بھی اوسکا متحمل نہو پیشانی پر شگفتگی کے آثار ہویدا نہوے اور اگر اس سے زائد کیسہ مراد سے زیان ہوا نشان ملال ناصیۂ حال سے پیدا نہوے علم موسیقی اور حساب کو ایسا کمال کو پہونچایا تھا کہ زبان قلم اونکی تقریر اوصاف مین قاصر ہی ایک رسالہ تال مین لکھا ہی اوس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ دعوے یکتائی کا اس فن مین سواے اوس یگانۂ کمال کے دوسرے کو سزاوار نہین اور علم حساب مین جمیع اعمال مین تضعیف سے جبر و مقابلہ تک یک لخت قواعد جداگانہ اور علیحدہ اون قواعد سے جو کتب متداولہ مین ثبت و مرقوم ہین ایجاد کئے اور ہر عمل کے واسطے بنا طریق مقرر کیا

اور ان ضوابط مخترعہ سے کئی رسالے مرتب کیے وہ سب رسالہ ہنوز مسودہ تھے کہ جہان فانی سے رحلت فرمائی سال بارہ سو اکسٹھ ہجری غرہ شوال روز یکشنبہ تھا کہ زمین فردوس اونکے قدوم فیض لزوم سے سرسبز ہوئی مومن خان مومن تخلص مرحوم نے کہ جناب جنت مآب موصوف سے خویشی و دامادی کی نسبت رکھتے تھے تاریخ وفات مین یہ قطعہ لکھا

شیخ زمان شد ز دہر و ز پے سال وفات	فلک بلند مرہ جنت ماوا گرفت
گفت بمومن ملک خوابگہ محمد نصیر	در قدم ناصر و درد نکو جا گرفت ۱۲۶۱ھ

از بسکہ طبیعت فیض طویت مطالب عالیہ و مقاصد بلند کی طرف متوجہ تھی شعر کی جانب کم التفات فرماتے تھے لیکن گاہ گاہ اس راہ مین بھی اتفاقاً گذر اور زمین سخن کو رتبہ فلک الافلاک کا مرحمت ہو جاتا یہ چند شعر بطریق یادگار مرقوم ہوتے ہین

ٹھہرا نہ یہان تو کارخانہ اپنا افسوس دلا	وان دیکھیے ہووے کیا ٹھکانا اپنا ہر طور برا
اپنا وہ تھا کہ جس سے بیگانہ رہے نادانی سے	بیگانہ وہ تھا کہ جسکو جانا اپنا کیا قہر کیا
خط دیکھ کے ادھر تو میرا دم اولٹ گیا	قاصد ادھر بدیدۂ پرنم اولٹ گیا
تیرے بن جبتک کہ میرا دم رہا	آہ اور نالہ ہی بس ہمدم رہا
کان کا موتی نہین عاشق کا اشک	سرد مہری سے تری یون تھم رہا
یاد مین اوس گلبدن کی صبح تک	اشک سے تکیہ مرا سب نم رہا
یقین ہو گیا دیکھکر اوسکا قامت	کہ بیشک قیامت مین دیدار ہوگا
گھر کی نکال جانب دشمن نہ بام پہ	کوٹھے چھڑی جو بات کھلے خاص و عام پہ
یا د دلوا کے جو ہمبستری یار رولا	سو وہ تصویر بنا لی ہے بغل کا دشمن
دل یہ جسکے لیے پہلو مین طپان رہتا ہے	یہ سنا ہے کہ اوسے بھی خفقان رہتا ہے
زندگی تلخ و ناگوار ہوئی	آنکھ سے آنکھ جب دوچار ہوئی

رند

رند تخلص ہے نوجوان سعادتمند اکرام الدین نام کا کہ مولوی عبد العزیز عزیز اور مولوی عبد الکریم سوز صاحبزادگان حضرت استادی کا ماموں زاد بھائی ہے تحصیل کتب فارسی اور کسب فن شعر مولوی عبد الکریم سوز کی خدمت مین کرتا ہے بہت ذہین ہے اور گاہ گاہ تحصیل طلب کی طرف متوجہ ہے اسکی غزل مین اکثر اشعار خصوصاً مقطع اپنے تخلص کا مصداق ٹھہرتا ہے یہ چند شعر اوسکے افکار سے ہین

تری زلف بکھری بکھری جو نہ دیکھتے کبھی ہم
تو ہنوتے یون پریشان نہ یہ حال زار ہوتا

نہ وصال اوس سے ہوتا نہ اوٹھاتے رنج فرقت
جو شراب ہم نہ پیتے تو یہ کیون خمار ہوتا

مرے نام سے ہی ظاہر مرا حال میکشی کا
مجھے رند کون کہتا جو نہ بادہ خوار ہوتا

گلہ نہین ہی ہمین کچھ ترے ستانے کا
ہی ابکی طور ہی بگڑا ہوا زمانے کا

وہ مر گئے تری صحبت کے یار کیا ای رند
جو آج کل نہین چرچا شراب نانے کا

تونے جلا جلا کے ہمین خاک کر دیا
اور خاک ہو گئے تو صبا نے اوڑا دیا

تو لے ہماری یاد کو خاطر سے اپنی ہائے
حرف غلط کی طرح سے ظالم مٹا دیا

لگتی چلی تھی فتنۂ محشر کی آنکھ پہ
ٹھوکر لگا کے شوخی سے تمنے جگا دیا

ہم پہ تو التفات نہ تھی لیک بزم مین
ساقی نے رند جان کے ساغر پلا دیا

رندی مے پینے سے بچا تھا بہت ہی لیکن
کچھ نہ کچھ یارونکی صحبت کا اثر آ ہی گیا

آتے ہی فصل گل کے بجز شوق میکشی
ای رند سوجھتا نہین سود و زیان مجھے

پاس آ کر مرے خفا بیٹھے
بیٹھے گر اسطرح تو کیا بیٹھے

کارگر دل مین یون ہوئی مژگان
جس طرح ناوک قضا بیٹھے

دل مین آنا ترا نہین مشکل
ہو گئے جب غبار آ بیٹھے

ناتوانی پہ بھی کوچہ مین ترے ای ظالم
شوق دیدار اوڑائے لیے جاتا ہی مجھے

ترے مریض کی حالت تبہ ہی کیا کہیے
اور اوسکے حال سے تو بیخبر ہی کیا کہیے

رند

رند تخلص سید محمد خان لکھنوی مشتاق قدیم اور صاحب طبع سلیم ہی دو دیوان ریختہ اوس سے یادگار اور حلیۂ طبع سے محلی ہو کر اکثر نواح ہندوستان مین منظور سخن سنجان روزگار ہین دو تین برس ہوئے کہ دُردِ تن کو خاک مین ملا کر صاف کوثر و تسنیم کے شوق مین باغ جنان کی طرف راہی ہوا یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

اب عشق و عاشقی کا زمانہ نہین رہا
جاتا رہا وہ وقت وہ ہنگام ہو چکا

ہوشیاری نے ستمگر تری بیہوش کیا
تری گفتار نے ظالم مجھے خاموش کیا

گل کو دیکھا تو بندھا عارض رنگین کا خیال
غنچہ گر باغ مین دیکھا تو دہن یاد آیا

نازبیجا اوٹھائیے کس کے
اب نہ وہ دل نہ وہ دماغ رہا

کب مٹا عشق کا نشان دل سے
زخم اچھا ہوا تو داغ رہا

ہم آفتاب بام ہین یا ہین چراغ صبح	کیا اعتبار شام گیے یا سحر گیے
رکھدیا سر کو پاے قاتل پر	مرتے مرتے بھی جی چلا بیٹھے
خاک ہوکر ہی ہم اوٹھین تو اوٹھین	اتنو در پہ تمھارے آ بیٹھے

رنگین

رنگین تخلص سعادت یار خان اسکا پدر بزرگوار طہماسپ بیگ خان تورانی سات برس کی عمر مین روم سے ہندوستان مین آیا اور پیشگاہ عنایت سلطانی سے منصب ہفت ہزاری و خطاب محکم الدولہ طہماسپ بیگ خان اعتضاد جنگ بہادر سے سرفراز ہوا ہر چند یہ صاحب منصب شہر زمین سرہند مین متولد ہوا لیکن ایام صبی سے دم واپسین تک خاک پاک شاہجہان آباد (اطافت نبیاد مین بسر کی گو کہ گاہ گاہ بطریق سیاحت کے اطراف و جوانب کی طرف متوجہ ہوکر لطف سفر سے بہرہ مند اور چندے شاہزادہ گردون شوکت مرزا محمد سلیمان شکوہ کی ملازمت سے ارجمند ہوا اوائل حال مین شاہ حاتم سے تربیت پائی اور فن شعر کو اوسکی خدمت مین کسب کیا جب شاہ موصوف نے وفات پائی پھر کسی سے اصلاح شعر کا اتفاق نہوا اور ہمیشہ اپنی زور طبع کے اعتماد پر آپ اپنے سخن مین حک و اصلاح کی یہ بات اوسکی تراکیب سخن سے ظاہر اور اوسکی بندش الفاظ سے باہر ہے کثرت مشق سے دفتر دفتر اشعار کا لکھنا اوسکے نزدیک ایسا تھا جیسے رفتہ رفتہ مداد کے سبب سے کسیکی زبان قلم سے ایک قطرہ بے اختیار کاغذ پر تراوش کرے اخیر عمر تک اس شہسوار عرصۂ سخن کے تکلم کی سیر مثل جنازہ سوار کے لاینقطع رہی ہر چند اس مرد سنجیدہ نے اپنی زور طبع سے سخن کو موزون کیا لیکن اور کسیکا مقدور نہین کہ اوسکے مجموعۂ سخن کو ترازو مین وزن کر سکے پیشۂ سخنوری مین ببر ژیان اور نیستان سخن مین شیر نعران تھا مضامین نازک اوسکے صریر قلم کو نعرۂ شعر سمجھکر شگاف خامہ سے سر باہر نہ نکال سکتے تھے اس سرمایۂ سخن کی عمر کا سرمایہ چار دیوان ہین اول مسمے بدیوان ریختہ اور دوسرا دیوان مسمے بدیوان بیختہ اور اس دیوان کی ہر زمین مین دو غزلہ کا التزام اور اپنے زعم کے موافق شستگی الفاظ و پاکیزگی عبارت مین نہایت اہتمام کیا ہے تیسرا دیوان مسمے بدیوان آمیختہ اور اسمین صرف ہزل گوئی کی داد دی ہے چوتھا دیوان ریختی کا مسمی بدیوان انگیختہ اور ان چارون دیوانکا نام چار عنصر رنگین ہے اور سواے دواوین اربعہ کے چند کتب اور بعینہٖ مثنوی شاہزادہ بیجبین اور رانی سرہی نگر کے حال مین اور ایک مثنوی مسمے بہ ایجاد رنگین و نسخۂ مجالس رنگین

اور رنگین نامہ مجموعہ کے جواب مین اور ایک فرسنامہ علم فروسیت مین، اوس جامع انواع سخن سے یادگار ہے اور ان سب کتابون کا نام نورتن ہے دیوان دوم کے دیباچہ مین کہ زبان اردو مین اس رنگین نگار چابک رقم کا لکھا ہوا ہے ریختی کو اپنا ایجاد بیان کیا ہے راقم کے عندیہ مین یہ ادعا محض ہے اسواسطے کہ انشاء اللہ خان سے بہت ریختیان مشہور اور السنہ عوام پر مذکور ہین لیکن اسمین شک نہین کہ اس ظریف طبع شوخ مزاج نے ابیات ریختی کو ریختہ کا قصر تصور کرکے اسی شبستان مین اپنا گھر بنا لیا تھا اور اوسکی ریختی نے اسقدر شہرت پائی تھی کہ انشاء اللہ خان کی ریختی اہل روزگار کی خاطر سے فراموش ہو گئی تھی اگر راقم سے پوچھیے تو انشاء اللہ خان نے ریختی کی اول بنا ڈالی اس معمار سخن نے اس بنا کو بلند بلکہ تمام کیا اوسکے بعد جان صاحب لکھنوی نے اس عمارت مین صفائی و رنگینی زیادہ کی نازنین نے اس محل کو اپنی جلوہ گاہ بنایا اور اس قصر دلنشین کو کمال زینت سے حجلۂ عروس کر دیا رنگین شیرین کلام میدان سخن مین تو یکہ تاز تھا ہی لیکن فن شہسواری مین ایسا کمال تھا کہ اگر فی المثل اسپ چوبین اوسکے زیر ران ہوتا اس طرح کا چالاک ہو جاتا کہ اگر نگاہ تماشا ئیان اوس سے ہم جولان ہوتی نصف راہ مین رہ جاتی اور فن فروسیت مین یہ مہارت تھی کہ گھوڑے کے نقش پا سے اوسکا ارادہ معلوم اور نشان سم سے عیب و صواب مفہوم ہو جاتا فرسنامہ اوسکے کمال پر گواہ اور اس سخن کا شاہد ہے یہ چند شعر اوسکے کلام سے انتخاب ہوے

ربط بیجا سے آپ نے جواب بہت کم کر دیا
یہ لطف اشتیاق مرا ہو گیا ہے کچھ ابتر
پھرا ہے تو ترے کوچے مین کیون شہید نگہ
کیا کرتے ہو اے ناصح تم نصیحت رات دن مجھکو
مجھے ہی دیکھتا ہے آج کل کہتا ہے وہ ہنسکر
دل بغل سے لیگئی رنگین وہ دزدیدہ نگاہ
چھب تھی کیسی کیسی ستم تراش
تھی ہوس یہ دیدہ کی رنگین کہ میر کمی بعد ترے
تھا عشق مین بازی لگا دینا کس کس بھر دیکھے پر

سچ بتاؤ تمکو صاحب کس نے برہم کر دیا
نہین ہے اسکی مری چشم اشکبار مین جا
مگر اسے نہین ملتی کسی دیار مین جا
اوسے بھی ایک دن تم جا کے سمجھاتے تو کیا ہوتا
نظر آتا ہے مجھکو ان دنون تو کچھ ملا رسا
ورنہ دل دیتا ہے کون اپنا کسیکو جانکر
سب سے تری نرالی ہے کچھ اے صنم تراش
رنگین آنکھین کھلی حیرت سے قاتل کی طرف
بساط اپنی مین تھا ایک نقد دل سو ہار بیٹھے

حسرت و حرمان و یاس و حیرت و رنج و تعب / کیا کہون اس ہجر مین کیا کیا ہوا اور کیا نہین
وعدہ آنیکا کرکے امید بدعہد / پہ تقاضا فعل تیرا اقتضا مست ہی

رعنا تخلص غلام محمد خان قوم افغان ساکن اکبرآباد شاگرد خلیفہ سید نثار علی اسیر جد بزرگوار اوسکا سرکار والی بھرت پور مین تحصیلدار جلیلۃ ممتاز رہا اور اوسکے پدر عالیمقام نے اوسکے ایام طفلی مین شوق تحصیل شعر و سخن کا غالب تھا اوسی سرکار مین عہدہ سپہگری پر مامور ہوکر کثرت اعتبار سے ابناے روزگار مین امتیاز بہم پہنچائی کہتے ہین کہ اس کامل خرد نے مولوی محمد کامل علیہ الرحمۃ سے کہ نجوم و ہیئت و ہندسہ مین یگانۂ روزگار اور وحید قرون اور ادوار تھے تمام کتب درسیہ ابتدا سے انتہا تک پڑھی ہین ریختہ مین زبان شستگی اور فکر بلندی سے خالی نہین ہے یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوے ہین

کیون قافیہ یان تنگ ہو اہل سخن کا / مضمون ہے مرے شعر مین تنگی دہن کا
اللہ ری بناوٹ کہ بگڑنے لگے سنکر / کچھ وصف کیا مین نے جو بیساختہ پن کا
عریان تنی کے لطف اوٹھینگے شب وصال / اوس ماہ نے کیا ہے لباس کتان پسند
دل لگ چلا ہے اوسکا بھی شاید کسی طرف / آنے لگا ہے کچھ مرے غم کا بیان پسند
پھرتے ہین یون دل چھپائے ہم ہواے دہر سے / جسطرح لاوے چھپا کوئی تہ دامن چراغ
اوسے غیر کی بزم سے کھینچ لایا / ہم آہ جگر کے اثر پر فدا ہین
کی آخر کو رو رو جگہ اوسکے دل مین / رعنا ہم تری چشم تر پر فدا ہین
کہنا ترا ہمارے سر آنکھون پہ ناصحا / پہ کیا کرین جو دل ہی نہو اختیار مین
بو آج کسکی زلف معنبر کی لے اوڑی / یہ بوے عطر بیز جو باد سحر مین ہے
دریا رواں ہو گر ہین بچھڑ دن سے آ کر رہا / عالم سحاب کا مرے داماں تر مین ہے

باب زاے المعجمہ

زار تخلص حافظ امام بخش نابینا متوطن شہر کرامت بہر تھانیسر ہرچند تولد سے چھ مہینے بعد بیماری چیچک سے بینائی جاتی رہی لیکن بقول صائب

ده در شود گشاده شود بسته چون درے / انگشت ترجمان زبان ست لال را

اللہ تعالے نے بعوض چشم ظاہر بین کے دیدۂ دل کو روشن کر دیا تھا اور اسقدر صفائی باطن عطا کی تھی کہ ذہن گویا لوح محفوظ کا ایک ٹکڑا تھا غالبا وہی ایک پردہ تھا کہ باطن سے

اوٹھا اور ظاہر پہ پڑگیا تا کہ وہ نظر صافی جو پردگیان معنی کی تماشائی تھی نظارہ خسائس ظاہری سے
آلودہ نہو مختلف فرقون سے صحبت واقع ہوئی اور ہر ایک کا فیض اس طرح سے اخذ کیا
کہ کملا اوسی قوم کے اوس بزرگ کی ذات غرائب سمات کو مغتنم جاننے لگے علم موسیقی کے
دقائق کو اس طرح سے معلوم کیا تھا کہ اگر کسی کامل فن کے گانے یا بجانے کے وقت اوسکے
سر تحسین کو جنبش یا زبان کو گردش ہوتی اوسکو اپنے کمال پہ دستاویز بہم پہونچتی اور اگر
یہ ماہر فن زبان تکلم کو ساکت کرتا ہر چند ارباب محفل سب باتفاق حرف آفرین پر شور حشر
برپا کرتے اوسکو اپنی استعداد مین شک آجاتا شاعر کا یہ کلام واقعی ہے

صائب دو چیز میشکند قدر شعر را		تحسین ناشناس و سکوت سخن شناس

صرف و نحو اور کچھ رسائل منطق بھی زبان عربی سے آشنا ہونے کیواسطے پڑھے تھے اور
اسیقدر استعداد پہ بعضے اوقات اشعار عربی مین باعتبار ترکیب نحوی کے سواے معنی
ظاہر کے کچھ اور ایسی توجیہ کرتا کہ سامع کو یکایک حیرت ہو جاتی اور تمام تفسیر حسینی اور کتب
حدیث مین سے صرف نصف مشکوۃ پڑھی تھی اور طرفہ یہ ہے کہ حافظہ کی خوبی سے اس نصف کی
سب حدیثین ازبر مثل آیات قرآنی یاد تھین ذہن کی رسائی سے صحاح ستہ مین سے
جو حدیث عرض کیجاتی اوسیقدر استعداد کے زور سے اوسکو حل کر دیتا اور غالبًا دیکھا گیا
کہ وہ تحقیق شائبہ خطا سے پاک ہوتی تھی مذاق شعر فہمی ایسا تھا کہ فارسی کو فارسی اور
ریختہ کو ریختہ کے مرتبے مین سمجھکر اوسکی ایسی داد دیتا کہ جان سخن سے آفرین نکلتی اور شاعر
کو یقین ہوتا کہ مخاطب صحیح اسکے سوا منصہ وجود پہ جلوہ گر نہین ہے کتب درسیہ فارسی مثل
سہ نثر ظہوری اور چار عنصر بیدل کے اکثر مقامات اور بعض دواوین مثل دیوان ناصر علی
اور اکثر مقامات دیوان جلال اسیر جناب اوستادی مولائی مولوی امام بخش صہبائی
سلمہ اللہ تعالےٰ سے پڑھکر اس فن مین استعداد معقول بہم پہونچائی تھی اور اکثر اشعار
جلال اسیر کے مولوی منصف علیخان مرحوم سے جو دقیقہ فہمی کلام کملاے زبان فارسی خصوصًا
جلال اسیر مین اپنی زعم کے موافق آپ کو یگانہ روزگار جانتا تھا حل کیے تھے ان فنون کے
سوا دقائق صناعت کیمیا اور علم دعوت سے بہت واقف کیمیاگر اور رمہوسان کہن سال کو
تکلم کے وقت اوسکی اکسیر سازی پر یقین ہو جاتا تھا لیکن اس بات مین سواے سخن آرائی کے
اوسے کچھ نہ تھا مگر اعمال مین البتہ کچھ سخن نہین ہے بعض عمل ممنت کشی اور اداے زکوۃ کے

وسیلہ سے بہت کارگر اور نہایت موثر دیکھی گئی ظرافت طبع کا یہ حال کہ اس قول مشہور کے
موافق الہزل فی الکلام کالملح فی الطعام کوئی سخن لطیفے سے خالی نہوتا اس مقام مین خامۂ خام
رقم ایک حکایت طرفہ اور ایک نقل غریب لکھتا ہی کہ ایک شخص کی زوجہ نے بیس برس پہلے اس
واقعہ سے انتقال کیا تھا اور اوس نافہم سے کسی منجم ظریف طبع نے یہ کہا تھا کہ بعد ایک مدت کے
ایک شخص سے تجکو ملاقات ہوگی اور اوسکی شکل و شمائل بھی بیان کردی اور کہا وہ شخص
تیری زوجہ کو کشور عدم سے پھر دار الملک وجود مین لے آئیگا حسب اتفاق اوسنے حافظ
موصوف کو ایک جگہ کسی تقریب سے دیکھا اور وہ صفات اپنے وہم کے موافق اسی بزرگوار مین
فراہم پائین پانؤن پہ گرا اور مدعا بیان کیا اس بزرگوار نے اول تو انکار محض کیا اور کہا
کہ ظالم ایسی حرکات سے توبہ کر اور اس عقیدۂ فاسد کو دل سے نکال کہ یہ امر سواے رب قدیر کے
کسی کی حیز قدرت مین نہین آوسکو اوس منجم کا قول ایسا خیال مین جما ہوا تھا کہ اس کلام
کو عذر لنگ سمجھا اور ہرگز نہ مانا اوس وقت بعض آشناؤن کے اشارے اور اپنی ظرافت طبع کے
اقتضا سے کہا کہ یہ کام دیوالی کی شب کے سوا اور ایام مین ممکن نہین کہ سرانجام ہو وہ شخص
ہر ایک دیوالی کی شب اپنے مدعا کے واسطے حاضر ہوتا اور یہ شیرین سخن اوسکو لطائف الحیل سے
اسطرح ٹال دیتا کہ اوسکا الزام بھی اوسیکے ذمے ہوتا یہ مخمصہ بارہ برس تک یونہین چلا گیا
اور اوسکو وہم تک نگذرا کہ یہ عذر واقعی ہی یا نتیجۂ ظرافت کہتے ہین کہ ایک شخص نے ایک طفل
کو بارہ برس تک شیر سے محروم رکھا اور اوسکے لب کو نالہ سے آشنا اور چشم کو آب گریہ سے
تر ہونے دیا یہ حکایت اس چالاک طبع پہ صادق آتی ہی طرفہ یہ ہی کہ باوجود اس چرب
زبانی کے گرد طمع اوسکے دامن حال پہ نہ بیٹھتی تھی حصول مایحتاج پر کہ رزاق مطلق کی
رزق رسانی کے وسیلے سے احسن وجہ سے حاصل ہوتا قانع تھا گاہ گاہ فکر شعر کی طرف
بھی ملتفت ہوتا سخن اوسکا کم تو ہی لیکن سنجیدہ ہیکہ ماہ جمادی الاولی بارہ سو سنہ ہجری مین
عالم فانی سے رحلت کی اور سینۂ احباب پہ داغ مفارقت کو یہ کہا دو چار شعر راقم کو
یاد تھے مرقوم ہوے

دکھلاؤن چارہ گر کو جو زخم جگر تو وہ
رو رو کے یون کہے ہی کہ اسکا نہین علاج

زار یون دیتا ہون تسکین اس دل غمناک کو
اب کوئی لاتا ہی اوس نا آشنا بیباک کو

آشنا ہوتی ہی اوس لب سے جو دشنام تو ہم
دل مین کہتے ہین کہ دشنام ہمین کیون نہوے

نہ تو آنکھون مین خواب آتی ہی — اور نہ کچھ دل مین تاب آتی ہی

زاہد

زاہد تخلص خواجہ ولایت حسین سوائے اسکے کہ مقیم آگرہ اور شاعر اعظم تخلص کا شاگرد ہی حال معلوم نہین یہ دو تین شعر اوسکی غزل سے انتخاب ہوے

خدا کے واسطے فرقت زدونکو مت چھیڑو — نہ پوچھو یہ کہ کٹی کس طرح ہماری رات

کسی فریب سے بھی مین نہ جا سکا در تک — غضب کی تھی ترے کوچہ مین ہوشیاری

وہ رشک ماہ شب چار دہ جو ہو بر مین — تو کیسی چین سے زاہد کٹے ہماری رات

زر

زر تخلص شیخ بلاقی ابن شیخ سعد اللہ ولد شیخ بلند وطن اصلی ابا واجداد کا بلدہ لاہور ہی جد بزرگوار اس پسندیدہ اطوار کا انقلاب روزگار وگردش چرخ دوار سے موضع کوہانہ مین وارد ہوا اور اوسی سرزمین مین قیام کیا کبھی پیشہ سپاہگری اور گاہے کار زراعت کو وسیلہ تحصیل معاش ٹھہرایا اس بزرگ نے والد ماجد کی وفات کے بعد پیشہ سادہ کاری شیخ امام بخش سادہ کار دہلوی سے کہ اس فن مین شہرہ آفاق ہی کسب کر کے خاک اکبرآباد کو مسکن مقرر کیا اگرچہ سیم وزر کے صفائح پر سادہ کاری کرتا ہی لیکن صفحہ کاغذ اوسکا نقش و نگار معنی سے رشک ارژنگ وغیرت کارنامہ بہزاد ہی نسبت تلمذ کی مرزا حاتم علی مہر اور مرزا عنایت علی ماہ سے رکھتا ہی یہ دونون بزرگوار باہم اخوت حقیقی رکھتے ہین یہ چند شعر اوسکے دفتر اشعار سے منتخب ہوے

دل مین جگر مین سینے مین یکسان ہی درد گج — اے چارہ گر بتاؤن کدھر کم کدھر بہت

سیم تن جان لیکے چھوڑینگے — اپنا اے زر ذرا سنبھالو دل

کبک و طوطی مین کچھ کمال نہین — اون مین تیری سی بول چال نہین

مجھ سے کہتے ہو مرے گھر سے نکل باہر ہو — کب مین باہر ہون بھلا آپ کے زمانے سے

خوف افلاس نہین سیم تنو نکو اے زر — زرق و برق انکو ہوئی ہی مرے بیانے سے

گانٹھ مین کوڑی نہین الفت پریزادونکی ساتھ — زر تجھے سودا ہی کیا تیرا خیال خام ہی

کونسی صورت ہی ملنے کی بتون سے یہ بتا — وہ تو طالب زر کے ہین اور یان خدا کا نام ہی

زکی

زکی تخلص محمد مہدی علی ساکن مرادآباد مرد شیرین سخن ظریف طبع خوش کلام تیز فکر طرز سخن اوسکا دلپسند مادہ تاریخ بہم پہونچانے مین بیمثل وماننداکثر لکھنؤ مین رہا اور ارباب کمال کی ملاقات سے فیض یاب ہوا ایک عرصہ ہوا کہ نواب مصطفےٰ خان بہادر

شیفتہ تخلص کے مکان مین بزم شعرخوانی منعقد ہوتی تھی اوسی اثنا مین یہ سخن سنج بھی حضرت دہلی مین وارد تھا راقم نے ایک روز مشاعرہ مین اوسکی صورت سے آشنائی اور اوسکے سخن سے دلبستگی بہم پہونچائی اب ایک مدت سے اس گلزار مین اوسکا قدم رنجہ نہین ہوا یہ اشعار اوسکے نتائج افکار سے مرقوم ہوتے ہین

کھولون ہوا پہ طرہ جو طبع سلیم کا — بس جائے بوے مشک سے دامن نسیم کا
اک پریوش پر دل ان روزون جو ہی آیا ہوا — ہر طرف پھرتا ہون دیوانہ سا گھبرایا ہوا
آج تم انداز باتونکا ترا کچھ اور ہی — پا گئے ہم بھی کہ ہی غیرون کا سکھلایا ہوا
بند قبا سے نیل ہی اوسکے بدن مین آج — سوسن کا گل کھلا چمن یاسمن مین آج
چنگاریان سی اوڑتی ہین اپنے سخن مین آج — گویا ستارہ ریز زبان ہی دہن مین آج
جوہر تھے مجھ مین سب ملکوتی خصال کے — انسان بنا کے کیون مری مٹی خراب کی

زیب تخلص مرزا جمال الدین عرف مرزا کلن ابن مرزا بہادر ابن مرزا بختا در بخت ابن مرزا محمد عالیجاہ ابن حضرت عالمگیر ثانی شیخ ابراہیم ذوق سے فن شعر کا استفادہ کیا ہی اوسکے اشعار سے یہ چند شعر منتخب ہوے

لہو مین بھر کے جو دامن کو اپنے یار آیا — یقین ہی آج کسی بے گنہ کو مار آیا
ہمارا جوش جنون وہ ہی جسکے ہاتھون سے — نظر کفن کا بھی ثابت نہ ایک تار آیا
قہر معشوق ہین خود سر کہ کسیکو ای زیب — ہمنے دیکھا نہین انسے کبھی بر سر آتے
زندگی دیکھنے ہو ہاتھ سے دل کے کیونکر — اسکے آتے ہین نظر اور ہی اطوار مجھے
دیدہ و دل نے مرے مجھکو ڈبویا ورنہ — تھا ترے عشق سے کیا یار سروکار مجھے
بعد ایک عمر لگی آنکھ ذرا سونے دے — نکر اے شور قیامت ابھی بیدار مجھے

زیرک تخلص حافظ قلندر بخش ساکن پانی پت تحصیل علم شاہجہان آباد و لکھنؤ مین کی اشعار ریختہ و فارسی دونون اوسکے باغ طبع کے ثمر ہین درس مین مشغول ہی عربی مین عالم تخلص کرتا ہی اوایل مین اشعار اردو مین بیدم تخلص کرتا تھا اور غرور علم و فضل سے دماغ اوسکا آسمان برین سے ورے نہین ٹھہرتا ہی یہ شعر اوسکا بہم پہونچا

زیرک شباب ہی مین ہی کچھ لطف زندگی — یہ عیش پھر کہان جو جوانی گذر گئی

باب السین المہملہ

سالک تخلص سالک مسالک ارشاد و ہدایت مرزا خجستہ بخت مغفور ابن حضرت شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہ خلاصہ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سید عماد الدین المعروف بہ میر محمدی قدس سرہ العزیز کی سلک مین منسلک اور باوجود ناز و نعم شاہزادگی کے مجاہدہ اور ریاضات نفس مین منہمک طریقہ سخن گستری مین حضرت احسان غفران مآب سے ارشاد طلب ہوے تھے یہ شعر تیمناً مرقوم ہوا

مت دیکھ حقارت سے میرے گریہ کو ظالم ۔ یہ اشک مسلسل نہین موتی کی لڑی ہین

سالک تخلص قربان علی مرد اشراف اور نیک نہاد صاحب طبع اور خاندان نجبا ہے پہلے اپنے نام کی مناسبت سے قربان تخلص اور مومن خان مومن تخلص جوم سے مشورہ سخن کرتا تھا اب مرزا اسد اللہ خان غالب کی شاگردی کی راہ مین سلوک کرتا ہے تخلص سالک مقرر کیا یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

جلوہ سے اوسکے رہا صبح تلک مین بیہوش ۔ اونسے اس طرح ہوا وصل کہ گویا نہوا

مت پوچھ سبب گریہ کا ای شیخ حرم مین ۔ یہ گھر بھی کبھی غیرت بتخانۂ چین تھا

یون عمر گزاری تری فرقت مین کہ ہردم ۔ جینے کا گمان تھا مجھے مرنے کا یقین تھا

آج اوسکا یہ عالم ہے کہ اب تک نہین آتا ۔ وہ نالہ کہ کل رخنہ گر چرخ برین تھا

قتل قاصد پہ کھلا کیا اوس جفا کردار کا ۔ خون ناحق روز ہو رہتا ہے وان دو چار کا

کیا کہا ہے مین نے حال دل کہ ہوکر بیدماغ ۔ آپ کہتے ہین عجب آیا ہم کا دفتر کھلا

کیجیے کیا ناتوانی مانع پرواز ہے ۔ ورنہ دروازہ قفس کا رہگیا اکثر کھلا

یہی طول شب غم ہے تو سالک ۔ قیامت ہمپہ گذریگی سحر تک

نشتین اپنی وصل مین ہے ہی ۔ اور کہنا ترا کہ آج نہین

ای نالہ پردہ ہاے فلک پھونک دے تمام ۔ کچھ تو ادھر کا راز بھی ہووے عیان مجھے

ترک عشق اور مین غلط سالک ۔ کون پکڑے زبان خلقت کی

سپہر تخلص دوست صادق الوداد راسخ الاتحاد سرمایہ سرور دل و جان باعث مسرت قلب و جنان مقبول انام شتاب خان کہ راقم تذکرہ سے رشتہ محبت کو محکم اور قواعد الفت کو مستحکم رکھتا ہے جادۂ اخلاص مین گرم رفتار اور دعوی صداقت

مین راست گفتار شایستگی ایک خلعت ہر اوسکے قامت احوال پہ راست اور اہلیت ایک نقد ہی
اوسکے گنجینہ اوضاع مین بہ کمر دکاستن اسکی فکر اور سلاست طبع اور دورگردی خیال کے
اوصاف کا بیان زبان خامہ چوب گفتار کی مجال سے باہر ہی اصلاح شعر صابر دل سوختہ
محبت سے لیتا ہی اگر تلمذ کی نسبت میرے ساتھ درست نرکھتا تو مین کہتا کہ اوسکا کلام فرط شیرینی سے
صفحہ قرطاس کو کلہ قند اور لب اعتراض کو بند کرتا ہی اور اوسکا سخن کثرت ملاحت سے مذاق
جان احباب مین لذت رسان اور زخم دل اعدا پر نمک فشان ہی ابیات عرائس معنی کے بیت شبستان
اشعار پردگیان مضامین کے واسطے ایوان یہ چند شعر لکھکر اوسکے محاسن کلام سے آگاہ کرتا ہو

کیا ہوا گر دہن یار نے چھڑکا نہ نمک
دل تنگ ظرف کا شرمندہ احسان نہوا

بخت کی برگشتگی دیکھو کہ کہتے ہین وہ آج
آتے آتے غیر کی خاطر سے اولٹا پھر گیا

اے شور حشر جا کہ مجھے آگئی تھی نیند
کیون تو نے غل کیا کہ مین بیدار ہوگیا

مے کے پینے سے خدا کا مین گنہگار رہا
محتسب تو مرے کیون درپے آزار رہا

خون ہو ہو کے بہا دل تو بلا سے لیکن
سرخ رو تجھسے تو اے دیدہ خونبار رہا

نام کا بھی نہ ذرا پاس کیا ہائے سپہر
چرخ میرے ہی سدا درپے آزار رہا

ناتوانی مین بڑھا سودا ترے دلگیر کا
دیکھیے اوٹھتا ہی کیونکر بوجھ اب زنجیر کا

دیکھتے تھے جون ہلال عید مشتاقان قتل
ایک جھلکا سا ہوا تھا کل تری شمشیر کا

ہم ترا بند قبا یا دل ہی غیر و نکالکہ یون
کام سے جاتا رہا ناخن مری تدبیر کا

اس بڑے لکھے کی گر ہوتی خبر مجکو تو مین
تھام لیتا ہاتھ اپنے کاتب تقدیر کا

ہو غریق رحمت حق وہ عجب انسان تھا
میکدہ کی پہلے جو موجد ہوا تعمیر کا

حسن کی نیرنگیان دیکھو کہ ہم صحبت سے اوسکی
زلف کافر ہوگئی اور رخ مسلمان ہوگیا

ٹھہرتا گر کوئی دم تو مجھے چین آجاتا
ہائے افسوس کہ چارہ مرے دل کا نہوا

اوسکو ظالم جو کہا مین نے تو ہنسکر یہ کہا
تجکو ظالم بھی میسر کوئی مجھسا نہ ہوا

تیرہ بختی بھی عجب شی ہی کہ سایہ کی طرح
ہین کسی روز جدا تجھسے خود آزار نہوا

مین نے مانگا دل تو یون بولا ٹپک کر ناز سے
یہ دل صد چاک تیرا کس کو یان درکار تھا

کیا تماشا ہی کہ پہونچا تیرے دل تک وہ غبار
تیرے دامن تک پہونچنا جسکو اک دشوار تھا

آنکھ اوٹھا کر بھی نہ دیکھا اوسنے نرگس کی طرف
جبکہ اے بے دید تیری چشم کا بیمار تھا

کیون رنج دیا تو نے عبث آنکھ ملا کر
رکھا یاد تم نے مرے جھوٹے کو
ہم بوسہ پہ لیجیے جان و دل کہ اسمین تو
نہ پھیرا لیکے اب تلک کوئی
ہم تمسے بے خبر ہون تو کیا کچھ کرو سپہر
ظالم یہ تیز تیز نگاہین تری مدام
ہوا ہی کسکا کہ ہوگا تمھارا اب وہ سپہر
بے حوصلہ سمجھ کے وہ ہنستا ہی ای سپہر
کھلے نہ ہجر مین لب وصل کی دعا پہ سپہر
دل ہو تو خار گل سے ہو کچھ ربط کی ہوس
کیون انکی بندگی کو دل اب جانتا ہی فرض
اس بندگی پہ اپنی وہ ناآشنا مزاج
کچھ یہ بھی شوخیان ہین کہ رفتار سے تری
ساغر کشی سے ہاتھ اوٹھاؤن مین کسطرح
حیران ہون کہ کیا ہی ترا حال ای سپہر
اپنا جو گذارا ہو تو کس طرح ترے پاس
تکلیف نماز اور ہمین زاہد سے عجب ہی
اتنا تو نکر ہمسے تغافل کہین کیا ہم
وس غیرون مین آبیٹھے اگر ہم بھی تو کیا ہی
ہمکو نہ سپہر اتنے کہ خو اوسکی ہی نازک
بیٹھے ریون مین نالہ کرین یا بکا کرین
ہوتا ہی کیون تلاش تبان مین خراب دل
دنیا سے کام رکھین نہ عقبیٰ سے ہم سپہر
بجھا دیگا ہمارا دامن تر اوسکی آتش کو
دیا دو دیگہ کا [illegible] شب مہتاب مین جسنے

اگر دل کا ملانا تجھے منظور نہین تھا
عجب لطف کا ہی یہ نسیان تمھارا
فائدہ تمھارا ہی اور ہی زیان اپنا
رفتگان رہ عدم سے جواب
غفلت مین دو گھڑی کی تو کھو بیٹھے جان آپ
کھٹکے ہین دل مین تیر کے پیکان کی طرح
عبث نہ کیجیے آپ اپنی زندگانی تلخ
روتا ہون جسکے سامنے کھکر مین ہاے دل
تبون کو مانگتے ناوان خدا سے کیونکر ہم
اب ناتوانیون کا ہمین تو گلا نہین
یہ بت بھی آدمی ہی تو ہین کچھ خدا نہین
ملتا ہی ہمسے یون کہ ذرا آشنا نہین
ہی کونسی جگہ کہ قیامت بپا نہین
زاہد نہین ہین شیخ نہین پارسا نہین
ہی کونسی بلا کہ تو اوسمین پھسا نہین
وہ بزم نہین جسمین کہ اغیار نہین ہین
بیٹھے ہوے کچھ ہم بھی تو بیکار نہین ہین
ای نرگس فتان ترے بیمار نہین ہین
ایسے تو کچھ ان لوگون مین ہم خوار نہین ہین
کچھ آپ ابھی ایسے تو سرشار نہین ہین
یہ بھی نہ ہم کرین تو کہو اور کیا کرین
چل اپنے گھر مین بیٹھ کے یاد خدا کرین
کب تک ادھر ادھر کے یہ قصے سنا کرین
جنم سے نہین کچھ خوف رندان قدح کش کو
اندھیرے مین تھا یا بزم مین خوبان مہوش کو

کرتا ہی ذبح ہمکو تو اپنے ہی ہاتھ سے
تیری جفا تہا کہ نکیونکر پسند ہو

لاویگا اک جہان پہ تو آفت ای سپہر
ڈرتا ہون تیرے لب سے نہ نالہ بلند ہو

ہم لطف سے تو گذرے پہ تیرا جفا شعار
یہ بھی بڑا ستم ہی کہ ہم پہ ستم نہو

لینا ہی امتحان تو اب لے کہ پھر کہین
تو آئے تیغ کھینچ کے اور مجھ مین دم نہو

فلک دکھائے تھا ایک شعبدہ نیا مجکو
پر اب دکھا کے تجھے کیا دکھائیگا مجکو

تنبون کے ہاتھ سے یہ تنگ ہون کہ تا دم مرگ
گلی مین اونکی نہ لیجائے پھر خدا مجکو

ملا ہون جب سے کہ تجھ بیوفا سے ای بیمہر
برا ہی کہتے ہین سب دوست آشنا مجکو

کچھ آج کل مرے دل مین گذرتے ہین اغیار
کھلا نہ آنے کا یان اونکے مدعا مجکو

سپہر گریہ وزاری کا کیا سبب ہی مدام
تو اپنے حال سے آگہ تو کر ذرا مجکو

جبکہ کوچے مین ترے باد صبا جاتی ہی
آکے گلشن مین نیا گل وہ کھلا جاتی ہی

سحاب تخلص کنور گوپال سنگھ خلف الصدق راجہ سالک رام شاگرد غلام مولے عرف مولا بخش قلق تخلص نوجوان سعادتمند اخلاق حمیدہ واطوار پسندیدہ مین یگانہ ہی باوجود کم مشقی کے لطف زبان اور دلچسپی طرز خداداد ہی یہ دو شعر کہ مذاق طبیعت مین خوشگوار ہین مرقوم ہوے

شمع رو رو کے سر بزم یہ کہتی تھی کہ ہاے
خاک کرتی ہی مری گرمی بازار مجھے

ای دل رفتہ مگر جان پہ کچھ آن بنی
چارہ گر اب نظر آتے ہین عزادار مجھے

سحر تخلص سخن ور شیرین زبان احمد علیخان ابن کرم علی خان نوجوان خوش اسلوب سعادت منش کتب درسیہ فارسی جناب استادی مولوی امام بخش صہبائی سے پڑھی ہین ہرچند شعر ریختہ مین کسی سے اصلاح نہین ہی بلکہ اظہار سخن کمتر وقوع مین آتا ہی لیکن بزور استعداد اور حسن طبیعت سے کلام بامزہ ولذیذ ہی یہ دو شعر اوسکے طبع زاد ہین

تسخیر نہون کیونکر سحر اپنے پہ آتش رخ
سیکھا ہی فسون ہمنے اوس نرگس فتان سے

ہوے زخمی مژہ کے اور نگاہ چشم دلبر کے
نہین محتاج ہم نوک سنان وآب خنجر کے

سرور تخلص اعظم الدولہ نواب میر محمد خان خلف الرشید نواب ابو القاسم خان امراے مشہور اور روساے معروف شاہجہان آباد حرسہا اللہ عن الشر والفساد سے تھا

علوم ضروری سے آگاہ اور فن شعر مین صاحب دستگاہ تہذیب اخلاق سے بہرہ ور سخن پرور معنی گستر استعداد علمی کی نیرو سے شعر کو سنجیدہ اور سخن کو فہمیدہ کہتا تھا مشق شعر محمد جان بیگ سامی سے کی تھی اور تحصیل علم علماے نامی دانشمندان گرامی سے ایک دیوان ریختہ اور ایک تذکرہ شعراے ریختہ گو کا اوس سے صفحۂ روزگار پر یادگار ہی ایام مشاعرہ مین ہمیشہ شاہ نصیر مرحوم کے مکان مین وارد اور شعر خوانی مین شعراے خوش سخن کے ساتھ شریک ہوتا تھا راقم تذکرہ اوسی مشاعرہ مین اوس والا مرتبت کی ملاقات سے بہرہ یاب اور کلام نتایج انجام سے کامیاب ہوا یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے مرقوم ہوے

درون سینہ اتھو سانس نشتر سی کھٹکی ہی — بیان تقریر سے باہر ہی اپنی خستہ جانی کا
رخصت نہین ہی جنبش لب کی بھی اب مجھے — وہ بھی زمانہ تھا کہ جواب و سوال تھا
مانع امید وصل ہوئی ورنہ ہجر مین — قصہ ہی زندگی کا یہ سب انفصال تھا
وان کشمکش تھی پنجۂ شانہ سے زلف کو — یان پیچ و تاب رشک سے جینا محال تھا
یہ ٹھہر چکی تھی کہ کبھی اوس سے نہ ملیے — اس بات پہ لیکن دل بیتاب نہ ٹھہرا
نشتر ہر خار ہی خون کف پا سے رنگین — کون یہ دشت مین ہی آبلہ فرسا ٹھہرا
صبح ہوتی نظر نہین آتی — شب ہجران ہی روز محشر کا
تشنہ کامی سے تجھے تو یہ کہ ہی — آبدار آہن اوسکے خنجر کا
ہی طور یہ نرالا اوس شوخ بیوفا کا — بیگانہ سے ہی الفت دشمن ہی آشنا کا
اس ناتوان کو شاید پہونچاے وان اوڑا کر — رہتا ہون منتظر مین ہر صبحدم صبا کا
ساقی گلفام جام مے نہ دینا بس مجھے — تیری گردش سے نگہ کی کام میرا ہو گیا
قاتل سے کرے دعوے خون روز قیامت — ایسا یہ کہان سرور رسواے ہو کیونکر
دیوانے ہم نہین ہین جو فصل بہار مین — کہنے سے ناصحونکے گریبان رفو کرین
ہجر مین چشم کو ہم اشک سے دولاب کی طرح — کرتے خالی ہین کبھو اور کبھو بھرتے ہین
پھرتی ہی مضطرب سی باد صبا چمن مین — بلبل تہا مجھے بھی کیا گل کھلا چمن مین
دیر و حرم مین اوسکا نپایا سراغ کچھ — کیجے تلاش گوشۂ دل مین نہین ہنوز
رہون دیوانہ ہوکر شہر مین کیا مجکو سودا ہی — کفایت اس گریبان چاک کو دامان صحرا ہی

سرور تخلص شہزادہ باتمکین مرزا عزیز الدین اولاد امجاد حضرت شاہ عالم بادشاہ

انا ر اللہ برہانہ اور داماد حضرت ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ اور تلمیذ شیخ ابراہیم ذوق ہے مروت و اخلاق مین بےمثل اور اہلیت و سعادت مین بے مانند یہ دو چار شعر اوس بلند مرتبت کے نتائج طبع سے ہین

شمع رو تو نہو بے پردہ کہ پروانہ صفت
دیکھ محفل مین ابھی رشک سے جل جاؤنگا

تقدیر سے تو وہ بھی جفا کار ہی نکلا
جس پر کہ بھروسا تھا ہمین مہر و وفا کا

ہوتے ہین آپ چین بجبین بات بات پر
یہ ڈھنگ ہے تو ہو چکی صورت نباہ کی

یہ بھی سرور ترک کیا چاہتے ہین ہ ہ
صحبت جو ہمسے اونسے ہے یہ گاہ گاہ کی

سرور تخلص مرزا افضل علی بیگ برادر حقیقی مرزا نیاز علی بیگ نکہت جوان وجیہ خوش ترکیب تھا مزاج مین ساز و باز اور طبیعت مین سوز و گداز شاہ نصیر مرحوم سے فن سخن مین تلمذ رکھتا تھا یہ شعر اوسکے نتائج طبع سے ہے

آج آتی نہین ہے بانگ درا
ہمرہون نے کہین مقام کیا

سرور تخلص لچھمی رام پنڈت ساکن بلدہ لکھنو ہمیشہ عہدہ نیابت میر منشی سرکار اودھ سے سرفراز رہا زبان فارسی مین فکر شعر کرتا تھا یہ چند بیتین اوسکے افکار سے مرقوم ہوئین

بشنو جان بر لبم و ذوق طپیدن باقیست
یک نفس فرصت و صد تا لہ کشیدن باقیست

غنچہ سان بے تو بسے خون جگر خوردم و آہ
چون گل از دست غمت جامہ دریدن باقیست

شبے کسے بر او طپید و ہیچ نگفت
چہ نالہا کہ ز دل بر کشید و ہیچ نگفت

ہلاک شیوۂ آن سرکشم کز استغنا
مرا طپان بسر راہ دید و ہیچ نگفت

سحر شنید ز بلبل چو وصف روے تو گل
بخون طپید و گریبان درید و ہیچ نگفت

ز درد دل بدرش دوش زار نالیدم
فغان کہ آن بت بد خو شنید و ہیچ نگفت

زد از دہان تو حرفے بغنچہ باد صبا
ز شرم سر بگریبان کشید و ہیچ نگفت

وفاے سرور شیدا نگر کہ در عشقت
ہزار جور و جفا ہا کشید و ہیچ نگفت

سرور تخلص رجب علی بیگ متوطن شہر لکھنو شاگرد نوازش حسین خان نوازش ایک قصہ رنگین و دلچسپ مسمی بفسانہ عجائب زبان اردو مین جو بالفعل کارپردازان مطبع لکھنو کے اہتمام سے رواج تمام رکھتا ہے اس صاحب طبع رسا کے قلم رنگین رقم کا کارنامہ ہے یہ دو چار

شعر اوسکے نتائج فکر سے جو بہم پہونچے مرقوم ہوے

نسیم صبح ہون یا بوے گل یا شمع سوزان ہون / ہمین ہون جس رنگ مین پیارے غرض دم بھر کا مہمان ہون
وہ بھی ہوگا کوئی امید بر آئی جس کی / اپنے مطلب تو نہ اس چرخ کہن سے نکلے
نہ لگا اوسکو مری بات کو تو مان سرور / دل کا لگنا نہین اے یار مرض سے خالی

سعید تخلص محمد سعید الدین خلف رشید مولوی محمد اساس الدین ابن سرگروہ ارباب کمال ظاہری و باطنی حافظ ابو المؤید خان مرحوم اسکنہ اللہ فی الجنان المخلد ہر چند وطن قدیم سرزمین بدایون ہی لیکن عرصہ دراز سے شاہجہان آباد فیض بنیاد مین قیام کی صورت جلوہ گر ہی گویا یہی گلزمین وطن ہوگئی ہی لسکہ خاندان عالی سے ہی اہالی شہر کی نظر مین عزت و ابرو کے ساتھ زیست کرتا ہی سنہ اوسکی عمر کے سکندر کے برابر کہ قول مشہور کے موافق اٹھائیس ہین اور کمالات وہبی و مکتسبی عمر خضر سے زیادہ فن سخن مین نواب زین العابدین خان مرحوم عارف تخلص سے استفادہ کیا ہی یہ چند شعر اوسکے طبع زاد لکھے جاتے ہین

اندام صاف یار مین موے کمر نہین / اس آئینہ مین بال کا ہرگز اثر نہین
ہی برق کا خواص شب وصل یار مین / یعنی ادہر سے لحظہ مین آئی ادھر نہین
ان روزون بیخودی مری کم ہی ذرا مدد / اے ساکنان کنج خرابات چاہیے
گو لا مکان تلک تو رسائی ہی آہ کی / پر کیا ہی گر بتون ہی کے دل مین نہ راہ کی

سعید تخلص میر سعادت علی ساکن بلوچپورہ کہ ایک محلہ ہی محلات اکبر آباد سے اول مدرسہ مین عہدہ مدرسی رکھتا تھا اب مولوی سید محمد امیر علیشاہ جاگیردار رئیس اکبر آباد کی سرکار مین تحصیل دیہات و سرانجام امور ضروری رئیس موصوف پر مامور ہی اور عہدہ قضا بھی اوسکی ذات سے متعلق ہی یہ دو چار شعر اوسکے نتائج الطبع سے ہین

آنسو ٹپکتے کیسے تاری سے شب اوس مہروش بن / ٹوٹا اشکو تکا نہ فرقت کی شب تار مین تار
یار بن آنکھون مین اپنی خار ہی گل باغ مین / ہی نمک پاش جراحت شور بلبل باغ مین
اوسکے کوچے مین رقیب روسیہ کا ہی گذر / زاغ اب رہنے لگے ہین جاے بلبل باغ مین
کوچ کی ہین فکر مین آرام کی نوبت کہان / ہر گھڑی بانگ جرس ہر دم صدا کے کوس ہی

سکندر تخلص سکندر خان ساکن شاہجہان پور طالب علمی کی تقریب سے چند سال شاہجہان آباد مین قیام کیا اب چند مدت سے لکھنو مین تحصیل علوم مین ساعی ہی جب یہان

گاہ گاہ شعر ریختہ بھی کہتا اور مومن خان سے اصلاح لیتا تھا ایک روز اس شعر مین اوستاد سے مباحثہ کیا

دم لینے مین ہی مجکو تو آئینہ کا لحاظ ۔۔۔ اور یار یہ سمجھتے ہین مجھ مین ہی دم نہین

مومن خان اس شعر کو بے معنی بتاتے تھے اور وہ معنی شعر ہی کو کرسی لفظ پر سمجھاتا تھا جب اونکی طرف سے اس شعر مین مبالغہ حد سے گذر گیا اوسنے ترک مشورہ کیا بعد اوسکے اپنے کلام مین آپ حک و اصلاح کر لیتا تھا یہ تین شعر اوسکے نتائج افکار سے ہین

ہوش کھوئے ترے نظارہ نے ایسے کہ سحر ۔۔۔ آئینہ اپنی بھی حیرانی پہ حیران نہوا
کسکا نام اوسکے لبون پر تھا کہ اس نفرت پر ۔۔۔ حرف ناصح سے دماغ اپنا پریشان نہوا
ہر دہ کیا قتل سکندر کہ خجل ہوا اس سے ۔۔۔ جبکہ خون ریزی اعدا سے پشیمان نہوا

سلطان

سلطان تخلص نونہال گلشن عمر و شگوفہ باغ زندگانی لخت دل و پارہ جگر سلطان شاہ طال عمرہ خلف مرزا جمیعت شاہ بہادر ماہر تخلص باوجود اسکے کہ ہنوز چمن عمر مین تازہ خرام اور گلشن ایام مین نونہال ہی لیاقت نشست و برخاست اور شائستگی کردار و گفتار اور تیزی فہم اور جودت طبع استعداد ذاتی و ملکہ خداداد پر دال ہی اول پدر مشفق کو سرگرم سخن سنجی و معنی گستری دیکھکر حفظ اشعار و ضبط ابیات کی طرف التفات ہوئی اور ادب آموزی شوق سے کئی ہزار شعر گنجینہ حافظہ مین فراہم آتے من بعد رہنمائے ذہن رسا اور تائید سخن آفرین نے قافلہ کلام کو جادہ موزونی پر پہونچا دیا یہ وقت اقتضا کرتا ہی کہ اگر مساعدت لطف الٰہی شامل اور اسباب کسب کمال آمادہ رہین تو اوسکا کمال خلوت استعداد سے جلوہ گاہ ظہور مین نقاب کشا اور منصہ وقوع مین چہرہ نما ہوجاوے یہ تین چار شعر اوسکے نتائج طبع سے درج تذکرہ ہوتے ہین

اے فلک طفلی مین کیا سمجھون مین رسم عاشقی ۔۔۔ مجکو اس سن مین یہ دنیا عشق کیا درکار تھا
ہین جلاے دل و جگر جل جاے ۔۔۔ کیا بری آگ ہی محبت کی
آتے آتے وہ پھر گئے گھر کو ۔۔۔ یہ بھی خوبی ہی اپنی قسمت کی
عہد طفولیت بھی نہین سلطنت سے کم ۔۔۔ سلطان شاہ کیون نکہے اک جہان مجھے

سلیم

سلیم تخلص فخر دودۂ گورگانی گوہر افسر سلطانی مرزا سلیم بہادر مرحوم خلف اکبر شاہ بادشاہ ثانی انار اللہ برہانہ کہ فرزندان بادشاہ مغفور مین بیشی ابتدا سے سرافراز اور کثرت اعتبار سے

ممتاز تھا جیسے وہ بادشاہ کیوان جاہ حسن صورت و سیرت مین سلاطین سلسلہ تیموریہ سے گوے سبقت لیگیا تھا یہ اشرف اخلاف ان دونون صفت مین شاہزادگان والاشان سے امتیاز رکھتا تھا اس مقام مین بلندی شان اور رفعت مکان اور شوکت شاہی اور حشمت والا پایگاہی اور دبدبۂ اقبال اور طنطنۂ جاہ و جلال کے اوصاف مین زبان قلم کو گویا کرنا ایک امر زائد ہی کہ صدا اس کوس کی فلک اور صیت اس جلال کی ملک تلک بلند ہی قدرے سلطنت معنوی کا حال لکھا جاتا ہی کہ جناب مغفرت مآب میر محمدی مرحوم سے کہ اس روزگار مین اس صفاے باطن کے ساتھ درویش خدا آگاہ رباط عالم مین کم مشاہدہ ہوا ہی شرف بیعت حاصل کرکے مجاہدات اور ریاضات کے ذریعہ سے مدارج کمال کی ارتقا اور مسند سعادت اخروی کے تمکن سے مشرف ہوا جو کہ اس مخدوم حور و غلمان کے بغیر قصور فردوس بے آرائش تھے بادشاہ غفران پناہ کے عہد حیات مین دنیاے دون سے دل اوٹھا کر روضۂ رضوان کی گلگشت اور باغ جنان کی تفرج کے واسطے راہی ہوا یہ دو شعر کہ خلاصۂ مطالب متصوفہ پر اشتمال رکھتے ہین اوس مرجع مآرب ملائک اور زبدۂ متکئین فیہا علی الارایک کے افکار گوہر نثار سے ہین

جھگڑے سے جب دوئی کے فراغت ہوئی ہمین ہر کوئی اپنا خانۂ دل بھی عجب مکان		کثرت مین سیر عالم وحدت ہوئی ہمین جس مین نصیب یار سے صحبت ہوئی ہمین

سلیمان تخلص مرزا سلیمان شکوہ خلف رشید حضرت شاہ عالم بادشاہ اونکے محامد ذات و محاسن صفات اندازۂ تقریر سے زائد اور حوصلۂ قیاس سے خارج ہین بیان خاموشی مین مدح اور بہ اعتراف عجز و قصور کمال ستایش ہی مدت تک لکھنؤ اور بیشتر مستقر الخلافت اگرہ مین تشریف فرما رہے ایک دفعہ راقم کی یاد مین حضرت شاہجہان آباد مین رونق افروز ہوے تھے پھر سرزمین اکبر آباد مین تشریف لیجا کر قیام کیا اور بعد مدت کے اوسی گلشن فیض سے گلزار جنان کی طرف کوچ فرمایا شعرا کو اونکی قدردانی سے ہمیان حرص پر زر تھی اور دامان اہل پر از گوہر جو کہ فکر شعر خاندان تیموریہ کا ذاتی ہی شعر گوئی کی طرف بیشتر متوجہ تھے یہ چند شعر اونکے افکار گوہر نثار سے زیب صفحہ تذکرہ ہوتے ہین

لبون پہ نالہ جو آکر نہ ہٹ گیا ہوتا جنازہ تیرے دیوانے کا اس تو قبر سے اوٹھا		تو آسمان و زمین سب اولٹ گیا ہوتا کہ شور نالہ ہر اک خانۂ زنجیر سے اوٹھا

رہ گئے ہوش و حواس و خرد و طاقت سب
ترے بیمار کی سنتے ہیں یہ حالت ہے کہ اب
یہ کسیکے دست حنا بستہ یاد آئے تجھے رات
شب فراق میں میں کیا کہوں سلیمان آہ
گُشتنے کو ترے در سے افسوس نہ گئے کل
کچھ تو اثر کیا ہو دل کی تری کشش نے
کبک رفتار اپنی بھول گئی
اب خدا اچھے نہیں نہ دکھلاوے
شب دل سے مرے آہ کا شعلہ جو اٹھا گرم
گالی نہ دیا کرو کسیکو
یہ طفل اشک آنکھوں سے نکلکر

یوں ترے کوچے سے ہیں بے سر و ساماں نکلا
جو گیا اوسکی خبر کو سو وہ گریاں نکلا
کہتا بصبح مرے دل کو اک فشار رہا
کہ کس طرح سے دل اپنا یہ بے قرار رہا
اور تو نہ اک قدم بھی ایکبار گھر سے نکلا
پڑھتا جو وہ سلیمان اشعار گھر سے نکلا
دیکھ اوسکے خرام کا عالم
شب ہجران کی شام کا عالم
منقل کی طرح تا سحر سینہ رہا گرم
بس بس اپنی زبان سنبھالو
مری چھاتی سے پہروں لگ رہے ہیں

سوز تخلص ہے سلالۂ خاندان شرافت زبدۂ دودمان نجابت سبکروح گران حلم قلیل السن کثیر العلم شیرین مقال لسیار کمال صاحب طبع سلیم مولوی عبد الکریم خلف رشید اوستادی مولائی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کا ہرچند سنین عمر کے اعتبار سے کہیں پسر حضرت اوستاد ہی لیکن کثرت علم اور افزونی دانش کی جہت سے گویا اکبر اولاد ہی سال عمر اس نونہال چمنستان کمال کے ہنوز اونیس سے متجاوز نہیں ہوئے لیکن کشور فضل و کمال کی منازل ہزار سے زیادہ طی کی ہیں یہ شعر حسین نے اپنی شان میں کہا ہے غالبًا اسی فخر خاندان کی زبان سے لیگیا ہے

مراست از ادب فضل ہفت حصل و ہنوز
میان نوزدہ و بست میکنم تکرار

واہب بے صنعت نے اپنے فضل و احسان کا دروازہ بیدریغ کھولا اور اس زبدۂ اہل رشد کے دست سعی کو فراخی مژدہ دیا اس سن و سال میں اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں زانوے ادب تہ کرکے سب کتب درسی فارسی کی تحصیل سے خواہ نظم خواہ نثر فراغت کلی حاصل کی اور اس فن میں شب و روز افادہ طلباے مدرسہ کمال میں مصروف ہے گویا تخفیف تصدیع جناب ممدوح مد نظر ہے اور علوم عربیہ میں سے صرف اور نحو اور معانی و بیان و بدیع کو نہایت تحقیق اور تدقیق کے ساتھ پڑھکر تحصیل منطق اور تکمیل فن طبابت میں مشغوف ہے کتب درسیہ

طلب سے کچھ قلیل مقدمات باقی رہے ہین اللہ تعالیٰ مدت عمر مین افزائش کرے اور ترقی کمالات کی
ایسی توفیق دے کہ ہر فن مین یکفنی ہو جاوے جو ناظم دیوان کائنات نے سرو کے مانند جامۂ
موزونی اوسکے قامت استعداد پہ قطع کیا ہے اس سن مین پایۂ شاعری کا مسلم ہو گیا اور نقد
سخن محک تحسین اہل انصاف پہ پہونچ گیا بسیار گوئی اور خوش گوئی ایک نعمت ہے کہ موایدِ
انعام منعام حقیقی سے جسکے نصیب مین ہو اوسیکو ملتی ہے کثرت سخن اس مرتبہ کہ مشاعرے
کے روز معہود تک اوسکے گنجینۂ فکر سے اکثر اہل مذاق کو کہ ہنوز استعداد شعر گوئی نے اونکو
مرد میدان مشاعرہ نہین کیا صدہا شعر عطا ہو جاتے ہین ہرچند وہ اشعار اوسکی متاع سخن کی
زکوۃ ہین لیکن خود اسطرح نصاب کمال کو پہونچے ہوے ہوتے ہین کہ اگر اونسے مستحقین کرا
زکوۃ لیجا دین تو عجب نہین اور خوبی کا یہ حال کہ اگرچہ وہ اوسکے باغ طبیعت کا فضلہ ہین
لیکن اورونکے نخل استعداد کے ثمرۃ الفواد سے بہتر پاکی زبان اور شستگی عبارت
اور روح افزائی معنی اور دلاویزی مضمون اور تازگی طرز اور متانت تراکیب کس کس
چیز کی تعریف کیجاوے کہ کثرت خوبیون کی بند زبان تقریر ہے اور مانع جرأت تحریر علم عروض
و قافیہ کی مہارت کا تو کیا کہنا ہے کہ یہ اپنی ہی دکان کی متاع اور اپنے ہی خزینہ کا نقد ہے
طرفہ یہ ہے کہ ان کمالات پہ مزاج مین خلق اور طبیعت مین انسار ایسا ہے کہ ردلیف گویا کتاب
اخلاق المحسنین کی دو سطر اور سخن نفحات الانس کا ایک باب ہے گل کی طرح خندہ پیشانی
لیکن ریش خند سے بیزار سوسن کے مانند دہ زبان مگر زیادہ گوئی سے ننگ و عار اگرچہ صفائی
الفاظ کو بیان کیجیے موج نفس صبح کے روبرو ہمسری کا دم بھرے اور اگر رنگینی معنی کا ذکر
ہو تو ہوا سے کلام شفق کے ساتھ برابری کرے مبالغہ شاعرانہ اور اغراق منشیانہ سے قطع نظر
توصیف اس نونہال جوانی کی فی الواقع حیز تقریر سے خارج ہے ہرچند اصناف سخن پر قدرت
اور انواع کلام مین مہارت حاصل ہے لیکن تخمیس غزل خصوصاً قطعہ لاسیما اوس قطعہ کے
کہ ابیات کثیرہ پہ مشتمل ہو جیسے اس سرگروہ سخن سنجان روزگار سے صورت پذیر ہوتی ہے کہ جن
مشتاقان کامل استعداد اوسمین عاجز ہین اب چند روز سے یوہین دیکھا جاتا ہے کہ کمیت توجہ کی
عنان مخمس کرنے کی طرف بہت منعطف ہے اہل انصاف اس سخن سنجی کی داد دیتے ہین اور اوس
کلام کو سخنوری کا معجزہ قرار دیکر بجان و دل مانتے ہین یہ سب کمالات ایک طرف تاریخ گوئی
ایک نعمت عظمی ہے کہ منعم بے منت اور فیاض بے ضنت عمت الاؤہ وجلت نعماؤہ نے

خوان الوان کرم سے اوسکو عطا کی ماہران فن خوب جانتے ہین کہ التزام کسی چیز کا لطف
سخن کو حد کمال تک پہونچنے نہین دیتا بلکہ بسا اوقات ان قیود کی شامت سے شاہد کلام
زیور معنی سے معرا ہو جاتا ہی اور تاریخ گوئی ہین عدد خاص کی قید سے تو دائرہ سخن سنجی کا ایسا
تنگ ہوتا ہی کہ قدرت انشا کو نیم کام اوٹھانا دشوار ہی اس شہسوار کمال کی مطلق عنانی
عرصہ تنگ تاریخ ہین تماشائیان انصاف دوست پہ واضح اور لائح ہی اس التزام پر فصاحت
الفاظ اور جدت معنی اور تازگی تشبیہ اور نزاکت مضامین یہ پایہ رکھتی ہی کہ اگر سامع کو تنبیہ
نکرین تو ادائی سیاق اور روانی طرز اور بے تکلفی تراکیب سے قید تاریخ کی طرف وہم کو گذر نہو
شیخ ابراہیم ذوق کی تاریخ وفات کا قطعہ کہ اوسکے ترجمہ ہین مسطور ہی دیدہ وران منصف کو
قطع نظر اس سے کہ مذاق سخن فہمی کو لذت بخش ہوا کسقدر بر سر انصاف لایا ہوگا کہ دعویداران نسبہ
اس نظم بے عدیل کے سامنے بجز اسکے کہ فرق لاف کو فرو اور زبان گزاف کو بند کرین کیا چارہ ہی
ہان اگر مدعی ہرزہ سرا اعتساف و کجی سے تیری طبیعت نا راست دامن انصاف ہاتھ سے
چھوڑ کر بیہودہ میدان یاوہ درائی ہین خواہ مخواہ سرگرم جولان ہی بسم اللہ ایک گوئے اینک
میدان محاسن ذاتی اور صفاتی جدا دامنگیر ہی اور محبت صمیمی اور الفت دلی جو مجکو اوس
مجمع مفاخر کے ساتھ ہی علیحدہ متقاضی ہی کہ قلم کو تحریر سے اور زبان کو تقریر سے باز رکھون
اور جہان تک حد بشری ہو اظہار محامد ہین کوتاہی نکرون اور ہین خود بھی اپنے شوق سے سخن
سرائی ہین سرگرم ہوتا ہون لیکن ان باتون کی حلاوت لب کو بند کیے دیتی ہی ناچار چند شعر
اونکے کلام گوہر نثار سے انتخاب کرکے نظر ارباب ذوق سے گذرانتا ہون اور عجیب یہ ہی
کہ ہنگام انتخاب ہر شعر کا یہی تقاضا ہی کہ اگر مجکو نہ لکھا کیا لکھا

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم	کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

لیکن اطناب سخن کے خوف اور اختصار کلام کی رغبت کو ایک حیلہ معقول سمجھکر گزیدہ
پائی کو بدرقہ بنالیا اور چلتے چلتے جس پہ قلم کا ہاتھ پڑ گیا غنیمت سمجھا اور اوسیکو درج
قرطاس ہین درج کیا

ہوتے ہی ہوگا اثر اس نالۂ شبگیر کا	راہ پر آنا کوئی آسان ہی چرخ پیر کا
جان کو راہ فنا ہین ہو گیا چلنا محال	بسکہ ہر ہر گام ہی کشتہ تری شمشیر کا
میرے دل ہین حسرتین ہین کاروان در کاروان	گم نہو جاوے کہین پیکان تمھارے تیر کا

نہ وہ تم ہو نہ وہ ہم ہین نہ وہ باتین پہلی سی
ابھی دل مین ابھی آنکھون مین ابھی دامن پر
دل جو ہین کعبہ سے اوچٹا تو لگایا نہ گیا
اب کوئی سوز سے بجھنے کی لگا لو صورت
انقلاب دہر کو کتنا کوئی روئے کہ یان
آہ مین ہر چند اثر ہونا تو ہے دشوار لیک
سوز کو ہیگا نہ ہی پہ بزم مین ہنسنے تو دے
وائے قسمت کہ خزان مین رہے گلزار کے پاس
پاس آنے مین نہ کشتون کے لگے دیر کہین
ناتوانی سے جہان بیٹھ گئے بیٹھ گئے
ناتوان گو ہین پہ بیتابی دل یہ ہی تو بس
اللہ اللہ تری صیاد تغافل کیشی
ہائے رے جذبۂ صیاد کہ بھاگے بھی جو صید
سوز خستہ ہی نہو جلد خبر لے ظالم
ای سوز ابتدا ہی مین بگڑا ہوا ہی حال
لگ چلنے کو کیسکے دامن سے تو بلا ہین
بد عہدیون کی تیری کیا کیجے شکایت
جتنا جتنا روکا انکو وتنے ہی وہ بہکے اور
یہ تو یقین تم ہم مین ہی ہو پر یہ نہین کھلتا کسیجا ہو
یون ہی آئی عمر اور یون ہی گئی
سوز تھا آخر کو ہیچ ناکردہ کار
کثرت حجاب کی ہین مانع ہے ورنہ یان
ناحق بتون کے سجدے مین اوقات کی تلف
بوسے یہ اوس دہن کے کہ جسکا نہین سراغ
ارمان ہی کونسا کہ سویدا اے دل نہو

تفرقہ تھا جو مقدر مین نظر آ ہی گیا
اشک مین بھی تری شوخی کا اثر آ ہی گیا
کر کے بتخانہ کا نا چار سفر آ ہی گیا
خیر تقصیر ہوئی اب تو ادھر آ ہی گیا
کیا سے کیا کچھ ہو گیا اور کیا سے کیا ہو جائیگا
ایسی مایوسی مین کچھ تو آسرا ہو جائیگا
رفتہ رفتہ یہ بھی ظالم آشنا ہو جائیگا
اور بہار آئی تو صیاد جفا کار کے پاس
لے لیا موت نے گھر ہی ترے دیوار کے پاس
کچھ نہین یہ ہی کہ بیٹھین تری دیوار کے پاس
ایک دن آ ہی رہینگے تری دیوار کے پاس
کہ جو بھولے سے بھی آوے نہ گرفتار کے پاس
پھر پھرا آن رہے ہم اوسی خونخوار کے پاس
اک جوان سا ہے تڑپتا تری دیوار کے پاس
آگے کو رنگ دیکھیے کیا کیا دکھائے دل
گو دیکھنے کو ظاہر مشت غبار ہین ہم
جب آپ ہی جہان مین ناپائدار ہین ہم
طفل تو ہین یہ اشک ابھی پر کتنی شرارت رکھتے ہین
دل مین تمنا سینہ مین ارمان جاہنین حسرت رکھتے ہین
ہم خدا جانے رہے کس دھیان مین
ظلم سے گھبرا گیا اک آن مین
وہ کونسی جگہ ہے کہ تو جلوہ گر نہین
پھر ہین انمین کچھ بھی تو ہوتا اثر نہین
ہے تری زبان ہیت بیداد گر نہین
امید کونسی ہے جو داغ جگر نہین

ایک عزّ مژگان کے تصور سے ترے ای کافر
سیکڑون دل ہین تری اس سادہ مزاجی پہ نثار
مجکو ہر کھٹکے پہ گذرا ترے آنیکا خیال
جان سینے مین نظر آنکھون مین دم ہونٹون پہ
الفت مین تری ہاے مین اس طرح سے اوجڑ ہون
ہمنے نہ کبھی چین سے کی سیر گلستان
سن سنکے دماغ اپنا تو ہوتا ہی پریشان
چرخ کو آبادی دام و قفس منظور ہی
کھچ گیا شاید تغافل کچھ ترا مانی سے جو
رحم بھی آیا تو کب آیا تجھے قاتل کہ یان
اوسکے حلقون مین ہی ضعف پا سے سرمہ کا اثر
ہمنے کچھ ہمت تو کی تھی پہ کرین کیا اب تلک
آج یان رسوا ہوا کل وان خرابی مین پڑا
اللہ اللہ شوخیان تیری گئہ تیرے ناز کی
اوسنے چشم قہر سے بھی ہمکو رکھا بے نصیب
سوز اوسکو دیکھکر حیرت زدہ سا رہگیا
تو بھی دے چاہے جس انداز سے آزار مجھے
جی نے چاہا تو گیا بیٹھ کسی کوچے مین
اوسکو ہی شوق ستم مجکو ستم کی خواہش
اور وہ کونسا عقدہ ہی کہ آسان ہو گا
سوز ہی کچھ تو تمنا کہ پڑے پھرتے ہو
ہاہین تو چمن کے اندر یہ جور باغبان سے
حیرت نے ہمکو غنچہ تصویر کا بنایا
صیاد پھینک دیوسے یا برق پھونکدیوے
دیکھا عجب تماشا طرفہ کیا لطف رہ

ق

خار سے خار تھے سینے مین کہ کھٹکے لاکھون
اور قربان ہین ظالم تری ہٹکے لاکھون
اور شب وعدہ مین ہوتے رہے کھٹکے لاکھون
اک نہ آنے سے ترے کام ہین اٹکے لاکھون
اور خانۂ اغیار ہو آباد غضب ہی
جب فصل بہار آئی تو صیاد غضب ہی
ای سوز تری زاری و فریاد غضب ہی
ایک اوجڑا تھا کہ بنا آشیانہ اور رہی
کھچتے کھچتے یہ تری تصویر آدھی رہگئی
حلق مین کٹکر رگ نخچیر آدھی رہگئی
جو صداے نالۂ زنجیر آدھی رہگئی
آتے آتے آہ کی تاثیر آدھی رہگئی
یوہین گھٹ گھٹ کر ہی توقیر آدھی رہگئی
لوح دل پہ جب ہی تصویر آدھی رہگئی
ہم یہ سمجھے جرم کی تعزیر آدھی رہگئی
کہتے کہتے زیر لب تقریر آدھی رہگئی
مین بھی دیکھون کہ ترے ساتھ ہی کیا پیار مجھے
اور نہ چاہا تو ہی پھرنے سے سروکار مجھے
ہین ستمگار کو درکار ستمگار مجھے
ایک ملنا تھا تمھارا سو ہی دشوار مجھے
کیون یہ کہتے ہو نہین اوس سے سروکار مجھے
آوارہ پھر رہے ہین گم کردہ آشیان سے
اس پر بھی ڈر رہے ہین بیداد ئی خزان سے
اب ہاتھ اوٹھا لیا ہی ہمنے بھی آشیان سے
گذرا جو صبحگاہان مین سحر گلستان سے

یعنی کہ ایک بلبل بیٹھی تھی شاخ گل پر
رنگ چمن دو بالا تھا اوسکی داستان سے
جون سوز سوز دل اشعار تھے سر لب
گویا کہ بھری تھی سوزش نہان سے
اوسکے سخن مین ہمدم کیا کچھ بھری تھی گرمی
گویا کہ آتش دل تھی شعلہ زن زبان سے
کچھ نالہ و فغان سے عالم کو پھونکے دیتا
کچھ دل ہی دل مین جلنا آہ شرر فشان سے
گو فصل گل سے شادان کوتاہ بینیون سے
کچھ پیش بینیون سے غمگین تھی وہ خزان سے
اوسکو سمجھ کے اپنا ہمدرد و ہم مصیبت
پوچھا یہ مین نے اوس سے تو کہہ تو کچھ زبان سے
کیا حال ہی کہ تیرے وہ زمزمے نہین ہین
اندوہ گینیان ہین ظاہر تیری فغان سے
کہنے لگی کہ جو جو مری حقیقتین ہین
سب گفتنی نہین ہین کیا فائدہ بیان سے
لیکن نہین مناسب بالکل ہی چپکے رہنا
اب راز دل چھپاؤن اور تجھسے رازدان سے
میری یہ ہی حقیقت میرا یہ ماجرا ہی
یعنی کہ خستہ دل ہون اور تنگ اپنی جان سے
نی بیٹھنے کی جا ہی نی رہنے کا ٹھکانا
آزردہ ہون زمین سے آشفتہ ہون زمان سے
انکے تو جور سہتے اک عمر ہو گئی ہی
صیاد سے گلہ ہی شکوہ نہ باغبان سے
اب تو اک اور تازہ آفت ہی سر پہ نازل
یعنی بقول میر دل خستہ آسمان سے
جب کوندھتی ہی بجلی تب جانب گلستان
رکھتی ہی چھیڑ میرے خاشاک آشیان سے
لالہ اور اس طرح سے چھاتی پہ داغ رکھتے
سب ڈھنگ اوڑا لیے ہین یہ سوختہ جان سے

مخمس

پروانے ہی کی جان نہ کچھ شمع پر گئی
کچھ شمع ہی جلا کے نہ جان و جگر گئی
میری ہی جان پہ نہ یہ آفت گذر گئی
تو ہی کچھ اپنے سر پہ نہ یان خاک کر گئی
شبنم بھی اس چمن سے صبا چشم تر گئی

ہین مہربان سو مہرو پہ دل کو فدا کرین
اور سرو ہین سو سب [illegible] آزاد ہی رہین
اب آگئے بلبلین ہین سو وہ گل پہ جان دین
دیوانہ کون گل ہی ترا جسکو باغ مین
زنجیر کرنے موج نسیم سحر گئی

بھٹکی ہی بھٹکی پھرتی ہی ہر شام و ہر پگاہ
نی چرخ پہ گذارتہ دل مین کسیکے راہ
تو کرکے اسکی بیکسیون پر ذرا نگاہ
کچھ اثر قبول کر تجھ تک ہماری آہ
سینے سے ارمغان لیے لخت جگر گئی

ہر بار پہ لڑ ہی جاتی ہی کیا ماجرا کہون
جب یہ ہون اسکے ڈھنگ تو کیونکر بھلا کہون
کہتا نہین ہون دل کو کہ کیونکر برا کہون
تھا نہ خراب دل تو ہی لیکن مین کیا کہون
جیسی بلا سے جان ہی یہ آنکھ گھر گئی

اول تو دیکھتا ہی نہ تھا گہ ادب سے مین
اپنی نظر کو روکے ہی رہتا تھا سب سے مین
بالفرض اب جو آگئے کچھ سبب سے مین
نظارہ باز چشم تبان کا ہون جب سے مین
تو ہی نظر پڑا مری جیدھر نظر گئی

منظور گر تلافی مافات ہو تو خیر
کچھ درد اپنا وہین ہی پھیلا گئے خوب ہیر
اور گر بھرے ہین دل مین ترے وہی اگلے بیر
مت پوچھ یہ کہ رات کٹی کیونکہ تجھ بغیر
اس گفتگو سے فائدہ پیارے گذر گئی

جون سوز اوسکو کچھ نہ دیا روزگار نے
اور کچھ دیا تو رنج دیا بد شعار نے
جب دے دیا جواب شکیب و قرار نے
سودا فغان کو خط یہ لکھا اوسکے یار نے
کس وقت اوسکے حال کی اوسکو خبر گئی

اور یہ سنا کہ صبر نہین ہی اوسے ذرا
سمجھا وہ یہ کہ راز نہو جاے برملا
ناچار اوس نے اوسکی تسلی کو یہ لکھا
سن اے فغان جہان مین عاشق جو ہو گیا
معشوق سے اسی روش اوسکی گذر گئی

عاشق ستم اوٹھاتے ہی آتے ہین بیشتر
معشوق ظلم کرتے ہی آتے ہین سر بسر
تو اپنے آپ سوچ کے انصاف دل مین کر
شیرین نے جور کب نہ کیا کوہکن کے سر
مجنون پہ کیا جفا ہی کہ لیلی نہ کر گئی

نالون کا قمریون کے رہا غل چمن کے بیچ
کھاتے دل و جگر پہ نہ کیا گل چمن کے بیچ
اور آگے کچھ جو تامل چمن کے بیچ
گل ہی پڑی سسکتی تھی بلبل چمن کے بیچ
ذرہ نہ اوسکے حال پہ گل کی نظر گئی

دل عاشقون کے شب کو بہا ٹک لگے کہ صبح
آنکھون سے کوئی نالے سے نالے چلے کہ صبح
ظاہر نہ تھی کہ شام ہی آنکھون تلے کہ صبح
پروانے رات شمع سے اتنے جلے کہ صبح
خاکستر انکی لیکے صبا دوش پر گئی

انکے ستم اوٹھانے کو ہین جانتے سبھی
انکی ستم گری سے بھی واقف ہی ہر کوئی

آئی قدیم سے بھی یہی رسم ہے چلی
کچھ تازہ مین کیا ہے کہ بدنامی کو مری
آوازہ آہ و نالہ تری گھر گھر گئی

شورش سے تیرے نام کو باقی نہین رہی
شور و فغان سے چرخ بھی بھولا ستمگری
پھرتی ہے تیری آہ سے بجلی ڈری ڈری
حرمت رکھی نہ رعد کی فریاد نے تری
رونے سے تیرے آبروے ابر تر گئی

تو نے بہا کے دل کا لہو چشم تر کی سرخ
پائے نگار سے یہ زمین سر بسر کی سرخ
دامن ہے تیرے بوند ہین خون جگر کی سرخ
لوہو سے تیرے سر کے ہے دیوار گھر کی سرخ
آنکھون سے موج خون تری بیرون در گئی

عاشق ہے لائے جسکا جگر تاب درد ہجر
جان کو گنوا دے لاے مگر تاب درد ہجر
رکھتے ہمیشہ ہین نفر تاب درد ہجر
دل کو ترے نہین ہے اگر تاب درد ہجر
تو کار عشق سے تو مری جان کر گئی

اور ایسا ایسا اور لکھا نکلے جس سے بیر
جیسے کلام غیر سے کرتا ہے کوئی غیر
جس مین کہ شر ہی شر ہو نہو کچھ بھی بوے خیر
القصہ خط کو پڑھ کے یہ اوسنے لکھا کہ خیر
تیرے ہی دل کی مہر نجانون کدھر گئی

کیا جانیے کہ تیرے ہی خاطر کو کیا ہوا
شیرین نے کوہکن پہ ستم گر کیا کیا
دل مین نہ تیرے رحم نہ کچھ عادت وفا
شیرین کی ایک مین شکوون ورنہ بارہا
لیلی جدھر تھا اودھی مجنون ادھر گئی

آخر پھری ہے اوسکی تجسس مین جابجا
معنی کس طرح جان کے اک حرف مدعا
چرچا ہے جیسے معنی از یاد رفتہ کا
یان تک تو گم ہے مین لیلی کے مجنون سنا گیا
اس اتحاد سے اونھین باہم بسر گئی

وان رنگ اوڑ گیا رخ گلگون سے وقت فصد
رنگین وہان تو ہاتھ ہوا خون سے وقت فصد
طاقت یہان گئی دل محزون کے وقت فصد
جاری ہوا ہے خون رگ مجنون سے وقت فصد
لیلی کی پوست مال اگر نیشتر گئی

تیرے ہی عہد مین ہے کہ عاشق تو ہو ہلاک
مر جاؤن جب بھی تجکو تو ہووے نہ رنج خاک
معشوق اوسکے سوگ مین ہووے نہ دردناک
ظالم کرے ور گل کا گریبان ہوا ہے چاک

ایک عندلیب گر اجل اپنی سے مر گئی

عاشق کو اپنے آپ جلاتی ہی گو کہ شمع — روشن ہی اوسپہ ظلم یہ کرتی ہی جو کہ شمع
پروانے سوز دل سے ہی آگاہ جو کہ شمع — پروانہ کونسا نہ جلا شام کو کہ شمع
روتی ہوئی نہ بزم سے وقت سحر گئی

اب کب تلک یہ رودن ترے آگے ماجرا — بیٹھا ہوا کیا دم کو دون طول تا کجا
کب تک کہا کرون کہ یہ اچھا ہی یہ برا — یہ گفتگو تو قطع نظر اس سے تجکو کیا
مجھسے جفائے ہجر کی طاقت اگر گئی

مین نے ہی خون دل سے یہ ہی چشم تر کی سرخ — دامن پہ میرے بوندین ہین خون جگر کی سرخ
مین نے ہی اپنے پاسے زمین سر بسر کی سرخ — میرے لہو سے ہی مری دیوار گھر کی سرخ
میرے ہی موج خون کی بیرون در گئی

رویا تھا مین ہی مین نے ہی پھر پاک کر لیا — تو نے تو ہاتھ آنکھ پہ میری نہین رکھا
دامن بھرا تو میرا بھرا اس سے تجکو کیا — شکوہ تو کیون کرے ہی مرے اشک سرخ کا
تیری کب آستین میرے لہو سے بھر گئی

سوزان

سوزان تخلص شاہزادہ والا تبار مرزا امام بخش المعروف بمولوی کلو درویش مزاج اور میان رحیم بخش قدس سرہ کے خلفا مین شمار کیے جاتے تھے جناب غفران مآب حافظ عبد الرحمن خان احسان سے تلمذ رکھتے تھے یہ چند شعر اوس معرفت کوش کے تحریر ہوے

کہے کوئی خاک اوس سے راز نہفتہ — نہین سامنے اوسکے یارا کسیکا
پھر دام سے زلفون کے تا حشر نہ چھوٹیگا — اے دل تو کہین اوسکے پھندے مین نہ آجانا
مین خون دل پیون اور ہنگام بادہ نوشی — بوسہ یہ جام لیوے اوسکے لب و دہان کا
جیسے تو چاہتا ہی اوسکو یہ رکھتی ہین نظر دن مین — دلا قائل ہون مین آنکھون کی اور تیری حق شناسی کا

سوزش

سوزش تخلص زبدہ جہان حافظ عبد الرحمن شاہجہان آباد مین نقد کمال کی تحصیل کے واسطے وارد اور علوم عربیہ مین کما ینبغی مستعد مقدمات علمی حاضر اور قوت مطالعہ معین یقین ہی کہ مدت قلیل مین تحصیل کمال سے فراغ بہم پہونچ جاوے ہر چند لباس طالب علمی جامۂ جہالت ہوتا ہی لیکن اس صاحب اخلاق نیک نہاد مین انکسار اور تواضع کا ذخیرہ انہا

بیا

فراہم ہی کہ درویشان خاکی نہاد اگر اسکے دریوزۂ فیض کے واسطے کاسۂ گدائی ہاتھ مین لین تو کیا عجب ہی یہ نعمائے غیر مترقبہ خوان سالار حکمت بالغہ کے قبضہ مین ہین جسکو چاہتے ہین دیتے ہین **مصرع** این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند ؛ ہر چند مقدمات علمی کا توغل توجہ شعر سے مانع ہی لیکن موزونی ذاتی کی اقتضا سے اس شغل دلپذیر سے گزیر نہوا اور اس سلسلہ مین ابراہیم ذوق کو شیخ وقت پاکر پیر طریقت قرار دیا اور بہت فیض اوٹھایا اکثر مشاعرہ مین تشریف لاکر حاضرین بزم کو کبھی اپنے کلام سے شاد کیا اور کبھی اونکے سخن کی داد دی یہ اشعار اوسکے نتایج افکار سے ہین ؎

اسقدر ضعف ہی بیٹھون ہون تو اوٹھنا ہی محال	ناتوانی سے اوٹھا بھی تو گرا جاتا ہون
واعظا آکے بزم رندان مین	کہ نہ روز حساب کی باتین
ہوا منظور میرا رشک جو اس شوخ پر فن کو	تصور مین بھی ساتھ اپنے لیے آیا وہ دشمن کو
کوئی بجھتی ہی دل مین عشق کی آتش اسی دن	نہین پانے کے تم ٹھنڈا کبھی سوزش کے مدفن کو

بند مخمس

یہ کیا ہی غم کہ ترے عشق نے مجھے مارا	دل و جگر کو کیا پارہ پارہ ہی سارا
مری تو خواہش دل ہی یہی کہ یکبارا	جگر ز ہجر تو صد پارہ باد و ہر پارا

ہزار ذرہ و ہر ذرہ در ہوائے تو باد

سہراب تخلص مرزا سہراب بیگ متوطن شاہجہان آباد مرد معمر صاحب اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ علم رمل مین دستگاہ تمام اور استخراج احکام مین قدرت مالا کلام خط نسخ سے یاقوت کی آبرو کو خاک پر گرادیا ہی اور جو کہ گوہر رقم اوسکے خطاب بستطاب کا جزو ہی اس نسبت سے گوہر کا وقار بڑھا دیا ہی فن سخن کی مشق شاہ نصیر مرحوم سے کی ہی اس فن مین فکر رسا اور تلاش بلند رکھتا ہی یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

اشعار فارسی

الم سلسلۂ زلف یار در بند ست	چہ گویم آہ کہ این قصہ چند در چند ست
دارم بیاد زلف او ہر لحظہ سودائے دگر	من خود بجائے دیگر و دل ہست در جائے دگر

اشعار ریختہ

صبح دم دیکھ کے نقشہ تری پیشانی کا	آئینہ فرد دنیا دفتر حیرانی کا

نذر نگاہ کہجاتی ہی

اکرام بیا سود بیاسے خسرو	یہ چند شعر اوس سخن سنج معنی یاب کے

افکار رنگین ہین

سبب کیا پوچھتے ہو مجھسے میرے زار رونے کا	کسیکو کچھ مرض ہی مجکو ہی آزار رونے کا
نہ غازہ نہ گلگونہ نہ ہی رنگ حنا تو	ای خون شدہ دل تو تو کسی کام نہ آیا
رو کش اندوہ ہجران شب دل بیتاب تھا	تاب کا پانی جگر طاقت کا زہرا آب تھا
دیکھ مداوا کا مرض سے بیشتر پیدا ہوا	مجکو صندل گھستے گھستے درد سر پیدا ہوا
مین اور ترک عشق یہ امکان ہی نہین	ناصح کی پند سننے کو یان کان ہی نہین
مو کمر کو ترے سب ہیچمدان کہتے ہین	تو بھی کہہ منہ سے کہ کیا اوسکو میان کہتے ہین
جب نہ تب شکل بتان اسمین نظر آتی ہی	دل کو اللہ کا کس رو سے مکان کہتے ہین
یار و مرے بالین سے نہ اٹھو نہ جدا ہو	حالت مری اچھی نہین کیا جانئے کیا ہو

سید تخلص میر علی نقی کہین برادر میر ابو القاسم محب برادر زادہ میر نظام الدین ممنون جوان متین و خوش اخلاق ہی علم ضروری سے آگاہ اور ریختہ گوئی مین صاحب دستگاہ

یہ چند شعر اوسکے درج تذکرہ ہوے

قربان سادگی کے لگا کہنے غیر سے	کیا جانئے آج کیا کہا کہ سید خفا گیا
کس سے پوشیدہ ہو حال زار سید ہمکو	اور کچھ باتین کرو جانے دو ان اذکار کو
کھلے بال شاید کوئی خوبرو ہی	صبا کی لپٹ مین جو عنبر کی بو ہی
نہ چاہون بھلا کیونکر ایسے کو سید	ہر اک بات مین جسکی شوخی کی بو ہی
عجب انداز سے کچھ اندنون میلے کچیلے ہو	غضب دلکش ادا ہی دشمنون کی سوگواری کی

سید تخلص زبدہ سادات کرام عمدہ نجباے عظام میر سید علی ولد سید محمد علی کہ یہ خلف عالی وقار رکھتے نواب افتخار الدولہ مکرم الملک سید فیض الدین علیخان عرف میر جھبو ولد نواب جعفر خان کے کہ سادات صحیح النسب شیعی مذہب اور اولاد امجاد حضرت موسی کاظم علیہ التحیۃ والثنا سے تھے نواب جعفر خان مغفور کے جد امجد خاک ایران دیار سے وارد گلزمین شاہجہان آباد اور مورد عنایات سلطانی ہو کر عہدہ وزارت سے ممتاز اور میر جھبو مبرور عہدہ قلعہ داری سے سرفراز ہوے میر سید علی موصوف حقوق سابقہ کی

وساطت اور سوابق خدمت کے ذریعہ سے ہنوز عطیات خسروانی کے ساتھ اختصاص رکھکر عزت و آبرو سے بسر کرتے ہین باوصفیکہ عین ایام شباب اور گلشن عمر تازہ و شاداب ہی خلق و مروت اور تواضع اور اہلیت ایسی ہی کہ گویا یہ جامہ انھین کے قامت استعداد پر قطع کیا ہی ہرچند طبیعت موزون اور توجہ سراپا ے اشعار کی تقطیع کی طرف مصروف ہی لیکن ائمۂ کرام کے اعتقاد کی عنان کشتی سے دل صفا منزل قالبتہ مرثیہ و سلام سے مشغوف ہی ہر ماہ مسالمہ کی تقریب سے اونکے دولت خانہ مین مومنین پاک اعتقاد اور محبین صافی نہاد سے مجلس منعقد ہو کر مستمعان فہیم کی طبیعت لطف کلام سے شگفتگی بہار کا ذخیرہ فراہم کرتی ہی جو کہ سخن کی یہ صنف بھی اقسام شعر سے ہی ایک دو بیت صفحۂ بیان پر مرقوم کر کے اوراق کتاب کو رنگینی الفاظ سے روضۂ ارم اور سوز معنی سے بزم ماتم کرتا ہی

حسرت یہ کہنا تھا شہ کے قدمون پر	سر فدا اس غلام کا ہوگا
تشنگی شہ کی آئیگی جب یاد	دیدۂ پر آب جام کا ہوگا

باب الشین المعجمۃ

شاد تخلص میر یار خان ساکن قصبہ میرٹھ پلٹن انگریزی مین علاقہ منشی گری پر مامور اور مرد خوش خلق پسندیدہ اطوار ذہین تیز طبع ہی مشق شعر ہنوز بے اصلاح ہی اگر ارشاد اوستاد دلیل ہو تو راہ پر پیچ سخن اوس تیز قدم پر آسان ہو جاوے حسب اتفاق ایک دفعہ وارد شاہجہان آباد ہوا تھا اور اوستادی مولوی امام بخش صہبائی کی خدمت مین راقم سے ملاقات ہو گئی اور چند شعر بھی ذخیرہ گوش ہوے یہ شعر یاد رہگیا تھا کہ ان اوراق مین مرقوم ہوا

زلف صنم ہی مشکبو سارے جہان مین فاصلا	آہوے چین جہان ملے جا نیو یار کی گلی

شاد تخلص شیو پرشاد شاگرد سید علی مہر نسب حسین تسکین غفر اللہ کہ مرد فہیم اور صاحب ذہن سلیم ہی تراکیب سخن دلچسپ اور برجستگی معانی ناخن بدل زن ہی یہ شعر اوسکا یاد تھا

جا کے قاصد بھی وہان غیرون مین شامل ہو گیا	اور ایک کا تا نکل آیا مری تقدیر کا

شاعر تخلص شیخ خدا بخش متوطن سہارنپور شرافت ذات و حسن صفات مین

بعد ازین یہ چند شعر اوسکے افکار سے مرقوم ہوے

رو گیا عیسیٰ بھی اپنا زخم خندان دیکھکر	ہنس پڑا شور جراحت کو نمکدان دیکھکر
تو نہ دیکھین نہ تہ ابروے جانان دیکھکر	سنبل تر کو نہ چھوڑین زلف پیچان دیکھکر
انکے لعل لب سے کیکو دیجیے نسبت کہ ہین	خون دل ہو دل مین اپنے لعل و مرجان دیکھکر
خود بخود گردن ڈھلی جاتی ہے اپنی اسقدر	ہین اوس صف شکن کے تیغ عریان دیکھکر
ان رنگ دیکھ اوس سرو قامت کا گلستان مین	پھٹ شرم سے غنچون نے منھ اپنا گریبان مین
یہ کیا انصاف ہے ای چرخ نا انصاف سچ بتلا	زلیخا خوش ہو عشرت گہ مین اور یوسف ہو زندان مین
کیا غمزہ نے آخر کار اپنا ایک چشمک مین	بلا کی ہی ابداری تھی میان اوس تیغ بران مین
اوٹھایا لطف دنیا مین سبھون نے عشق خوبان کا	ہا شاعر ہی لیکن حسرت و افسوس و حرمان مین

شناکی تخلص مرزا بختاور شاہ بہادر خلف الصدق حضرت ظل الٰہی محمد سراج الدین بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ عمر پندرہ سولہ برس کی اور خلق خوش اور اطوار گزیدہ اور تلمذ حافظ قطب الدین مشیر سے ہے یہ دو شعر اوسکے نتائج طبع سے مسموع ہوے

لاے ای آہ جگر تو اوسے یا نالۂ دل	کون دونون مین کرے جلد اثر دیکھین تو
ایک پر زخم ایک پہ ہے داغ	دل تو وہ کچھ ہے اور جگر یہ کچھ

شاہ تخلص درویش خدا آگاہ ذاکر لا الہ الا اللہ درویش محمد شاہ ایام جوانی مین مشق سخن کمال کو پہونچی تھی اب کہ عمر شریف قریب ستر برس کے پہونچی اگرچہ کثرت عبادت سے اور طرف کمتر متوجہ ہوتے ہین لیکن موزونی ذاتی گاہ گاہ گلگشت سرزمین سخن کی طرف کھینچ لیجاتی ہے یہ دو شعر جو انکی زبان گوہر بیان سے سُنے گئے مرقوم ہوے

کیا صبر و سا خوبرویان سمن اندام کا	ان پہ مرنا ناحق سے کھونا ہے ننگ و نام کا
روز ہی اغیار ہی ہو دیگا مینا شہ تمام	اور بھی ہے مستحق کوئی سبو و جام کا

شاہی تخلص مرزا نور الدین نبیرہ مرزا سلیمان شکوہ ابن شاہ عالم بادشاہ ایک عرصہ دراز سے شہر لکھنؤ مین ساکن اور اوس خطہ لطافت بنیاد مین مشاہیر شعرا سے مستفید ہو عرصہ دو سال کا ہوا کہ کسی تقریب سے حضرت شاہجہان آباد مین پہونچکر چرب زبانی کے وسیلہ سے مزاج سلطانی مین دخل پایا اور سخندان بے فروغ کو آب و نان کی تحصیل کا ذریعہ ٹھہرایا اوسی ایام مین

دربار عام مین گیتی خداوند کے ارشاد سے محفل انشا و اشعار آراستہ ہوتی تھی اور ... حاضران بزم سے ہوتا تھا اوس محفل مین وسکے کلام کو بنگاہ تحسین سنا اور داد سکے نیات و بہ پر تفضیل مطلع ہوا یہ شعر اوسکا یادگار لکھا گیا

مژدہ باد اے می پرستو میکدہ کا در کھلا	خم سے سر شیشہ کھلا شیشہ سے سر ساغر کھلا

شائق تخلص شیخ عبد اللہ ساکن سہارنپور اوسکے اشعار مین کوئی شعر دلچسپ بایہ ثبوت نہ پایا ناچار یہ شعر کہ گویا اون اشعار کا فذلک دفتر تھا لکھا گیا

لگا ہے اوس سے پروانہ تو پروا نہین اسکو	جلا دیگی محبت جو کہ ہر شمع شبستان مین

شتاب تخلص مرزا غلام عباس پسر مرزا آغا جان مضطر مرحوم اولاد امجاد حضرت شاہ عالم بادشاہ سے ہے نوجوان خوش وجاہت اور شعر گوئی کی طرف چند روز سے ملتفت اور مرزا رحیم الدین حیا سے مستفید یہ شعر اوسکا لکھا گیا

دست بردار ہوے تم کسے لکھون کاغذ	آرزو کسکی کرون اور کسے بھیجون کاغذ

شجاع تخلص مرزا اکرم الشجاع خلف مرزا دارا بخت بہادر مرحوم ولی عہد سابق ابن حضرت ظل سبحانی دام ملکہ شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ شعر اوسکا طبع زاد ہے

کیسے شجاع مضطر نالے بھرے ہے آکر	کوچے مین اوسکے گھر گھر مذکور ہے تو یہ ہے

شرر تخلص میر حافظ نام نواسہ صوفی خدا آگاہ حافظ اشرف حافظ تخلص مرحوم دو امر اس مرحوم خدا جوے کے خاندان مین جاری وساری ہین حفظ قرآن اور خاکساری سو یہ دونون اس نیک نہاد مین جمع ہین اہل دل خم تواضع کی بدولت مثل ابرو اسکو قبلۂ دعا ٹھہراتے ہین اور نیکوان عالم افتادگی کی برکت سے کاکل کی طرح اوسکو سر پہ بٹھاتے ہین چونکہ شعر گوئی اسکے خاندان مین ارثی ہے قافیہ پیمائی اور موزونی سخن کی طرف متوجہ ہے اور اصلاح کے واسطے حضرت اپنے بزرگان سلف کی روح کو مددگار اور اپنی طبیعت کو اوستاد وافی ہدایت تصور کرتا ہے یہ چند شعر اوسکی نتائج طبع ہین

نہ تاب جان مین رہی ہے کہ آفتین سہوین	نہ حال دل مین رہا ہے ستم اوٹھانے کا
شرر کا پردہ ہی پوشیدہ ہونا خوب ہوا	خدا ہی جانے وہ رسوا کہان کہان ہوتا
یہ ہجو دی ہے شرر کو کہ جانتا ہی نہین	زمین ہوتی ہے کیسی اور آسمان کیسا
ہم جانتے تو تھے کہ مروت نہین ذرا	مرنا تھا ہمین تو ان پہ شرر کیا ضرور تھا

یہانتک داغ کھاتے ہین سنے دل پر
کہ سینہ بنگیا رشک گلستان

الٰہی اللہ ترے ابرو کا اشارہ قاتل
سر عشاق گرے بزم مین سکڑون لاکھون

آج وہ جوش جنون ہی کہ نکل کر گھر سے
منھ اوٹھاتے ہوے صحرا کو چلا جاتا ہون

اللہ اللہ یہ ہی سجدے کی تمنا مجھکو
اوسکے ہر نقش کف پا پہ جھکا جاتا ہون

تھی تقدیر مین ہونی تھی اسیری ورنہ
ساتھ لیکر تجھے ہم اے دل مضطر آتے

شر تخلص نسا رام قوم کا ئیتھ جوان متین صاحب خلق پسند ذہن معدن علم طبع کان حلم علم فارسی و عربی جناب مستطاب مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے تحصیل اور فن شعر بھی اونھین کی خدمت سراسر افادت سے کسب کیا ہی یہ چند شعر فارسی اوسکے مرقوم ہوے

شانہ گردانی کند گر از کمند زلف او
الفت زنجیر دارد شوق بے پرواے ما

نازش جبہاے او مشق رمیدن کردہ ایم
سرمۂ چشم غزالان گشتہ خاک پاے ما

صبحے داریم با داغ دل از جوش جنون
گل ہم آغوشی کند با بلبل شیداے ما

تا کہ سوز عشق را در سینہ پنہان داشتیم
بخیہ اے کار را افگند این آہ شیون زاے ما

چرخ سرگشتہ غبارے کہ ز داماں برخاست
مہر رخشندہ شرارے کہ ز افغان برخاست

گو جنون ہمرہ ما باش کہ در جادۂ عشق
نوک ہر سبزہ بصد خار مغیلان برخاست

زلف پیچان و عذار تو بگلزار چو دید
سنبل آشفتہ و گل چاک گریبان برخاست

شہر تخلص مرزا غیاث الدین خلف مرزا قمر الدین شید التخلص نبیرہ شاہ عالم بادشاہ نور اللہ مرقدہ نوجوان خوش طبع ظریف مزاج جامۂ اہلیت اس صاحب مروت کی قامت پر قطع ہوا ہی گاہ گاہ فکر شعر کرتا ہی اور استفادہ سخن شیخ ابراہیم ذوق مغفر اللہ سے کیا ہی یہ چند شعر اوسکے طبعزاد لکھے جاتے ہین

تجھے دکھا دون تماشا مین بے وفائیکا
یہ کیا کرون کہ مجھے منھ ہی آشنائی کا

نگاہ ناز ستمگر ہی تیر سے سیدھی
و لیک شیوہ ہی کافرین کج آدائی کا

شہر خدا سے تو در کل تھے سجدۂ بت مین
اور آج تم کو یہ دعولے ہی پارسائی کا

لاکھ پردون مین وہ پوشیدہ رہا پر ہمنے
دیکھا جب دل کی نگاہون سے نظر آہی گیا

روز کے ظلم و ستم اوٹھ نہ سکے اے ظالم
تنگ آخر ترے ہاتھون سے شہر آہی گیا

چشم دریاے خون ہی یہ طوفان	کیا بلا ہی یہ ماجرا نہ کھلا
گھر کے گھر بند رہ گئے ظالم	کس پہ دست جفا ترا نہ کھلا
دل ہین تجھے رکھ لیجے کہ آنکھین تجھے دیکھین	تو ایک ہی اور شوق ہی کیا کیا نہین ہمکو
ہر جفا کو ترے وفا کہیے	یہ نہ کہیے تو اور کیا کہیے
اور سے کہیے یا نہ کہیے پر	ای شرر ہم سے مدعا کہیے
دلا کچھ بھی ہی ناز و غمزہ کی حد	تجھے کیا بت ملا وینگے خدا سے
شرر ہین جب سا بت خانہ ہین آج	نظر آتے تھے کل تو با خدا سے
ہم کرین اب وفا کسی سے کیا	ہم سے بھی کی وفا کسی نے ہی

شرر

شرر تخلص مرزا جعفر کہین برادر مرزا محمد عشق تخلص باشندہ شاہجہان آباد مدت ہوئی کہ حیدرآباد مین جاکر عالم باقی کا سفر کیا یہ شعر اوسکا سُنا گیا

ای عشق جگر سوز شرر کی تجھے سوگند	اک شعلۂ جان سوز کہ مشتاق فنا ہون

شرم

شرم تخلص تہور بیگ نام ہے ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا کبھی اصلاح شعر کی حافظ اشرف اور کبھی شاہ نصیر سے لیتا تھا کسی نے اوس سے خوش طبعی سے کہا کہ آپ شرم ہین اور آپ کا دولت خانہ شرمگاہ نہایت غضب سے تلوار کھینچی بارے لوگون کے متوسط ہو کر راہ صلح کو وا کیا یہ شعر اوسکا مشہور ہی

تری محفل مین جانے کی تجھے رخصت اگر ہوتی	بزنگ شمع قوت پانون کی بھی صرف سر ہوتی

شریر

شریر منشی کریم الدین مرد پنجاہ سالہ اور سوداگران پنجابی کٹرہ سے ہی اور یہ ایک محلہ ہی محلات شاہجہان آباد لطافت بنیاد سے کہ مسکن بل مسقط الراس مشاہیر تجار دولتمند کا ہی یہ شعر اوسکی نتائج افکار سے یاد تھا لکھا گیا

ہمکو خالق نے کیا بے سر و سامان پیدا	نہ تو دامن ہی میسر نہ گریبان پیدا

شمشاد

شمشاد تخلص مرزا روشن الدولہ ابن مرزا آغا جان مضطر مرحوم ابن مرزا سلیمان شکوہ نواسہ عرش آرام گاہ محمد اکبر شاہ بادشاہ انار اللہ برہانہ حلیم مزاج متواضع نیک اخلاق پاک طینت نجیب الطرفین بسبب طلاقت لسان اور فصاحت بیان کے داستان طرازی اور افسانہ گوئی کو سرحد کمال تک پہونچا دیا اور سلیقہ شعاری کے بدولت اس حرف پا در ہوا کو سرمایہ ایک فن بنا دیا فن شعر مین نسبت تلمذ کی مرزا رحیم الدین حیا کے ساتھ

رکھتا ہی یہ اشعار اوسکی نتائج فکر سے صحیفۂ کاغذ پر ثبت ہوے

کام آوے کچھ بھی نہیں ہی حشر میں اپنا مگر	آن نکلینگے تری خاطر اگر آ نا ہوا
جنون پہ وست درازی کی ہی عبث تہمت	کہ اپنے ہاتھ گریبان ہی تار تار کیا
ناتوانی کا برا ہو کہ اوٹھانے نہ دیا	ایسا کیا بوجھ ہے طوق گلوگیر مین تھا
الٰہی کسکی مژگان کا تصور ہی یہ ششدر کو	کہ جون نشتر کھٹکتا ہی نفس ہر دم رگ جان مین
ستم کا یہ مزہ ہی دل کو الفت مین کہ ای ظالم	لیے پھرتے ہین ہم سر پہ سدا گردون دشمن اپنے

ششدر تخلص مرزا حاجی قادر بخش خلف مرزا بلند بخت ابن حضرت عرش آرامگاہ معین الدین اکبر شاہ بادشاہ مرحوم مرد صاف باطن خدا آگاہ ہی اعدر درویش حقیقت پناہ عابد شاہ سے فیض باطن اور فن سخن کو کسب کیا ہی یہ دو شعر اوس تقدس سرشت کے مسموع ہوے

پھر فصل بہار آئی شاید کہ گلستان مین	آیا وجودون سے زندان نظر آتے چمن
دیکھکر اوس غزال رعنا کو	مجھکو وحشت ہوئی زمانے سے

شفقت تخلص زبدۂ خاندان نجابت اسوۂ دودمان شرافت موسس اساس نیاک نہادی بانی بناے والا نژادی مظہر سعادت نشانیتن میر محمد حسین متوطن قصبہ کلاوٹھی کہ سالہاے دراز سے کسب کمالات کے شوق مین قدم بہار توام سے گل زمین شاہجہان آباد کو رشک ارم کیا ہی روز وشب علوم درسی کی تحصیل مین ساعی ہوکر تکمیل مراتب وفاقہ او تتمیم مکارم اخلاق سے تہذیب نفس کا ساز وسامان مہیا اور گزیدگی اطوار اور پسندیدگی کردار کے اسباب مستوفی رکھتا ہی زبان فارسی کی شستگی سے گلشن ایران کی بلبلون کے ساتھ ہم نوا اور روزمرہ اردو کی صفائی سے شکرستان ہند کی طوطیون کے دل زمزمۂ پیرا سلک نظم کو عقد ثریا سے ہمسری اور سجع ہر نثر کو آب وتاب نثرہ سے برتری بلندی مدارج کمال کو اوج عرش سے ہمدوش کیا اور کیفیت سخن کو بادۂ طہور کا سر جوش سیاقی طبع سے تلاش معنی بلند مین آمادہ اور حضرت استاذی اوستاد الانامی زبدۂ کملاے نامی مشہور فی الاطراف مستغن عن الاوصاف علم افراز عرصہ علماے مولانا ومخدومنا مولوی امام بخش صہبائی کی جناب سامی وخدمت گرامی مین سرگرم استفادہ ہی اگر خوبان دلربا کے ذہن کا وصف لکھے صفحۂ اوراق پر بال عنقا سے مسطر کرے اور اگر شاہدان رعنا کی رفتار کا حال تحریر کرے

حرکت قلم کو فتنۂ محشر سے ہمسر کرے بہار یہ ہین نقاط حروف خوردۂ گل اور نوک خامہ منقار بلبل اور رزمیہ مین زبان قلم دم شمشیر اور صریر کلک نعرۂ شیر قصد اختصار کی درازدستی وصف طرازی شوق کی عنان گیر ہو کر مقتضی ہے کہ اب نقد اوقات کو ایجاز کلام کے معاملہ مین خرچ کرے اور چند شعر اوس عندلیب گلزار کے اوراق تذکرہ مین درج کرے

نہین ہے تو تو ہے محفل مین ایک حشر بپا
فغان صور ہے گویا کہ نالہ بلبل کا

کیا بہار نے تیرے چمن مین کار خزان
کہ دیکھتے ہی اوڑا رخ سے رنگ ہر گل کا

چل اب کہ آئیگی کس کام پھر مسیحائی
لبون پہ دم ہے ترے کشتۂ تغافل کا

کرون جو یاد مین اوس چشم سرمہ سا کی فغان
چمن مین بند ہو دم نغمہ ہاے بلبل کا

اگر ملے تو مین جان تک بھی دیکے لبون صبر
کہ درد و رنج مین سامان ہو کچھ توکل کا

تغافل اے بت نا آشنا کہان تک اب
ستم ہی وہ ہین نہ یہ وقت ہے تامل کا

وہ چشم مست ہین ساقی کہ جنکی گردن پہ
بغیر جرم ہے خون لاکھ شیشۂ مل کا

شوخی سے جسکو ایک جگہ پہ نہو قرار
نقشہ کھینچے کوئی تو کیا اوس نگار کا

جاتی ہے اپنی جان سحر کی امید مین
آفت ہے کوئی طول شب انتظار کا

صحرا کو چل کہین دل وحشی کہ ابکی سال
آتا ہے کیا ہی دھوم سے موسم بہار کا

پانی ہو آب خضر جو آجاے نام لب
شرمندہ ہو مسیح سنے گر کلام لب

کاش اوسکے ایک بوسۂ لب سے ہون کامیاب
قند و نبات دونون ہین جسکے غلام لب

کیا کیا حسرتین ہوئین خون دل مین پر کبھی
نکلا نہ اپنا اوس لب شیرین سے کام لب

اوس فتنہ گر کے قامت رعنا کی یاد مین
شور و فغان سے حشر بپا ہو تو کیا عجب

وہ دن گئے کہ خواہان تھے وصل کے اور اتبو
اک لطف کی نگہ کے امیدوار ہین ہم

بوالہوس چشم حقیقت مین تری نور نہین
ورنہ ہر سنگ یہان جز حجر طور نہین

کسطرح آج جان کو کچھ اضطراب ہے
سینے مین دیکھنا کہ کہین دل تپان نہو

مشکل نگاہ گرم روان رہ فنا
چلتے ہین اس طرح کہ قدم کا نشان نہین

چون شمع یان لٹیگا سر ایک ایک بات پر
شفقت عبث تو بزم مین آتش زبان نہو

شے بیمار کی کہتے ہین حالت آج ابتر ہے
لبون پر جان ہے اب کوئی دم کا اور مہمان ہے

مرنے کے بعد بھی اثر انتظار سے
نرگس کے دستے اوگتے ہین اپنے مزار سے

چھپتی ہی جب تو میری ہی جانب ہی التفات	کیا دشمنی صبا کو ہی میرے غبار سے
کس کس سے مین بچاؤن دل ناتوان کو آہ	اوس فتنہ گر سے یا فلک بد شعار سے
داغ فراق جاتے ہین سینے مین ہم لیے	اب کام کیا رہا ہمین شمع مزار سے
ہر چند خاک ہین ظاہر مین گرچہ افتادہ	پہ یہ دماغ ہی گویا کہ عرش پر سر ہی

شفقت تخلص میر بشارت علی ساکن قدیم شاہجہان آباد اور گردش تقدیر اور انقلاب روزگار سے تلاش معاش مین ہمپارے گرد باد ہی بالفعل خاک حیدرآباد مین مقیم او روجہ معاش سے فارغ دل ہی یہ ابیات شعرا اوسی کے کتب خانے کی ایک کتاب کے حاشیہ پر نظر مین آ گیا تھا سو درج کیا

دل مین اب تا ہی حسینان پری رو کا خیال	بند کی ہنے ہی افسون سے پری شیشے مین

شفق تخلص اختر برج ہیشانی گوہر درج بیہمالی فرمان روائے کشور اقبال حاکم محاکم جاہ و جلال سر بوحہ نسخہ کامگاری بیت القصیدہ نظم بختیاری انوار الدولہ سعید الملک نواب سعدالدین خان بہادر صولت جنگ خلف نواب احمد بخش خان بہادر بیتاب تخلص ابن نواب ناصرالدولہ بہادر ناصر تخلص ولد وزیرالممالک نواب عمادالملک غازی الدین خان بہادر نظام تخلص بنائے دولت و اقبال کو اونکے بخت کامگاری کی معماری سے بلندی اور مراتب جاہ و جلال کو اونکے طالع ہمایون کی سعادت سے ارجمندی فن سخن مین سیادت مآب نجابت انتساب کلیم کلام مسیح پیام شاعر فصیح زبان ناظم بلیغ بیان سید امجد علی قلق سے استفادہ کیا ہی خاک لطافت بنیاد کا پی کو انکے قدم بہار توام سے گلستان ارم پر ناز ہی اور اوس غنچۂ بینو نظیر کی نسیم انکے ہوائے انفاس کی بدولت باد مسیحا سے ممتاز ہی شعر اونکا شعری سے ہم پہلو اور نظم اونکا ثریا سے دو بدو بام عرش تلاش فکر کا رہگذر اور صحرائے قدس جولان خیال سے پر سپر رنگینی معنی سے قلم شاخ گل اور کیفیت مضامین سے سواد سطور موج مل چند شعر اونکے کلام بلاغت نظام سے انتخاب ہو کر نذر تماشائیان کمال ہوتے ہین

پر کالہ ایک میرے دل پاک باز کا	سرمایۂ دکان ہی ہر آئینہ ساز کا
شب جو دل گرم فغان یا وحشت پر فن مین تھا	نالہ ناقوس کا عالم مرے شیون مین تھا
ٹھوکرین کھاتا ہی میرا کاسۂ سر خاک مین	بعد سر کٹنے کے بھی اک درد سر پیدا ہوا
بعد مردن بھی نہ دیکھا اوج میری خاک نے	ربط ہوتے ہی ہوا سے ابر تر پیدا ہوا

کرچکے ہیں ابہ وفا خاک اہل محفل سے
ضرا جی مو کی جو رہ نے لگی اپاج ہنسا

ہزار دل کی غرامی شوق شہادت نکلی
سخت جانی سے مری خنجر قاتل ٹوٹا

کس جفا رو کے آتشین دھویا ہی اپنا آپ یہاں
شعلہ جوالہ کا عالم ہی ہر گرداب مین

کیون فریب زندگی مین کھاکے آفت مین پھنسا
مجکو آنا تھا سمجھ کر عالم اسباب مین

بگولے لیتے ہین تعلیم مجسے ہرزہ گردی کی
کہ آندھی ہون مین صحرائے جنون کی خاک اوڑانیکے لیے

دیا ہی چشمۂ خنجر کی روانی مجکو
کہ دیا نزع مین کس لطف سے پانی مجکو

ہم سبک روح چلے جانب گلزار عدم
سیر ہستی کی مبارک ہو گرانجانون کو

آہ گردانتی ہی میری ساقی ایام سے
جب مرا پیمانہ پر ہو منہ لگا ہو جام سے

اک دل تھا سو وہ چھپکے آئے کہانسے اور
پہلو مرا دکان نہین آئینہ ساز کی

چتون ہی سحر اوس پری کی
آنکھین اوستاد سامری کی

شفق تخلص دولت رام گلفروش فرش دکان اوسکی بہار اخلاق کی گل افشانی سے رشک چمن اور بزم احباب اوسکی رنگینی صحبت سے غیرت گلشن گاہ گاہ شعر کی فکر کرتا ہی یہ شعر اوسکا سنا گیا

پس از مردن بھی گردش ہی زبس اپنے مقدر مین
بگولے کی طرح رہتی ہی میری خاک چکر مین

شفیق تخلص تلسی رام شاگرد منشی کیول رام ہشیار تخلص یہ اشعار اوسکے مرقوم ہوے

ترے رخسار مین جو ہی طراوت
گل گلزار مین اتنی کہان ہی

کیونکر کہون قمر عارض کو تیرے
تفاوت از زمین تا آسمان ہی

مرے سینہ کی سوزش کا بیان کیا
فلک آہون کا میری اک دھوان ہی

شکیبا تخلص شیخ غلام حسین نام شاگرد میر تقی میر خوش فکر و شیرین سخن اور پایہ تخت حضرت اکبر بادشاہ خلف شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہما کے شعرا مین تھا سو ان اشعار اور کچھ اوسکے کلام سے گوش آشنا نہوا

ہم بسمل اوسنے گر چھوڑا شکیبا غم نہین
پر یہ غم ہی اعتبار دست قاتل اوٹھ گیا

ہمین قتل تمنے کیا کیا نہین کہتے ہم کہ برا کیا
یہ بھلا کیا یہ کہو گے کیا جو کوئی کہے کہ یہ کیا کیا

چنگا ہون مین طبیب یہ امکان ہی نہین
تو نبض دیکھتا ہی یہان جان ہی نہین

توڑا جب سے تمھارے ہو رہے ہین
مخالف سب ہمارے ہو رہے ہین

تری چین جبین ہے موج طوفان
اسی سے ہم کنارے ہو رہے ہین

نہ پوچھو ماجرا ہجران کی شب کا سخت آفت تھی
مہ تابان بھی ہمارے سر پہ خورشید قیامت تھی

شوق تخلص عنایت اللہ نام متوطن فریدآباد وجاہت نسب اور شرافت حسب کو اوسکی نسبت سے افتخار اور سعادت و اہلیت کو اوسکی اوضاع پسندیدہ سے اعتبار آبا و اجداد اوسکے ہمیشہ مساعدت روزگار سے اوقات عمر کو فراغبالی سے گذارتے تھے فارسی و ریختہ مین مولوی امام بخش صہبائی سے استفادہ کیا بالفعل روزگار کی تقریب سے ملک پنجاب مین خوشحالی کے ساتھ بسر کرتا ہی سخن اوسکا جلوہ سے آفتاب اور نازکی ترکیب سے گل شاداب پر ناز کرتا ہی
یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے لکھے جاتے ہین

تبرک دوست مفرماے بعد ازین تا صبح
بخانہ ہر دل غربت ہیچ آشنا مرا

من و طپیدن دل از غمت بکنج قفس
اسیر دام قوام با چمن چہ کار مرا

ز ضبط نالہ بنا رم بلب و لے ترسم
کہ اہل درد شمارند در شمار مرا

از تماشاے چمن طرف نہ بندم کہ مرا
سینہ از چاک بود رشک گلستانے چند

دوش دیدم خالی از مینا و ساغر میکدہ
شد کجا ساقی ہجوم میگساران را چہ شد

غم تو روز و شب اے دوست ہمنشین دارم
ز درد چشم تر و خاطر حزین دارم

چہ نقش خدمت مسجد نشیندم بہ دل
کہ گر بسجدۂ اصنام سر جبین دارم

نمے نالم ز درد بیکسی کز شعلۂ آہم
گیا ہے کز مزارم رست شد شمع مزار من

مرو دامن کشان از تربتم اے آفت جانہا
کہ شور صد قیامت خیزد از مشت غبار من

شبے بیجا ہم اے **شوق** ار کند بختم مددگارے
کہ تنہا من بخلوت باشم و باشد نگار من

ریختہ

شوق کا ملکے بیٹھنا سب مین
روتے ہین یاد کرکے سب احباب

نہ پوچھتا ہی کوئی جب تو اپنے حال کو دیکھ
مین آپ ہی کہتا ہون ہی یہ کیا ہوا مجکو

کرون مین شکوۂ اغیار کس طرح جب **شوق**
ملا ہی یار ہی قسمت سے ہیچ نا مجکو

وہ چشم جو کہ رہی تھی مدام محو جمال
ہی ربط اب اوسے دامان و آستین کے ساتھ

وہ دن گئے کہ جو تھی تاب ضبط اور اب تو
تپش ہی برق کی ہمراہ آستین کے ساتھ

شاعری کچھ نہین شعار اپنا — کہہ یا دل کا ماجرا ہے یہ

ایک عالم کو ہی آرام کی خواہش پر دل — نہین معلوم غم و درد کا خواہان کیون ہے

نظر قہر سے بھی دیکھیے گر میری طرف — آپ کا عین کرم عین عنایت ہوگی

شوق

شوق تخلص حافظ غلام رسول شاگرد شاہ نصیر مرحوم عہد طفولیت سے اثبات باوجودیکہ سنین عمر ستر کے قریب پہونچے مشق سخن مین مصروف ہی مشکل زمینون مین بیشتر گامزن اور قوافی تنگ مین اکثر گرم سخن ہی جو کہ اشعار عاشقانہ و دلچسپ یا تشبیہ و تمثیل ایسی کہ مذاق شاعری مین گوارا ہو اوسکے نتائج طبع سے کم کیا کیا مسلمہ مسموع نہین ہوے ناچار یہ ایک شعر کہ بہ نسبت اور اشعار کے فی الجملہ حلیہ صفا سے محلی تھا مرقوم ہوا

رہ گئے پانون مین چھبتے ہین نزاکت کے سبب — فرش مخمل پہ وہ گر وجہ قدم رکھتا ہے

شوکت

شوکت تخلص ہی زبدۂ جوانان موزون طبع میر حسین علی نام کا سعادت اور اہلیت مین یگانہ تہذیب اخلاق مین مشہور زمانہ ابروے خوبان نے وضع تسلیم اوس سے دام لی نرگس محبوبان نے طرز حیا اوس سے یاد کی علوم رسمی سے بقدر ضرورت آگاہ اور فن سخن مین صاحب دستگاہ الفاظ کی طرح اہل معنی سے آشنا اور معنی کے مانند نا اہل سے بیگانہ مثل زبان سخنوری مین یکتا اور مانند نگاہ دیدہ دری مین یگانہ کمال متانت سے خوبرویون کی شوخی ناز نامطبوع اور نہایت تمکین سے غمزہ کی بیباکی مین حسینون سے عذر دلربائی نامسموع مدت تک حاکم انصاف کیش دادرعدل اندیش نصفت آئین مفتی محمد صدرالدین خان سلمہ الرحمن کے محکمہ عدالت مین عہدہ نظارت پر مامور رہا اور شیوہ کارگزاری اور آئین ہواخواہی مین مشہور اب انقلاب ادوار اور گردش فلک دوار سے خانہ نشین اور کنج عزلت مین گوشہ گزین ہی فکر باوصف تیز عنانی کے علم طبعی کے تقاضے سے آہستہ خرام اور مشغلہ سخن مین پاس انفاس کے لحاظ سے احتیاط تمام بعد فراغ امور ضروری کے خواہ احباب کا تقاضا باعث ہو خواہ موزونی طبیعت کا اقتضا گاہ گاہ گلگون طبیعت کی عنان گلشن معنی کی طرف منعطف ہوتی ہی اور شبدیز قلم کی زمام عرصۂ سخنوری کی جانب منصرف حق یہ ہی کہ باوجود کم مشقی کے خوبی تراکیب اور رشاقت اسلوب اون اشعار کی دل پر ناخن زن ہی یہ چند شعر بطریق یادگار مرقوم ہوتے ہین

آفتِ جان ہی عشق اک بُت ترسائی کا
داد لین کس سے ترے حسن کی ای غیرت ماہ
زاہد خود کام کرتا ہی ستائش حور کی
دور چشم یار مین سب ہو گئے باہم رقیب
تجکو آغوش عدو سے کھینچ لایا بے طرح
پوچھتے ہو کیا اثر میری شب دیجور کا
ہی تصور دل مین میرے اوس بت مغرور کا
بادہ خوارون کو نکیونکر ہو قوی حق سے امید
حرم سے مستی کے کعبہ مین نہین رہ تو نہو
ہر رگہای سے تری عالم تھا آنکھون مین سیاہ
وعدۂ امروز کو فردا پہ پھینکا ہم نفس
بھول کر رکھا تھا اوس بت نے کبھو در پر قدم
اوس سنگدل کے دل مین تو تاثیر کچھ نکی
جی لگ گیا قفس ہی مین اتنو نہین ہی دھیان
ساقی ترے طفیل سے ہمکو مد صیام
شوکت نے جان دی ترے در پر ہزار شکر
اس مین مرقوم جو وصف رخ دلدار ہین سب
تھک نزاکت سے بجاوے ابھین بازو دو بیت
اب نہین رخصت کہ چھوڑین سر بھی اوس دیوار سے
ہین اگر طالع رسا سر کے تو ای جوش جنون
جبکہ ابرو کا اشارا ہی کرے عالم کو قتل
تھی عار جنکے نام سے کی اونکی التجا
قبر شہید ناز مین رحمت سے بھیجنا
شکر مین کرنے لگا تھا پہ جفاے یار نے
سنگ اطفال حسین کو میرے سر سے عار ہی

جا بجا شور نہ کیون ہو مری رسوائی کا
عذر ہی دیدۂ یعقوب کو بینائی کا
تو بھی تو رخ سے نقاب اپنی پری پیکر اوٹھا
ایک اوسنے یہ فریب نرگس مستانہ تھا
حیف ہے دل کام مین اپنے عجب مردانہ تھا
کرمک شب تاب کا عالم ہی مہ کے نور کا
جسکا تلوا دیکھ کر پھر منہ نہ دیکھین حور کا
ابر رحمت ہی مری خوشۂ انگور کا
میکدہ کا تو خدا کے فضل سے ہی در کھلا
چھوٹنا زلفون کا رخ پر اک بہانا ہو گیا
یار کا آنا قیامت کا کچھ آنا ہو گیا
اک جہان کا سجدہ گہ وہ آستانا ہو گیا
کیا فائدہ فلک سے جو نالہ گذر گیا
موسم بہار کا کدھر آیا کدھر گیا
معلوم ہی نہین کدھر آیا کدھر گیا
وہ مرتے مرتے آہ بڑا کام کر گیا
صفحے دیوان کے مرے تختۂ گلزار ہین سب
کچھ مدد تو بھی تو کر ای خنجر ابروے دوست
ایک دن وہ تھا کہ سر اپنا تھا اور زانوے دوست
اوسکے دروازے کا آجاتا ہی پتھر ہاتھ مین
اوس ستمگر کی بلا لیتی ہی خنجر ہاتھ مین
لگ جاے آگ اس دل خانہ خراب کو
حورون کو ای کریم سوال و جواب کو
لب تک نہ آتے تھے وہ سب حرف افغان ہو گئے
کوہ مین جا کر اب اسکو نذر کہسار کیجیے

وصل کا وعدہ نہین تو قتل کا وعدہ سہی
پردے پردے مین چلا جاتا تھا کام اپنا یہین
بزم مین اغیار پر کھلنے نپائی بات کچھ
فکر مضمون دہان تنگ مین کھلا و ترے
آنکھ الفت کی بھی چھپتی ہی چھپائے سے کوئی

دل کے بہلانے کو میرے کوئی صورت چاہیے
ہو گئے ناکام ہم جب سے رسوا ہو گئے
نظرون نظرون مین اشارے اونسے کیا کیا ہو گئے
ایسے ہم کھوئے گئے گویا کہ عنقا ہو گئے
راز اپنا کس طرح سے اونسے پنہان کیجیے

شہرت

شہرت تخلص مرزا حاجی خلف الرشید مرزا قیام الدین ابن حضرت فردوس منزل انار اللہ برہانہ خوش گو خوش خو اوایل حال مین حافظ عبد الرحمن خان احسان علیہ الرحمۃ والغفران اور پھر فخر الشعرا میر نظام الدین ممنون اور بعد اسکے افضل علماے انام مرجع کملاے عظام مفتی محمد صدر الدین خان بہادر صدر الصدور دار الخلافۃ شاہجہان آباد سے استفادہ کیا اب اپنی زور استعداد سے بنائے کلام کو بلند اور پایۂ سخن کو ارجمند کرتا ہی یہ چند شعر اوسکے افکار سے درج تذکرہ ہوتے ہین ؎

ہم بڑی چیز سمجھتے تھے پہنچا نہین
غبار اوٹھا نہ ترے دل سے ورنہ ای ظالم
رکھا کچھ اپنے ہی دل نے نہ اعتبار اپنا
ہے ہستی مین بھی ہشیار رہی کہ اب اوسکا نقاب
اہل عالم کی نظر مین شان ظالم ہی بلند
پھوٹ کر رونے سے اپنے زخم دل خندان ہوئے
تیر سے نالے وہ اب ہوتے نہین سینے کے پار
خدا خراب نکرتا جو تجکو ای شہرت
کچھ نشان مجھ بے نشان کا بعد مردن نگیا
دل ہی کی صورت گرہ ہو ہو کے ارمان ہوگیا
ایک دن دو دن کہان تک تو ہی کچھ انصاف کر
ہر ترقی جوہر قابل ہی کے شایان کہ مین
کفر و دین مین تھا کچھ عقدہ بجز بند نقاب
پہلے دعواے خدائی اور پس بت کافر کو تھا
تک جی بھر کے وہ دیدار میسر نہوا

نکلا اک جام کی قیمت بھی نہ ایمان اپنا
ہماری جان کو اک وہ بھی آسمان ہوتا
وگرنہ یہ بھی دو عالم کا راز دان ہوتا
رخ سے سرکا ہی تو ہی اک یہ ہین سا سرکا ہوا
ہی فلک ان سبکی نظرون مین بڑا اٹھرا ہوا
ہم اگر روے تو اس رونے پہ بھی ہنستا ہوا
ہی کہین یا مرگیا ناکام شہرت کیا ہوا
تو کیون تو شیفتہ شیوہ بتان ہوتا
حسرتین مجھ ہو کے اک جا جمع مدفن ہوگیا
دل گیا اور اوسکی جا اک اور دل وہان ہوگیا
یہ تو جلنا روز کا ای سوز ہجران ہوگیا
خاک سے پتلا بنا پتلے سے انسان ہوگیا
اوسکے کھلتے ہی یہ کار مشکل آسان ہوگیا
کچھ درستی پر جو آج آیا تو افغان ہوگیا
حشر کا دن شب غم کے بھی برابر نہوا

مہلت بقدر گردش ساغر تو دے فلک
ساقی کو ڈھب پہ لاتے ہین سو التجا سے ہم

تھوڑی ہی امید وصل پہ رسوائیان ہوئین
جان دینی اب قبول پہ کرنی دعا نہین

یون بیٹھے ہو کہ جیسے کسیکو کسی سے کچھ
مطلب نہین مراد نہین مدعا نہین

ملجائیے کہ پردہ ہی رہوے تو خوب ہے
اب تک بھی اپنا راز کسی پر کھلا نہین

ہر زمزمہ پہ زمزمہ تازہ خون پیکان
گلشن مین اور قفس مین تفاوت رہا نہین

کھینچے ہین مستیان مری ابر فلک سے دو
یہان تک کہ کوئی اپنے سوا سوجھتا نہین

یہ تو خبر نہین ہے کہ کیا حال ہے پہ آج
شہرت کا بار بار ہے آتا جگر پہ ہاتھ

لبون پہ آنے نہ پایا تھا اپنے حرف امید
کہ اتنی دیر مین وہ ہو گئے خفا ہم سے

چھوٹا نہ زلف سے دل اور نہ دل زلفین تمہا سے
یہ وہ جنجال تھا جس سے نہ تم نکلے نہ ہم نکلے

صبا مین یہ بھی کسکی کہ سوے مصر حسرت کے
روانہ قافلے کیے تا قلے ہین شہر کنعان سے

شہرہ تخلص مرزا نصیر الدین حیدر فرزند بلند اقبال مرزا آغا جان مضطر نواسہ حضرت عرش آرامگاہ محمد اکبر بادشاہ انار اللہ برہانہ فیض جناب جنت مآب حضرت احسان علیہ الرحمۃ والغفران سے سخن کو محاسن اسلوب کے حلیہ سے آراستہ کیا ہے یہ تین چار شعر اوس بلند مرتبت کے مرقوم ہوتے ہین

یہ قصہ درد فرقت کا بہت ہے لکھ نہین سکتا
اگر تو آپ آجاتا مفصل ہی بیان ہوتا

غرق کر دیگا ابھی سارے جہان کو تیرا
ایک بھی رشک اگر دیدۂ گریان نکلا

نہ ایک وعدہ پہ وہ یار بیوفا ٹھہرا
سحر تو ہو چکی اب وقت شام کا ٹھہرا

دیکھا جو خط مشکین اوس ماہ سیمبر کا
شرمندہ ہوا اشکو ہالہ مہ انور کا

کچھ آہ کا بھی ہوتے مطلق نہ اثر دیکھا
اوس بت کا مرے یارو دل ہے کوئی پتھر کا

شہید تخلص مولوی فخر الدین حسین خان مرحوم وطن اصلی اون نیک نہاد کا شاہجہان پور ہے لیکن خاک پاک حضرت شاہجہان آباد اسقدر اوسکی سکونت سے مشرف ہوئی تھی کہ گویا یہی دیار آباد وطن اصلی ہے صاحب اخلاق حمیدہ اطوار پسندیدہ تھے قامت استعداد حلیہ علم سے آراستہ لوح طبیعت نقوش حلم سے پیراستہ علم فارسی مین یگانہ اور فن انشا مین یکتاے زمانہ نثر فارسی بیشتر مرزا طاہر وحید کے طرز پر جلوہ گر ہے اوستادی مرشد زادہ آفاق مرزا شاہرخ مرحوم کے وسیلے سے چندے سررشتہ دار الانشاے سرکار شاہی

اوسکے قبضۂ اختیار مین رہا ہمیشہ دربار رس اور علو مرتبت اور بلندی مدارج سے مرجع کملا کے صبح نفس تھا ہجوم خدمات مفوضہ سے کم اتفاق ہوتا تھا کہ امور ضروری کا انتظام اور مہام ناگزیر کا انتساق صورت پذیر ہو سکے ناگاہ جذبہ توفیق عنان گیر ہوا اور شوق طواف بیت الحرام اور زیارت مرقد نورانی مقبول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے اختیار دامن ہمت کو کھینچا فی الحقیقت اگر خلوص اخلاص رہبر نہوتا اتنی سبک جولانی اس راہ دور دراز میں باوجود ہجوم عوائق و موانع کے ممکن نہ تھی اوس خاک راہ کی بدولت برکت وانوار نے اوس کے گرد دامن کا حکم پیدا کیا اور اوس دشت و صحرا کے خار کے طفیل ہر گلبن نے اوسکے نقش قدم سے گلشن کا مرتبہ بہم پہونچایا پانچ چھ مہینے ہوے کہ دنیاے دون کو مضمون مبتذل جانکر مثل معنی بلند ابیات فردوس مین تمکن اختیار کیا یہ چند شعر اوسکے افکار گوہر نثار سے بطریق یادگار درج تذکرہ ہوتے ہین

سینہ ہی آئینہ میرا اوس مین ہی تیرا خیال
دل نے تیری شکل کا اک دوسرا پیدا کیا

وہ طپش ہی میرے نامہ مین کہ بس تڑپا کیا
جب تلک بال کبوتر سے نہ اوسکو وا کیا

وہ بس روشن فتیلہ ہی مرے ہر داغ سوزان کا
رہا کنج لحد مین بھی مرے عالم چراغان کا

شب تاریک سے اپنی فروغ صبح پیدا ہی
تصور مجکو رہتا ہی جو اوسکے روے رخشان کا

نہ چھوٹیگا کبھی وحشت نے ایسا اوسکو الجھایا
یہ جسم زار اپنا خار ہی صحرا کے دامان کا

ہوا سینہ مین آتش زن تصور کسکے عارض کا
کہ بجھایا داغ دل کا رشک ہی خورشید تابان کا

روان جو ناقۂ لیلے ہوا تیری طرف مجنون
مگر نالون پہ تیرے تھا گمان صوت حدی خوان کا

روے تابان کو مین تیرے مہ روشن سمجھا
خط رخسار کو اک ماہ کا خرمن سمجھا

مرغ دل چہرۂ گلفام کو گلشن سمجھا
حلقۂ کاکل پیچان کو نشیمن سمجھا

آستین سے جو ترا پرتو ساعد دیکھا
شمع کافور کو فانوس مین روشن سمجھا

دست ہر خار بیابان سے یہ چھوٹے کیونکر
مرے دامن کو وہ اک دشت کا دامن سمجھا

تھا خیال رخ جانان پس مردن جو مجھے
شمع اپنی لحد تیرہ مین روشن سمجھا

رخ دلدار ہی بوسے کے تصور سے کبود
مین سمن زار مین پھولا گل سوسن سمجھا

شہید ہی تخلص ہی سخنور شیرین زبان شاعر رنگین بیان کرامت علی نام ساکن لکھنؤ کا اشعار مین شستگی زبان اور پاکی الفاظ کا لحاظ زیادہ رکھتا تھا بعضے اشعار بلندی معنی سے

فرق اعتبار چرخ برین تاک لیگئے علم عروض سے بہ نسبت امثال کے واقفیت زیادہ رکھتا تھا
مدت تک پنجاب اور گجرات مین رہا اور آزادگی ووارستگی و وسیع المشربی کے ساتھ بسر کی
آخرالامر توفیق رہنمون اور جذبہ الٰہی دامن گیر ہوا تو مکہ معظمہ کو جاکر حج بیت اللہ کو ادا کیا
اور پھر روضہ منورہ جناب خیرالبشر کی زیارت کے واسطے سرزمین مدینہ کی طرف روانہ ہوا
اتفاقاً اثناے راہ مین تپ محرقہ عارض ہوئی اور شدت عوارض سے گمان مرگ غالب ہوا
تقاضاے اخلاص سے مجیب الدعوات سے چاہا کہ زیارت روضۂ اطہر سے پہلے جان ناتوان
تن سے مفارقت نکرے سنا گیا کہ غلبۂ حرارت سے کچھ ہوش نہ تھا لیکن ہر دم چونک پڑتا
اور ہمراہیون سے روضۂ مبارک کے مد نظر ہونے کا سوال کرتا گویا الہام غیب سے آگاہی
رکھتا تھا ناگاہ رفیق راہ نے گنبد مقدس کا پیش نگاہ ہونا بیان کیا اس مخلص بے ریا نے
کمال شوق سے آنکھ اوٹھا کر دیکھا اور جان سوختۂ عشق کو اوس خاک پاک کی محبت
مین نثار کیا

قسمت نگر کہ کشتۂ شمشیر عشق یافت	شعر	مرگی کہ زندگان بدعا آرزو کنند

ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا وتوفنا مع الابرار دیوان پاک بنیان اس شہید
غنچۂ محبت کا اکثر احباب کے پیش نظر ہے یہ اشعار منتخب کر کے لکھے گئے

ہزار مرتبہ دیکھا ستم جدائی کا	ہنوز حوصلہ باقی ہے آشنائی کا
فضاے باغ سے ہر گوشۂ قفس خوشتر	گر اپنے دل مین ہو دغدغہ رہائی کا
کسی غریب کی جان مفت جائیگی اک روز	طریق خوب نہیں عاشق آزمائی کا
بیچ مین اور تو پردہ نہ تھا شب وصل	گریۂ شادی اگر آگے نہ حائل ہوتا
سخت معیوب ہے معشوق سے زر کی خواہش	حق سے تو دولت دنیا کا ہے سائل ہوتا
عام ہین اوسکے تو الطاف شہیدی سب پر	تجھے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا
آئندہ وا کبھی مین کٹی کس خوشی سے عمر	گر مجکو غم ہو طرب گاہ کا
عبث رنج دیتا ہے تو مجکو ناصح	ہو گا یہ سودا ہے جب سر ہو گا
مین تو سمجھاؤن ہزار اوسکو شہیدی لیکن	میرے سمجھانے سے کب یہ دل شیدا سمجھا
صلح مین عربدہ جو سے [illegible] جنگ رہا	شب عشرت مری آغوش مین وہ تنگ رہا
جب گیا غیر تری بزم سے دل شاد گیا	جب مین آیا ترے کوچے سے مکدر آیا

جلد انصاف چکا خلق کا ای داور حشر
نام میت کا سننے سے جسے غش آتا ہو
دل مین کچھ سوچ کے شرمندہ سا ہجاتا ہی
کسکے دل محزون کو ستایا تھا کہ اک عمر
اغیار کا منہ تکا تجھے محفل سے اوٹھاتے
ہجا ہیے صبح کے مانند ترے عاشق کو
قدر سب چاہنے والون کی ترے دیکھ چکے
میرے دم تک اوس گلی مین حشر کا ہنگامہ تھا
شہیدی حشر کے دن بھی ہمارا ہو چکا اوٹھنا
مین معتقد ہون عشق خوش عندلیب کا
کانون ہی سے سنتے تھے کہ جادو بھی ہی کچھ شی
وعدہ شام پہ کی ہمنے عبث جاگ کے صبح

پھر قیامت ہی جو وہ شوخ ستمگر آیا
وہ جنازے پہ شہیدی کے مقرر آیا
گھر مین سن سن کے وہ چرچا مری سوداؤن کا
خجلت سے نہ سر زلف چلیپا نے اوٹھایا
سچ یون ہی تری رنجش بیجا نے اوٹھایا
چاک کرنے کے لئے روز گریبان بنا
خوار رہتا ہی پر اتا تو پشیمان بنا
اپنا لاشہ اوٹھتے ہی سب شور و شر جاتا رہا
یہی عالم رہا بعد از فنا گر ناتوانی کا
کہتے ہین گل عرق ہی خدا کے حبیب کا
آنکھون سے تری نرگس فتان نے دکھایا
وہ اوسی وقت نہ آتے اگر آنا ہوتا

شہید

شہید تخلص مرزا قمر الدین مرحوم معروف بمرزا کلو ابن مرزا قیام الدین مغفور ابن شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہ حضرت ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ خلد اللہ ملکہ کی دامادی کے شرف سے سرافراز اور اقران و امثال مین ممتاز تھے مشورہ سخن شیخ ابراہیم ذوق سے تھا یہ چند شعر اونکے کلام سے منتخب ہوے

عدم سے آئی نہ یاران رفتگان کی خبر
کہتے نہ تھے ہم ای دل مست تا ملے وفا کا
مارا گیا مقرر شہید آکہ اوس گلی مین
عرق دیکھتے ہی رخ نازنین پہ
ہم اس چمن مین غنچۂ تصویر ہین صبا
ایک مدت سے ہی ستی پہلو
غیرون سے اونکو اتنی بھی فرصت نہین کہ ہم
ہم نہ کہتے تھے کہ شہید اوس پریوش سے نہ مل
درد و غم رنج و الم یاس و تعب داغ فراق

خبر نہین وہ کہان جاکے قافلہ ٹھہرا
تونے وفا کا ثمرہ خانہ خراب دیکھا
لاشہ پڑا ہوا ہی آج ایک نوجوان کا
چڑھی اوس بلبل گل یاسمین اپر
کب ہی بہار رہین ہوس واشدن ہمین
نہین معلوم کیا ہوا دل کو
کرلین اب اونسے بیٹھ کے اک جا کلام دو
اک نگہ مین کر دیا دیکھا نہ دیوانہ تجھے
خانۂ دل مین مرے کتنے ہین مہمان ہجر کے

اسطرح سے جو مضطرب دل ہی — دل ہی یارب کہ مرغ بسمل ہی
کسکی شامت ہی کہ زلف پر شکن سے لگ چلے — جان پر کھیلے تو مار راہزن سے لگ چلے
عشق مین شیدا یہ لاغر ہون کہ وہین گر برق پا — گر صبا بھی میرے جسم ناتوان سے لگ چلے

شیدا

شیدا تخلص اسلام بیگ نواسہ جالینوس زمان بقراط دوران حکیم نصر اللہ خان صاحب نوجوان خوش صورت نیک سیرت پسندیدہ اخلاق تیز طبع ہی جو کہ فن طبابت خاندانی ہی اوسکی تحصیل مین اوقات شبا روزی صرف ہوتی ہی لیکن بسبب موزونی ذاتی کے گاہ گاہ فکر شعر بھی جادہ گریبان مین عنان کش ہوتا ہی یہ اشعار اوسکے نتائج طبع سے ہین

تھا نام کو تو قطرہ پہ طوفان ہوگیا — دیکھو تو جوش گریۂ بے اختیار کا
اللہ ری دشمنی کہ مرے بعد مرگ وہ — ضد سے نشان مٹاتے ہین لوح مزار کا
خالی نہ دل تصور جانان سے چاہیے — آئینہ کیا وہ جسمین نہ جلوہ ہو یار کا
میری امید وحسرت وارمان کی طرح — پایان نہین ترے ستم بے شمار کا
دوست کیا دشمن جانی بھی ستمگر نہوا — ہمکو تقدیر سے مرنا بھی میسر نہوا
سر بہت فتنۂ محشر نے فلک پر کھینچا — پر ترے قامت دلکش کے برابر نہوا
جوش وحشت کے ولولے نہ گئے — ہین گریبان صدا سیا ہی کیا
ہم ہی پر زور ہی ترا ناصح — اوسکی باتین تو تو سنا ہی کیا
لاکھ نا آشنا تھا وہ شیدا — ہمنے اوس بت کو آشنا ہی کیا
ہی آج کی شب کچھ قلق ایسا کہ نہین چین — گر حال یہی ہی تو مین جانبر نہین ہوتا
بلائین لکھین تھین اپنی ازل سے قسمت مین — کچھ اور ہوتی بلا گر نہ آسمان ہوتا
شاید کسو پہ تو بھی مرنے لگا ہی شیدا — درد والم عیان ہی جو تیری گفتگو سے
موج صبا نے اوسکو بھی برباد کر دیا — کچھ خاک رہگئی تھی جو اس خاکسار کی
ہی تنگ دام یہ عالم کہ اسیران قفس — آپکو سمجھے ہین آزاد گرفتار رہے
پھر ابکی دھوم دھام ہی ابر بہار کی — رہ جاے آبروے مژۂ اشکبار کی

شیدا

شیدا تخلص آبروی یگانہ عالم اہلبیت میر جھبو جان مرحوم کا شوخی جوانی اور متانت پیری اوسکی ذات مین فراہم تھی اور ادب بھگا اور ظرافت ندما اوسکی طبیعت مین

باہم تبسم دفتر اخلاق کا ایک باب سخن رموز وفاق کی کتاب مومن خان مرحوم سے تلمذ اور محمد مصطفیٰ خان بہادر شیفتہ تخلص سے محبت جانی رکھتا تھا کئی مہینے ہوے کہ عین ایام شباب میں دوستداران یکدل کے سینے و دل پہ داغ مفارقت رکھکر عالم فانی سے رحلت کی
یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے بطریق یادگار مرقوم ہوے

مگر عدو سے ہر وعدہ کہ خود بخود شیدا
وہ نہین دل جو کسی کے لئے بیتاب نہین
ترے رخسار کو کس چیز سے دیجے تشبیہ
جان گوجائے پہ کب دل سے تپش جاتی ہی
سیر عالم نظر آتی ہی ہمین مستی مین
کاشکے ہم نہین ہین ادھر کو نگاہ ہی
کیا جانے خندہ زن ہین وہ کس خستہ حال پہ
دریا بہین کہین کہین مژگان بھی تر نہو
حد سے فزون ہجوم ہوا ہر سیاہ کا
کہتے ہین اوسکے کوچے مین مارا گیا کوئی
وہ دشمنی مین پورے ہون یہ بات بھی نہین
معلوم ہو کس طرح تری بات کا سرپا نون
یہ امتحان ہی کیسا کہ تم ستاتے ہو
کہین وہی نہو شیدا کہ اوسکے کوچہ مین

کچھہ اضطراب مین ہین دل کے اضطراب سے ہم
وہ نہین چشم جو آلودہ خون ناب نہین
گل مین یہ آب نہین شمع مین یہ تاب نہین
کشتۂ ناز ترا کشتۂ سیماب نہین
جام جمشید سے کم جام مئے ناب نہین
پر وہ نگاہ جس سے عنایت عیان نہین
بجلی چمک رہی ہی پیہم نقاب مین
مرجاے کوئی اور کسیکو خبر نہو
دل تفتگان شوق کا دود جگر نہو
مجھکو یہ خوف ہی کہ مرا نامہ بر نہو
کہتے ہین زہر دیکے الٰہی اثر نہو
کب کام پڑا تمکو کسی بے سروپا سے
جو ایک بار عدو کو تو لاکھ بار مجھے
نظر پڑا تھا کل اک مضطرب غبار مجھے

شیدا رامی

شیدائی تخلص حال وحسن تخلص سابق مولوی ابو الحسن متوطن فرید آباد اوس نیک نہاد کے اطوار پسندیدہ کے اوصاف حد بیان اور اندازۂ تبیان سے خارج ہین حلم اور خلق اس مرتبہ مین کہ باوجود سن شباب کے جز و ناری کو خاک تواضع مین دبا رکھا ہی ایام خورد سالی مین وطن مالوف سے حضرت شاہجہان آباد مین وارد ہو کر علم فارسی اور عروض وقافیہ کو مولانا مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی کی خدمت مین بالاتقا حاصل کیا اور چند مدت مدرسہ شاہجہان آباد مین وظیفہ یاب سرکار انگریزی کی سلک مین منسلک [illegible] مین رشک امثال و اقران ہوا مہین وادر مدرسہ نے علوہ

مذکورہ میں تحصیل اور فن فارسی میں یگانہ دیکھکر مدرسہ اکبرآباد کا مدرس مقرر اور ساٹھ روپیہ کا
مشاہرہ معین کیا ہنوز اوس گلشن میں اچھی طرح جانے گرم نہیں کی تھی کہ ناگہان مژدۂ اقبال
ابدی پہونچا اور نوید وصول سعادت سرمدی سامعہ نواز ہوئی یعنی اوسی نواح میں ایک درویش
صافی ضمیر روشن دل آفتاب تنویر کی خدمت سراپا افادت میں نیاز حاصل اور اوس بزرگ
کی جذبہ باطن سے دل مدام ملازمت کی طرف مائل ہوا ایک دو صحبت کے بعد اعتقاد راسخ کی
تحریک سے شرف بیعت سرمایہ تحصیل کمال ہوا اور اوہام باطلہ کا موجب زوال فی الواقع
صحبت اہل اللہ اکسیر سے کم نہیں چند روز میں ضمیر اعتقاد تخمیر کو ایسی صفائی بہم پہونچی کہ
اسرار غیب اس آئینہ میں شکل عکس ظاہر ہونے لگے اور رموز خفیہ اوس جام گیتی نما میں ظاہر
ازین آغاز شباب میں متانت پیران اور اس جوانی میں وقار کہن سالان جو اس سرگروہ ارباب
سعادت کو حاصل ہے شاذ و نادر ہے عنایت الٰہی سے اجتک اوسی شہر میں اوسی عہدہ پر مامور
اور نہایت خوش اوقاتی و فارغ البالی کے ساتھ بسر ہوتی ہے اشعار فارسی کی فکر بیشتر دامنگیر
شوق اور تہذیب کلام دری کی توجہ اکثر رہبر ذوق ہے خوبی مضامین اور متانت عبارت اور
چستی تراکیب اور تازگی طرز کی توصیف دائرہ امکان سے خارج ہے یہ اشعار جو بالفعل

زینت حافظہ میں مرقوم ہوتے ہیں

سیاہی پہلوی منشین شہ رطل گران برکف
کہ عمر بالا برد کار نشاط نوجوانی را

این طفل اشک بین کہ بخلق آشکار کرد
در دل ہر آنچہ بود زعشقت نہان مرا

ساقی کفایت ست ز چشم تو گردشے
دیگر میار بادہ برطل گران مرا

زان ہدایائے کہ درپائے عزیزان افگنند
جز سرے برکف نباشد تحفہ مقدور ما

نیست این سر لائق پاپوش لیکن دارم حسن
مے بر دپائے ملخ پیش سلیمان مور ما

بجز خون جگر مے خور زنعمت ہا مطلب
زنعمت دوجہان درد امتلا مطلب

اگر تو شکفت کعبہ دلے زنہار
لطوف کعبہ مرد و از صفا صفا مطلب

نیاز مند مسیحا مشو بعشق بتان
بذوق لذت غم جان دہ و دوا مطلب

بجز عشق بلاطلعم گرت دنیا ببرد
تنت سپار بطوفان و ناخدا مطلب

صاحب نظران رانگہ شد دل کہ بوخلد
روے تو در جنت وابروت کلید ست

ہشت ست بہشتے کہ گر دبر در طوبی
آن سرو بلندے کہ ازین باغ دمید ست

گر ز تاب عکس رویت آب دریا آتش ست | از تف داغ دل من خاک صحرا آتش ست
عکس روی دوست افتادست در رنگش میزند | بر غلط بستند یاران اینکہ صہبا آتش ست
فیض جنت اہل عشرت را چو دوزخ مے گزد | نونہالان چمن را باد سرما آتش ست
اینقدر فہمیدہ ام از بحث کفر و دین حسن | روے خوبان جنت ست و خوے آنہا آتش ست
دیگرم با چشمۂ زمزم چہ کار | منکہ از ہر چشمۂ چشمم وضوست
یک نگہ کردی و کردی بسملم | بار دیگر یک نگاہم آرزوست
نو غم راحت مرا ز بیم رنج | ہر چہ بر من میرسد شادم کزوست
گم کردگان راہ بمنزل رسیدہ اند | شور درست باطل و بانگ جرس عبث
گر ہندوست خال تو ہر زاست خوف دزد | در شب رواست زلف تو پاس عسس عبث
رفتم بزیر خاک و زدم در کفن صبوح | زانرو کہ خوشتر ست بصبح وطن صبوح
عمرے تلف بکعبہ نمودیم بعد ازین | مائیم و بر کف بتک برہمن صبوح
یارب آنانکہ ندارند بعشقت معذور | رگ جان شان بزند نشتر مژگانے چند
نیم بازست ہم نرگس خاکم کہ شدم | کشتۂ نرگس وز دیدہ نگاہانے چند
قدر سرمستی لعل تو حسن امیدہ اند | جبہ ءچند بکارم کن واحسانے چند
یاد آن زمان کاندر غمت سر داشت سوداے دگر | وین دیدہ خونبار من اندر اشکہاے دگر
رفتم بطوف کعبہ وافتادم اندر میکدہ | شوق تو از جاے مرا آورد درجاے دگر
سوز تا گل کرد و آخر درسرا پایم گرفت | من کہ در طفلی بدل از عشق اخگر داشتم
صحبت یاران رنگین طبع ما را زندہ کرد | ورنہ شیدائی دل پژمردہ در بر داشتم

شیدائی

شیدائی تخلص مرزا رمضان بیگ ساکن شاہجہان آباد قوم مغل خاندان دالا و دودمان معلے سے ہین طبیعت مین باوجود تاہل اور تعلق کے کمال آزادی و وارستگی متمکن ہر اور اس آزادی پر خوش خلقی کی نہایت نہین کتب درسیہ فارسی اوستادی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے کمال تحقیق و تدقیق کے ساتھ پڑھین ہین گاہ گاہ اشعار فارسی اوس صاحب طبع کے زبان خامہ سے آشنا ہوتے ہین
یہ دو شعر اوسکے نتائج فکر سے مرقوم ہوے

باخضر احتیاج نہ افتد براہ ما | جز عشق نیست پیر طریقت نہاد ما

ہر دو جہان کہ تاج سر حرص عالمیست | کمتر بود ز خاک بہ پیش نگاہ ما

شیفتہ تخلص نواب معلی القاب موسس اساس قبول و اقبال بانی بنائے فضل و افضال مسند نشین قصر دولت و جاہ اقبال پناہ جلالت دستگاہ زبدہ نام آوران جہان نواب محمد مصطفے خان سلمہ الرحمن قصر دولت و اعتبار کا پایہ آسمان افتخار سے بلند ہی اور فرق تسلیم زمین خاکساری پر نگون ایوان جاہ و جلال کا بام سپہر برین سے ٹکر کھاتا ہی اور سر نیاز آستانہ فقر سے مقرون اور سکے طرز و انداز کے فرہنگ مین لفظ ناز سے معنی نیاز مفہوم اور اوسکی اوضاع و اطوار کی راہ مین شوخی رفتار سے نقش قدم کا عجز معلوم آفتاب اگر عجز ذرہ ظاہر کرے یا آسمان اپنی زمین بے نیازی و استغنا اوج گیر ہی نہ ہمت تنزل گزین

کسانیکہ راہ خدا داشتند | **بیت** | چنین خرقہ زیر قبا داشتند

خامہ ثنا طراز نے جب یہ دو چار کلمہ بے اغراق منشیانہ اور بے مبالغہ شاعرانہ اس جامع صفت دین و دنیا کے حق مین زبان سے آشنا کئے عندلیب گلشن شیراز نے اپنے ممدوح کی ثنا سے اندک خجل ہوکر دل مین انصاف کیا اور بے اختیار طرز کلام کو تغیر دیکر کہا

بدرویشی ثنائے مصطفے خان میکنی آرے | خوشامد گو نہ تا روئے حشمت در میان بینی

لیکن تقاضائے انصاف دامن گیر ہی اور اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو سیاق اس تقاضا کا بھی دل پذیر ہی کہ امر واقعی کے بیان مین کیا نقصان اور حرف راست کے اظہار مین کیا زیان تو نہین دیکھتا کہ علو شان اوج سپہر سے بالاتر ہی اور سمو مکان اوسکے کنگرۂ عرش سے والاتر آفتاب اوسکے شبستان دولت مین شمسۂ ایوان اور آسمان اوسکے قصر جاہ مین خاک آستان اوسکی صیدگاہ مہابت مین شیر نقش قدم سے پابند زنجیر اور اوسکے دریائے ہیبت مین نہنگ دام امواج مین اسیر تیر آرش اوسکی کمان کا خانہ زاد قدیم اور گرز فریدون اوسکی تیغ رستمی سے دو نیم فرق جاہ کی بلندی اوسکے ایوان رفیع کی آستان تک پہونچتی اگر مانند گرد اوسکی نعلین کی ملازمت بہم پہونچاتی اور پایہ حشمت کی رفعت اوسکے قصر بلند کے کنگرہ سے ٹکر کھاتی اگر گل و خشت کے حیلہ سے اوسکے معمار کے ہاتھ مین آجاتی لیکن بے پایانی اوصاف سے خائف ہون اور افزونی ستائش سے

ترسان کہ بیان اوسکا منزل مقصود سے دور ہی رہے اور تقاضائے مقام سے حرمان ناچار
پایہ سخنوری کے حرف اور ریختہ شعر پروری کے ذکر سے کہ تو نگران سخن کا پایا اوسکی ترکیب سے
نصاب کمال کو پہنچتا ہے واقفان دقائق کمال کو آگاہ کرتا ہے کہ علوم رسمی سے کما ینبغی آگاہ
اور فنون متداولہ مین کامل دستگاہ اصناف سخن مین قدرت تمام اور فنون شتی مین مہارت
تام کمال مرتبہ شناسی سے ہر سخن اپنے موقع مین اور ہر نکتہ اپنے مکان مین علاوہ گر غزل مین شعلہ خوئی
جوانی کا اظہار اور قصیدہ مین متانت پیری کا روز بازار معنی و وحدت الفاظ رباعی سے
آشنا ہنگامہ کثرت مثنوی سے جلوہ دیتا اگر اس کلام کو اعجاز کہتے لب دلبران کی خجالت کا
خوف رہزن تقریر ہوتا اور اگر سحر کہتے نرگس خوبان کی ندامت کا بیم مانع تحریر جس طرح
تیغ ہندی ریختہ شاہدان سنگدل کے غمزہ سے زیادہ تر ناخن بدل زن ہے اوسی طرح
بادہ شیراز فارسی خوبان سیہ مست کی چشم سے زیادہ تر خمار شکن ہے اور جیسے اوس تیغ
آبدار کے سلحشور اس شہسوار ہنر کو شیفتہ کے نام سے مشہور کرتے ہین اس بادہ صاف کے
سرمست اوس میگسار کمال کو حسرتی کے اسم سے مذکور کرتے ہین جو کثرت اوصاف
مہر دبان اور وفور محامد نیز بان ہے ناگزیر تقریر اوصاف اور ذکر مدائح سے تحریر انکا
گوہر نثار پر قناعت اور مستمعان سخن رس کو اوس نعما کے لطف سے محو لذت
کرتا ہون

اشعار فارسی

تہدید از ربا کردی شیخ شہر ما را — امروز ساغر مے خورد و ہم آشکارا را
در عشق نوجوانی از دین و دل گذشتیم — از ما سلام گوید پیران پارسا را
خندہ چہ خوش شیوہ لبیست از پس خشم و عتاب — لذت دیگر بود زخم نمک سود را
این لالہ کہ رست از گل ما — داغی ست کہ بود در دل ما
صرفہ چرا کند بجور از غم عذر فارغ است — شاد نہ ہیچ مے شود طبع وفا سرشت ما
دستے کہ بود در گردن مہ حسرتے — گستاخ تا بہ بند قبا کردہ ایم ما
کار ہمت نہ باندازہ طاقت باشد — مرغ بسمل شدہ را ہم سر پروازے ہست
زشور حشر دوران انجمن سخن میرفت — معشوقہ گفت کہ یک فتنہ از خرام من است
سن خود نگویم این کہ تو ہیم مدعی — طرز نگاہ وسوسہ فرما گواہ کیست

دانم که هر شیوه دلم میرود از دست
نگاهت که بسوی غیر نظر کردمی و هر گه
به طره پر شکن چه نازمی
چشم بدور از جمالش
بعاشقی آن که بیاموخت راه و رسم وفا
تو بدگمانی و در پهلوی تو خوش چشکی
فکنده است سپهرم به بند صیاد وی
فزون ز زلف گشته خط سبز او دل ما
حیرتم گشت که هر لحظه چپان میکشدم
صد پرده بر دو دست بستند
خویش آمدم کنم هم شکوه تلخی زیر لب گویان
شیوه ناز تو اینها نمیبد اشت روا
اینها که میکنی تو بمن من کنم با او
با سادگان خویش وفا که توان نمود
او خموش از سر کبر است و دل من خورسند
پهلوی غیر به بزمش نکنم جای که نیست
جای رحم است بران بسمل مسکین که هنوز
خدایا حشر برپا کن به هنگامی که عاشق را
[illegible] که عاشق کار آزموده ام
چندین میاز ناز که ترسم در اضطراب
[illegible] طاعت مقبول را بغما بر
برای شاهد و می پاره بمن می بخش
نگه از ناله بلبل برخ گل کردم
گهی در صحن مسجد گاه در میخانه ها افتم
جواب طعنه حرمان و طنز ناکامی

دیگر نشناسم که چه لطف و چه عتاب است
دانست که میسوزم ازین بیشترم سوخت
آخر ز دلم شکسته تر نیست
می بینم و طاقت نظر نیست
به دلبران نه برای شکست پیمان گفت
نگه بروی تو زین رو مشکل افتاده است
که گاه دام نگستردو در کمین نه نشست
بدیده بیش خلد سبزه که نوخیز است
آنکه در دست نه تیری نه کمانی دارد
زان حجابی که جمال باشد
تو برخیزی ز ناز و حسرتی در دامن ریزد
لاجرم از ستم دهر امانم دادند
گردانی که با تو مرا آشنا که کرد
دل برامید وعده فردا نهاده اند
که سخنهای مرا فلک جوابی دارد
چشم آنم که نگاه غلط انداز کند
نیم جانی به تنش باشد و قاتل برود
به دل حسرت نگر دن وشنه برلب آفرین باشد
دانم که با رقیب بخلوت چها رود
تا گه شکایتی ز تو ام بر زبان رسد
خلل بکار دعاهای مستجاب انداز
ندیم از تو دگر حاصل ربیع و خریف
روی گل دیدم و صد خنده به بلبل کردم
سر شوریده دارم مهر جای زیبا افتم
همین بس است که معشوقه نازنین دارم

شکوہ وہ مجھے ہو جو اسکا فات حد سے ہو
کیا ہو سکے کسی سے علاج اپنا شیشہ
دشمن کہین گیا ہو آنکھون سے شیشہ

وہان صبح اک دم ہو لڑائی تمام شب
اوس گل پہ عشق ہین جس مین محبت کی بو نکلے
اوسکی گلی مین آج نشان قدم نہین

شیون تخلص حافظ سید اکبر علی مسرور ہمشیرہ زادہ مفتی محمد اکرام الدین مغفور غفر اللہ لہما کہ اوائل مین حافظ تخلص کرتا تھا علوم متداولہ مین تدقیق وتحقیق کا رتبہ بلند اور سخن سنجی اور شعر گوئی کے طرز دلپسند تہذیب اخلاق مین یکتاے روزگار حلم وبردباری مین شہرہ شہر ودیار کتاب موجز کو کہ علم طب مین مصنفات قرشی علیہ الرحمہ سے ہی زبان فارسی مین طرز دلپسند کے ساتھ ترجمہ کیا ہی سنہ بارہ سو اسٹھ ہجری مین سفر آخرت اختیار کیا یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار گوہر نثار سے ہین

گشتہ تیغ نگاہ تو بخون مے غلطید
دین ودل ایمان ہمہ در باخت بیک غمزہ او
کلک قضا کہ نقطہ مشکین بدل گذاشت
نامہ وقاصد بدوست چون شد اندر سید
شد بندہ کسے کہ گرفتش بہ بندگی
آبلے بروے کار نہاورد گریہ ات

جان ہمی داد ودگر زخم تمنا مے کرد
شیون از بیخودی دعوے تقوے میکرد
آنرا براے مہر بتان انتخاب کرد
رنگ رخ خستہ را بال پریدن دادیم
باید بحال زار زلیخا گریستن
اے دیدہ دشت ہم بازد خیا گریستن

باب الصاد المہملہ

صابر تخلص ہی ہیچ شناس مکتب دانش ناشناساے کشور بینش راقم اوراق پریشان قادر بخش ہیچ نفہم ہیچ ہمچدان کا کہ مثل دہان خوبان ہیچ اور مانند زلف محبوبان دل شکستہ ہی بہ رنگ نقش قدم نارسا اور بسان موج آب وارستہ ہی اگر بستر خواب پہ پانون پھیلاوے کمال لاغری سے کلیم دیدہ مور کا طول اوس سے دوچند نظر آوے اور اگر راہ ہستی مین قدم اوٹھاوے نہایت ناتوانی سے توہم حرکت کی لیاقت دو منزلہ نباہ نبا سکے اوسکی رسائی کو نقش قدم کے ساتھ دعواے ہمسری اور اوسکی سعی کو سعی سراب سے اتفاق برابری ضعف کی اعانت سے رنگ پریدہ کو اوسکے حق مین حکم فلاخن اور جوش وحشت فراخی صحرا اوسکے قدم کے سامنے تنگی دامن آہ اگر اوسکے لب پہ نہوتی کرہ نار کا کیو

اثبات ہوتا اور اشک اگر اسکی آنکھ سے نگرتے ابر سے گوہر سے کسطرح تو نگر ہوتا شفق ایک قطرہ ہی اسکے خون جگر کا سحاب ایک ٹکڑا ہی اسکے دامن تر کا گریہ اوسکی آنکھ کی بدولت با آبرو و نالہ اوسکے لب کے طفیل آسمان سے دو بدو اگر اسکی خاک اکسیر بین نہو باد صبا کو اسقدر جستجو کیون ہی اور اگر اسیے اوسکے دانت کھٹے نہین ہوئے تو رقیب اسکے سامنے چین بابرو کیون ہی فغان جب اسکے سینہ مین آیا تو اسے کیا جو گیا اور نالہ جب اسکے لب تک گذرا برق بلا ہوگیا اگر یہ عاشق مزاج نہوتا عشق و ہوس مین کیا تمیز ہوتی اور اگر یہ خون دل سے گل فشان نہوتا خاک چمن کیونکر گلخیز ہوتی اس ضعف مین گریبان تک ہاتھ لیجانا اسکی ہمت ہی اور اس ناتوانی پر اپنے غبار کو ہوا کے ساتھ دست و گریبان رکھنا اسکی جرأت ہی معشوق کو صفائی چہرہ کی تعلیم یا آئینہ کا ایجاد ہی یا اس صاف دل کا دلربا کو بار بار کی شوخی کا سکھانا کچھ نا زیبا کا شعبدہ ہی کچھ اسکی نیاز پاشی متصل کا داغ جگر رشک لالہ حلقہ آہ ہمدوش نالہ چاک گریبان اس تطاول پہ دست جنون کا شکر گذار زخم جگر اسقدر خراش پر ناخن الم کا سپاس وار سوسن کے مانند باوجود دہ زبانی کے خاموش اور گل کی طرح باوصف خوش نفسی کے ہمہ تن گوش سرو کے مانند موزون طبع لیکن نالہ و فغان سے مسرور صنوبر کی طرح سراپا دل مگر سر سے پانون تک زخمون سے چور بلبل خوش الحان ہی مگر خسار وندگی یاد مین نغمہ پیرا قمری سجع خوان ہی سرو قامتون کی جستجو مین کوکو سرانہ دل سواے نالہ عشق کے کسی بات سے مالوف اور نہ طبیعت بجز حرف محبت کسی سخن سے مشعوف مانند سایہ وضع خاکساری ایک جامہ ہی اوسکے تن پر راست اور شکل محراب انداز تسلیم ایک شیوہ ہی اوسکی سرشت مین بے کم و کاست نارسائی سے اپنے آپ کو نہین پہونچتا اور کمال رفعت کے تصور مین پستی اعتبار کا حرف نامسموع اور خود نشناسی سے اپنی حقیقت کو نہین پہچانتا اور آپ کو دور سمجھکر کور فہمی کا طعنہ نامطبوع پستی کو اوسکے علو شان کے مقابل اپنی بلندی پر افتخار اور حضیض کو اوسکے اوج کے سامنے اپنی رفعت کا پندار افسوس مین کہان اور کہان یہ سخن طرازی کجا راقم اور کجا یہ افسانہ پردازی ہنگامۂ عجیب برپا ہی اور ماجراے غریب چہرہ کشا ہی کمال کی پندار اور نسب کے کبر اور حسب کے نخوت سے قطع نظر کشمکش حجاب اور تقاضاے شیخ و شاب ہر دم دامنگیر ہی کہ اقتضاے اہلیت اور داعیۂ انسانیت سے عجز و قصور پر اعتراف کرنا اور گو کہ طبیعت حق ادا و منشاء علوم اور مبداء فہوم ہو اپنے آپ کو جہل و بیدانشی سے منصف جاننا اچھا

تحسین اور ارباب درایت پر واجب تو ہو لیکن نہ اسقدر کہ مرتبہ واقعی اور رتبۂ نفس الامری پر نگاہ
نکرین اور اپنے جوہر طبیعی اور ہنر ذاتی سے دانستہ ایک گوہر بے بہا کو خاک مذلت
پر گرا دین لا دینا معتقدین اوسکے اوصاف فضول کو پایہ بلند بنا دینا اور ناحق و ناروا اپنی لیاقت سے
بالاتر کسی محل کو تلاش کرنا تو ناسزا اور بیجا ہی لیکن یہ بھی نہ چاہیے کہ جنہیں جن مراتب کا استحقاق ہو
اونسے بھی قدم و ہونہ پائنگا دون بلکہ مراتب کا سررشتہ یک سخت ہاتھ سے دیدین
چاہیے آیا اور بلندی شان اونکی تیرے قلم کی چرب زبانی اور تیرے خامہ چابک رقم
کی رطب اللسانی کی محتاج نہیں ہے تو وہ آفتاب ہر کہ عالم اوسکے فروغ سے کامیاب ہی اور
تہذیب اخلاق اور حلم و تواضع کا حال تو ظاہر ہی کہ اپنی زبان سے کسقدر فقرے مضمون فروتنی
اور بیان عجز و انکسار مین مسلسل تقریر کیے کہ پاس آشنائی نے ہم دل سوزان صداقت شعار کو
اتنی تہدید پر مستعد اور اسقدر سرزنش پر سرگرم کیا اپنی نظم ثریا پایہ کے مرتبے کو دیکھ اور
اپنی نثر نثرہ نثار کی رفعت پر نگاہ کر وضع معانی کو خیال کر خوبی عبارت کا ملاحظہ فرما نظر غور
اور نگاہ تامل کی وہ باریک بینی کدھر گئی اور طبیعت شوخ و فکر رسا کی وہ چالاکی کہان ہی اپنے سخن
والا رتبہ اور کلام عالی درجات کے صفات ظاہرہ اور اوصاف باہرہ سے بہانہ (?) چشم پوشی
کرنی تیرے مرتبہ مین تو البتہ نقصان نہین پیدا کرتی اور یہ بھی مانا کہ تو اس خمول پر راضی اور
اس گمنامی سے خوش دل ہی خود سخن کی داد و بیداد کا کیا علاج اور کلام معجز نظام کے
شکوہ کا کیا چارہ تیرے دیوان مین ہلے سخن کی متانت ایسی ہی کہ نقش مسطر اوسکے اثر سے گویا پتھر کی
لکیر ہی اور طراوت الفاظ اس طرح کی کہ تہ سطر اسکی تاثیر سے بعینہ موج آب کی تختہ ہی نظم کا
مرتبہ ایسا بلند کہ نظر جبتک دوش فکر پر ممکن نہو اوسکے اونچے پایہ پر پہونچ نسکے اور نثر کی
دستگاہ ایسی وسیع کہ نگاہ مطالعہ جب تک وحشت عاشق سے تیزی رفتار وام نہ لے
ابد تک اس میدان سے قدم باہر نہ رکھ سکے نقطہ اور دائرہ سخن کا فروغ
ماہ اور ہالہ اور طراوت لفظ سے قطرۂ شبنم اور برگ لالہ صفا سے عبارت خط دست اس طرح
جھلکتی ہی جیسے پردہ شب سے سفیدہ صبح کا ظہور روشنی معنی دوائر حروف سے ایسی جلوہ گر
جیسے افق سے آفتاب کا نور معانی سوزناک اگر الفاظ مطرا مین نہ ادا ہوتی کاغذ جل چکا ہوتا
مضامین جنون انگیز اگر عبارت متین مین نہ بندھی ہوتے ورق کاغذ باد کے مانند ہوائی ہو گیا
ہوتا ابیات غزل وصف خط و خال سے حجلۂ عروس رفتار قلم خوبی تحریر سے جلوہ طاوس

رباعی عارفانہ مین الفاظ عبارت جلوہ اسرار سے سینہ ارباب کشف وشہود اشعار عاشقانہ مین دوائر حروف ملاحت سخن سے جراحت نمک سود سطر افزودنی سے سر صفحہ رنگینی نفوس سے بال تدرد غفلت کے قریب مین آکر اپنے رتبہ بلند سے اغماض نکر او کسر نفس سمجھ کر فروتنی کو کام نفرما اپنے حق مین وصف مبالغہ آمیز تبیح ترشد بیان واقعی یہ وہ سخن ہی کہ اوسکے اوصاف واقعی اگر الہام کی شان مین مذکور ہون ارباب تحقیق اوسکو مبالغہ تصور کرین اوراگر اسکا نفس لا مرحی کے حق مین بیان ہو اصحاب فہم اوسکو غلو و اغراق مقرر کرین یہ تحسین اہل دواد کی دلسوزی اور کمال اتحاد سے باعث سامعہ افروزی ہین اور بشریت کا تقاضا اور ہوس کا اقتضا چشمک زن ہی کہ اہل روزگار کا گرد فراوراخوان زمانہ کا طمطراق یون زبان پر ہو اگرچہ خلاف واقع ہی سر بسر ہو اور آپ کنج خمول مین بسر کیجیے اور اپنے استحقاق سے کسیقدر شناس کو خبر نہ کیجیے یہ کس ہوشیاری کا ثمرہ اور کس عقل کا نتیجہ ہی اور غیرت ہمسری اور پاس ناموس کی یہ تحریک ہی کہ بلند پایگان عظام کی صف مین بیٹھنا اور مربع نشینی کی ہوس مین انکے ساتھ ایک مسند پر متمکن ہونا اور زرین لباسان مرصع پوش کے حلقہ مین ہمچشمی کے ارادہ سے قدم رکھنا اور پھر اپنی وضع کو تغیر نہ دینا اور لباس سادہ و کسوت بے تکلف کو ارباب زرق و برق کے سامنے موجب خجالت نہ سمجھنا اثر غفلت کا ہی نہ ثمرہ آگاہی کا یہ اوامر احباب کا مجبور اور یہ مغلوب طبیعت مشہور گلیم اطاعت سے پانون دراز نہین کرسکتا اور جادہ انحراف مین قدم نہین دھر سکتا ہی اور اہل انصاف کے گوش گذار کرتا ہی کہ ہر چند آبائے عظام اور اجداد کرام کی بدولت نسبت شاہزادگی سے مشرف اور بہرہ بلند نامی سے کامیاب ہی لیکن دولت کمال کے طفیل اور افاضل روزگار کی ترتیب کے اثر سے اوس نسبت کا نیازمند اور اوس وساطت کا محتاج نہین ہی ؎

المنۃ للہ کہ نیازم بہ نسبتے		اینک بشہادت طلبم لوح و قلم را

جوش وخروش ہوس اور غلبہ دنارت طبیعت خواہی نخواہی مجکو ورطۂ ہلاک کی طرف کھینچکر لیچلا تھا کہ قاعد توفیق نے رہبری اور خضر سعادت نے رہنمائی کی کہ ای مست شراب غفلت زبان اس زیادہ گوئی سے بند کر اور شیوہ خاموشی کو پسند کر اور مثل یاران شیرین سخن کے اپنے جواہر آبدار کو بھی طبق اوراق پر جلوہ دے کہ بوے مشک اور راز عشق کو خود چھپنے کی صلاحیت نہین اگر اس برق مین کچھ تابش اور اس جلوہ مین

کچھہ شوخی ہی نگاہ تماشا خود خبردار اور طبیعت ارباب شوق خود بیقرار ہوجاوےگی ضمیر حیا تخمیر اور طبیعت شرم طویت نے اس اندازہ کو مناسب مزاج کے اور اس نصیحت کو موافق ارادہ کے پاکر چند شعر فارسی اور ریختہ ثبت اوراق کیئے

اشعار فارسی

رشک خورشید میہمان من ست — آسمان رتبہ آستان من ست
جگرم خون شدہ ست در عشقش — زان سبب خون چکان بیان من ست
دوش از شور فغانم ہمہ بیدار شدند — بخت خوابیدۂ من بود کہ بیدار نبود
در چمن ہرگہ کہ ذکر آن رخ گلگون کنم — چشم بلبل را ز رشک لالہ گون پرخون کنم
صبح امید ما نہ دمید ست اگر دمید — این طلبح راز دود جگر شام کردہ ایم
لرزد فلک ز شرم جفاہاے خویشتن — اکنون کہ نیم نالہ سرانجام کردہ ایم
منعم از الفت ترسا بچہ نتوان کردن — وہ چہ دشوار بود کبر مسلمان کردن
کار عالم ہمہ از دل ہست دہد جمعیت — جان و دل را گرو زلف پریشان کردن
وہ چہ زیباست کہ تو ز غرور رفتن باز — حرف صد شکوہ زدن دست بدامان کردن
با من فریب ای بت نوشا دمے کنی — ہردم بوعدہ دگرم شادمے کنی
خواہد غبار من کہ بیفتد بدامنت — کردم سرت بگو تو چہ ارشاد مے کنی
دانستہ ام کہ در نظر تست مرگ من — با من کہ شرح قصہ فرہاد مے کنی
رنجد ز نالہ تو دل نازک حبیب — صابر خموش باش چہ فریاد مے کنی

اشعار ریختہ

عصیان کی دولت اب تم خجلت سے بعد مرگ — اوٹھنا مرے غبار کا دشوار ہوگیا
محفل میں ہین تو اوس لب میگون کے سامنے — نام شراب لیکے گنہگار ہوگیا
مطلع
نظارہ برق حسن کا دشوار ہوگیا — جلوہ حجاب دیدۂ بیدار ہوگیا
حائل ہوئی نقاب تو ٹھہری نگاہ شوق — پردہ ہی جلوہ گاہ رخ یار ہوگیا
معلوم یہ ہوا کہ ہی پرسش گناہ کی — عاصی گنہ نکردہ گنہگار ہوگیا
اوسکی گلی مین آنکے کیا کیا اوٹھائے رنج — خاک شفا ملی تو میں بیمار ہوگیا
پیری مین ہمکو قطع تعلق ہوا نصیب — قامت خمیدہ ہوتے ہی تلوار ہوگیا

ہی فغان کو کیا زبان درکار وقت پیچ و تاب
اوسکی آنکھین خوبی جوہر سے رہتی ہین مدام
عمر بھر چھوٹے نہ ہرگز کشمکش کے دام سے
ظالمون کے واسطے کج طینتی ہی حسن ہی
رسائی غیر کی مشہور تجھ تلک ہی ونے
ہماری خاک مین اتنی کہان رسائی ہی
مین اوسکی آنکھ مین کیا پاؤنگا جگہ صابر
چھپنے سے بڑھا شوق وگرنہ کبھی اتنا
کہتے ہین کہ ہی واہمہ خلاق یہ سچ ہی
خفت سے مرا پلہ یہ اونچا تھا کہ مجھسے
وہی بت قابل ہی جسکو عمر بھر پوجا کیے
ہوتا ہی فیض اہل توکل کو غیب سے
اہل صفا کے ربط سے بڑھتی نہین ہی شان
رخ کی اس گرمی پہ مژگان کی کجی ہی وہ ہی
نیرنگیون سے اپنی ہین رنگ کی نمود مین
گر کچھ وہ منھ لگاتا تو دیکھتے تماشا
وحشت کے کام سارے اس ضعف نے چھڑائے
اک برق سی چمکتی ہی رہ رہ کے سامنے
کیونکر بچون مین دست اجل سے جو ضعف سے
ای موت ابھی نہ آ کہ ہوس وہ نکال لے
پہلے تو اوسکو اتنی جفاؤن کا تھا نہ شوق
تھمتی نہین ہی خون کی دھار اس سے ایکدم
اس سن مین جاتے دیتے ہین انسان تو آنکھ نیز
اوسکو کہان چھپاؤن کہ رخ کے فروغ سے
مرتا ہون قبر مین بھی اسی خوف سے کہ ہاے

بے زبان نکلے ہی منھ سے نالہ ہر زنجیر کا
ہی چراگاہ غزالان سبزہ اوس شمشیر کا
ہم جسے سمجھے تھے ہستی دام تھا تزویر کا
نغمہ بی ترکیب مین داخل ہی خم شمشیر کا
مزا ہی دل مین ترے جب نہ تب غبار آیا
نہ جانین دل مین ترے کس طرح غبار آیا
مری نظر مین مرا جب نہ جسم زار آیا
ملنے کا ترے پہلے تو کچھ دھیان نہین تھا
جس جا پہ گیا وہم ہمارا تو وہین تھا
نیچا کبھی ز سنگ سر عرش برین تھا
ڈر رہی کیا منھ لیکے جاؤن داور محشر کے پاس
آیا سا قطرہ بحر سے نہین لیتی کبھو صدف
پاتی نہین گہر سے کبھی آبرو صدف
آگ سے بھی تو نکلتے نہین اس تیر کے بل
باغ جہان مین گویا فصل بہار ہین ہم
اس شہر پہ تو جاتے وان بار بار ہین ہم
بیٹھے ہین یون کہ گویا ناکردہ کار ہین ہم
وہ برق وش فریب کہین میہمان نہو
پوشیدہ یون نظر سے تن ناتوان نہو
قاتل کی آرزوے ستم رائگان نہو
تاب و توان کا اپنی ہی یہ امتحان نہو
خنجر ترا مری مژہ خون چکان نہو
جون طفل اشک چاہیے ہرگز جوان نہو
آوے خیال مین بھی تو ہرگز نشان نہو
پوشیدہ نہ یہ خاک کہین آسمان نہو

ایسا گداز غم نے گھلایا کہ مثل شمع
ہون ہاتھ سے جہان کے سخن مین پناہ کیا
آنکھون پہ میرے چھلکے وہ اغیار سے چھپے
خوش طالعون کو قید تعلق نہین پسند
دیکھو تو ضد کہ مرتے ہی کرتے ہین مجکو دفن
صابر گیا تھا کعبہ پہ اب تک نہین پھرا
اول مرے ہی بخت کو جا کر کیا سیاہ
مجکو لبان نقش قدم چھوڑ کر چلے
مجکو جگہ کہان ہو کہ آتا نہین نظر
مجھسے ہی چاہتا ہی وہ ہر ہر ستم کی داد
جاؤن کدھر مین بچکے کہ رکھتا ہی پائمال
ظالم جفا کشی کی ہوس تو نکال لون
کہتا ہون اضطراب مین ایک سے حال دل
اٹھتا یہ بار غم جو نکرتا گران مجھے
رسوائیون کے شوق نے ہرگز نہ مثل بو
نقش قدم ملک نہین رکھتی رہ عدم
اس چرخ بید ماغ نے سوسن کی طرح سے
اس اضطراب دل سے مین اٹھتا ہون چونک چونک
اتنا تو ناتوان ہون مین ای بدگمان کہ شوق
مرگ شب وصال کی خوبی ہی ورنہ یار
چھپتا پھرون ہون خلق کی نظرون سے پر فلک
پیری مین جانتا ہی ممد ہر جوان مجھے
جچھکے نہ پا تک آنے سراپا مین کیون سخن
خواب عدم سے چین ملا مجکو بعد عمر
کیا ہم کلام ہون کہ خدا نے بنا دیا

گر تن مین ڈھونڈھیے تو کہین استخوان نہو
اوسجا زمین تو ہوگی اگر آسمان نہو
پا تو مین سراغ کیا جو قدم کا نشان نہو
ورنہ ہما اور اوسکے لیے آشیان نہو
تا ایک شب بھی مردہ مرا میہمان نہو
رستے مین ملگیا کہین پیر مغان نہو
دود فغان چڑھا جو مرا آسمان پہ کچھ
صابر نہ اعتماد رہا ہمرہان پہ کچھ
دل مین ترے تو غیر سے خالی مکان مجھے
سمجھا ہی اپنے ظلم کا اک قدر دان مجھے
ظالم ادھر تو اور ادھر آسمان مجھے
تجھسا ستم شعار ملیگا کہان مجھے
رسوا کریگی خلق مین میری زبان مجھے
ساتھ اپنے چرخ تک لیے جاتا فغان مجھے
غنچہ مین بھی دیا کبھی رہنے نہان مجھے
ملتا وگرنہ قافلۂ رفتگان مجھے
رکھا خموش دین بھی اگر دس زبان مجھے
حاصل ہوئی نہ مرکے بھی خواب گران مجھے
ساتھ اپنے کھینچ کھینچ کے لایا یہان مجھے
رکھتا نہ گھر مین تا بسحر میہمان مجھے
کرتا ہی بوے گل کی طرح سے عیان مجھے
قد نے خمیدہ ہوکے بنایا کمان مجھے
دکھلائی دے نہ بیچ مین جب وہ میان مجھے
بیدار کر نہ دے کہین یہ نوحہ خوان مجھے
ای یار بے دہان تجھے اور بے زبان مجھے

ہون مین بھی اپنے شیشۂ دل کی صفا سے تنگ / مشکل ہوا ہی راز کا رکھنا نہان مجھے

چھوڑا نہ تیرے تیر نے یان مرغ نام کو / بیجان دکھائی دیوے ہر زاغ کمان مجھے

ہین بھی ہون اوسکی راہ مین گویا کہ نقش پا / پایا وہین ہی چھوڑ گئے تھے جہان مجھے

دل مین بھی وہی جگہ تو کدورت کے ساتھ دی / رکھتے ہین خاک مین ہی ملاے بتان مجھے

ناخن غم نے کیا مثل نگین مجھکو کہ ہی / سینہ کاوی سے مرے نام تمھارا باقی

چلتے چلتے ہی کٹی عمر ہمین مثل نفس / اور رہا منزل مقصود کا رستا باقی

ہی ہجوم نگہ شوق ترے رخ پہ نقاب / بے حجابی مین بھی اب تک ہی وہ پردا باقی

تیغ کھینچے ہوئے ابرو ہی مرے سر پہ ولے / ہی فقط چشم سخن گو کا اشارا باقی

لاغری نے یہ کیا گم کہ جہان مین اپنا / نام ہی نام رہا صورت عنقا باقی

ہون وہ میکش کہ ہوا میرے ہی انگور مین صرف / تھا جو منصور کے خون کا کوئی قطرہ باقی

ہمنشین لطف شب وصل تو تھا ہی کہ مجھے / ق / یہ گمان تھا کہ رہے کچھ نہ تمنا باقی

پر کہون کیا دم رخصت جو مزا تھا کہ مرے / دل مین ارمان ہی اوس لطف ادا کا باقی

رات بھر جاگنے سے نیند کا آنکھون مین خمار / اور کچھ کچھ اثر نشۂ صہبا باقی

جھینپی جھینپی سی وہ رنگت وہ پریشان ترکیب / لب پہ بدرنگ سا کچھ پان کا لاکھا باقی

آنکھ کے ڈورون مین کم کم سی وہ سرخی کی نمود / تھوڑا تھوڑا سا اک انداز سے سرما باقی

ایک اک گام پہ بل موے کمر مین سو سو / کاٹنا شاق نزاکت سے وہ رستا باقی

اب نہ وہ شب کا مزا اور نہ وہ صبح کا لطف / رہگیا اک کف افسوس کا ملنا باقی

کچھ نپوچھو فرط حرمان کو کہ میرے حال سے / درد ہی سو داغ ہی حسرت ہی سو مایوس ہی

حال میرا تجھسے کہدیتا ہی ای عالم فریب / جو مرا ہمراز ہی گویا ترا جاسوس ہی

ہون وہ لاغر کہ اوڑاتی ہی صبا کوسون تک / بوے گل جان کے ہر جانب گلزار مجھے

دیر مین آکے ہوے اور ہی جلوہ سے دوچار / مل گئی رہ جو ضلالت سے پڑا کار مجھے

مجکو سامان کے نہ ملنے سے ہوئی افزائش / کیا بنایا تھا تمنائے خریدار مجھے

صاحب تخلص شیر زمان خان نبیرۂ یکتاے روزگار وحید شہر و دیار حافظ عبدالرحمن خان احسان تخلص غفر اللہ لہ جناب مرحوم کی اوقات حیات مین اصلاح شعر اوسی جناب تقدس مآب سے لیتا رہا جب اوس نفس مقدس نے سفر ملک آخرت اختیار اور

صاحب

مستفیدان اعتقاد نقش کو اپنی مفارقت ناگزیر کے اندوہ والم سے ہمکنار کیا شیخ ابراہیم ذوق مرحوم سے استفادہ سخن کیا مرد خوش اخلاق و نیک نہاد ہی یہ دو تین شعر اوسکے نتائج افکار سے ہین

شرمندہ ہی ناکامی فرہاد سے اتنا ۔۔۔ ہرگز کبھی تیشہ کا سر اوپہ نہین ہوتا
کس کس کو مین بتاؤن کہ بار غم فراق ۔۔۔ دل پر نہین جگر پہ نہین جان پر نہین
ذرا انکھون مین رکھنا اسکو صاحب ۔۔۔ کہین یہ طفل اشک ابتر نہووے

صادق

صادق تخلص محمد عزیز الدین ولد مولوی اساس الدین نبیرہ زبدۂ کملاے دہر حافظ ابوالمؤید خان مرحوم تغمدالله بغفرانہ برادر حقیقی محمد سعید الدین سعید تخلص ہر چند وطن اصلی اوسکا بدایون ہی لیکن عرصہ دراز ہوا کہ انقلاب روزگار نے زمین فیض آگین شاہجہان آباد حرسہا الله عن الشر والفساد پر برات روزی مقرر کرکے اس گلزمین کو وطن بنا دیا سنین عمر اوس گزیدۂ اطوار کے تیس اوراوصاف حمیدہ ہزار در ہزار ہین سابق مناسبت نام سے عزیز تخلص تھا اسیواسطے بعض غزل کا مقطع اس تخلص کے زیور سے بھی مقطع ہی استفادہ اس فن کا مرزا اسد الله خان غالب سے کیا ہی یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے ہین۔

اس تنگناے دہر مین ہم جسکو ای عزیز ۔۔۔ دلدار سمجھے تھے وہ دل آزار ہو گیا
رہی تا بعد مردن بھی علامت جذب کی باقی ۔۔۔ بنا ناسنگ مقناطیس سے صادق کے مدفن کو
ہم دم ذبح تجھے بھر کے نظر دیکھ تو لین ۔۔۔ کاش کے تیز ترا خنجر خونخوار نہو
لیگئی دل اک نگہ مین اوسکی چشم نیم خواب ۔۔۔ مست ہم سمجھے تھے اوسکو پر بہت ہشیار ہی
ایک نگاہ ناز سے ہی کام یان اپنا تمام ۔۔۔ قتل کرنے کو مرے کیا تیر و پیکان چاہیے

صادق

صادق تخلص تہور بیگ وطن آباواجداد اس نیک نہاد کا شمش آباد ہی کہ ایک معمورہ ہی قریب فرخ آباد کے مسکن و موطن افاغنہ اور مولد اوسکا شاہجہان آباد سنا گیا کہ زمرۂ سواران بادشاہی مین منسلک ہی شعر ریختہ کہتا ہی یہ ایک شعر اوسکی غزل سے منتخب ہوا

آوارگان عشق کو مانند گرد باد ۔۔۔ اک جا قرار ہو تو کوئی جستجو کرے

صادق

صادق تخلص شیخ محمد صادق قریشی سنین عمر چالیس سے متجاوز اور میر نظام الدین ممنون سے فن سخن مین تلمذ چھ سات مہینے کے عرصہ سے مفقود الخبر ہی یہ دو شعر اوسکے یاد تھے

یوسف کو خاک کیجیے ملجا نیا نہ کا
اوسمین نہ یہ جفا نہ یہ انداز ناز کا

ذو جنگ ہی کا طور نہ کچھ صلح کے ہی ڈھنگ
سامان نہ سوز کا ہمین حاصل نہ ساز کا

صالح

صالح تخلص مرزا مصلح الدین فرزند ارجمند مرزا احسین بخش حضرت ظل سبحانی کا نواسہ اور مرزا فتح الملک بہادر ولی عہد خلیفہ دوران کا ہمشیرہ زادہ ہی کتب فارسی کی سواد روشن اور خاطر کو شگفتگی سے رشک گلشن رکھتا ہی ریختہ گوئی مین مرزا پیارے رفعت تخلص سے تلمذ ہی
یہ چند شعر اوس نوع شق فکر کے تحریر ہوتے ہین

نکلتی جان تو کیو نکر نکلتی
کہ دم تو یار ہین اٹکا ہوا تھا

وہ لوگ کون تھے کہ جو برسون ستم سہے
اپنا تو دو ہی دن مین عجب حال ہو گیا

ہم خاک ہوے تو بھی رکھی چھیڑ صبا نے
نکلی نہ کسی طرح سے آرام کی صورت

دل اوس سے پھیر تو لیتا مین ناصح مشفق
پہ کیا کرون کہ نہین ہی یہ اپنے بس کی بات

مانا ہوا ہین ہی آپ نے مجھسے جو کچھ کہا
لیکن زبان خلق کی تدبیر کیا کرون

ہمکو تو دل لگی ہین او نھین ہین جلاد ہین
سو دل خدا جو دیوے تو سو جا لگائیے

زندگی کی نہین صورت نظر آتی اپنی
درد دل مین یہ اوٹھا ہی کہ خدا خیر کرے

صبر

صبر تخلص ابو دھیا پرشاد قوم کایستھ ساکن شاہجہان آباد جوان خوش مزاج حلیم طبع نیک نہاد اوائل مین منشی بسنت سنگھ نشاط اور بعد اوسکے شاہ نصیر مرحوم سے اصلاح لیتا تھا پھر ایک مدت کے بعد مومن خان مرحوم سے اعتقاد بہم پہونچا کر غزل اونکی نظر سے گذراننے لگا یہ چند شعر اوسکے انتخاب ہوے

نہین گمان کہ وہ آتے ہمارے قابو مین
اونھین یقین کہ مرے ہاتھ اک شکار آیا

خزان کے روز تو رو رو کے باغ مین کاٹے
پھنسے قفس مین جواب موسم بہار آیا

دل لگانے کو بتاتا ہی تو مشکل ناصح
ترے نزدیک چھڑانا مگر آسان ہوگا

کس بھروسے پہ کرین ترک صنم واعظ بتا
نام ہی سنتے ہین منھ دیکھا ہی کس نے حور کا

زیست کم حسرت بہت کس کس کا شکوہ کیجیے
طالع خوابیدہ کا یا دیدۂ بیدار کا

صبر کب دیتے تھے ہم اوس کاکل پیچان کو دل
آپ سے مانگا تو پھر موقع نہ تھا انکار کا

زاہد تجھے خبر ہی نہین یہ بتان دہر
ملتے ہین اوس سے جس پہ خدا کا کرم ہوا

سیر و کبھی نہ تڑپنے کی مرے
مرگ آسان نے پشیمان کیا

خط لیتو چلا ہی تو مگر دے اوسے جیدم	رکھ لیجو مرے نام پہ اے نامہ بر انگشت
لیگیا خط کی جگہ رکھ کی چٹکی قاصد	مشتعل تھا جو مرے گرم سخن کا کاغذ
مانگا جو جواب اوس سے تو خط کے مرے پرزے	قاصد کو دیے ناز سے دو چار او ٹھاکر
کوئی وحشی نہ پھٹکتا تھا یہان قیس کے بعد	ہنسے آباد کیا پھر کے یہ نامون آکر
گم ہوے ایسے کہ اک حرف نہ آیا لب پہ	رہگیا دل مین دہن کا ترے مضمون آکر
دوجہان ہوتے ہین ایکایک قدم پہ پامال	کوئی آفت ہی ہمارے ستم ایجاد کی چال
بدنامیان ہین باعث نام آوری یہان	ہم جانتے تھے عشق مین کچھ عزو شان نہین

صبور — تخلص شیخ معین الدین ابن شیخ محب اللہ وطن اصلی اسکا ایک موضع ہی مواضع نواح نارنول سے لیکن اب چند مدت سے قبائل وعشایر کے ساتھ مقیم شاہجہان آباد ہی گاہ گاہ فرنگیان پلٹن کی تعلیم کی تقریب سے اطراف ہندوستان کا سفر اختیار کرکے وجہ معاش کی تحصیل مین سرگرم رہتا ہی مرد سنجیدہ اور موزون طبع ہی یہ شعر اوسکا اوسی کی زبان سے سُنا گیا

در پیچ و خم کوچہ گیسوے تو بردل	از کشمکش شانہ چگویم کہ چہا رفت

صدر — تخلص محمد صدر الدین علوی نسب سولہ سترہ برس کے سن مین وارد دہلی ہوکر چندے تحصیل ہنر مین ساعی ہوا اب ہم صحبتان لاابالی کی ہمنشینی سے شوق شناوری اور ہوس شکار اوسکے مزاج پر غالب ہی گاہ گاہ شعر بھی موزون کرتا ہی یہ شعر اوسکا سُنا گیا

کرتا نہین ہی تو جو ادھر منھ تو زلف سے	کیا جانیے کہ کان مین کیا کہدیا ترے

صدق — تخلص شیخ محمد اشارت علی خلف شیخ نوازش علی نبیرۂ نواب ابو محمد خان کمبوہ ساکن قدیم میرٹھ مرد نیک نہاد خوش اخلاق اور شیوہ مہر و وفا مین شہرۂ آفاق ہی فن شاعری سے مناسبت طبیعی اور تاریخ گوئی مین مہارت تام ہی یہ چند شعر اوسکے انتخاب ہوکر مرقوم ہوے

اے صدق ضعف سے مری آواز بند ہی	اوس بدگمان کو وہم کہ مغرور ہوگیا
فکر مضمون سے چھٹا صدق تو ہی فکر معاش	سر پہ رہتا ہی ہمیشہ مرے بار ایک نہ ایک
فروغ اپنی جسے منظور ہو آفت مین رہتا ہی	کہ اک آتش لگی رہتی ہی دایم شمع کے سر مین

یہانتک شمع رویون کو مری قربت سے نفرت ہی | کہ گل ہووے چراغ و شمع گر آوے مرے گھر مین
اگر اسباب عشرت بھی میسر ہو تو جلتا ہون | کہ مرا اک آگ ہو جاتی ہی آکر میرے ساغر مین
ہمین کہان وہ کہان کہان سے جلسے | چشم بد لگ گئی مقدر کو

صغیر تخلص زبدۂ جوانان متین میان نجم الدین خلف سرگروہ شعرائے نامور شاہ نصیر علیہ الرحمۃ تری حیا گوہر شاداب کی موج سے برتر اور گرانی حلم گوہر نایاب کی قیمت سے ہمسر اخلاق حمیدہ کو اوسکے ضمیر صافی سے ارتباط اور اوضاع پسندیدہ کو اوسکی طبع کریم سے اختلاط کلام کی شیرینی سے اعتراض کا لب بند اور مضامین کی غرابت سے ہر بیت دل پسند خلق و مروت مین یگانہ اور لطف و کرم مین یکتائے زمانہ سلامت روی کے اقتضا سے گوشہ گزینی مین مجبور اور صفائی وقت کی طلب مین صحبت اہل روزگار سے نفور بالفعل وہ تین شعر کے سوا کچھ اوسکی نتائج افکار سے دستیاب نہوا

گریہ ای پردہ نشین چھپکے کیا کرتے ہین | غم دوری مین بھی ہم پاس وفا کرتے ہین
آہ صحبت ہوئی کیا شبنم و گل کی باہم | جتنا روتا ہون وہ اوتنا ہی ہنسا کرتے ہین
صغیر دیکھ تو دریا پہ بھی نصیب ہی شرط | پیاس سے لب ساحل کے ٹکڑے ٹکڑے ہین

صفا تخلص مرزا سعید الدین عرف مرزا ننھے کہین برادر مرزا رحیم الدین حیا صاحب ذہن سلیم اور طبع حلیم دقائق سخن کو اپنے برادر بزرگ سے کسب کیا کرتے ہین ابتدا مین ردا تخلص تھا اب صاف طینتی سے صفا مقرر کیا جیسا باعتبار سن کے جوان ہی باعتبار شوخی طبع اور برجستگی مضامین کے بھی جوان ہی فکر کی رسائی اور طرز سخن کی دلکشائی احاطہ بیان مین نہین آسکتی یہ چند شعر اوس نیکو نہاد کے مرقوم ہوے

پوچھتے ہین کہ کہان رہتے ہو اور جاتے ہین | کہ بجز دشت ٹھکانا نہین دیوانون کا
روز کے ظلم و ستم انصاف کر | چرخ اتنا دم کہان انسان مین
گھر مین بیٹھے ہین اور اتنا نہین کہتے منہ سے | کون ٹکرائے ہی دیوار سے سر دیکھو تو
کیے پھرتی ہی در بدر مجکو | یاد اوس کاکل پریشان کی
ای صفا اوسکو تو غنیمت جان | جو گھڑی کٹ گئی مصیبت کی
مانا کہ وہ بیرنج ہی اور راحت جان ہی | کچھ ہو یہ صفا جی کا لگانا ہی زیان ہی

صفا تخلص پیرن شاہ ولد زبدۂ مشائخ خدا آگاہ رتن شاہ مرحوم حلم و حیا سے آراستہ

اور خلق و مروت سے بہرہ اسے فن سخن میں شیخ ابراہیم ذوق کے شاگردان با استعداد اور سرا فہم کے دوستان صادق الوداد سے ہیں یہ چند شعر اس جوان پژمردہ کے مرقوم ہوے

روتے ہیں ہم کلبۂ احزان میں جو تنہا ہوکر
ہمکو یہ ڈر ہے کہ پھر طوفان کہیں برپا ہو
میں نے بوسہ طلب کیا تو کہا
چپ رہیے خدا کے لیے ای حضرت ناصح
جی میں ہی سو رہیں کچھ کہا کسی روز صفا

بہ گیا چشم سے دل خون کا دریا ہوکر
ڈھونڈتے تیرے آج کچھ ای دیدۂ تر ادر ہیں
یہ خرابی ہے منھ لگانے میں
اسوقت خدا جانے مرا دھیان کہان ہے
تنگ ہم آگئے ہیں ہر روز کے غم کھانے سے

صفدر

صفدر تخلص صفدر بیگ ولد میر بہادر بیگ ساکن قدیم کرنال کہ تھوڑائی کی تقریب سے چند سال ہوے کہ خاک پاک شاہجہان آباد میں مقیم اور مشق سخن میں گرم ہے با وصف نومشقی کے استعداد کا رنگ اوسکے کلام سے جھلکتا ہے یہ شعر اوسکی زبان سے مسموع ہوے

میں اگر دل کھولکر روتا تو کیا ہوتا کہو
کیون لگی ہے دیر یارب اب تلک آیا نہیں
پلاتے ہی نہ عدو کو نہ مجکو رشک آتا
یہ دل کی آگ دکھائیگی رنگ کیا صفدر
بوسہ مانگا تو وہ کہنے لگے صفدر افسوس
پیتے کسیکو دیکھیں ہیں جب ہم شراب کو
آرام ہوتا گلی میں تری نقش پا کی طرح
اس طرح سمجھا مجھے ناصح کہ دل سمجھے مرا
دل نہ بیچو تو حسینوں بہ باد

ایک آنسو آنکھ سے ٹپکا تھا اسو دریا ہوا
حال قاصد کا مرے کیا جانیے وان کیا ہوا
جگر نہ سینے میں جلتا نہ دل تپان ہوتا
کہ میرے سینے کے باہر نہیں دھوان ہوتا
اب تلک تم مری عادت سے خبردار نہیں
پیری میں یاد کرتے ہیں عہد شباب کو
ظالم اوٹھاکے کیون مری مٹی خراب کی
پند کرنا اور ہے اور سر پھرانا اور ہے
عمر بھر کی مری کمائی ہے

صفدری

صفدری تخلص میر صادق علی کہ میں برادر حقیقی میر نظام الدین ممنون جوان وجیہ خوش رو خلیق بردبار تیز طبع خوش فکر ایسا جوان یوسف طلعت اگر آسمان سو گردش کرے عرصۂ وجود پر خرامان نہیں کر سکتا افسوس کہ اس تنگ چشم کم حوصلہ نے بچاہا کہ یک چند دیدۂ روزگار اوسکے جلوۂ رخسار سے نور یاب ہے بہت جلد اوسکے مرقع جمال کو درہم

اور اوس عالم تصویر کو صفحۂ ہستی سے محو کر دیا اسکا قصہ عالم مین مشہور ہی مختصراً یہ ہی کہ اوسکے گھر کے قریب ایک نشست گاہ تھی احباب ایک وقت معین پر وہان فراہم ہو کر سخنان دلپذیر سے باہم ضیافت طبع کرتے تھے ایک روز سر شام ایک جوان جہالت سرشت چندر بھان نام قوم پنڈت بھی حاضر وقت تھا ایک امر سہل پر قصہ بڑھ گیا اور اوس ظالم بیدادکیش نے اس نوجوان گرم و سرد روزگار ندیدہ کے جسم نازک کو لباس خون سے مزین اور زیور زخم سے آراستہ کر دیا اور کمبخت یہ نہ سمجھا کہ چشم کوکب اگر تا ابد انتظار مین وا رہیگی پھر الیسا جمال آشناے نظر نہو گا جب تک دوست و آشنا خبردار ہون یہ سید عالی نسب حدیقۂ جنان مین خرامان ہو کر اپنے جد والا مقام کے سایہ الطاف مین آسودہ ہو گیا اور وہ یزید کردار گرفتار ہو کر بعد اثبات خون کے مطلوق اور مسلسل گوشۂ زندان مین محبوس ابدی ہوا یہ قتل خون سیاوش سے بھی زیادہ چندے اہل روزگار کے واسطے سرمایۂ عبرت رہا ہر چند اس سانحہ کو عرصہ دراز ہوا لیکن داغ اوسکا سینہ بے کینہ پر ہنوز تازہ ہی یہ چند شعر اوسکے بطریق یادگار لکھے جاتے ہین

نہین معلوم پڑا پاے حنائی کس کا
ہاتھ مت رکھو دل پر آتش و بے تسکین پر
شاید نسیم مصر کا آتا ہی قافلہ
نہین معلوم دل مین صفدری کے درد کیسا ہی
صفدری سینہ مین دل کوئی بلا ڈالے ہی آج
صفدری قد کو کہین اوسکے کہا تھا گل سرو
آنکھ اپنی یہ کسکے دُرِ دندان پہ پڑی ہی
ہم شکایت یہی کہ غیرون نے

چھپا ہے ہی حنا کی سی گل قالین پر
نہ چھپو لے کہین پڑ جائین کف سیمین پر
خوشبو کی اک لپٹ سی ہی بیت الحزن کے پاس
کہ ہر دم ہاتھ سینے پر وہ بیتیا بانہ رکھتے ہین
منع مت کر متصل کہتا اگر فریاد ہون
سید بھی اوس شوخ نے کیا کیا نہ سنائین مجکو
جو اشک مسلسل ہی سو موتی کی لڑی ہی
آ شکایت ہماری آپ سے کی ہی

صفوت میر صفوت علی ساکن قدیم لہاری کہ مدت دراز حضرت اجمیر مین متوطن ہو کر روح مطہر پیشواے سلسلہ چشت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یاب ہوے اور اب سات مہینے کے عرصے سے وزیر آباد کی چھاؤنی کے قریب ایک موضع غیر مشہور مین منزوی ہین کتب حدیث کو علماے مکہ سے پڑھا اشعار متصوفانہ زبان فیض ترجمان سے سامع افروز اور طالبان حقیقت کے دل سے ظلمت سوز ہوتے ہین یہ دو شعر ایک مریض

صفوت

با اخلاص کی زبان سے مسموع ہوئے

ای از ہمہ برون و ہم آغوش با ہمہ
چون می ز شیشہ حسن تو بیرون دہد فروغ

گشتی ز ما جدا و نہ گشتی جدا ہنوز
در پردہ و با نگہی آشنا ہنوز

صفیر تخلص زبدۂ خاندان اہلیت اسوۂ دوران مروت یگانہ دوران میان جان جامۂ خلق و حلم اس نیک طینت کی قامت پر راست اور ودیعت سعادت و اہلیت اوسکی گنجینۂ طبیعت مین بے کم و کاست موزونی کے ساتھ مناسبت تمام اور سخن کا مذاق مالاکلام مشورہ اس فن کا اکثر مومن خان مرحوم سے رہا یہ چند شعر اوسکی نتائج طبع سے مرقوم ہوتے ہین۔

کیا خبر تھی کہ اوسی گھر پہ پڑیگا جا کر
بد دعا کرتے تہ گھر غیر کا ویران ہوتا

لب شیرین کے جو بوسہ سے ہوتے لب بند
ہمسے ہرگز بھی ترا راز نہ پنہان ہوتا

جو دل مین یار کے بیٹھا ہی ایک مدت سے
عجب ہی لطف جو ہووے وہی غبار اپنا

نہ تم سے ترک جفا اور نہ ہمسے ترک وفا
نہ اختیار تمھارا نہ اختیار اپنا

کہتے ہو جان جائیے تری اور تمھین ہی جان
ہی ہی خدا نخواستہ یہ سنتے کیا کہا

چڑھتے ہین ہزارون گل تربت پہ صفیر اپنی
مرنا مرا بلبل کی قسمت مین لکھا ہوتا

ای رشک گل صفیر کو کیا جانے کیا ہوا
تیری گلی مین آج صدائے حزین نہین

ہوا ہو سہو تو پھر خوب یاد کر لیجے
کہ رہ گئے کوئی جور امتحان کر لیجے

کچھ ایسا مضطرب ہی نالۂ شوق
گرہ کھلتی نہین بند قبا کی

صفیر تخلص میر امداد علی اوسکا حال کچھ اور معلوم نہین ہوا یہ دو شعر اوسکے سنے گئے سو مرقوم ہوئے

وہان تو عیش مین سرمست خواب ناز ہو تم
تڑپ تڑپ کے گذرتی ہی یہان ہماری رات

صفیر میری شب ہجر ہی مہیب ایسی
کہ چاندنی نہین آتی ہی گھر مین ہماری رات

صفی تخلص محمد صفی اللہ ساکن شاہجہان آباد پچیس چھبیس برس کی عمر ہی اور صرف و نحو کی تحصیل مین مصروف لیکن گاہ گاہ اشعار ریختہ کا بھی فکر کرتا ہی اول لغات مشکلہ وغیرہ مانوس سے زمین سخن کو سنگلاخ سے صعب گذار تر کر دیتا تھا لیکن اب سخن سنجان صاف گو کا کلام دیکھکر اوس طرز کو ترک کیا چند روز سے اوسکے اشعار مین کچھ صفائی بہم پہونچی جاتی

اس مناسبت کے ساتھ اگر کسی سے مشورہ بھی کرے اور جہل طالب علمانہ سے نجات پا کر اس راہ مین چلنے کو سہل نہ سمجھے تو یقین ہی کہ کچھ راہ پر آجاوے یہ ایک شعر اوسکا قایل تذکرہ معلوم ہوا

الله ہر اک دل کے ہی احوال سے آگاہ — گر نالہ فلک رس نہین اپنا تو نہووے

صلاح

صلاح تخلص محمد صلاح کشمیری الاصل اگر شاہجہان آباد مین اقامت گزین ہو غالبًا اوسکی استعداد علمی اور درستی خط سے اہل شہر کو فائدہ عظیم پہونچے یہ دو تین شعر اوسکے اوسیکی زبان سے مسموع ہوے

نفس کز سوز دل خیزد زند آتش جہانی را — مبادا بر سر حرف آوری آتش زبانی را
توئی کز گرمی رخسار گلشن رنگ مے بازی — کجا دانی چسان میسوزد آتش تفتہ جانی را
جہانے نیم بسمل مے طپد ای از خدا غافل — مکن آزردہ ہر دم بہر مشق ظلم جانی را

صمیم

صمیم تخلص مرد آزادہ مزاج لاابالی وضع مخلصی داس محبت ارباب دنیا سے نفور اور ملازمت فقرا ر صافی نہاد سے مسرور طب ہندی مین ماہر اور مجربات بیدک کے وسیلہ سے اکثر امراض مزمنہ کے ازالہ پہ قادر ہی خصوصًا کشتہ ہاے فلزات کے استعمال مین مہارت تمام اور علاج جذام اور وجع مفاصل وغیرہما کی تدبیر مین قدرت ما لا کلام رکھتا ہی زبان فارسی سے بقدر ضرورت آگاہ اور کتب ہنود وعلی الخصوص فن موسیقی کی پوتھیون سے صاحب انتباہ ستار بجانے مین ہوش سر سے اور جان تن سے نکال لیتا ہی مین نے اوسکے نغمۂ دلنواز کو اپنے کان سے سنا اور اوس کیفیت سے حظ دلخواہ اوٹھایا گاہ گاہ ریختہ کی طرف بھی التفات کرتا ہی دو تین شعر اوسکے اوسیکی زبان سے سننے تھے یہ شعر یاد رہ گیا

بھولی بھولی تری صورت سے پڑے دھوکے مین — تو تو عیارون کا عیار ستمگر نکلا

صولت

صولت تخلص قاسم علیخان خلف کاظم علیخان متخلص بحیران ابن نور خان رستم دستان متخلص بہ آگاہ ابن قائم خان مزاری سکنائے بنارس اور روشناس مرحوم معتبر ہی یہ چند شعر اوسکی نتائج فکر سے ہین

تربت مین آنکھین بعد فنا بھی کھلی رہین — تھا زیست مین مزا جو مجھے انتظار کا
ملتے ہو رقیبون سے مرے گھر نہین آتے — اللہ تمھین اتنی بھی فرصت نہین ملتی
کیونکر کرے نظارۂ گل کنج قفس مین — صیاد سے بلبل کو اجازت نہین ملتی

ہی شغل غزلخوانی بہت خوب پہ صولت	دنیا کے ہمین رنج سے فرصت نہین ملتی

صہبائی

صہبائی تخلص جناب فیض انتساب حضرت اوستادی استاد الاناجی قدوۂ کملاے روزگار اسوۂ افاضل شہر و دیار ماہر فنون عجیبہ واقف علوم غریبہ مخدومی مولائی مولوی امام بخش سلمہ اللہ تعالے وطن اباے اس جناب مستطاب کا شہر کرامت بہر تھانیسر صانہا اللہ عن الشر اور مولد گلزمین لطافت آئین حضرت شاہجہان آباد حفظہا اللہ عن الفساد ہی سلسلہ انکے نسب کا سلالہ الاماجد والد ماجد مرحوم مغفور کی طرف سے توفاروق حق و باطل عمر فاروق ابن خطاب علیہ الرضوان اللہ الوہاب تک اور زبدۂ مستورات سراپردۂ عصمت وعفت حضرت والدہ شریفہ غفر اللہ لہا کی جانب سے قدوۂ واصلان درگاہ رہنماے سالکان عرفان دستگاہ محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تک پہونچتا ہی حضرت کے اباے کرام واجداد عظام سے اکثر ایسے ہین کہ اونکا قامت احوال یا لباس سربلندی ظاہری سے آراستہ تھا یا زیور کمالات باطنی سے پیراستہ زبان قلم اگر اس حضرت کی بزرگی و عظمت سے ایک حرف کہے کاغذ بقدر کتاب مہیا کرے اور اگر انکی بہار خلق کی مدح کو لکھے ورق برگ گل سے پیدا کرے لبساط ہستی پر اس جامعیت کے ساتھ کم کسی نے قدم رکھا ہی سخن اس مجمع فضائل کی قدرشناسی پر کیونکر نازنکرے کہ نکات معنی وحقائق بیان ومحسنات بدیعی وتحقیق لغات وتفتیش مصطلحات وتجسس اوزان عروضی وتفحص احوال قوافی حسب تفصیل سے بیان محقق ہین وعویداران کمال سے کسکے خزانہ طبع مین مشاہدہ ہوے ہین صناعت عروض مین تلاش اوزان کی ایسی داد دی ہی کہ خلیل ابن احمد دیار عرب مین اور مولانا یوسف گلزمین عجم مین اگر اب موجود ہوتے تو تحقیق حقائق وتدقیق دقائق کے ارادے سے سفر ہند پر کمر باندھتے تحقیق دوائر مین ایک رسالہ عجیب وعجائبہ غریب تالیف کیا ہی کہ نکات باریک جو کملاے فن کے واسطے مزال اقدام اور مذاق اقلام شمار ہین آئے ہین اوسمین اس بسیط وتفصیل سے مرتسم ہین کہ اونکا مطالعہ باریک بینان دشوار فہم کی نظر مین طرفہ افادہ ہی لیکن افسوس کہ کم فرصتی اسقدر مہلت نہین دیتی کہ تبییض تک نوبت پہونچے اور علم قوافی مین ایک رسالہ موسوم بکافی اس زبدۂ ارباب تمیز نے عبارت وجیز مین ترقیم کیا ہی ہرچند ایک ورق عبارت سے بیش نہین لیکن تفصیل معانی سے ایک کتاب سے زائد تصور کیا جاتا ہی اور اوس مجمل کی شرح مین ایک اور رسالہ تحریر فرمایا ہی مسمے بوافی کہ

مسائل دقیقہ کمال تفصیل سے صورت پذیر ہوئی ہے ماہران فن انصاف کرینگے کہ مطالب متعدد کی توضیح علی الخصوص اوصاف والقاب کا بیان اور تجرید یعنی اون اوصاف سے قافیہ کے خالی ہونے کی حقیقت مین اختلافات مذاہب کی تفصیل کس طرز جدید اور انداز تازہ کے ساتھ جلوہ گر ہے دشوار پسندان باریک بین نے اس نسخہ کو دیکھکر صاف طبیعتی کی داد دی اور کمال منصفی سے زبان پر لائے کہ ہم رسائل مشہورہ مین تحصیل کے وقت ان مسائل باریک سے کچھ اپنی نا واقفی اور سمجھ ادیبا کے لیے اتیازی سے ایسے غافل گذر گئے تھے کہ راہ پر نشیب و فراز ہین گویا کچھ نشیب و فراز ہی نہ تھا ازبسکہ طلب پیشگان علم پر انواع تفضل اور احسانات مبذول ہین اکثر کتب درسیہ فارسی پر شروع مبسوط مرقوم کی ہین کہ حل و دقائق متن کے سوا اور مطالب دقیق اور مسائل غامضہ پر مشتمل ہین اور جوکہ یہ فوائد جلیلہ نعمائے ادب اور فوائد غریبہ مواہب غیب سے تھے ارباب کمال غنیمت کبریٰ سمجھکر ہر طرف سے دوڑ پڑے اور مشل خوان نعما کے ہاتھون ہاتھ لیگئے سواد ہندوستان مین کوئی قطعہ نہین کہ یہ نسخہ دل کی طرح ہر ایک کے بر مین نہو ایک بار یہ بیت ملا کو بھی معانی کی حضرت کی نظر سے گذری

بیت

کشت امید حاصل ازان ماو برعتاب ۔۔ نہیے ز آب سرکش و شیے نیافت آب

اس بیت سے سینتیس[۳۷] نام استخراج پاتے ہین اور سب اصول قواعد معما سوائے تصحیف جعلی اور اسلوب رقمی کے زعم مصنف کے موافق اوس ایک بیت مین جاری ہوتے ہین مبدا فیاض کی اعانت سے اس صاحب دستگاہ تونگر دل کو ایسا ایک نسخہ اند غیر متناہی بہم پہونچا کہ اگر گنج شائگان اسکے عوض مین دیوین تو گوہر بے بہا کو رائگان کھووین یعنی ایسی ایک بیت خلوت فکر سے جلوہ گر ہوئی کہ ہزار گنج شائگان اور صدہا گنج باد آورد اوسکے گوشہ مین ودیعت ہین وہ بیت بھی نظر احباب مین گذرانتا ہون تاکہ معلوم ہو کہ فیض بیدریغ اسیکو کہتے ہین اندا اشنر بے صنعت اسیکا نام ہے

بیت

چو آن مہ روے خود از پردہ ہنمود ۔۔ دل از ما برد و آخر کرد نابود

اصول شانزدہ گانہ تو بالاستیعاب اوس شبستان مین بزم آرا ہین ان اعمال کے فروع بھی اسقدر اوس منظر سے جلوہ گر ہین کہ تجلی کی طرح اون شاہدان قدسی کی نقاب کشائی تکرار نہین رکھنے معہذا ساڑھے تین سو نام[۳۵۰] اوس سے مستخرج ہوتے ہین اور اسکی شرح مین

ایک کتاب مرتب فرمائی گنجینہ رموز نام کہ اطراف دیار مین برات روزی کی طرح ستے مرزوی حیات کے ہاتھ مین ہو اور اس کتاب کی تالیف کے بعد غواصی فکر نے صدف تنگ حوصلہ اور کیسۂ تنگ ظرف یعنی بیت کو کبھی ستے ڈیڑھ سو گوہر بے بہا حاصل اور جمیع اصول اور بیشتر فروع اعمال معما سے اوس مین جاری کئے اور عجب یہ ہو کہ جناب مستطاب کی رسائی فکر سے وہ دونون عمل کہ مصنف کا دست فکر اونکے دامن احوال تک نہ پہونچا تھا اس خوبی سے اوسمین جاری ہوے کہ زبان سوسن با وصف کم سخنی کے صداے تحسین کو ضبط نکرسکے اسکی شرح مین بھی ایک رسالہ علیحدہ مرتب ہوا مخزن اسرار نام اہل انصاف فرماوین کہ عہد آدم اس دم تک مالکیت اس فن کی سواے اس صاحب فضل و افضال کے کس خداوند کمال کو حاصل ہوئی ہو سچ تو یہ ہو کہ نہ تو ایسی روش مین مسئلہ اسی طرح کے کلام کا وصف حال ہو سبحان اللہ کیا جوہر قدسی ہو کہ اگر زبان ہزار سال جنبش کرے اوسکے اوصاف کمال کا ایک حرف بیان نکرسکے اور اگر نفس سو قرن سخن سرا ہو اوس کتاب کا ایک نکتہ عیان نکرسکے نثر کا رتبہ نثرہ سے بہتر اور نظم کا مرتبہ ثریا سے برتر ریزہ جواہر کا ایک نثر متین اور انشاے دل نشین ہو حضرت ظل سبحانی خلیفہ ربانی سراج الدین بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ کی ستایش مین کمال شہرت سے محتاج ثنا نہین ہو وہ نثر دلکشا اور وہ انشاے جانفزا ایسی مقبول ہو کہ مثل دعاے سلطانی شام و سحر اہل عالم کے ورد زبان اور مانند ثناے بادشاہی کے شب و روز ارباب روزگار کا وظیفہ لب و دہان ہو اور انواع کلام اور اصناف سخن کی کثرت کا تو کیا بیان کیجیے کہ صندوق سینۂ افلاک مین گنجایش پذیر نہین اس تذکرہ مین چند ابیات غزل اور کچھ اشعار قصیدہ اور بعضے نظم متبرکاً مرقوم کرتا ہون تاکہ ارباب فہم و فراست پہ واضح ہو جاوے کہ اسکے سوا جو سخن ہو ایکم کے اشارات بلکہ حیوانات عجم کے اصوات کے قبیل سے ہو

یارب آن کن مجنون دل دیوانۂ ما — کہ شود بال پری نالۂ مستانۂ ما
منکر کفر مشو گر سر ایمان داری — کعبہ یک پارۂ سنگ ہست ز بتخانۂ ما
چون شرر حاصل ما در گرد وست فنا ہست — برق بار یشہ کند سر بدر از دانۂ ما
حسن ہر آئینہ وقف ہست و نگر واقف نیست — ہمہ بر خویش بود جلوۂ جانانۂ ما
واے گر نازعنانش بہ تغافل ندہد — ہست نشتر بکف شوخی افسانۂ ما

جلوه بر خود غلط و عشق نظر باز غیور
طرفه کان بت برخ کعبه روان هم خندد
عقل مے نازد و از سر یقین آگه نیست
کن اشنائے لب دو سه حرف عتاب را
رنگے خم چو گل بپرواز مے زند
دارد اثر ز چین جبین موج خنده ات
امروز تا کرشمه لطفش چه مے کند
چون شمع آرمیدن عمر ست اضطراب
لبریزه حرف شکوه دلدار میروم
صهبا بیا بوسعت رحمت نگاه کن
آرام ما ز طبع جهان شد ز درد ما
مشق جنون نکرده بوادی قدم مزن
صبحیم ضعف ما منگر و از اثر بترس
نه هوائے کعبه در دل نه سر کنشت ما را
بنظاره گاه محشر دل و دیده باز بخشند
چنانکه باده در انگور نیست باده بنام
قبول خاطر کونین را نے ارزم
چو بے طلب بر دوست میروم چه عجب
فلک کاشم یاران رفته صهبائی
شد دلم جلوه گه حسن تو و جانم سوخت
آتشے بود که جز کعبه نباشد سنگش
جلوه اش در شب و انگاه درامن حیا است
بوے پیراهن اگر چاره گر آید وقت است
مرد ره قناعتم دل مزه خوشتر کنخواست
ورنه طبع چه نغیست از همه اغنیا رمن

شمع داغ ست ز خود داری پروانه ما
دست در گردن غیر ست ز جانانه ما
نسخه جهل بود بحث فرزانه ما
از بهر ما دو آتشه ساز این شراب را
دارم خزان رسیده بهار شباب را
یک رنگ کرده ناز تو لطف و عتاب را
رحمت فگنده است بغیر احساب را
دارد بسبزه رنگ بهار رهم شتاب را
خواهم دراز مدت روز حساب را
یک سو بنه شمار گناه و ثواب را
غیره ز خزان عالمے از رنگ زرد ما
امے گرد باد پای دل صحرانورد ما
آتش نهفته زیر بغل آه سرد ما
چو از وشده هم دیگر چه زخوب و چه زشت ما را
لبشد بهم خاک و آخر هم او نهشت ما را
بهر کجا که توقف نیست اعتبار مرا
ز بیکسی لحد آورده در کنار مرا
که عشق پیشه ام و با طلب چه کار مرا
سپرد داغ دل و چشم اشکبار مرا
آتش از خانه من سر زد و سامانم سوخت
برق آن کفر که در خرمن ایمانم سوخت
برده از دیده و پنهان به بیابانم سوخت
دل به بنیابی غم دیده کنعانم سوخت
گر فلکم بے نواخت کام طلب گو ک نخواست
خود سره در عیار خویش ناسره مشترک نخواست

بپشان حسن نگر کز کجا و تا چند ست
بحیرتم که چه از من بهرگ راضی نیست
بکفر من منگر عذر بشنید ار رحم شد
ز ذوق حسن نگر هر نفس بخود بالد
بچشم گاه توان شد ز هستی تا شیرب
پیاله دوست ز هر ذره صد زبان دارد
اگر گل ست و گر خار دل توان دادن
کرشمه اش چه عجب گر بسوخت خرمن طور
چه بود براه فنا بجز محال عنقا نیست
بکن بکن بحضورت فضول نتوان شد
تو نیز پاسے ترا ز شوق خوابش آن رحم دو
بگوی هر تقسیم ای خرد به خویشش بیا
بحسن دوست بگو شوخ تر تجلی کن
تو خواهی ادب و خواهی ز بعد جلوه فروش
گشتن گران ز شکوه لطیفت گناه من
گفتی که میکشد دلم امشب بیک طرف
هر کس کشد و سته بهار و خزان خویش
بحیرتم که دلم قطره بیش نیست ولی
گفتم از سر ازل کنیست کند آگاهم
گفتم آن کیست که در پرده کند زمزمه گفت
گفتم این دل ز چه بیمار بود حیرانم
گفتم اندر دو جهان برگ طرب روزی کیست
گفتم از خیال لبش قاعده دان گشتم گفت
جام هر دو قت حریفان شد و من خرسندم
یا دوان روز که کس محرم اسرار نبود

که بنده گشته و در رتبه خداوند است
بزندگانی دشمن چه گویم خرسند است
که شوق در طلب و دست بدست ما بند است
که هر گهش نگرم جامه در بغلش تنگ است
که شوق ماست بجولان و عذر ما لنگ است
تو بر جنون زده از غفلت این نه فرهنگ است
بهار جلوه چمن مست جام نیرنگ است
که مست گرم شتاب است و عرصه اش تنگ است
بگوشه که منم راه دیگری وا نیست
تو خود نظری کنی آنرا که در خور ما نیست
بهر کجا که رسیدی تماشاش آن بجا نیست
که با خاطر نازک دلان تقاضا نیست
نگاه شوق من است این نگاه موسی نیست
فریب مجنور دان دیده که بینا نیست
گشتن بحرف غیر دل من گناه کیست
غیرت بهم که جذبه بخت سیاه کیست
امروز تا قبول تو مشت گیاه کیست
تو تا خدنگ زدی بجوش خون فرو نشست
گفت در دل کنی از راه توانی دانست
کم کسے هست که این رمز نهانی دانست
گفت این رسم و ره از چشم فلانی دانست
گفت هر کو بجهان قدر جوانی دانست
هر که این نکته بفهمید معانی دانست
صبر بخشید بمن آنکه بمن جام نداد
حسن را جلوه گه و جوش خریدار نبود

در سینه آتش مشتعل در دیده دریا موج زن
چشمت فریبی میکند در کار نا پرسش بود
دیدم سحر صهبائے آشفته در میخانه
همچو شبنم خویش را داغ ز عالم ساختم
مردم و در چشم مردم عالمے تاریک شد
عیش عالم نیست بابت من در ماتم زدم
رنج و راحت هر دو بے دردسر هست نبود
کفر در کیشم سپاس نعمت دیدار اوست
جرم عشقم را جزا شد جور و من از هجر دوست
آنچه گرمی بود یا رب این چه نم کاخراز و
نیست صهباتی چو جام جم نصیبم گو مباد
یاد آیا میکه شور عشق در سر داشتم
شد نے غماز و عالم را بطوفان بر در خست
در دلم شیرین و لیلی هر که شد زخم نو برد
شب خطا تا نیکه رفت از دست من عذرش به
صحبت مرالجنائث که وصهبائیم تام
چه گرمی داشت باپروانه دیدم شمع محفل را
بلب صد نغمه از آزرده یا حسرتے در دل
منگر همت آن جمع که یک گام سفر
هجوم اشک در چشم ترش بین
گذشته از سر خویش و چو نار و ت
مرا اندر بر دندان حسرت
نه زهرش در نگه نے دم مژگان
نیفتد گه نظر بر حال خویشش
شکایتها که بیکردم ز دستش

هر شعله دوزخ آفرین هر موج طوفان در بغل
یک جبهه پنهان وقف لب یک جام پنهان در بغل
حبابے یکجت شعرے بلب اوراق دیوان در بغل
عمرم خورشید گشتم باغسان کم ساختم
من مگر شمعم چو رفتم بزم برهم ساختم
در خورم نبود نشاط و هر با غمم ساختم
فی نمک بر دم بزخمم و فی بر هم ساختم
جاده در هر رنگ و دیدم گرد نے خم ساختم
داغ بر دل همدم و خلدش جهنم ساختم
سینه آتش خانه کردم دیده را یم ساختم
می ز خون دل کشیدم خویش را جم ساختم
دل بغم بسپوختم در سینه اخگر داشتم
ورنه من یک عمر پاس دیده تر داشتم
بسکه در دل نیش مژگان تو کافر داشتم
آرزو بے اختیار و شوق مضطر داشتم
ورنه پاس عصمت شرع پیمبر داشتم
تغافلهاے او در دل گذشت از انجمن رفتم
با چن داغ وفا از پیش یاران وطن رفتم
افگند تشنه لب ز بادیه بزم شان
وفا پرورده من در پرسش بین
لب از زهره جا دو گرسش بین
چو شبنم نذر گلبرگ ترش بین
معطل آن سنان وان خنجرش بین
یکے چشم تغافل گسترش بین
همه وقت لب جان پرورش بین

ز شرم آنکه سحرش را اثر نیست
حیا در نرگس افسونگرش بین

ستم از رخ وفا بست ست بر خویش
گرانی اینقدر در کشورش بین

چو صهبائی شدی در آخر کار
اثرهاے دل و چشم ترش بین

امر نماز و نهی مے بر سر و چشم ما ولے
جبر نفس کافرم اینهمه اختیار کو

شوق بره نشسته را حیله کفایت است و بس
جلوه دوست گو مباش وسوسه غبار کو

من قصائده

صبح بزعم صوفیان از پی بیع جام رز
میفگند ز آستین آنچه ز رشتش هری

موج پیاله دام کن عیش سپیده چیدنیست
کاهوے زرد در بره کند چرا خوری

نقطه زر به پهلوے صفر حل نهاده اند
تا رقم یک از زرش هم ز ثبات لشکری

خاک چمن بصبح گاه گشته ز باد عطر خیز
همچو زباد گربه پید کرده بمشک یاوری

لخلخه ساے دهر شد نافه کشاے صبحدم
طبله مشک شد مشام این نفس از معنبری

گاه چو چشم عاشقان گریه برآرد ابر تر
گه چو دهان گلرخان خنده کند گل طری

گوهر ژاله صبحدم بر رخ شاه اسفرم
برده ز روشنان چرخ رونق آب پیکری

بلبل اژند خوان بصبح زمزمه زد چو زردهشت
شاخ لقب برسمش شهرت گل بآذری

از چه باین ملایمی دل نکشد بباده است
سنگ نموده شیشکے کرده بلور ساغرے

از پے جمع شاهدان خواسته بر بساط بزم
مرزه حباب اخضری ساز ز پرده معجزے

ساقی نسیم ساق را در بر شاخ لبتدین
لعل مذاب موج زن گشته بجام گوهرے

عصمت مهر بکرے غنچه نگه نداشتند
دخت رزست بیحجاب دست چرا نے بری

از پے جام مه مکن ابروے خود پر از گره
از پے مهر عقده را خاصیت است اژدری

چون متعلم و ادیب گشته بمکتب نشاط
ساغر باده جمله گوش بلبله در سخنوری

کاو سفالی از دهن گوهر شب چراغ ریخت
عنبر لاابر فشان تا بر از دو گر خوری

گر نه بقصر نیلگون رسم عزاست مستمر
بر سر این سه دختران از چه جنازه بنگری

بلبله مرغ خوش نواست آتش ترغذاے او
گنبد حباب مے کرده بپیشش اخگری

خیک تنے است بے روان جان جهانش در نهان
بوے تنش چو انگزد نگهت جانش عنبری

زاغ شبه مثال را نور لعل در شکم
دیو زنے سیاه رو حامله گشته از پری

ما قصهٔ حسن را شنیدیم ہمہ — ہر حرف سمن بران رسیدیم ہمہ
نام رخ حور و مہر باہم گفتند — ہر یک پا یان نداشت و دیدیم ہمہ

حق

عالم چو بعشق آن ستمگر آشفت — او خواست کہ نقش دل از و گیر د مفت
چون دیدہ خصم آن تمام عیارے — ور ہا ز میان نمود و آخر بنہفت

قوی

یارب ہر کس ز شوق آتش افروز — گر دیدہ براہ تو سعادت اندوز
چون دیدہ عاشق شدہ ہر جانب او — ہر سو افشاند یک دو اشک از سر سوز

حمید

چون پردہ ز کعبہ رخ آن ماہ کشود — آن خال بران چون حجر الاسود بود
چون زلف نمود خویش را بر وہنش — آن خال کہ مے نمود آخر نہ نمود

معید

ہر کس تبلاش یار اندر تک و پو است — چشم دو جہان بجانب جلوہ او ست
عالم شب یلدا است ز ہجرش لیکن — میگرد د مشرق ار نماید رخ دوست

مقتدر

این چشم من از گہر بساطے پرداخت — چون دید فلک بسو آن گوہر تاخت
گوہر بجمر فزود مفت از دز دی — لیک انچہ ربودہ بود آخر انداخت

قطعہ کہ اوس سے اللہ علی سے نکلتا ہے اور علی اللہ سے اور بھی تعمیم قاعدہ کی کہ ہر ایک نام سے ہر ایک نام مستخرج ہو سکے بشرطیکہ حروف دونون نام کے مساوی ہون

منم نصیر سے آن حاوے سبل کہ بود — ز جیب شاہد کنعان قدس چہرہ کشاے
دلت چو سخرہ بازیچہ ہاے وہم دوئی است — علی یکے چہ شماری ز نہ نود اسما ر
چنین کہ جادہ وحدت سپردہ ست بود — انا الحق از وے و از حق انا علی زیبا
علی ست منتج نام آلہ و نام آلہ — بود ز چہرۂ نام علی نقاب کشا
مزن جراحت منکر براین سخن ز انکار — دلیل قاطع من بس بود براین دعوا

که عین هم الف و هم الف نماید عین
ز هر دو نام چو گیری حروف ملفوظے
و گر بقلب بری آن حروف را دانی
سخن که بهر دو ملک وسیع اسیر است
اگر باهل سخن تازه نغمه زد قلم
حروف مفرد ملفوظے علی است علی
ببین بقاعده کاصل اصول این فن است
الف یک است و همان یا سی است و سی باشد
ز لام زلف توان کرد حاصل و آن زلف
ز عین شمس و ازان سین بگیر و سین شصت است
نود بچشم تو صاد است و میم و پنجه نون
هم از نو بسوے فی توان شتافت ولے
چو یا ده است زده راه گیر جانب نه
ز نه بطار رو و هم نه چو هست پنجه و پنج
ز ها که شش بود اشاره وا فه پیدا کن
چو طا گرفته ز طا نه است حا بر گیر
ز یا الا دو یا هست و هر دو بست بود
رهے دگر ز الف گیر کان یکے ست وزان
هم از الف بسے از سی برو بشهر و ز شهر
اشارتے چو به تصحیف نیست غیر از هشت
و گر ازان همه غین است و قاف این جمله
دو اسم کان بشمار حروف متفق اند
بر آمده است ز زهرا حسین بهر مثال
هم از حسین بزهرا چنان فتد راهست
ازین طریق صفاتِ قلم بگردانم

ز لام لام و ز یا تا و یا ز تا پیدا
حروف مفرده اش گردد از دگر گویا
که این طریق توانی سپرد در همه جا
عنان براه دگر پیچم از زمین ما را
شگفت نیست که گویا طلب کند شنوا
حروف مفرد ملفوظے خداست خدا
فروع را بود از اصل برگ نشو و نما
گهے بلام و گهے سوے عین راهنما
تو خواه جیم کشم خواه دال کو عمدا
ز شصت گاه نود گاه پنجه جلوه نما
ز نون بیا سوے حوت و ز حوت جانب یا
چو فی ست اسم توان یافت ز و مسمے را
و گر تو خواهی ازان ده دو گیر و از دو با
ازان به پنج رو از پنج رو بجانب ها
ز شش دو حرف شمار و بجا د معجمه آ
چو حا بدست تو افتاد ره بسیر سوے زا
ز بست کاف بر آور و نت بود بملا
چهل شمار و از آن جا بسوے میم بیا
بجاه ره بر و از ماه رو بجانب را
که آن ست تا و ثا ذال و شین و ضاد و ظا
ز یکدگر بدر آیند چون قمر ز دجا
باین حساب یک از دیگر ست چهره گشا
بدان صفت که بر آید حسین از زهرا
که از پسر رهست افتد بسیرت آبا
چو گرد باد درین ره کجا شدم ز کجا

علی بود در شہر علوم و کس در شہر
حدیث لحمک لحمی بنوش و چشم مپوش
نصیر مر نکنی ظن ازین سیاق سخن
بشعر بندہ اصنام گشتن آئین است
گمان مبر کہ شدم شیعہ اندرین قطعہ
قدم زہر کہ بود از مدیح بر فلاک ہست
سخن کہ جادہ دیگر گرفت از رہ رفت
پس از رسول ابوبکر و بعد از و ست عمر
قدم چگونہ توانم دران طریق نہاد
قریب او بجذع وزیرے ماند

بغیر در رہ عشق اند کہ وا گذارد پا
بدین چگونہ توانم جدا شدہ از اجزا
کہ این طریقہ نبود ان بود سنت الشعرا
چہ شد کہ بندہ شدم پیش نحو اجہ دوسرا
نعوذ باللہ ازین شیعہ بودن وحاشا
رخ سخن سوے دور چراست نازیبا
بیا بسوے حقیقت مگیر رہ ادا ے
سپس زجامع قرآن علی عقدہ کشا
کہ نیک آگہم از عشوہ ہاے این سبا
کہ رخنہ کرد در ایوان ملت عیسے

باب الضاد المعجمہ

ضابط تخلص مہر علی نوجوان خوش وضع نیک نہاد اور چندروز سے پدر بزرگوار کے ساتھ جذبۂ حب وطن سے تازہ وارد شاہجہان آباد لطافت بنیاد ہی صرف ونحو عربی اور قدرے طب سے بہرہ مند ہی دو تین غزل اوسکی نظر راقم سے گذرین یہ چند شعر انتخاب ہوکر مندرج تذکرہ ہوے

حشر مین خاک سے سب لوگ تو نکلے لیکن
نام کی تو شرم کر ضابط خدا کے واسطے
یون تو ہر ایک سے وہ خلق سے پیش آتا ہی
اپنے شکوے سے تو ہرگز نہین ہوتا مانع

قبر عاشق سے جو دیکھا تو دھوان سا نکلا
یہ ترا گھر ہی تجھے آخرت بہا لیجائیگا
پر ہمین سے نہ کبھی اوسنے کہی پیار کی بات
پر نہ ناصح نادان کبھی اوس یار کی بات

ضاحک تخلص شیخ مراد بخش خیاط درویش صاف باطن ہی جسقدر لباس لوگون کو سیکر پہنایا ہی اوسیقدر اپنا گریبان دست شوق کی درازی سے پھاڑا ہی مولانا فخر الملۃ والدین کے خاندان ہدایت نشان کا مرید عقیدت نہاد ہی اوائل مین گاہ گاہ شعر بھی کہتا تھا ایک دوست نے اوسکے اشعار سے یہ شعر راقم کے سامنے پڑھا

چاک جگر کے سینے مین ٹوٹا ہزار بار
ضاحک یہ رشتہ بھی کہین پیمان یار ہے

ضامن تخلص مولوی ضامن علی اوسکے حال سے سوا اسکے کہ ایک مرد بزرگ

ضابط
ضاحک
ضامن

خوش اخلاق اور مشایخ وضع اور موضع جلال آباد مین مقیم ہی اور کچھ اطلاع نہین یہ شعر اوسکے افکار سے ہی

بت ہوا اوس بت عیار کے آگے ضامن	کچھ تو بن آتی جو کچھ بات بن آئی ہوتی

ضامن

ضامن تخلص محمد ضامن اکبرآبادی مین سکونت قدیم اور حیدرآباد مین راجہ چندو لال کی سرکار مین صیغۂ طبابت رکھتا تھا اول شعر ریختہ بے اصلاح کہتا تھا جب شاہ نصیر مرتبہ اول حیدرآباد مین وارد ہوے اور اونکی شاعری کا شہرہ اوس گلزمین مین بلند ہوا اپنی غزلین اونکی نظر اصلاح مین گذرانی شاہ نصیر اوسکے اوصاف حمیدہ اور محامد پسندیدہ سے اکثر تر زبان رہتے تھے اور اوسکی سنین عمر ساٹھ سے زیادہ بیان کرتے تھے اب غالب ہی کہ عالم فانی کو بدرود کیا ہوگا یہ چند شعر اوسکی غزلیات سے انتخاب ہوے

ہی آج ہر نفس نفس واپسین مجھے	گر قتل کرکے جائین تو احسان ہی آپکا
حاضر ہین دونون چاہو اسے چاہو اوسکو تو	جان آپ کی ہی دل بھی مری جان ہی آپکا
تمکو کیا کیا وفا کے دعوے ہین	خیر کہیے مجھے یقین آیا
کون اوٹھکر گیا کہ تو ضامن	آپ مین اتنا تک نہین آیا
چین لینے بھی نہ پایا تھا کہ پھینکا دل کو	اتنا اے زلف تو شانہ کو بدآموز نہ کر
شیوۂ ظلم مین مشہور رہا عالم مین	قتل سے میرے ہوا اور تجھے کیا حاصل

ضایع

ضایع تخلص میر خیرالدین ناگوری مقیم شاہجہان آباد سادات صحیح النسب سے ہی غالبا کچھ سرمایہ موروث فراہم ہی وگرنہ باوصف خانہ نشینی اور بے روزگاری کے فراخ دستی کے ساتھ معاش کرنی محل تعجب ہی گاہ گاہ فکر شعر کرتا ہی نام شاگردی سے ننگ اور نکتہ گیری اور تعرض اغلاط اوسکے واسطے محرک جنگ ہی یہ دو شعر اوسکی زبان سے گوشزد ہوے

آخر کو ناتوانی اک دن اٹھا ہی دیگی	دوش صبا پہ کب تک مثل غبار پھرتا
ضایع کا اے عزیزو کچھ ڈھنگ ہی نرالا	تا صبح روتے رہنا تا شام خوار پھرنا

ضبط

ضبط تخلص کالے خان اوسکے احوال سے بتفصیل اطلاع نہین مگر اسقدر معلوم ہی کہ سابق پلٹن انگریزی مین زمرہ سپاہ مین منسلک تھا اب مدت ہوئی کہ تعلق سے نفور اور پابندی سلسلہ چاکری سے دور ہی کبھی حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار

اور کبھی سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ فیض بار کی زیارت سے استفادہ باطن کرتا ہی بعض معتبرین مدارج اعلا کا ظن اوسکی نسبت رکھتے ہین راقم جب اوسکی ملاقات سے مشرف ہوا انہی زبان سے کہا کہ اوائل مین گاہ گاہ اشعار فارسی زبان قلم پر گذرے تھے اب بھی کبھی حضرات کی شان مین دو چار شعر کہنے کا اتفاق ہو جاتا ہی اوسوقت جو پڑھا تھا کچھ راقم کو یاد رہگیا جو کہ بزرگان بارگاہ الٰہی کا ذکر برکت میمنت سے خالی نہین ایک شعر ان اوراق مین مندرج ہوتا ہی

عالم ہمہ از فیض در شیخ اکرام ست		سلطان سلاطین جہان شیخ نظام است

ضرغام تخلص مرزا بہادر بیگ نوجوان پہلوان وضع ریختہ گوئی مین نومشق یہ دو تین شعر اوسکے افکار سے ہین

کیا پوچھتا ہی ہمدم حال شکستگان کو		جاتے ہین ہم وہین کو اوٹھتا ہی منھ جہان کو
ای ستمگر سبب خاطر ناشاد نپوچھ		ہمسے مغموم مزا جون کو نکر یاد نپوچھ
خاک ضرغام کا کوسون نہین لگتا ہی پتہ		تیری شوخی نے کیا کیا اوسے برباد نپوچھ

ضرورت تخلص محمد جمیل ساکن قدیم پانی پت بالفعل مقیم شاہجہان آباد اور معلم صبیان ہی گاہ گاہ راقم تذکرہ سے سر راہ ملاقی ہو جاتا ہی یہ شعر اوسکے نتائج افکار سے منتخب ہوا

تاثیر آہ و نالہ معلوم ہی جو کچھ ہی		کیا ہوگے ای ضرورت گر پھر نکل کر ہوگے

ضعف تخلص ہی عابد حسین نام جوان خوشرو و بیباک خوپسندیدہ اخلاق کا کہ اہلیت اوسکی چہرہ کی چون آفتاب سے عیان اور کوکب بخت اوسکے ناصیہ سعادت سے تابان ہی فن شعر مین نومشق اور قابل تربیت ہی یہ تین چار شعر اوسکے افکار تازہ سے لکھے جاتے ہین

ایسا نہو کہ دست نگارین سے کم ہو دل		ای شوخ خوفناک ہین دزد حنا سے ہم
افتادہ رہگذار ہین اس لیے کہ گاہ		کچھ رہروان کار از سنین نقش پا سے ہم
ناصحو کیون ضعف کے پیچھے پڑے ہو خیر ہی		وہ غریب اب ہی گرفتار آپ اپنے حال مین

ضعیف تخلص شجاعت علی اوائل حال مین نواب شمس الدین خان مرحوم والی فیروزپور جھرکہ کی رفاقت مین آسودہ حال اور تحصیل معاش سے فارغ البال زیست

کرتا تھا جب یہ سانحہ ہوش ربا اوس رئیس صاحب اقتدار کا اہل روزگار کے واسطے عبرت افزا ہوا اور پرگنہ مذکور حکام ذوی الاحترام کی ضبطی مین آیا اس عزیز نے والی جیپور کی سرکار مین فی الجملہ ناخن بندی بہم پہونچاکر اور حصول لب نان کو مغتنم جانکر قبایل اور عشایر کے ہمراہ اوسی سرزمین کی سکونت اختیار کی گردش فلکی نے وہان بھی اوسکا قدم جمنے ندیا آخر الامر نواب وزیر الدولہ والی ٹونک کی خدمت سے شرف اندوز ہوا اوس خاک دامنگیر مین چندے خرمی خاطر کے ساتھ قیام کیا چندروز کے بعد اوس نواح مین وباے عام نے افزیاے تناور کو ضعفاے لاغر اندام سے بھی ناتوان تر کر دیا اور بازار موت کا گرم ہوا یہ بزرگ وابستگان جگر خستہ کو ہمراہ لیکر روانہ شاہجہان آباد ہوا کچھ لوگ تو اوسی مرض سے راہ مین ملک بقا کو راہی ہوے اور دو فرزند یہان پہونچنے کے بعد ہیضہ وبائی سے مر گئے بعد اس سانحہ کے تاہل ترک اور آزادی کو اختیار کیا اب فقیرانہ زیست کرتا ہی اور جو کہ دست سوال کو تاہ کر لیا ہی اہل دنیا کی طرف پاے استغنا دراز کرنے مین کچھ باک نہین راقم تذکرہ سے مخلصانہ ملتا ہی لیکن اسقدر لطف و شفقت پر سر راہ کے سوا اور کہین ملاقات میسر نہین ہوئی . یہ دو تین شعر اوسکے اوسی کی زبان سے سنے گئے

عشق کا بوجھ جب لیا سر پر		بار ہستی کو دوش سے پھینکا
اس کلوخ نحس کو ہاتھون نے		کتنے جوش و خروش سے پھینکا
ہم بھی گویا کہ نقش پا ہین ضعیف		جس جگہ بیٹھے پھر وہین کے ہوتے

ضمان تخلص میر محمد کامل شرفاے شاہجہان آباد اور اس خاک فیض بنیاد کے روسا قدیم سے تھا نیک و بد روزگار کو بیتابانہ دیکھا اور گرم و سرد زمانہ کو ہشیارانہ چکھا دس بارہ برس ہوے کہ سفر آخرت کیا شعر گوئی کا بہت ذوق تھا ایک دوست کے پاس دو بیاضین اوسکے اشعار سے سیاہ ہین یہ دو شعر تحریر تذکرہ کے وقت یاد تھے

بھلا دیا ہی ضعف نے گو جسم زار کو		پر پھرتی ہی لیے مری وحشت غبار کو
نہ پہونچی اوسکے دامن تک مری خاک		مجھے شکوہ رہا باد صبا سے

ضمیر تخلص نراین داس پنڈت ساکن شہر کرامت بہر شاہجہان آباد فنون شاعری سے کماہی آگاہ اور عروض و قافیہ مین فصاحت دستگاہ زبان فارسی مین فکر شعر کرتا تھا گو خود ہندی الاصل تھا لیکن اسکے اشعار ایرانی نژاد تھے بارے تلاش معاش مین سرگردان ہو کر سرسہ کی طرف گیا اور اوس نواح مین یاوری بخت سے

کامیاب ہوا کئی سال ہوے کہ زلال دنیا کے شعبدون سے متنفر ہو کر ملک عدم کا سفر اختیار کیا
یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے ہین

تا گل عکس رخت رفت از کنار آئینہ را
مے خلد جوہر زتن مانند خار آئینہ را

چیدہ دامے ہمچو صیادان زجوہر تا شود
طوطی عکس خط خوبان شکار آئینہ را

صاف دل را کے بود با خاکساران دشمنی
نیست در خاطر ز خاکستر غبار آئینہ را

صد شیشہ شراب بہ بزم طرب شکست
دلہا ز دست محتسب بے ادب شکست

شاخ گل یا غنچہ از خاک شہیدان سر نزد
بر سر تربت ز خون آلودہ پیکان کسے ست

مستی چشم کسے سر خوشی بادہ بے
نشہ آن بت میخوار دوبالا افتاد

شد چمن میکدہ تا زنگر وارد ضمیر
غنچہ را درس تبسم لب میخوار کسے

ضمیر تخلص گنگا داس شاگرد شاہ نصیر علم رمل مین صاحب دستگاہ تھا یہ شعر اوسکے افکار سے ہی

جسکو دیکھا کانپتا ہی وہ شرارت سے تری
برق کو بھی اب یہین ہمتو طپان دیکھا کیے

ضمیری تخلص مرزا مظہر تاجدار ساکن بنارس وارستہ مزاج درویش وضع گاہ گاہ خاک شاہجہان آباد بھی اوسکے نقش قدم سے صفحہ ارژنگ پہ ناز کرتی تھی سیاحی کے وسیلہ سے نوادر روم و شام اور غرائب شرق و غرب اوسکی نظر عبرت نگر سے گذر گئے تھے اشعار فارسی اوسکے ہرچند تلاش معنی سے خالی تھے لیکن پاکی زبان اور درستی محاورہ سے خالی نہ تھے زبان ریختہ بھی صاف ہی مگر اوس سے کم مشقتی تراوش کرتی ہی اب عرصہ دس برس کا ہوا کہ عالم سپنجی سے سفر آخرت اختیار کیا یہ چند شعر ریختہ ہم پہونچے گئے

ہم نہ کہتے تھے ضمیری بیوفاؤن سے نہ مل
اپنے کامون کا نتیجہ تجکو حاصل ہو گیا

ہائے مطعون شیخ و شاب ہوے
تجھسے ملک بہت خراب ہوے

یون عادتون کو تیرے کیا کیا نہ جانتے تھے
لیکن تجھے ستمگر ایسا نہ جانتے تھے

کیا دن تھے وہ کہ تیرے تھے نام سے نہ واقف
اور اس گلی کا ہرگز رستہ نہ جانتے تھے

ضمور تخلص منشی کمال الدین ساکن قدیم الہ آباد دہلی عمر اوسکی نوے برس سے متجاوز اور مدت سے اختلال حواس اور فقدان بصارت سے خانہ نشین اور کنج عزلت

یہین خلوت گزین ہی

سینے مین رہی آگ بھڑکتی کی بھڑکتی
اب دیدۂ تر تو تو کسی کام نہ آیا

عشاق تفتہ جان پہ کبھی اک نگاہ بھی
امیدِ برق منتظر ہی ہم مشت گیاہ بھی

مشکل نہین ہی ربط کسی کا کسی کے ساتھ
پر اوسکے ساتھ شرط ہی کچھ اک نباہ بھی

دیکھنا ہی تو دیکھ لو ضو کو
آگے کیا جانیے کہ کیا ہو جاے

ضیا تخلص ولی اللہ اکبرآبادی یہ دو شعر اوسکے سنے گئے

رہیگی یون ہی اگر دل کو بیقراری رات
الہی جانے کہ کیونکر کٹے ہماری رات

نہین امید کہ تا صبح اپنی جان بچے
یونہین رہا جو رگ و پے مین درد ساری رات

ضیائی تخلص زبدۂ سادات کبار سلالۂ شرفاے عالی تبار میر بدر الدین فن فارسی مین دستگاہ تمام اور نظم و نثر مین قدرت مالاکلام ہی اخلاق پسندیدہ ہین اور اطوار برگزیدہ کردار کو گفتار کے ساتھ پیوند اور باطن ظاہر کی طرح ارجمند طبیعت بہت سلیم اور فکر نہایت رسا پایۂ شعر کی بلندی اور طرز سخن کی خوبی اندازۂ بیان سے خارج ہی یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے ہین ع

ضبط آہ و نالہ مدت سے کیا کرتے تھے ایک
اب وہ راز دل ہمارا آشکارا ہو گیا

نو بہار آئی جنون کا دل مین پھر طغیان ہوا
پھر گل داغ جگر کے واسطے سامان ہوا

پاس اپنے کیا دھرا تھا اے فلک جز نقد دل
وہ بھی اے ظالم نیاز ناز خوبان ہو گیا

کیا کیا ہی ناز حسن رخ آفتاب کو
چہرہ سے تو بھی اپنے اولٹ دے نقاب کو

ساقی نکال شیشے سے جلد اب شراب کو
پردے مین کیون چھپاے ہی اس بے حجاب کو

کعبے مین اور دیر مین دیکھا نہ ہمنے فرق
پایا ہر ایک نبض مین اک اضطراب کو

چشم پر آب پر مری کرتا ہی چشمگین
چشم حیا ہی دیکھو تو کچھ بھی حباب کو

ٹپکا لہو نہ چشم ضیائی سے آخرش
مدت ہوئی تھی سہتے ان آنکھون سے آب کو

جوش وحشت اس جہان مین لیکر آیا ہی ہمین
اب کہان جاوینگے یان سے ٹھوکرین کھاتے ہوے

ضیغم تخلص شاہ کلو درویش بے نوا فقراے ملنگ کے ساتھ قدم اعجاز توام خلاصۂ ما دو طین رسول مقبول کی زیارت کے واسطے بعد ایک سال کے وارد دہلی ہوتا ہی آزاد محض اور وارستہ صحبت ہی خط نستعلیق اور شفیعا مین بمثل کلام مجید کو ایام لکھو لیتے ہین

حفظ کیا قدما کے اشعار حد سے زیادہ یاد اور وضع بے پروائی سے دل شاد ہر یہ دو شعر اپنے نتائج طبع سے کاپی کے کاغذ پر اپنے ہاتھ سے لکھکر راقم اثم کو دیے تھے ہر چند یہ اشعار بھی اچھے ہین لیکن وہ رقم سرخط تعلیم اور صاحب دولتان اقبال مند کی خط تقدیر کے مانند سر پہ گھنے کے لائق ہر وہ اشعار نظر تماشائیان تذکرہ سے گذرتے ہین

ساقی بہ یکے جرعہ خرد از سر من بر ای سایہ رحمت کہ توا از سایہ شدی پاک	زین ہوش ربا بادہ و می بے خبرم کن دامن ز سر لطف بیا و بسرم کن

باب الطار المہملۃ

طالب تخلص محمد یعقوب فرزند رشید و خلف سعید قاضی فیض اللہ جوان نیک نہاد اٹھارہ اونیس برس کی عمر ہر اور علوم ضروری سے بہرہ وافر رکھتا ہر طیب اخلاق سے نکہت گل تحیر اور سنگینی حلم سے گرانی کوہ منفعل رسائی طبیعت اور اصابت فکر اور سلامت ذہن حد وصف سے خارج ہر بسبب موزونی طبیعی کے شعر گوئی کی طرف ملتفت ہر اور حافظ قطب الدین مشیر سے مشورہ کرتا ہر یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے مرقوم ہوتے ہین

گھبرا کے میرے گھر وہ گل اندام نہ آیا	یہ جذبہ الفت بھی کسی کام نہ آیا
کیونکر دل بیتاب کو تسکین ہو طالب	قاصد نہ پھرا وصل کا پیغام نہ آیا
تو مجھکو ستاتی ہر عبث حسرت دیدار	روزن بھی ہر ابند وہ دیوار کا اتنو
ہر بات پہ وہ آگ ہوا جاے ہر ہمدم	اولٹا ہر اثر آہ شرر بار کا اتنو
دل لیتے ہی وہ بات رہی اوسکی نہ طالب	ہر اور مزاج اوس بت عیار کا اتنو

طالب تخلص حافظ طالب ساکن رام پور شاگرد مولوی قدرت اللہ شوق تخلص کہتے ہین کہ کتب درسیہ عربی کو نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ پڑھا تا ہر یہ شعر اوس صاحب استعداد کا مسموع ہوا

چیر سے سینے کو شوق کیجے دل دلگیر کو	یہی دو جاگہ ہین اور کیا گھایا مین تیر کو

طاہر تخلص محمد طاہر قندھاری زبان فارسی مین بہت سلاست روانی کے ساتھ تکلم کرتا ہر عروض و قافیہ سے بھی فی الجملہ واقف ہر اور صرف و نحو عربی مین استعداد کامل اور مسائل ضروریہ صوم و صلوٰۃ کا استحضار معقول ہر بصحبت اہل ہند سے زبان اردو صاف اور ریختہ کا طرز دلچسپ ہر یہ شعر اوسکا یاد تھا

ناز کرتی ہوئی ہم پر جو صبا آتی ہی ‏ ‏ کوچۂ زلف سے اوس شوخ کے کیا آتی ہی

طرب تخلص ہی زبدۂ جوانان اہلبیت گزین اسوۂ سعادت کیشان زمانہ حال وپیشین خوش اطوار پسندیدہ کردار سلالہ خاندان کرام مولوی رحیم بخش نام کا کہ کرم اخلاق اور طرز وفاق مین مشہور اور نواسہ حضرت بابرکت قدوۂ ارباب صفا عارف معارف ہر سے مرتقی مدارج کمال امام ائمہ حال وقال شیخ نور محمد قادری تھانیسری مغفور کا ہی طبیعت قویم کی اعانت اور ذہن سلیم کی امداد سے کتب متداولہ فارسی کو تحقیق وتدقیق کے ساتھ پڑھا اور ضروریات نظم ونثر کو کماہی دریافت کیا استفادہ فوائد علمی کا مرجع جناب اوستادی مولائی مولوی امام بخش صہبائی مدظلہ العالی علی مفارق الانام اور اصلاح شعر کے واسطے آب صاحبزادے حضرت اوستاد ممدوح مولوی عبد الکریم سوز سلمہا اللہ المنعام اگر مشق سخن کا سلسلہ یونہین دراز رہیگا تو یقین ہی کہ پایۂ کلام ارتقا اور فرق سخن سنجی اعتلا ہم پہونچاوے کہ طبیعت تحقیق طلب اور سلامت ذہن رہنما ہی اور تاریخ گوئی مین تو مبدأ فیاض نے ایسا ید طولے عطا کیا ہی کہ اوسکی شرح حیز تقریر سے خارج ہی یہ چند شعر اوسکے طبعزاد ہین

مرغ دل مشتاق ہی تیری مژہ کے تیر کا ‏ ‏ دل نہ توڑا چاہیے صیاد اس نخچیر کا

برگشتگی سے طالع بلبل کے خوف ہی ‏ ‏ پھر جاے آنے نہ موسم بہار کا

آتش مزاجیون کا نتیجہ ہی مفلسی ‏ ‏ خالی رہے ہی نیچہ ہمیشہ چنار کا

قتل تو کرتا ہی مجکو پر یہین ہون برگشتہ بخت ‏ ‏ خوف یہ ہی منھ نہ پھر جائے تری تلوار کا

سمجھتے ہین کہ ہی صیاد درپئے آزار ‏ ‏ اور اسپہ دھیان ہی گلشن مین آشیانے کا

دو ہی دن مین کچھ سے کچھ احوال میرا ہوگیا ‏ ‏ جو مجھے دیکھے ہی کہتا ہی تجھے کیا ہوگیا

ہمصفیرون چھوٹنا کیسا کہ آتی ہی بہار ‏ ‏ اور وو ناسلم میری جان پر ہونے لگا

ملینگی دیکھینگے کس کس ستمزدے کی داد ‏ ‏ کبھی جو عرصۂ محشر مین فتنہ گر آیا

اے طرب عشق سے پرہیز ہی لازم تجکو ‏ ‏ جان جائیگی کسی بت پہ اگر دل آیا

آفت زدے تھے اور بھی دنیا مین اے فلک ‏ ‏ کیا خاک مین ہمین کو ملانا ضرور تھا

نسبت ہی ملتی ہی اوسکی طرب سے کچھ صورت ‏ ‏ موا پڑا ہی ترے در پہ اک جوان کیسا

ہین ہاتھ مین سفاک کے یہ تیغ وسنان آج ‏ ‏ دو چار کے سر جائینگے دو چار کی جان آج

لیویگا کیا طرب تو کوے بتان مین جا کر ‏ ‏ مرد خدا کوئی دن بیٹھا خدا خدا کر

آگے کو دل لگانے کی توبہ ہے اے طرب
تو رہتا ہی نہیں مجھکو ٹھکانا کوئی
ایک دم کی تو ہے کل زیست طرب مثل حباب
نہ پھینکا اس طرف تیر نگہ اوسنے تغافل سے
ہمارے سینے مین دل ہمارا ہمین پہ آفت اوٹھا رہا ہے
ہوا سے شوق سے اوڑ کر چمن مین پہونچینگے
کیون کرو ترک ملاقات کو رفتہ رفتہ

پر اب کسیطرح مرے قابو مین آ تے دل
پھر پھرا کر ترے دروازے پہ آجاتا ہون
اور پھیر موج حوادث کے ہین ٹھکے لاکھون
تو ہم سمجھے کہ ہم پر رحم آیا ناوک افگن کو
عدو کے جورون کی کیا شکایت کہ دوست اپنا ستا رہا ہے
نہین سہی ہم اگر بال و پر نہین رکھتے
یہ ہین کہدو کہ ترے ملنے سے ہے عار مجھے

طرب تخلص موتی لال شاگرد شاہ نصیر مرحوم اوسکا حال سوا اسکے کہ قوم کھتری اور روزگار پیشہ تھا اور کچھ معلوم نہین ایک شعر اوسکے نتائج افکار سے مسموع ہوا اثر سخن سے معلوم ہوتا ہے کہ اوستاد کے طرز مین اہتمام اور اس وضع خاص مین قدرت تمام رکھتا تھا

نہین گوندھی ہے چوٹی دست مشاطہ نے جانان کی
یہ مشکین باندھ لین ہین اوسنے دزد دین ایمان کی

طرب تخلص دھومی لال برادر زادہ حقیقی راجہ کنول نین قوم کایستھ متوطن شاہجہان آباد شاگرد شاہ نصیر مرحوم صاحب طبع سلیم اور سخن سنجی مین مشاق قدیم ہے مکان شاہ نصیر مرحوم مین بیضرورت تو یہ کبھی ایسا نہین ہوا کہ شب مشاعرہ کو سخنوران شیرین کلام کے ساتھ ہم ترانہ نہوا ہو یہ اشعار اوسکے دیوان سے انتخاب ہوے

مین ہی کیا تمہارے کوچے سے دیکر سر اوٹھا
جو گرا آنکھون سے پھر ہوتا نہین ہے سر بلند
اک بار کرو قتل تو جھگڑا ہی یہ چکجاے
ابرو مینا و مرد ساقی و مطرب ہے طرب
تیرے مجنون کے گلو مین نالہ آہن گداز

جو بشکل نقش پا بیٹھا سو وہ مٹ کر اوٹھا
کس نے دیکھا ہے کہ اشک آنکھون سے پھر گر کر اوٹھا
ہر روز کا تو جور و ستم اوٹھ نہین سکتا
کیا مزا تھا جو مرے پاس وہ دلبر ہوتا
آنکر اٹکا تو پائی طوق گردن ہو گیا

طرز تخلص ہے احمد حسین کا کہ تلمیذ ہے جناب فیض مآب اقبال پناہ دولت دستگاہ ماموے صاحبزادگان مرزا محمد خدا بخش قیصر تخلص کا جوان موزون طبع اور خوش فکر ہے یہ چند شعر اوسکے افکار سے انتخاب ہوے

دل کا ترے ستانا جا نہ ہمنے ورنہ
پڑی ہین حسرتین خون گشتہ لاکھون

نہ گریہ بے اثر تھا نہ نالہ نارسا تھا
مرے مدفن سے اوسکے رہگذر تک

اتنا تو صبر دے ہمین یا رب کہ ہجر وصل	جلدی کرین نہ اوس بتِ دیرآشنا سے ہم
دیکھنا خال و خط و زلف کا منظور نہین	طرز ہم قدرتِ خالق پہ نظر کرتے ہین
ابکی ملجاے وہ تو کام نہین	اگلی پچھلی حکایتون سے ہمین

باب الظاء المعجمہ

ظالم تخلص ظالم سنگہ برہمن اوائل حال مین زمرۂ متصدیان سرکار بیگم سمرو مین منتظم تھا جب بیگم موصوفہ نے وفات پائی اور پرگنہ اوسکا ممالک مقبوضہ حکام وقت مین داخل ہوگیا فرط خانہ نشینی سے تہیدست اور تنگ عیش ہوا اور کثرت احتیاج سے گدائی تک نوبت پہونچی آخر تعلیم اطفال کو وسیلہ تحصیل معاش کرکے اوقات عمر کو تنگی و ترشی سے بسر کیا اکثر شعر فارسی اور گاہ گاہ فکر ریختہ کرتا تھا یہ دو شعر اوسکے مسموع ہوے

ہم رہے گلچین ہمیشہ گرچہ باغ عشق سے	مفلسی کا داغ سوزان تر ہر داغ عشق سے
دن تو رو پیٹ کر کٹے لیکن	ہجر کی شب پہاڑ آتی ہے

ظاہر تخلص رام پرشاد قوم کھتری شاگرد مرزا رحیم الدین ایجاد نوجوان خوش اخلاق ہے اور فن سخن سے مناسبت تمام رکھتا ہے اتباع عالم تو مشقی ہے رفتہ رفتہ سخن ایک اسلوب دلپذیر پکڑ جائیگا یہ چند شعر اوسکے کلام سے تحریر ہوے

مین خاک ہون ہوئے شاید مجھی کو راہ وان	یہ لوگ کتنے ہین دل مین ترے غبار آیا
وہ کس ستم سے خجل ہے کہ ہے وہ حد سے زیاد	کہ اب جو سامنے آیا تو شرمسار آیا
بہار آئی ہے ظالم خدا خدا کرکے	مٹا نشان نہ بلبل کے آشیانے کا
تغافل اور یہ دل کی کشش خدا کی ہے شان	یہ ڈھب ہی اور نکالا ہے دل چرانے کا
بچے دل اوس بتِ بیداد گر سے کیا ظاہر	کہ سادگی پہ وہ عیار ہے زمانے کا
ظاہر گر ایکبار بھی جاوے تو یون کہے	آتا مجھے پسند نہین بار بار کا
ہمارے سر پہ کوئی آئے کوئی جائے پہ ہم	سوا اسے کہ یہ کیسی خبر نہین مجھے
صبا ترے ڈر سے ہون خاموش ورنہ بیان	مین اور چین دیوے گھڑی بھر فغان مجھے
ظاہر تجھے وہان سے نہ روکون تو کیا کرون	نادان بہت عزیز ہے تیری تو جان مجھے

ظرافت تخلص ہے ایک زن پردہ نشین کا اگرچہ کسی عہد مین شوخ ادایان دلربا کے زمرہ مین

شمار کیجاتی تھی لیکن اب جو گلزار حسن مین خزان اور کنعان جمال مین قحط ہی اوس نونہال حمیدہ کو شاخ خمیدہ کے ساتھ مشابہت بہم پہونچی اور وہ صاحبی بندگی کے ساتھ مبدل ہو گئی ہیہات یہ کیا بات ہی ایک طرح کے حسن سے اب بھی خالی نہین پہلے حسن خلقت تھا اب حسن خلق ہی کتنے ہین شعر بھی کہتی ہی غالباً شکایت یاران دلچسپ جو اوسکو اب منھ نہین لگاتے اس پردہ مین دل سے نکالتی ہی ایک شخص نے کہ اوس سے معرفت سابقہ رکھتا ہی راقم ہیچمدان کے سامنے پانچ چار شعر پڑھے تھے ہرچند کوئی شعر قابل تحریر معلوم نہوا لیکن تذکرہ کی ضرورت سے یہ ایک بیت مرقوم ہوئی

اوسکے لب ہین شراب سے بہتر / حسن ہی آفتاب سے بہتر

ظریف تخلص میر امان اللہ اصل اوسکی لاہور ہی لیکن چالیس برس سے ترک وطن کیا اور بیشتر بنارس اور کمتر شاہجہان آباد مین مقیم رہا اب حسب ضرورت عیال اور اطفال کے ساتھ بلدۂ لکھنؤ مین ہی یہ شعر اوسکا یاد تھا

وعدۂ وصل تلک کیون نہ جیے صد افسوس / مرکے ہم ایسے پشیمان ہین کہ جی جاتے ہی

ظفر نام نامی اور اسم سامی آرایندہ ملک وکشایندۂ اقلیم طرازندۂ تخت فرازندۂ دیہیم مالک رقاب امم خورشید علم مریخ حشم ماحی آثار جور وبیداد قامع بنیان شر وفساد بانی بناے جہان بانی موسس اساس مملکت ستانی جہانیان پناہ ملائک سپاہ والی زمان وزمین صاحب تاج ونگین سکندر شوکت دارا حشمت کسرے ایوان افراسیاب توان حاتم سخاوت رستم شجاعت فریدون فر جمشید افسر سلیمان جاہ زیبندۂ افسر وگاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ وسلطانہ وافاض علی العالمین برہ واحسانہ کہ گردش چرخ اوسکے حکم قضا توام سے وابستہ ہی اور توسن فلک اوسکے امر نافذ کی عنان کشی بغیر پا شکستہ ہی نوشیروان اوسکے ایوان کا ادنی دربان اور حاتم اوسکے مائدۂ احسان پر ناخواندہ مہمان رستم اگر اوسکی حمایت پر تکیہ نکرتا تن تنہا صف اعدا پر حملہ آور نہو سکتا اور دریاے نیل اگر اوسکے مجاہدان عساکر کے عرق سعی سے طغیان مین نہ آتا لشکر فرعون کو نہ ڈبو سکتا باد صبا کو حکم ہی کہ کیسۂ غنچہ کی گرہ بے احتیاط نہ کھولے تاکہ زر گل مین نقصان نہ آوے اور باد صرصر کو تاکید ہی کہ صحن چمن مین بیباکانہ نہ چلے تاکہ ضعفاے سبزہ کے سر وگردن مین ضرب نہ پہونچ جاوے نیزہ اوسکا متاع شجاعت کے تولنے کے واسطے سینۂ اعدا مین ترازو ہی اور تیغ اوسکی فتح اور

نصرت کی پشتی کے لیے دو ستون کی قوت بازو ہی اوسکی سخاوت کے عہد مین زر کو دست
لئیم سے نجات اور اوسکے انصاف کے دور مین ستم کی جان مور د آفات ناموس شریعت کے
پاس سے دختر رز پردہ مینا مین مستور خاکساری کی کیفیت کے لحاظ سے منصور کی انانیت
بندگی کے نام سے مشہور اقبال اوسکے دولتخانہ کا دربان اور دبدبہ اوسکی بارگاہ کا پاسبان
تیر ارش اوسکے میدان شجاعت مین زبان خار سے خجل اور گرز فریدون اوسکے عرصۂ جہان
مین سر تازیانہ سے منفعل قدردانی سخن سے عبارت مین دوائر ہمپائی در اور الفاظ منظوم
گنج گوہر سخن اوسکے لب سے ہمپایہ اعجاز اور مضمون نیاز اوسکے اشعار مین ہم پہلو سے نازنینان
محفل قدس ہر راہ سے اوسیکے جادہ قلم مین عنان افگن ہین اور نازنینان ملک تقدس
ہر طرف سے اوسی کے میدان صفحہ مین گامزن ہین اوسکے قلم کی صریر ہی یا خوشخرامان معنی کی
آواز پا اوسکے الفاظ سے فروغ معنی جلوہ گر ہی یا مہوشان سے پری نقاب کشا سلسلۂ سطور پرتو
مضامین سے شبستان صفحہ کے واسطے فتیلۂ چراغ دوائر حروف کیفیت معنی سے بزم اوراق مین
خط ایاغ بزم معنی کی رنگینی پر تو محرر مہ مین داد کی تری خون و خوسہ حرفون کے دائرے اشعار متصوفانہ
مین دیدۂ بینا اور ابیات عاشقانہ مین چشم گریزا اور مین السطور بہاریہ مین خیابان اور
فلکیات مین کہکشان نفس شگفتگی الفاظ سے نسیم چمن اور نگاہ تازگی رقم سے ریشۂ یاسمن
مصرع قامت شمشاد بیت ابروے خوبان خلخ و نوشاد ہان رہی خامۂ سبک جولان آہستہ
خرام کر کہ ثناے شاہی وہ صحراے ناپیداکنار ہی کہ پیک خیال ہزار برس بادیہ پیمائی کرے اوس
راہ دراز سے ایک مور ضعیف کے نقش پا کے برابر طی نکر سکے اب اس شغل خطیر سے ہاتھ اوٹھا
اور یہ تو بیان کر کہ اس شہنشاہ گردون بارگاہ کے نام بلند مقام کو اسامی رعایا کے ساتھ
بالش صفحہ پر ہمنشین کرنا کس مشیر کی اجازت اور کس صلاح کار کی رخصت ہی ہیہات ہیہات
اسکا جواب مدعاے عاشق سے زیادہ ترلب اظہار پر آمادہ ہی اور سایہ سے زیادہ پیش پا افتادہ
اس باب مین مشیر کے مشورہ کو کیا بار اور صلاح کار کی اجازت کو کیا گزار مشرق مطلع سے
مغرب مقطع تک اوسی آفتاب گردون قباب کی سیرگاہ ہی علاوہ اسکے یہ باب تو اوس شاہ
خورشید کلاہ کے نام بلند مقام کے واسطے حکم تختگاہ کا رکھتا ہی اور کیونکر متصور ہی کہ تختگاہ
قدوم ہمایون شہنشاہ سے مزین نہو بہر کیف ضمیر معنی یاب مناسب سمجھتا ہی کہ جو ثنا مدح سے
ناطقہ کوتاہ ہی اس مقام مین اشعار شعری شعار سے کچھ کچھ درج صفحہ تحریر کرے کیا ابیات

مذاق اس سے لذت اور اہل دل دس سے معرفت حاصل کرین

دل کا کچھ کام نہ تجھ سے بت پرفن نکلا
دوست جانا تھا تجھے جان کا دشمن نکلا

عشق نے کیا جانے کیا سینے مین بھڑکائی ہی آگ
اب جو سینے مین مرے ہر داغ اخگر سا بنا

شمع نے رو رو کے کاٹی رات سولی پر تمام
شب کو جو محفل سے تو اے زیب محفل اٹھ گیا

سوون مین گیا کہ مرے پاؤن کو بھی زندان ہا
آرزو سے خلش خار نے سونے نہ دیا

پاس نہ غم رنج و تعب میرے ہوے دشمن جان
اے ظفر شب انھین دو چار نے سونے نہ دیا

دیکھکر اوس بت کافر کے ستم
اے ظفر مجھکو خدا یاد آیا

یاد مین اوسکے گل عارض کے اشک خونین ریتا
لی جدھر کروٹ اودھر بستر گلابی ہوگیا

گردش چشم بتان سے دل کو ہو کب مخلصی
حلقۂ گرداب سے نکلے ہے کب ڈوبا ہوا

خار سا کھٹکے ہے جی مین اوسکی مژگان کا خیال
ہے رگ جان مین یہ نشتر کیا غضب ڈوبا ہوا

آیا مژگان سے میری جیب پہ سو بار سرشک
پر غبار اسکے نہ دل پہ کبھی دھو کر آیا

مثال نقش قدم بیٹھ کر اوٹھون کیونکر
ازل سے حق نے مجھے ناتوان بنایا تھا

بیان کیجے اگر احوال اپنی شام غربت کا
گریبان تا بدامن چاک ہو صبح قیامت کا

جنون صد آفرین کیا ہی اوڑائین دھجیان تونے
رہا پرزہ نہ دامن کا نہ اک ٹکڑا گریبان کا

خاک ہو کر بھی بگولے کی طرح چین نہین
حال ابتر ہے تجھ تیرے ہواخواہون کا

جلا جی نہ دل مفت لیکر کسی کا
کہا بھی تو مان اے ستمگر کسی کا

بیٹھا تھی دل سے یہ حالت ہے کہ اب تو
اشک آنکھ سے بھی میری روان ہو نہین سکتا

ظہور تخلص زبدۂ اہل کمال قدوۂ ارباب فضل و افضال واقف اسرار خفی و جلی مولوی ظہور علی وطن اصلی اس منظر آثار اخلاق کا ہریانہ اور اب مدت سے مسکن و ماوا خاک شاہجہان آباد دہلی ہے چھ سو برس کا عرصہ گذرتا ہے کہ مولانا شیخ کریم الدین جو اس زبدۂ اہل فضل کے جد امجد تھے بخارا سے ہندوستان مین تشریف فرما ہوکر چندے قصبہ رہتک مین قیام پذیر اور پھر جھجھر مین ساکن ہوے لیکن من بعد بزرگان والا قدر نے قصبہ دادری مین توطن اختیار کیا سلسلہ اوسکے اجداد کا محمد ابن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے اور والدہ ماجدہ اوسکی زبدۂ اولاد امجاد غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور بنت مولوی فضل علی مغفور ہے اور یہ غفران مآب حضرت سید بشیر محمد قادری برہانپوری کی اولاد سعادت نژاد سے تھے

یہ حال ہے اوسکے آباے کرام اور اجداد عظام کا اسپر اوس سرور مکارم کے اوصاف مذکور ہوتے ہیں کہ اوسکی ذات مقدس صفات میں خلق اور تواضع ایسی ہے جیسے گل میں آب اور دل میں کرم و مروت اس طرح جسطرح خورشید میں نور ہے فائق علوم سے آگاہ اور غوامض فنون میں کامل دستگاہ فن سخن کو جناب مغفرت مآب حافظ عبد الرحمن خان احسان اور شاہ نصیر اور مومن خان مومن مرحوم سے کسب کیا ہے تاریخ گوئی کی طرف توجہ تمام اور مادہ ہاے غریب کے استخراج کی جانب التفات تمام ہے والد ماجد اس یکتاے عصر کے مولوی فتح علی نام فن فارسی میں یگانۂ روزگار اور وحید شہر و دیار تھے الولد سر لابیہ کا مضمون اس زبدۂ اہل سعادت کے حال پر صادق ہے کہ علوم ادبیہ خصوصاً شعر کو رونق و بہا اور تحقیق و تدقیق مقاصد کو ضیا ایسی دی ہے کہ زبان اوسکے اوصاف میں لال ہے یہ چند شعر اوس صاحب سخن کے صفحۂ تحریر پر جلوہ طراز ہوتے ہیں

قدم دیر سے پہلے یہاں دم نکل گیا | نکلی نہ ہاے اوس ستم ایجاد کی ہوس
گر دشمن ہے تجھے چشم کے مانند ہمیشہ | آوارہ ہیں گھر میں ہوں مسافر ہوں وطن میں
عالم میں ہے یوں ہستی موہوم ہماری | موے کمر یار ہو جس طرح بدن میں
خط کے اٹھے پہ کہاں وہ رخ گلگون کی بہار | باغ سبزہ اب نہ کہا ہے گل خندان ہمکو
سامنے اوسکے نکلنے کی نہیں بات ظہور | گھر میں تم منھ کے باتیں ہی بنا جانتے ہو
ہے چار طرف حسن کی جسکی یہ تجلی | وہ شاہد یکتا نہیں معلوم کدھر ہے
اے اشک عرق دیدۂ نمناک سے باہر | جاتا ہے کہاں تو تو مرا لخت جگر ہے

ظہور تخلص احمد یار خان اصل اس جوان لطیف نہاد کی مرشد آباد ہے لیکن ایام طفلی سے کسی امر کے سبب والدین سے آزردگی بہم پہونچا کر چندے بنارس میں قیام کیا اور کچھ لکھنؤ میں رہا وہان کتب فارسی سے کچھ کچھ روشن سواد ہو کر شاہجہان آباد میں وارد ہوا اور اب یہیں طالب علمی میں صرف اوقات کرتا ہے کبھی کبھی شعر ریختہ کہتا ہے یہ شعر اوسکا تحریر تذکرہ کے وقت ایک آشنا کی زبان پہ آگیا تھا معرض رقم ہوا

ہم خاک ہوکے اوسکی گلی میں رہے تو کیا | باد صبا کو ضد ہے ہمارے غبار سے

ظہور تخلص محمد ظہور حافظ قرآن اور فن تجارت میں مشہور ہے کئی بار مشاعرہ میں آیا اور سامعان سخن فہم کو مسرور کیا بعضے کہتے ہیں کہ شعر خود فکر نہیں ناقص طبع اوروں کی صرف ہے بہرکیف یہ شعر

اوسکا یاد تھا

پاتون پہ تیری بھولے ہوے تھے پر اب یہ لوگ　　حالت تو میری دیکھ کے ہشیار ہوگئے

ظہیر تخلص زبدۂ دودمان سیادت قدوۂ رہروان سعادت مالک ازمۂ دل وجان والی کشور قلب وجنان یوسف رخ رستم توان سید محمد جان لمعۂ آفتاب اوسکے فروغ چہرہ کے سامنے محتاج نقاب پر تو ماہ اوسکی روشنی رخسار کے آگے جویاے حجاب با وصف سادہ روئی کے مردم آمیز اور با وجود بے پرواءمزاجی کے مہر انگیز سواد استعداد عبارات فارسی مین روشن اور طبیعت رنگینی مضامین سے گلشن اشعار ریختہ اپنے پدر بزرگوار میر یحیی ناظم کی نظر اصلاح سے گذرانتا ہی یہ چند شعر اوسکے نتایج افکار سے ہین

یا ان حرف ہیو فاؤن کا تھا بر سبیل ذکر　　اک دلربا کے کہنے پہ اتنے ہوے خفا
اتنا گران نہو کہ کبھی کچھ بر ا بھلا　　ہمنے خدا انخواستہ تمکو نہین کہا
وہ بھی کیا ملک عدم ہی اے ظہیر　　کچھ جھنگ‌جھ جو کہا نہین بد خو نہین کہا
اب تک تو اے ظہیر کبھی تو نہین کہا　　اوس گلی مین جو گیا آیا نہین

باب العین المهملہ

عاجز تخلص عالی منزلت والا مرتبت واقف حقائق مقید ومطلق پیرجی شرف الحق کوتوال شہر لطافت بہر حضرت شاہجہان آباد صانہا اللہ عن الشر والفساد یہ پسندیدہ اطوار سلالۂ خاندان شرافت توامان زبدۃ العارفین اسوۃ العاشقین شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہٗ ہی تفویض عہدۂ کوتوالی کی ابتدا سے ابتک امور مفوضہ کو نیک نامی ودیانت کے ساتھ سرانجام دیا ہوشیار خرامی وغور مقدمات دائرہ تبیان سے خارج ہی حق رسانی خلائق اور پاس مرضیات خالق ہر کام مین پیش نہاد خاطر ہی علم ضروری سے مایہ دار اور فہم وتمیز مین یگانۂ روزگار تفویض عہدۂ سے پہلے گاہ گاہ فکر شعر کا اتفاق ہوتا تھا اب کہ صرف انتظام امور عباد و بلاد مین اوقات صرف ہوتی ہی اسطرف توجہ کم ہی پہلے واردات زمین سخن کا فکر دامنگیر تھا اب اون واردات کا کہ زمین ربع مسکون مین سانح ہوتے ہین اندیشہ لاحق رہتا ہی آدل صرف گفتار ریختی اب محض کردار ہی ہر چند روزمرہ شعر کا روزگار قدیم کے موافق ہی لیکن صفائی اور متانت سے خالی نہین یہ چند شعر افکار گوہر نثار سے ہین

مژگان پہ نکل لخت جگر آتے ہین کیا کیا　　بیخار رخ حسرا بیہ دیکھ ٹمرلاتے ہین کیا کیا

سنبل کو آج باغ مین ہی زندگی محال
اوس سرو قد کی زلف گرہ گیر دیکھکر

ترے ہجر کا اب علاج ای مسیحا
اگر دیکھتے ہین تو سم دیکھتے ہین

مدت سے چھوڑ بیٹھا اس جسم ناتوان کو
دم حسرت دیکھنے کو آنکھون مین آرہا ہی

نخوت ہی اوسکی جبین پر جو تری رہتی ہی
تیغ ابرو پہ یہ کیون آب دہری رہتی ہی

کسکی یہ دیدۂ گریان کے نظر کا ہی اثر
کہ وہ جو دشت مین بے آب ہری رہتی ہی

عاجز

عاجز تخلص مرزا عبد اللہ بیگ ابن مرزا احمد بیگ ساکن کھاری باولی کہ ایک محلہ ہی محلات شاہجہان آباد سے جوان خوش اخلاق و نیک نہاد و نیک منظر ہی حلم و حیا گوشہ طبیعت مین جاگزین اور شرم و مروت خلوت دل مین زاویہ نشین طبع مین سلامت ہی اور ذہن مین استقامت معنی مین بلندی ہی اور الفاظ مین چستی راقم کے ساتھ سولے تلمذ کے رشتۂ محبت و صداقت کو ایسا استحکام دیا ہی کہ برادر کو برادر حقیقی کے ساتھ وہ معاملہ مشاہدہ نہین ہوا یہ چند شعر اوسکے افکار گوہر نثار سے منتخب ہو کر مرقوم ہوے

جنون نے [illegible] کو ناچار ہو کے کھینچ لیا
نظر نہ جب کہ گریبان مین ایک تار آیا

لکھا نہ تھا کہ نکر برق تو مری تقلید
بتا کبھی بھی تجھے آج تک قرار آیا

اللہ اللہ رے نزاکت ترے رخ کی ظالم
کس نے دیکھا کہ نشان اوسپہ نظر کا نہوا

تیرا ناکام شہادت قتل کی حسرت مین ہائے
دیکھتا کس کس نگاہ شوق سے تلوار تھا

خدا ہی جانے کہ کیا آپنے کیا ہی عاجز پر
کہ اک گھڑی مین ترے پاس لاکھ بار آیا

روتا ہون تو ہنستے ہین وہ کم ظرف سمجھ کر
کرتے ہین خجل مجکو مرے دیدۂ تر اور

یاد آتے ہی جب اوس نمکین لب کا تبسم
دیتے ہین مزا مجکو مرے زخم جگر اور

لخت دل صد پارہ ہی ہر نوک مژہ پر
ہی آج تو کچھ رنگ ہی ای دیدۂ تر اور

کل تو جانے کی قسم کھائی تھی تمنے عاجز
آج پھر جاتے ہو اوس شوخ ستمگار کے پاس

جفا اوٹھیگی کہان تک کہ ہم بھی انسان ہین
اسیطرح سے رہا گر وہ بیوفا ہمسے

ہون پہ جان تو پہونچی ہی اور روان
وہی باتین ہین وہ ہی امتحان ہی

اٹکتی ہی سانس کے ہمراہ اوڑا جاتا ہون
ناتوانی نے بنایا یہ سبکبار مجھے

جنس ذرہ دیدہ ہون مین دہر مین گویا عاجز
کہ وہین پھیر دے لیوے جو خریدار مجھے

عارف

عارف تخلص نواب زین العابدین خان مرحوم خلف رشید نواب غلام حسین خان مسرور

سرور تخلص شاگرد مرزا اسد اللہ خان غالب غفر اللہ تعالے زبان اردو کو ہم پلہ فارسی اور مضامین شعریہ کو ہم پایۂ حکمت کر دیا تھا رنگینی سخن سے کاغذ ہمرنگ گل اور دلپذیری کلام سے قلم منقار بلبل اصناف سخن پر قدرت اور انواع کلام پہ اقتدار غزل ہراے شوخی کا غزال قصیدہ گلشن متانت کا نہال مخمس حسب کلام کے واسطے حصار [illegible] عناصر اربعہ پیکر سخن کی اساس سن بارہ سو اٹھہتری ہجری مین رحلت سفر باندھکر گلشن جنان کی طرف راہی ہوا میر حسین تسکین کی تاریخ وفات بعینہ اس بلبل باغ جنت کی تاریخ ہی تماشائیان تذکرہ اوس مقام کی سیر سے ان مقدمات پر مطلع ہو چکے ہین کاش عارف کے احوال مین تجاہل عارف کو کام نفرماوین دیوان ضخیم اوس سے یادگار ہی یہ چند شعر انتخاب ہوکر مرقوم ہوے

غم ہو یا خون جگر ہو قوت کچھ درکار ہی
کھا لیا فرقت مین تیری جو میسر ہو گیا

اہل دولت کو نہین دیتے ہین استعداد عشق
اشک ہونے سے رہا جو قطرہ گوہر ہو گیا

ملائک کیون نہ قائل ہوکے سجدہ کرتے آدم کو
طرف داری مین جب حق نے ہی پہنایا جامہ انسان کا

ہماری خاک سے اوسکو کدورت کب کی تھی یارب
سکھایا ہی اوسے چلنا اوٹھاکر جیسنے دامان کا

کہانسے آگئی اسمین تری رفتار کی تیزی
کہ چلنا قتل کرتا ہی ہمین شمشیر بران کا

سخت شرماے ہین اتنا نہ سمجھتا تھا اونھین
چھیڑنا تھا تو کوئی شکوہ بیجا کرتا

رسوا ہوا تو اہل وفا مین ہوا عزیز
اچھا ہوا وہ حق مین مرے جو برا ہوا

وعدہ کیا تھا کبھی آنیکا اوسنے ادھر
شغل ہمین ہوگیا جانب در دیکھنا

تنگ گو ہاتھ سے وحشت کے ہون پر ہو گھر مین
جیب و دامان تو نہین ہون کہ نکل جاؤنگا

شوخی وہ بھری ہی کہ ذرا جا نہین باقی
دشوار ہی آنا ترے آنکھون مین حیا کا

جگر و دل کوئی پتھر کا کہانسے لاوے
اٹھو بیٹھا نہین جاتا ترے بیمار کے پاس

یاد رفتار صنم مین سو گیا تھا خواب مین
صبح تک دیکھا کیا شور قیامت خواب مین

دے چکا ہی ترے بیمار کو عیسے تو جواب
لب جان بخش ترے دیکھیے کیا کہتے ہین

عارف بتا کہ سر ہی یہ کس دن کے واسطے
پھرتا ہی آج تیغ وہ عریان کیے ہوے

بیکسی مین مجھے ہوتی ہی غنیمت وہ بھی
کوئی جسوقت مرے سر پہ بلا آتی ہی

عاشق

عاشق تخلص عاشق علی مسکن اور موطن اوسکا معلوم نہین ایکبار مقدمہ خون ریزی مین

گواہی کی تقریب سے میں داور شاہجہان آباد کے محکمہ مین وارد ہوا اتفاقاً راقم تذکرہ کے سامنے اشعار طبعزاد سے دفتر دفتر پڑھے تھے لیکن عجب اتفاق یہ شعر یاد رہ گیا

آتے ہین تو کچھ باتین کیا کیا وہ بناتے ہین
پھر غور سے جب دیکھو او پر کی ہی باتین ہین

عاشق

عاشق تخلص مرزا نظام الدین پسر مرزا ولی الدین ابن مرزا زاہد الدین مغفور ابن حضرت فردوس منزل شاہ جنت دستگاہ شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہ اخلاق حمیدہ اور کردار پسندیدہ اوس والا تبار کی ذات بابرکات صفات مین فراہم ہین ستار بجانے مین مہارت تمام اور اوسکی صدا سے ساز مین تاثیر تمام ہی فن شعر مین سلسلہ شاگردی کا اوسیکے اس مقطع سے ظاہر ہوتا ہی

مجھے فیض سخن عالی سے یان پہونچا ہی ای عاشق
کہ اونکو فیض ثابت سے ہی اور ثابت کو احسان سے

یہ دو شعر اوسکے اشعار سے منتخب ہوے

روز فراق جور تبان نالہ ہاے شب
کن کن مصیبتون مین خدایا نہین ہون مین

اوس گل کی مگر باغ مین آنے کی خبر ہی
ہر غنچہ لیے ہاتھ مین اک مشت جو زر ہی

عاشق

عاشق تخلص اقبال حسین خلف منشی نور الدین مرحوم شاگرد مرزا اسد اللہ خان غالب مرحوم جوان خوش اسلوب تیز طبع ہی طرز سخن سنجی دلپذیر اور وضع انشاء شعر خوش آیندہ یہ چند شعر اوسکے افکار سے ہین

تھا وہم دوئی تفرقہ پہ دانہ وگرنہ
جس مرتبہ تو دور تھا اوتنا ہی قرین تھا

ربط کچھ داغ وجگر کا ہی جہیپان عاشق
ورنہ اس درد مین کوئی بھی کسیکا نہوا

مر کے پردہ رہ گیا عاشق کا یہ اچھا ہوا
دربدر کوچہ بکوچہ مدتون سے خوار تھا

توبہ تو کرچکا ہون مگر کچھ اندنون
دیتی ہی دم بہار کی آب وہوا مجھے

اپنی طرح یہ کوئی بھی مختار یان نہین
شوخی اوسکے قرار نہ دے آسمان مجھے

گر ہماری بندگی ہی نا قبول
تو بتون کی اب خدائی ہو چکی

عاشق

عاشق تخلص مرزا رحمت بخش عرف منجھلے مرزا پسر مرزا محمد بندہ بخش مرحوم ابن شاہ عالم بادشاہ جوان خوش مزاج اور حلیم ہی فن سخن مین مرزا رحیم الدین حیا کی پرتو التفات اور اثر تربیت سے طبیعت خداداد کو روز بروز ترقی ہی یہ دو شعر اوسکے نتائج افکار سے ہین

دوستون نے پس مردن یہ کیا مجھسے سلوک	گذر رکھا اوس ستم آثار کی دیوار کے پاس
پگھلے نہ دل تبون کا نہ دل غیر کا جلے	نالون کے اب اثر وہ خدا جانے کیا ہوئے

عاصی تخلص گھنسام راے قوم کا لیتھ شاگرد قدیم شاہ نصیر مشق سخن کو کہنہ کر دیا اور طرز کلام کو نیا صاحب دیوان اور خوش خلقی و نیک نہادی مین مشہور جہانیان ہی یہ چند شعر اوسکے نتیجہ فکر سے ہین

ترے کاکل کے سودائی سدا آباد جون مجنون	جب سے لیے ہو تانہ تجھ سے دیدہ اندر رکھتے ہین
آپ ہی تک اپنی ابروے پرخم کو دیکھیے	تیغ دودم کو دیکھیے اور ہمکو دیکھیے
فوارہ کا سا حوصلہ اتنا نہ کیجیے تنگ	چلو بھرے ہی پانی ہین گرہ بھرا و چھل پڑے
تری شوخی نظر آئی ہمین چشم غزالان سے	دیا تھا ہاتھ سے دل شہر مین پایا بیابان سے

عالی تخلص معالی منقبت مرزا عالی بخت بہادر ابن مرزا فیروز بخت بہادر ابن شاہ عالم بادشاہ انار اللہ برہانہ اوائل حال مین مشورہ سخن مرزا معز الدین ثابت سے تھا اونکے انتقال کے بعد حافظ عبد الرحمن خان احسان علیہ الرحمۃ والغفران سے استفادہ کیا خلق و مروت اوس نیک نہاد مین بحد کمال اور سخنوری کی مشق اوسکے ہم سن و سال ہی یہ دو چار شعر اوسکے نتائج افکار سے ہین

مژگان ستمگر کی طرح روز ازل سے	جو شخص کہ ٹیڑھا ہی وہ سیدھا نہین ہوتا
حاضر ہوا جو یار تو قسمت کا پھیر دیکھ	معدوم دہ کمر ہوئی غائب دہن ہوا
آب دم شمشیر کا کسکے ہی بیان تو کر	پانی جو بھر آیا ہی لب زخم جگر مین
جون نخل شمع ہون نہ کبھی سبز آب سے	آتش اگر ہو سر پہ رہون آب و تاب سے

عالی تخلص زبدہ خاندان سیادت اسوۂ دودمان سعادت مولوی امیر علی تھانہ دار گنگ معود آبا و اجداد اس عالی تبار کے باوصفیکہ بذل عنایات سلطانی سے اعتبارات ظاہری اور مدارج صوری کی بلندی سے جاہ و منصب کا قدم فرق آسمان پہ رکھتے تھے کمالات باطنی اور سعادات معنوی سے بھی مشرف اور ممتاز تھے اگر اوسکی طیب اخلاق سے شمہ مرقوم ہو اوراق دفتر برگ گل بن جاوین اور اگر اوسکی صاف دلی سے ذرہ لکھا جاے صفحات کتاب آئینہ مصفا نظر آوین لب ہو یا لطائف معنی کا نسخہ ہی دہن ہی یا نفائس بیان کی کتاب زبان ہی یا نسخہ فصاحت کی ایک فصل ہو دل ہی یا مجموعہ براعت کا ایک باب ہی فن فارسی کی تحقیق اور غوامض

عزیز تخلص زبدۂ خاندان عزت و وقار جامع گفتار و کردار قدردان علم و ہنر صاحب طبع فیض گستر حسن رسا و ادراک تیز مولوی محمد عزیز [illegible] پور جناب کمالات اکتساب اوستادی مولائی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ [illegible] در ایام شباب کے عروج [illegible] اور طبیعت بردبار اور با وصف اقتضائے [illegible] حرکت مین ہمکون اور سکون مین وقار ہویدا ہے اوسکی پیشانی کے بشرہ محل اور شرم کو [illegible] آنکھ کے [illegible] سخن کو تحریر اوسکی طبیعت کے منزل [illegible] معانی کی بدون اوسکے [illegible] انسانیت کو ملکیت کے ساتھ فراہم کیا ہے اور [illegible] کو پستی تواضع سے پیوند دیا ہے [illegible] کو اپنے [illegible] نہایت تدقیق کے ساتھ پڑھا ہے اور مناسبت طبعی اور مذاق جبلی سے [illegible] اور مطالعہ [illegible] لوازم ذاتیہ سے ہو گیا ہے اور اس توغل علمی پر سخن [illegible] معنی کی طرف ایسی التفات ہے کہ کثرت [illegible] سے الفاظ کو شمع زبان کا پروانہ اور مضامین کو فکر کے ساتھ ہم کلاشانہ کر دیا ہے اگر رنگینی معنی کا بیان کیجیے تو زبان برگ گل بن جاوے اور اگر صفائی الفاظ کو بغور دیکھیے تو سیاہی مداد مین آبحیوان نظر آوے اگر سیاہی رقوم کا پردہ نہو تو فروغ معنی سے نگاہ ادراک خیرہ ہو جاوے اور اگر مضامین سوزناک کی گرمی مقاومت نکرے طراوت عبارت سے چشم تماشا کاغذ کو نمناک پاوے غزل کے اشعار عاشقانہ غزال دشت محبت اور قصیدہ کے ابیات مدحیہ مسکن شان و شوکت شعر معانی [illegible] رشک [illegible] ہے اور [illegible] لبریز فغان راقم تذکرہ کے ساتھ وداد خالص اور محبت صادق ایسی ہے کہ برادر حقیقی کو برادر سے یہ حال بہم نہ پہونچا ہوگا ہر چند سخن اوس معنی یاب کا اکثر قابل انتخاب بلکہ سراپا انتخاب ہے لیکن اوراق مین یہ چند شعر بطریق اختصار لکھے جاتے ہین

نہ کام ہو [illegible] سے کچھ مطلب
نہین ہے رسم و مروت تجھ مین خبر نہو
تجھی کو غیر دن کے ملنے سے کرتے ہین بدنام
خدا نخواستہ کیا اوس سے ہمکو تھا انکار
تم بھی تو ذرا اوس سے چلو مل لو کہ یا نہ سے
ساقی سے چلے ہے بزم مین کسکا جگر کہ آج
دیکھا تھا جسنے آج عزیز جگر [illegible]

ہمکو تو وہی کعبہ و دشت جہان آیا
ذرا خدا ہی کا کچھ تیرے دل مین ڈر رہتا
مرا تو کچھ نہین اس بات مین ضرر ہوتا
عزیز کعبہ اگر کوچہ بتان ہوتا
بیمار محبت کا ارادہ ہے سفر کا
ہر سو روان ہے قافلہ [illegible]
کچھ بدلا بدلا رنگ تھا [illegible]

خرام ناز مبارک تجھے و لے ای برق
مین نقش پا کی طرح ہون فتادہ راہ مین اوس
تیرے لب پہ تو ذرا شکوہ بھی کچھ آیا نہ تھا
حسب معنی وحدت ہوے ظاہر تو یہ جانا
پاک قلم کیونکہ تمنا کو مٹا دون ظالم
تیری شوخی سے تو چھپتا نہ کبھی خون عزیز
جون شمع شغل تیرے سر اپا نیاز کا
کج فہمیون سے خلق کی دیکھا کہ کیا ہوا
ہم عاصیون کا بار گنہ سے جھکے ہے سر
ابکی کچھ اور ڈھنگ سے ہے دل کا اضطراب
مغرور تھا ہی اور وہ مغرور ہو گیا
اورون کے ساتھ لطف سے تھا صورت نیاز
کیا جائین دیر سے کہ بس اب دل بھی لگ گیا
کٹ کٹ کے خون آنکھون سے آتا ہے بار بار
اختیار اب مرا وحشت کے ہے ہاتھ اے گلرو
یاد کرتے ہو مجھے گرچہ بُری طرح سے پر
وہ نہین لطف وہ وفا ہی نہین
بت اگر مہربان نہین تو نہون
اب جو دیکھو تو ہے یہ صاف وہ تیغ
رہروان فنا ہین نکہت گل
آ گئے کہنے مین اس دل کے کرین کیا تم
تھے نہ قابل کہ بلا واسطہ دیکھین اوسکو
ہمدرد اک بلا ہے ہمکو عزیز خستہ
تیری اس شوخی رفتار سے نکلی ہاے
کچھ تو لذت ہے کہ ہے سودہ الماس پہ بھی

خیال رکھیو ہمارے کبھی تو دشنیا۔۔۔
ارادہ رکھتے ہین رہرو مرے مٹانے کا
کیون تو اپنے جور سے ظالم پشیمان ہو گیا
یہ شیخ و برہمن مین جو جھگڑا تھا یونہین تھا
اک خدا ٹھہر گیا مین کوئی بندہ نہوا
پہ ہمارا ہی یہ تھا ضبط کہ چرچا نہوا
جلنا جو سوز کا ہے تو رونا گداز کا
منصور کو حریف نہونا تھا راز کا
اور خلق کو گمان ہے ہم پر نماز کا
کیا جانیے شہید ہوا کسکے ناز کا
اسمین گلہ نہین سبب تجھے آئینہ ساز کا
یان بڑھ گیا دماغ تغافل سے ناز کا
پاکر تمہون مین طور کچھ اوس عشوہ ساز کا
خنجر رکھا ہے پہلو مین میرے بجاے دل
پھرتے پھرتے کبھی اس طرف بھی آ جاتا ہون
مین اسی بوجھ سے احسان کے دبا جاتا ہون
تو تو گویا کہ آشنا ہی نہین
کہین بندہ کا کیا خدا ہی نہین
کہ کسی کا لہو پیا ہی نہین
کہ کہین اونکا نقش پا ہی نہین
ورنہ ہم بھی ہین سمجھتے ترے سمجھانے کو
بت بنائے ہین یہ جلوہ ہمین دکھلانیکو
ایسا نہو کہ وہ بھی جلے نکل کہین کو
خاک ہو کر جو تھی اک دل مین تمنا باقی
اب تلک زخم کو کاوش کی تمنا باقی

خار او لجھتے ہین جو صحرا مین مرے دامن سے — پاس نکے رہنے سے بھی کردینگے یہ بیزار مجھے
اگرچہ پست ہین اہل ہنر پہ ہمت سے — نظر صدف کی طرح ابر پر نہین رکھتے
رہا نکرنے مین صیاد بہر بہانہ طلب — کبھو نہ منھہ سے اسیر وکہ پہ نہین رکھتے
یار ساقی کو ہر سلام کہ ہم — منچون کی گلی مین آ بیٹھے
بیقراری کا کیا سبب ہی عزیز — کہین دل تو نہین لگا بیٹھے

عزیز

عزیز تخلص مرزا عزیز الدین کہ اولاد امجاد حضرت شاہ عالم بادشاہ مغفور اور تلامذہ حافظ عبدالرحمن خان احسان مبرور سے ہی خلق و مروت مین عزیز الوجود ہی یہ تین شعر اوسکے نتائج طبع سے ہین

کہون ہمدمو کیا کس دل کے ہاتھون — نہ تھا دیکھنا سو وہ ناچار دیکھا
تو جو تیغہ کو ادھر قاتل اوٹھا کر رہگیا — مین ادھر حسرت سے اپنا سر جھکا کر رہگیا
مین یہ حیران ہون عزیز و آہ یہ کیا ہوگیا — بیٹھے بیٹھے عشق کا آزار کیسا ہوگیا

عزیز

عزیز تخلص نوجوان عبدالعزیز نام متوطن فریدآباد مدت تک شہر شاہجہان آباد مین طالب علمی مین صرف اوقات کرکے عربی اور فارسی مین استعداد معقول بہم پہونچائی بالفعل اپنے وطن مین مقیم اور رجادہ حزاولت علوم مین مستقیم ہی ہرچند عمر چھوٹی ہی مگر استعداد بڑی ہی حسن خلق و سنجیدگی اوضاع اصالت طبع اور شرافت حسب پر علاوہ ہی شعر سے مناسبت طبعی اور مذاق سخن جبلی ہی جوکہ جوان لاابالی مزاج ہی تالیف اشعار کیطرف کم متوجہ ہی یہ دو چار شعر ہاتھ آگئے تھے کہ مرقوم ہوگئے

یا سمجھتے تھے کبھی گھر کو ترے گھر اپنا — یا گذارا نہین ہوتا ترے در پر اپنا
چھوڑنا سہل ہی کاگر اپنا مقدر ہی عزیز — کاش اوس کوچہ کی دیوار ہو اور سر اپنا
سو زخم منھہ پہ سینہ پہ سو داغ کھا چکے — اک قصہ درد دل مین ہی دیکھین وہ کیا چکے
عالم مین ای عزیز نسیم و صبا کے ہاتھ — کیا کیا اوڑی نہ خاک ہمارے غبار کی

عزیز

عزیز تخلص نواب زادہ بلند مکان یوسف علیخان آبا و اجداد اوسکے خاندان صاحب اعتبار سے تھے فکر شعر کرتا ہی یہ دو شعر اوسکے سنے گئے

اب خاک کر خون سے کرون ارتباط عشق — وہ دل نہین دماغ نہین وہ جگر نہین
نے تو رفو کی جا ہی نہ مرہم کا ہی مقام — کوئی علاج زخم دل ای بخیہ گر نہین

عزیز

عزیز تخلص مہاراج سنگھ قوم کایستھ انسانیت مصور اور اخلاق مجسم ہی شاگرد قدیم شاہ نصیر مرحوم اور مشق سخن مین اکثر سے ممتاز ہی آز انسکہ شاہ مغفور کثرت تلامذہ اور افراط مشغلہ اصلاح اور مشغولی فکر شعر سے اپنے دیوان کی ترتیب کی طرف متوجہ ہوتے تھے اس نیک نہاد نے فرط اعتقاد سے کہ خدمت اوستاد مین رکھتا تھا اوس کلام پریشان کو جمع کیا اور اشعار متفرقہ اور غزلیات پراگندہ کو مختلف مقامون سے فراہم کرکے صورت کتابی بخشی گویا عقد گوہر و پروبال پریشانی را ؛ یہ چند شعر اسکے نتائج طبع سے ہین

انسو ٹک ای چشم طوفان زا کہین رونے سے تھم
اشک کا ہر قطرہ اپنا رو کش جیحون ہوا

اوس دہن کا ذکر چھیڑا کسنے ای موج نسیم
غنچہ لالہ سحر کھانے کو جو افیون ہوا

ہوا نہ صاف وہ آئینہ رو کبھی ہمسے
سدا ہماری طرف سے اوسے غبار رہا

پہلے ہی کشتہ تھے ہم اوس نرگس مخمور کے
نسپہ کافر اور یہ سرمہ کا دنبالہ بنا

جام مے گلرنگ سے واقف نہین ساقی
غنچہ کی طرح پیتے ہین خون جگر اپنا

لیکے نقد دل کبھی جو ایک بھی بوسہ نہ دے
ای عزیز اوس مفت بر سے کسطرح سودا بنے

غس

غس تخلص ذوفنون روزگار بدرالدین نام ساکن ٹیپا محل کہ ایک محلہ ہی محلات شاہجہان آباد سے مسجد جامع کے قریب اور خوبی بنا اور لطف عمارات سے دلفریب عقل و دانش اوس افلاطون وقت کی ایسی تھی کہ ابن ہیثم کو کمینہ اوسکا شاگرد سمجھنا اوسکی کسر توصیف ہی اور تناسب اعضا اس درجہ ہین کہ فلینظر الی الابل کیف خلقت اس عجیب الخلقت کی شان مین جاننا اوسکی اونٹے تعریف ہی الفاظ پوچ و پادر ہوا کو پیرایہ موزونی سے آرائش دیتا اور اوسکو تین قسم ٹھہرا کر شعر کا نزادر مادہ اور استادہ نام رکھتا عرصۂ دراز ہوا کہ قافیہ حیات کے تنگ ہونے سے مضمون فنا کی فکر مین گریبان لحد مین سر فرو کیا چونکہ اوسکے اوصاف احاطۂ تقریر سے خارج ہین اس ایک شعر پر کہ اوسکے کمال ہنر اور بلاغت فضل پر ادل دلائل اور اعدل شہود سے ہی کفایت کرتا ہی

کیون سب لے اولتے چلا تھا کیا یہ جھگڑا رات کو
کس لیے آیا تھا تیرے گھر وہ مگڑ رات کو

عسکری

عسکری تخلص زبدۂ نوآئینان عالی منزلت اسوۂ بلند پایگان والا مرتبت ہمارے اوج بلند نظری محمد حسن عسکری کہین برادر و تلمیذ اقبال پناہ دولت دستگاہ نادر حسین خان ہاشمی تخلص اوصاف حمیدہ اس بلند مرتبت کے خامۂ تنگ مشق کے ذریعہ سے ذخیرۂ کتاب کرنا

ایسا ہی کہ تیغ ریختہ دم کے وسیلے سے کسی اقلیم کو حیطۂ تسخیر مین لاوین عزت وشان کو اوسکی نسبت سے عز وشان آور جاہ وحشمت کو اوسکے آستانہ سے علو مکان سخن ترقی مدارج سے آسمان سے برتر اور کلام عروج معارج سے عرش سے ہمسر لفظ اوسکی زبان پر قند سے شیرین تر اور معنی اوسکی طبیعت مین گل سے رنگین تر حضرت استادی استاد الانامی نے درج تذکرہ کے واسطے جب اوس زبدۂ سخنوران بلیغ سے اشعار طلب کیے ایک غزل قطعہ بند مسمیٰ بذریعۂ نیاز اپنے افکار گوہر نثار کے ساتھ شہر کالپی سے جناب ممدوح کے پاس بھیجی اور اوس قطعہ مین خلق ومروت کی داد دی ع بنازم بانصاف صافی دلان ۞ اوسکو نذر نگاہ احباب کرتا ہون تاکہ اوسکا مطالعہ تعارف غائبانہ کا سبب ہے

ہی ظفر شاہ جو ملک سخن آرائی کا — اوسکے در پر ہی مجھے شوق جبین سائی کا
ذوق ہی زمزمہ پیرا سے گلستان سخن — چاشنی گیر ہون مین اوسکی شکر خائی کا
اسد کلک فصاحت کا مین اوسکے ہون شکار — شیر غالب ہی نیستان سخن زائی کا
فیض سے اوسکے نہ کیونکر ہو مرے دل کو سرور — جام لبریز لطافت سے ہی صہبائی کا
مین ہون طوطی صفت آئینہ ہی دیوان حضور — سخن شہ ہی معلم مری گویائی کا
چاشنی قند بلاغت کی سخن کو دیکر — ذوق نے شوق دلایا سخن آرائی کا
غازہ مل مل کے فصاحت کا ہی غالب نے کیا — شیفتہ رد سے سخن کی مجھے رعنائی کا
لطف گلزار سخن دیکھ کے مجکو بھی ہوا — شوق بلبل کی طرح زمزمہ پیرائی کا
حالی کلک کیے نالۂ موزون مین نے — گو سلیقہ بھی نہین قافیہ پیمائی کا
جام اظہار مین مے سبزی کا تھا کچھ نہ خیال — پر اشارہ ہوا اسباب مین صہبائی کا
ہر لیاقت اپنی سے کچھ شعر مین ارسال کیے — تاکہ غیبت مین ذریعہ ہو شناسائی کا
پیکر نظم اگر نقص کا پہنے ہو لباس — ملے اصلاح سے خلعت اوسے زیبائی کا
عسکری ہاشمی استاد برادر ہی مرا — کیون نہو شعر مین دعوے مجھے یکتائی کا

چھوٹا نہ عسکری کبھی دل اوسکے دام سے — زلف اوسکی اک نمونہ ہی قید فرنگ کا

اوجھا دل کا خم زلف شعلہ رویون مین — ہمارے جان کو ای عسکری عذاب ہوا

آب در یا اگر سیاہی ہو — حال لکھون مین دیدۂ تر کا

بیٹھے ہین چپ کچھ آپکا اسمین ضرر نہین — نالہ نہین فغان نہین کچھ شور وشر نہین

بارے غصّے کے وہین ہونٹھ چباتا ہی وہ شوخ
لب پہ دھوکے سے جو آجائے مرا نام کہین

عسکری نے لی جنون مین خانۂ دلبر کی راہ
ایسے مطلب کی نہ سوجھیگی کسی ہشیار کو

عنبر افشان ہی صبا ہند سے لے تا بہ ختن
کسقدر زلف مسلسل تری عطر آگین ہی

آمد گل ہی طرب ساز صبا پھرتی ہی
بلبلو مژدہ کہ گلشن کی ہوا اچھی ہی

بس آگے اتنا نہ چھیڑو کہ راز کھل جائے
تمھاری ہم ہین بہت پردہ پوشیان کرتے

طرۂ یار کی خوشبو لیے کیا آتی ہی
جو ہوا اونپہ چڑھی باد صبا آتی ہی

عسکری سے چلو گلستان کو
دل مرا تنگ ہی نشیمن سے

اون ہونٹون سے قند کا ہی منھ بند
باتون سے ہوئی نبات پھیکی

عشرت

عشرت تخلص مرزا الفتن پسر مرزا حیدر شکوہ ابن طہماسپ شکوہ مرحوم یہ نور چشم مرزا پیارے رفعت تخلص کا داماد اور فن شعر مین اونھین سے مستفید ہی اوسکی خوش صورتی کا حرف زبان پر لاؤن یا نیک سیرتی کا ذکر احباب کو سناؤن فن فارسی کے اکتساب مین کمر ہمت کو چست اور عزم رسا کو درست کیا ہی یہ چند شعر اوسکے افکار سے مرقوم ہوتے ہین

صبا جب آئی تو اوڑ کر مرا غبار آیا
موئے پہ بھی ترے کوچے مین لاکھ بار آیا

خاک ہونا بھی ہوا حق مین ہمارے کیمیا
ورنہ دامن تک پہونچنا ای فلک دشوار تھا

کر دیا آسان وہ تیری نگاہ قہر نے
ورنہ مرنا سخت جانی سے مجھے دشوار تھا

قیس جنگل مین رہا کوہ مین فرہاد رہا
بے ٹھکانون کا تمھارے ہی ٹھکانا نہوا

کیا بھروسا ترے وعدہ کا کرین ہم کہ کبھی
جھوٹون بھی ہنسے تو ای شوخ تو سچا ہوتا

کشتنی تو تو تھی تھی پہ قتل گہ مین قاتل
خنجر کو دیکھتا تھا اور اپنی آستین کو

تم جو کہو سو سچ ہی کسو واسطے کہ ناصح
دیکھا نہین ہی تمنے اتبک کسی حسین کو

اتنے ستم ہمین پہ ہین روز تازہ تازہ
پہ یاد بھی کروگے ای دلربا ہمین کو

خوشبو کی آج لپٹین آنے لگین کہانسے
کھولا ہی اوسنے شاید پھر زلف عنبرین کو

عشرت تجھے کچھ اپنے مرنے کا غم نہین ہی
دشمن ترے جہان مین جاتا ہی تو وہین کو

تن سے کبھی اوتر کر نہ گرا پانون پر اوسکے
کیا کیجیے قسمت ہی بری ہی مرے سر کی

عشق

عشق تخلص جالینوس فطانت ارسطو ذہانت حکیم عزت اللہ خان خلف رشید حکیم

قدرت الله خان قاسم تخلص مرحوم کتب درسی خصوصًا طب کو اپنے پدر عالی مقام کی خدمت مین کمال تحقیق و تدقیق سے پڑھا اور معالجہ مرض کو حد اعجاز تک پہونچایا صاحب دیوان ریختہ ہی اور اشعار اوس صاحب استعداد کے اگر شوخی معنی سے خالی ہین متانت الفاظ اور نزاکت تراکیب سے خالی نہین عرصہ چند سال کا ہوا کہ جہان فانی کو پدرود کیا یہ چند شعر دیوان سے منتخب ہو کر بطریق یادگار رقم ہوے

قفس سے مجکو اور زلف بتان کے دام سے مجکو	خدا کس رنگ سے اب دیکھیے بلبل نکالے گا
برنگ نکہت گل خانہ بر دوش آہ بیٹھے ہین	یہ آئے ہم بھی ای باد بہاری ٹک ٹھہر جانا
ز زنجیر بپا دست بسر داغ بدل ہاے	ای شوخ یہ ہی تیرے گنہگار کی صورت
کیونکر آوے نہ مجھے اب کمر یار پسند	فکر باریک ہی اور معنی دشوار پسند
سرگذشت اپنی لکھون کیا خاک اوسکو نامہ بر	حال دل جب بدگمان لاوے نہ باور دیکھکر
سواے خلق تو نے محبت کیا سب مجھے	میرا غدجانتا تھا کوئی نام اب تلک

عظیم تخلص زبدۂ اہل فضل و اسوۂ ارباب کمال مولوی فضل عظیم مہین برادر جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول استاد الانام مقبول طبائع خاص و عام علامۃ الوری مولانا و بالفضل اولنا مبطل الباطل و محق الحق مولوی محمد فضل حق سلمہا اللہ تعالے علاوہ کسب علوم عقلیہ و نقلیہ کہ خاصہ اس خاندان فضیلت نشان کا ہی فن سخن ہین سعدی کو اوسکی تحسین سے افتخار اور حافظ کو اوسکی آفرین سے اعتبار سخن نے اوسکی طبیعت سے رتبہ پیدا کیا و گرنہ اوسکی خوبی ہین کلام تھا شعر نے اوسکی نسبت سے اعتبار بہم پہونچایا والا کج مجنون کی زبان درازی سے کیا کیا بدنام تھا بیاض اوسکے اشعار عاشقانہ سے فغانی کا دیوان آبیات اوسکے معنی ایجادی سے خلاق المعنی کا دبستان اوائل سے سرکار انگریزی ہین عہدہاے جلیل پر مامور اور انتظام امور اور حسن خلق مین مشہور ہی اب چند سال سے نواح سہارنپور مین عہدہ ڈپٹی کلکٹری سے سرفراز اور عدالت و انصاف کے شیوہ مین ممتاز ہی راقم تذکرہ ہر چند اوس مظہر محاسن کی ملاقات سے کامیاب نہین ہوا لیکن گوش محامد نیوش نے اوصاف حمیدہ اور اطوار پسندیدہ کا ذخیرہ اسقدر حاصل کیا ہی کہ حصول آشنائی کے واسطے چشم دیدار طلب کی وساطت کو کچھ دخل نہین رہا خصوصًا استماع اشعار اور استفادہ افکار گوہر نثار یہ تو بے اختیار دلربا ہی اور کشان کشان عالم اتحاد کی طرف رہنما ہی یہ شعر عارفانہ رموز عشق کا غالبا انھین اشعار شعری شعار کی صفت ہی

این زمزمہ عرب کہ ہست مروح ترا | بردارد و خوشش بعالم یاربرد

یہ چند شعر کہ صفائی مین آب گوہر اور لطافت مین کوثر سے کم نہین مندرج تذکرہ ہوئے

ہر رگ میجوید بسے لیکن نجست یا بد عظیم | در تن لاغر سراغ جان ناشاد ترا
نیشتر و بجلوه تیز کن تیغ نگاه ناز را | رخصت قتل عام ده نرگس نیم باز را
باد نصیب خاطرم دولت جذبہ اش | سوے حقیقت آورد موے کشان مجاز را
بر منی از من کیستی دانستہ نادان گشتہ | گو یا این ہم نمیدانی کہ میدانم ترا
ز شوخی تو چہ گویم کہ وقت اظہارش | بشعر نیست ز شوخی قرار مضمون را
رفت دست از کار چون دامان یار از دست رفت | دست وا داین غم کہ دست از کار و کار از دست رفت

عظیم

عظیم میرزا عظیم بیگ ساکن شاہجہان آباد اس مرد قدسی نہاد کی عادت مستمرہ تھی کہ جب گھر سے نکلتا ایک ٹھوا برگ پان اور اوسکے لوازم سے لبریز خادم کے ہاتھ مین ہوتا اور جو آشنا راہ مین ملاقی ہوتا ایک گلوری اوسکو تواضع کرتا گویا اس بہانہ سے آپکو سرخ رو اور مدعیان ہمت کی زبان لال کرتا اور دس پانچ روز درمیان ایک پیالہ کباب لذیذ کا ہر دوست کے گھر بھجواتا ایسی ہمت کم کسی مین مشاہدہ ہوتی ہے خصوصاً ایام تنگدستی مین ظاہرا ایسا شخص اس شہر مین غریب سے امیر اور امیر سے سلاطین زادگان والا تبار تک نہوگا کہ اوسکی سرخی پان کا شرمندہ نہو یا اوسکے کباب کا حق نمک اپنی گردن پر نہ رکھتا ہو چونکہ پان کی تواضع بہت مشہور ہو گئی تھی اسواسطے اوسکو عوام عظیم بیگ گلوری باز کہتے تھے شعر ریختہ بھی اکثر کہتا یہ شعر اوسکے اشعار سے انتخاب ہو کر مرقوم ہوا

تو پان کھاکے ہاتھ سے غیرون کے ہے خموش | منھ لال ہو گیا ہے زبان لال تو نہین

علوی

علوی تخلص جناب فیض مآب اسوہ کملاے نامدار قدوہ اکابر شہر و دیار صیرفی نقود کمال گنجور خزینہ افضال بانی بناے سخن گستری مانی ارژنگ سخنوری قطب فلک بلند خیالی عضادہ اصطرلاب بیشمالی قافلہ سالار سخن سنجان مولوی عبد اللہ خان اسکنہ اللہ فی الجنان وتغمده بالغفران کمالات ظاہری و باطنی اور فضائل صوری و معنوی اس مجمع محامد اور منبع فواضل کے حوصلہ شمار اور ظرف تعداد مین جب گنجائش پذیر ہون کہ حساب ادوار فلک محاسب فہم یا دبیر وہم ضبط کر سکے اثناے تدریس کتب فارسی اور تتبع محاورات زبان دری اور مشق انشاے نثر و ابداع نظم کی طرف میل طبیعت بیشتر تھا عوام یہ سمجھتے تھے کہ اوس جناب کی آئین استعداد کا طرازیہی

فنون ہین دگرنہ علوم غریبہ اور فنون عجیبہ مین سے وہ کیا ہی جو اوس جامع مکارم الشیم و ذکی کی دقت
فکر سے کامیاب نہ تھا اور دقائق حکمت سے کونسا دقیقہ ہے کہ اوسکی آبیاری مطالعہ سے سیراب نتھا
موزونی تو گویا اوسکی طبع کی خانہ زاد تھی کہ زمین سخن سے جو نہال نکلا سرو ہو گیا فکر کی رسائی طبع کی
بلندی سخن کی سنجیدگی تراکیب کی متانت طرز کی تازگی مضمون کی رنگینی نکات کی برجستگی اشارات کی
شوخی الفاظ کی آشنائی معنی کی بیگانگی کلمات کی تنگ درزی ربط کی چسپانی جسقدر اس حضرت کے
نظم و نثر مین دیکھی گئی ہے نہ خاقانی و انوری کے قصائد مین ہے نہ سعدی و حافظ کی غزل مین نہ نظامی
و فردوسی کی مثنوی مین ہے نہ رباعیات سحابی و افضل مین اصناف سخن کو اصناف طرز سے مزین
کرنا ایک اعجاز ہے کہ خداے عز و جل نے اوسی خاتم نبوت سخن مین ودیعت رکھا تھا حشمت الفاظ
خاقانی کو مناسب قصیدہ اور چستی تراکیب نظیری کو شائستہ غزل اور متانت بناے سخن نظامی کو
لائق مثنوی سمجھ کر ان اصناف کو غالباً انھین طرزون سے مطرز کرتے تھے والا جس صنعت کو
جس طرز پر ارادہ کرتے بہتر اوس سے کہتے ایک مثنوی ناتمام کہ آٹھ سات جزو کے قریب
ضخامت ہے تحفۃ العاشقین کی بحر مین اور دوسری مثنوی قریب دو تین جزو کے گل کشتی
میر نجات کی وزن مین کمال قدرت سخنوری پر دال ہے سامع طرز شناس خاقانی کو اپنے سامنے
گویا پاوے اور میر نجات کو اپنے روبرو زبان آور دیکھے انشاے صفیر بلبل نام شرح متین
و مغلق اور صحت نامہ علوی عبارت سلیس و شستہ مین ایسے ہین کہ اگر سواد دیدہ ملک کی
مداد اور مژگان حور کا خامہ میسر آوے تو ارباب انصاف اونکو سفینہ صافی کی بیاض پر
تحریر کرین تلامذہ کے اشعار حک و اصلاح سے لباس تازہ پہنتے اور خلعت تو بہم پہونچاتے
شاخ نہال ہو جاتی اور نہال طوبیٰ قطرہ موج بنجاتا اور موج دریا جو کہ اصلاح شعر مین صرف
صحت معنوی کا افادہ ہی چاہا کہ شکنجۂ امراض بدنی کے گرفتار بھی صحت صوری سے بہرہ یاب ہون
خلعت نہر طراز جامعیت سے مطرز اور لوح استعداد تماثیل کمال سے متمثل ہو جاوے اور اوس تفقد
صوری و معنوی سے کسی کی پیشانی خیال داغ محرومی کے اثر سے متاثر نہو مسبب حقیقی کی
کارسازی قابل حمد و ثنا ہے کہ یہ حدیقہ طراز کمال جب گلزار طب کی باغبانی کی طرف متوجہ
ہوا کیا گل کھلائے معجزہ عیسوی کو اوسکے انفاس نفیس اقتباس سے جلوہ نمائی اور بیمارونکی
صحت کو اوسکے نسخہ کی نقاب سے چہرہ کشائی تھی نبض شناسی سے چشم خوبان کی بیماری
متعین اور تشخیص امراض سے زلف خوبان کا سودا یقین باغبان کو پارچۂ زر دیا سمن سے

دیدۂ نرگس کے رمد کا علاج تعلیم کیا اور شاخ گل سے جنون سنبل کا چارہ تفہیم مزاج گل کو تبرید نسیم سے معتدل کر دیا والا کثرت ساغر کشی سے قارورہ شبنم ناری ہو جاتا لالہ کا خون فاسد نشتر خار سے کم کر دیا وگرنہ فرط احتراق سے سارے بدن مین داغ کے سوا کچھ نظر نہ آتا آخر بسکہ حصول روزی گردش آسیاے گردون پر منحصر ہے اتفاقاً فرخ آباد کا سفر درپیش ہوا اور اُس اطراف کے باشندے اُس حضرت کے افادات سے کامیاب اور اوسکے چشمۂ فیض سے سیراب ہوے مرزا دولہا نامی رئیس شمس آباد نے کہ نواح فرخ آباد مین ایک معمورہ دلچسپ ہے کمال دلگرمی سے نان جوین پر قانع کیا اور اسطرح محبت و خدمت گزاری سے پیش آیا کہ رئیس مذکور کی رفاقت کا خیال اس حضرت کے دل مین مستحکم ہو گیا اُس عرصہ مین کئی موزون طبع اوسکے مایۂ فیض سے پایۂ شاعری کو پہونچ گئے اور کتنے طالبان کمال منافع علمی اور فوائد دانش سے بہرہ مند ہو گئے اور بہت علیل مزاجون نے اوس مسیحا نفس کے قانون علاج سے شربت صحت چکھا آخر الامر چرخ سفلہ نہاد کو اس چشمۂ فیض کا جاری رہنا پسند نہ آیا اور امراض گوناگون کی فوج کو اونکے شہر تن پر مسلط کیا کئی مہینے تک بدن افادت مسکن آغوش بستر سے الگ نہوا باوجود انواع تکالیف سن بارہ سو اٹھ سٹھ ہجری مین بکشادہ پیشانی خیستان عالم قدس کے گلگشت کا قصد مصمم کر کے گلشن جنان کی طرف سمند عزم کو گرم جولان کیا ہر چند اس واقعہ کو آٹھ نو برس کا عرصہ ہوا لیکن مخلصین کے دل سے داغ الم اب تک دھو یا نہین گیا حضرت اوستادی اوستاد الانامی مولوی امام بخش صہبائی نے کہ اوس جناب مغفور کے ساتھ نسبت تلمذ رکھتے ہین تاریخ وفات یہ پائی رباعی

چون او نرسیدہ کس بفریاد سخن ہاتف گفتا فتاد بنیاد سخن		علوی کہ چو او نداد کس داد سخن تا گہ زجہان رخت اقامت بربست

ہر چند ریختہ کی طرف متوجہ ہونا ایسے عالی فطرت کی استعداد کا ننگ تھا اور قابلیتہ ہمت بلند نہمت کو انشا و نثر عربی کی طرف بیشتر مصروف رکھتے اور طالبان کمال کے افادہ کے واسطے نظم و نثر فارسی ریختہ کلک گوہر سلک فرماتے لیکن گاہ گاہ کسی مخلص قدیم کی تحریک سے دو چار شعر ریختہ بھی موزون کرتے تھے جو کہ اشعار ریختہ بہت کم ہین اول اونکو نذر تماشائیان شہر کے پیچھے جواہر گران بہاے فارسی کو طبق عرض پر جلوہ گر کرونگا تاکہ معلوم ہو عبارت فارسی اس فارسی سے عبارت ہے

مضمون کی فکر کیا کرین ایسکے ذہن مین ہم
کم ہین خیال تنگیِ کنجِ دہن مین ہم

کیا دم تھا گل جو دیکھکے یارب نسیم صبح
غنچہ کی طرح پھول گئے پیرہن مین ہم

دل غم سے تنگ سینہ سراپا الم سے خون
لائین ہین بخت غنچہ مگر اس چمن مین ہم

دامن سے ڈھانک جیسے کوئی لے چلے چراغ
جاتے ہین سوزِ عشق لیے یون کفن مین ہم

مت پوچھ ہمنشین کہ یہ راتین فراق کی
کس طور سے ہین کاٹتے رنج و محن مین ہم

چھوٹے کمر کی فکر کے جو پیچ و تاب سے
او لجھے خیال زلف شکن در شکن مین ہم

اشعار فارسی

نالہ بر بانگ دہل کن شغب نوحہ کم ست
ماتمے گرم ترک باید ازین شیون ما

ہمہ از طوبلۓ و آتش زجحیم آوردیم
بیم و امید بسوزد ہمہ در گلخن ما

دشنہ را کہ کسے بر دل کافر نزند
مے زند بر دل ما ترک وفا دشمن ما

من و آئینہ بہ چشمت ستم آموز شدیم
خون عالم ہمہ در عہد تو بر گردن ما

خاک گشتیم وہمان دیدہ براہے داریم
شمع را زندہ مدار ید سر مدفن ما

نخواست عارف دست زمانہ باغ مرا
درون سینہ نہان داشت عشق داغ مرا

گر چنین جام دہد گردش چشم ساقی
پشت بر شیشہ گذارد شب آدینۂ ما

صبح عیدست کنون مغبچہ شوخ کجاست
کہ بے رنگ کند خرقۂ پشمینۂ ما

ہمچو گل آتش افسردۂ ما شعلہ نداد
تا نجنباند صبا گوشۂ دامانے را

علوی این گریہ کہ در روز وصالش کردی
تا چہ در کینہ نہادی شب ہجرانی را

ہزار قلزم خون مے کشیم و تشنہ لبیم
ز آب تیغ تو گویا سرشتہ شد گل ما

گذشت عمر در آمد شد وجود و عدم
قضا بگردش چشم کہ بست محمل ما

بفتنہ گرمی ہنگامۂ طرب داریم
فروزد از نفس صبح شمع محفل ما

دلم شکست ستمہاے زلف او یارب
شکستہ تر شود آنکس کہ بشکند دل ما

تو فکر بازوے خود کن کہ مشتاق شہادت را
برنگ شمع گر ببری سری دیگر شود پیدا

ایضا غزل حضرت عبد اللہ خان علوی علیہ الرحمۃ

بر شعلہ جا دہم دل پر التہاب را
دامن ز آتش ست سرشک کباب را

چون مے زید میان وجود و عدم غریب
نازم خراب شیوۂ مہر و عتاب را

تا حشر مست خال بت هوشیار نیست
مرگ ست آرمیدن عاشق که چون نفس
قربان آن زمان که تو گوئی تمے کشی
عشق نه پسندد اگر درد تو ما درزا نیست
با همه دیوانگی هشیاری وصلش طلب
چه سادگی ست بوے نظاره دعوی عشق
صبر ما را عشق میداند ولے ریش روان
تن چو گل خون دل برنگ لاله داغم کرده اند
آمدم تا از عدم از خویش پنهان رستیم

حسن تو پشت داد زلفیون شراب را
ما آزموده ایم درنگ و شتاب را
علوی جگر بیار که خواهم کباب را
همچو ماهی از محیط نیستی بسمل برا
با صبا عاقل شود با ناصحان غافل برا
تو پاک دامن و کافر نگہ بہانہ طلب
از براے حیرت دشمن نمایان کردن ست
محشر چندین بہار باغ ورا غم کرده اند
دل شکاران از کجا علوی اسیر غم کرده اند

ولہ علیہ الرحمۃ

دل ما را نگاہے که نداند گردش
گردش چشم تو ام جنبش گہوارہ بود
ناله چندانکه بود گرم غم از دل بہ برد
اشکم رود از دیده و مقدار نداند
گر جیب نماند ست بزنجیر در آویز
داغم ز دل ساده که خوش کرده بهر خوب
بے همرهی غیر نیاید بگلستان
جان مے طلبد در بدل نیم نگاہے
اگر درد تو در آب گل یک دل فرو ریزد
در آئین وفا سعی تپیدن آنقدر باید
فداے شست صافت دل نگاه تیز جولانی
نگرد کلفت مجنون هجران دیده مے ماند
بچشم من اگر جا گرم کردی آنقدر بنشین
ز خاک علوی ای محشر خرام آهسته تر بگذر
من بنده آن نگہ که خنجر

آنقدر دور بردی که کسے باز آرد
که گہے مے برد از خویش و گہے باز آرد
سوز این نغمه تشدی که کشی ساز آرد
این نو قدم اندازه رفتار نداند
آن کن که کسے بیند و بیکار نداند
ارباب تماشا ز خریدار نداند
این ساده تو گوئی ره گلزار نداند
نقصان خود و سود خریدار نداند
فشارد آنقدر تنگش که آب از گل فرو ریزد
که خون کشته هم از گردن قاتل فرو ریزد
که گر دعیم بسمل رنگ و بسمل فرو ریزد
مبادا اے ساربان این گرد بر محمل فرو ریزد
که نگه از نگہ در دیده و بر دل فرو ریزد
که بنشیند اگر بر دامنت مشکل فرو ریزد
بر دل زد و از جگر بر آورد

نازم سحر مژه که بر دل
موی زده و نیشتر بر آورده

دل زغمهای تو خالی نشود در شب هجر
یک شب از دهر بقدر گله می خواهد

تشنگم آید که زیارت گه عشاق شود
ورنه مردن بسر کوی تو دشوار نبود

عروج رشتهٔ فقرم بجام جم نگنجم
بجوده بالیده ام یعنی بظرف کم نگنجم

طریقت وسعتی دارد که تا دوزخ بود سیرش
من ای علوی بصحن خلد چون آدم نگنجم

گریم از فراق تو غافل ازین ملال
باید برین گریستن ما گریستن

صد ساله آتش ست که پرورده ام بدل
ای دیده خوش بود بمدارا گریستن

رباعی

دستی بر سر کوی میفروشم بردند
تا داد هنوز می زهوشم بردند
تقوی دامن کشید در ندان دستم
القصه زرفتم و بدوشم بردند

رباعی

آن تجه ز دهر خبر خطر نشناسند
صد ساله کنند و یک اثر نشناسند
این بست وکشاد مژه بر روی جهان
جز جنبش دست موبه گر نشناسند

قصائد

دلی دارم کز الفت جا دهد در دیده عمانش
محبت گر بیفشارد چکد زمزم ز دامانش

بدوزخ گر برافشانند دامان ترش شاید
که جز سر ما نسوزد در روی مجوسان ز نیرانش

حباب موج سازد کشتی واژدن گردون را
بعالم گر بجوشد از تنور دیده طوفانش

ازین سو رخنهٔ دیوار جنت چشم ناسورش
وزان سو مایه تسعیر دوزخ باد دامانش

بحنظل گیر دا از دنیا بشکر در گلو ریزد
ازان سو حوض کوثر بین وزین سو حوض نعمانش

دلی با چشم زمزم ریز منت گیر آن لعلی
که گرد و خنده اش چون حوض نعمان شکرستانش

تعالی الله چه شکر و شست آن لعل حیات آور
که گشته حوض نعمان قند و زمزم مانده تلخابش

سکندر دولتی و پیرواو خضر و اسکندر
سویدا دشت ظلمات ست و سودا آب حیوانش

خضر امانه تنها خورد چو یابد قطرهٔ آبی
سکندر لیک خوبا همچون سکندر بخت حیرانش

چو در میخانه آید جم بود یک جام بردارش
چو بر سجاده بنشیند خضر گردد آبستانش

چه گفتم پردهای دیدهٔ جم لای پالایش
چه گفتم طیلسان خضر ره پاک و خود دامانش

چه دل صد شرک رانده بر زبانها شکر توحیدش
چه دل صد کفر حرز ایمنے برده ز ایمانش

مجوسی ملتی وروے خوبان آزر آبادش
مسلمان سیرتے و زلف جانان کعبه جانش

غبارے بر سر دوش از رخ زردش ہیولا آسا
ز آه حلقه حلقه بسته زنجیرے چو رہبانش

ومش چون آتش نمرود ہیمه تخت نمرودش
دلش چون آزر و چون پور آزر دیده بستانش

گہے در دیر پیمان بست با بطریق و نسطورش
گہے بر طور پیوند بست با موسی عمرانش

گہے در کعبه تصحیح سور با کعب احبارش
گہے در معبد بغینهاست با قسیس و مطرانش

گہے از ژند کرده کسب دیاسگان نسکے از بر
گہے شرح مناسک یاد از سیپارهٔ قرآنش

برائے دیر صد تعویذ برده خط تجریدش
بروے کعبه صد لبیک رانده لب بهر آنش

کسے کین دل دلیل اوست حاجت نیست با خضرش
کسے کین دل ضمان اوست بر کس نیست اتکالش

من القصیدة الاخری

باز گیتی بدل گشت عنا از عنا
رنگ گل و بوے مل یافت بهار و بها

بہر دل زاہدان بوے مل آمد حنوط
بہر کف شاہدان رنگ گل آمد حنا

از اثر آن حنوط نفس پذیرد حیات
وز اثر آن حنا عشق برد خون بها

نکہت صد پیرہن ساخته کافور صبح
رونق صد انجمن سوخته رعود ما

چرخ که کافور خورد کرده جوانی ز سر
زہره که آن عود یافت داد بدندان جلا

فصل بہاران نگر خاست بجنگ فلک
آب بپوشد زره سرو فراز د لوا

لاله رنگین قبا ابلکے سرخ پوش
سنبل اکسون لباس دیلمی مو دوتا

صحن گلستان مگر آئینهٔ چرخ شد
صف سمن کہکشان غنچه سوسن سہا

سبزه شبنم فشان صولت پروین شکست
رنگ رخ ارغوان داد بشعری جلا

ژاله چو ماه تمام دیده کاوش مقام
ماه فلک را ابلے دیده کاو است جا

گر نه ز عید بہار گرمی ہنگامه ایست
ورنه به سیر چمن رفته ز سر ہوشها

کیسه بر آفتاب با همه انوار روز
مے برد از جیب گل اقچهٔ شبنم چرا

ورنه نشاط است چیست نرگس و این ابلہے
کو کند از شرب مے نقص بصر را دوا

فرض نمودم که مے شاه همه دار و ست
کو نگر دو بار خورده شود توتیا

قرطق رنگین برید بر بدن لاله باد
یلمق اخضر کشید در بر غنچه صبا

غنچهٔ نازک دماغ گر ندرد چون کشد
شوخ تر آمد نگار تنگ تر آمد قبا

گردش حسرت ساقیا جان شهیدان تو
جام گران خیز را خیز و سبک ساز یا

جلوه‌ای امید تا زه هوش بیمن آور بگوش
یک دو سه ساغر بنوش با صنم خوش لقا

شور کن ای بیخبر وقت طرب آهوست
آهو نبود گر جست چو از دام ما

صوت شباهنگ را گوش کن اینک سحر
وانکه شب آهنگ به هر سحر آمد کسوا

داروی بیهوشی ست اینک سبو محیل
داشته زانجم کنون از پی مالب چرا

ساقی و آن جام می مطرب و آن بانگ نی
ساز و صراحی ز دو سه مستی و رندی ز ما

نغمه دهد در دست کو سر و خشت ازانکه
مست و نالان رفت و خشت از سر دن کرد وا

ساقی تو گردد جام مطرب گرداند راه
هین تو بگردان قدیم از سر دو گرد درآ

بیتی چند از مثنوی که بر طرز گل گشتی است

در چمن بار خدایا که بر دخانهٔ ما
از سر اباد کند گل گل رندانهٔ ما

سر بازار محبت که جنون مطلوب است
باد مفت سر عشاق که سودا خوب است

بیدلان جوش بهارست جنون می باید
سر رندان چو سر شیشه نگون می باید

از می و مطرب و گل انجمنی ساز دهید
بیخودی گر همه رنگ است به پرواز دهید

گل چراغی شده هر شاخ ز گلهای چمن
یا الهی که شود چشم تماشا روشن

نو عروسان چمن زار ز سر کار بهار
همه در بر بگرفتند قبای گلنار

چاک زد غنچهٔ گل پیرهن عریانی
که ضرورست درین فصل قبا گردانی

زلف سنبل که فزودن بادسیه مستی او
دام صد مرغ نظر پیرهن شستی او

نیست باور که بدل داری بلبل کوشد
شاهد گل همه گر جامهٔ مصحف پوشد

رقم عیش کشد سبزه بر روی زمی
نرگس شوخ به بر کرد لباس قلمی

صبح دم تا چه بلا بر سر بلبل آرد
باغبان مشورتی با گل گل دارد

ساده لوح است برنگ ورق زر نگین
چون نگین هر که درین فصل بود خانه نشین

دم تاثیر ز آزادی سرو است اینجا
حلقهٔ دام خط بال تدرو است اینجا

چشم دل را به تماشای چمن آب دهید
خانهٔ تقوی و پرهیز به سیلاب دهید

شوق گر جرعه دهد از پی نظارهٔ گل
می توان کرد پر جامه چشم بلبل

بعد ازین واله گل پیرهنی خواهم شد
چون صبا پای چنار چمنی خواهم شد

تا فسانه در ره گلزار غلط مستانه
عشق گلبانگ زند بر قدم دیوانه

عشق کو تا خرد از عقل خراباتی را
سبا باغات دهد مردم باغاتی را

کو جنون تا بخرابات کنم منزل خویش
از می ناب زنم آب بروی دل خویش

باده لعل کشم داغ جگر لاله کنم
رنگ زنجیر قلندر شوم و ناله کنم

در گلزار زنم دست نگاری گیرم
نازنینی چو دل خود بکناری گیرم

بخورم از لب او بوسه و آبی بخورم
جز دل سوخته خویش کبابی بخورم

گر بمن وا شود آن فتنه گر بی پروا
خنده بر گل زنم و دامنش بند قبا

در گلستان رخش آینه تصویر کنم
از پی گم شدن خویش چه تدبیر کنم

طرح صحبت بکباب می و لطف اندازیم
بدر باغ کلیدی بغلط اندازیم

جام بر جام بنوشیم به عمم گردون
صلواتی بفرستیم بر روح مجنون

بیتی چند از مثنوی دیگر

بود فقیهی به بنارس مقیم
با دل آسوده ز امید و بیم

مرد خردپرور و فرزانه کار
در همه فرزانگی آموزگار

مدرسه از فیض دمش بوستان
چون ز سخن طبع سخن دوستان

صحبت مردان خردپیشه داشت
پاک دل و پاکی اندیشه داشت

کام زبانش تلخ نکرده مذاق
تا نزده حرف ز خلع و طلاق

گوش ز جنت به روایت نکرد
از می و پیمانه حکایت نکرد

نور خرد کرده ز رویش ظهور
چون می خوش رنگ ز جام بلور

راست بکیشش و بکنش هم درست
هم بدم و هم بقدم گرم و چست

نقد ورع آنچه که در بار داشت
بسته اش اغولهٔ دستار داشت

تا زده مژگان بتی تند خو
نقب گنجینهٔ ایمان او

دامن مدهوشش نکشیده جنون
خنجر مژگان و خراشش درون

غمزه بجانش پی بازی نخاست
طره پی دست درازی نخاست

شانه زریشش نگرفته بزور
عشق پی زلف بتی پر غرور

دل بصنم خانه نیازی نبرد
بت بسوے سجده اشارت نکرد
سنگ ملامت نه شکسته سرش
مختصر ان مایه فرهنگ دفر
داشت درین منزل بیم امید
رسته زنیرنگی لیل و نهار
یک سحر از در صنمی بے حجاب
دلبر هندوے مسلمان فریب
نازوران نرگس جادو سرشت
نیم نگاهے که بروش کرد
غمزه بران ریش خراشی فزود
ناوک مژگان سر پیکان کشاد

در خم ابروے نمازی نبرد
مغبچه تعلیم طهارت نکرد
چاک نیفگنده جنون در برش
بود ز عشق و فن او بے خبر
خاطر فارغ ز سیاه و سفید
شاد همین بود بسر روزگار
چون ز گریبان سحر آفتاب
برده بزلف از دل ایمان شکیب
خفته چو روح القدس اندر بهشت
سینه خراشید و جگر ریش کرد
لب نمک آورد و بران ریش سود
خون تمنا ز رگ جان کشاد

علی مولوی امانت علی ساکن نواح پورب مرد سیاح آزاده منش خوش اخلاق ہر اثناے تحریر تذکره مین راقم اوس بزرگ نهاد تقدس نژاد کی ملاقات سے شرف اندوز ہوا اور اوسکی تقریب یه ہی که وه عمیم الاخلاق سعادت زیارت حضرت فرید شکر گنج رحمة الله علیه حاصل کرکے وارد شاهجهان آباد ہوا اور تین روز اوس مسجد مین که شرقی شهر لب دریاے جمن واقع اور زینت المساجد کے نام سے مشهور رہی قیام کیا عجب مرد خدا رسیده اور صاحب باطن پایا معلوم ہوا که اکثر اشعار فارسی زبان ہدایت بیان سے صادر ہوے ہین اور ریخته گاه گاه اوسوقت جو جو اشعار که سامع نواز ہوے تھے اونمین سے یه ایک شعر ریخته راقم کو یاد رہگیا

یون تو سب کچھ لکھا پڑھا تھا وے
ہم ترے عشق مین بھلا بیٹھے

علی تخلص زبده خاندان سیادت قطب علی فرزند دلبند یگانه عالم آشنائی میر امیر علی مرحوم نیک نهادی اور خوش اطواری مین رشک امثال اور باغ سیادت مین نونهال اور مولوی عبد الکریم سوز سے تلمذ رکھتا ہی یه دو چار شعر اوسکے درج تذکره ہوے

آخر آخر ترے رونے سے اوٹھینگے طوفان	اسکا انجام نہین دیدۂ پرنم اچھا
کل تو علی کا حال بہت ہی تباہ تھا	کیا گذری آج اوسپہ خدا جانے کیا ہوا
علی نے مفت اپنی جان کھوئی	لگا کر دل کو اوس زلف دوتا سے
دل تنگ کیجیے دنیا ہی اور دل تو اسیر ہی	اور اوسپہ قفس تنگ ہی صیاد غضب ہی

علیل

علیل تخلص ہی شیخ نصیر الدین کا خوش مزاج ظریف طبع علوم رسمی سے ماہر ہی سنین عمر ہنوز اونتیس یا تیس سے متجاوز نہین اور کمال مین اقران و امثال سے قدم آگے رکھتا ہی یہ دو شعر اوسکے سنے گئے

ابکی اچھے نہین ہونیکے علیل	سخت بیمار ہو ہم جانتے ہین
چھٹے بھی قید سے تو ویرانی ہی جا نشیمن کو	جہان وسعت بقدر یک قفس ہی صحن گلشن کو

عیش

عیش تخلص ہی حکیم حاذق ارسطوے وقت لقمان دوران شاعر خوش کلام سخنور بلند مقام صاحب ذہن سلیم و خداوند طبع قویم یگانہ جہان حکیم آغا جان سلمہ اللہ الرحمن کا شاہد کلام زیور صنایع لفظی سے بیشتر آرایش دیتے ہین اور محاورہ بندی اور رشتگی زبان زیادہ ملحوظ رہتی ہی الفاظ روشن نور معنا مین سے آفتاب سواد خط تازگی معنی سے سبزہ سیراب سبحان اللہ کیا رسائی فکر ہی کہ ہر مضمون بلند اوسکے سامنے پیش پا افتادہ معلوم ہوتا ہی الفاظ سے معنی تابناک کا جلوہ گویا پرتو شمع کی جھلک فانوس سے سواد رقم سے رنگینی عبارت کا ظہور یعنی سرخی رنگ کا مشاہدہ سبزی پر طاوس سے بیمارون کی شفا ایک معجزہ ہی کہ خامہ تقدیر نے اونکی زبان قلم مین ودیعت رکھا ہی معنی جان پرور کی روح افزائی گویا وسی معجزہ کا اثر ہی کہ دار الشفاے سخنوری کے بیمارون کی چارہ سازی کے واسطے پردہ الفاظ شعر سے جلوہ گر ہی شیرینی فصاحت کو نمک ظرافت کے ساتھ ترکیب دیکر مذاق سامعہ کو ہر کیفیت سے جداگانہ لذت یاب کرنا ہی قادر الکلام کا اختراع ہی یہ چند شعر شعری شعار اونکے افکار بلند آسمان پیوند کے نتایج سے تحریر ہوتے ہین

مانا کہ ستم کرتے ہین معشوق مگر آپ	جو مجھ پہ روا رکھتے ہین ایسا نہین ہوتا
کہتا ہی کوئی شعلہ جوالہ کوئی برق	اس دل پہ گمان لوگون کو کیا کیا نہین ہوتا
اپنے پاماون پہ بھی رکھنی نظر کچھ چاہیے	راہ چلتے ہو چلو لیکن مری جان دیکھکر
اک زلف کا بل ہو تو کہون سیکڑون بل ہین	پیشانی سے ابرو تلک ابرو سے کمر تک

دخت رز کی دیکھنا سب مستیان جھڑ جائینگی
گر کبھی پہونچی وہ اون آنکھون کے مستانون تلک

وزن تو ہین ناز و ادا و عشوہ و ریبان ایک دل
عیش کس کسکی مین اسپر نازبرداری کرون

افشاے راز عشق کے باعث تحقیق تو ہو
سو ہے بجا بیان ہین تمھارے حجاب مین

اسے تو روز بہانے کو چاہیے دریا
کہانسے لاؤن مین اس چشم خون فشان کیلیے

صلح اوسنے ہمین کیے ہی بنی
دل پہ جھگڑا اتھا دل ویسے ہی بنی

زہد و تقوے دھرے رہے سارے
ہاتھ سے اوسکے مو پیے ہی بنی

لائے وہ ساتھ غیر کو ناچار
پاس اپنے ٹھا لیے ہی بنی

کسکا تھا پاس شوق ظلم کہ عیش
ان جفاؤن پہ بھی جیئے ہی بنی

قدر رہی جب نہو کسی کی تو پھر
کیون کسو کی جان دے کسو کے لیے

عیش تخلص راے عزت سنگھ منشی دفتر خالصۂ شریفہ جوان خوش خلق و نیک نہاد علوم ضروری سے آگاہ اور قواعد سخنوری سے واقف اشعار فارسی مین جناب کمالات انتساب مولانا مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے اصلاح لیکر اور ریختہ مین شاہ نصیر مرحوم سے یہ اشعار اوسکے نتایج افکار سے ہین-

اشعار فارسی

مید ہد افسانہ شیخ و برہمن حیرتم
آخر از یک کشور ست این مختلف اخبارہا

تا غم عشق میہمان من ست
ہمہ خون جگر بخوان من است

در خرابات جہان آمدہ ام از پئے دوست
غوطہ در بحر فقط از پئے گوہر زدہ ام

نرگس مست از نگاہ داد شکستے بدل
مے شکند شیشہ را تندی صہبای من

ریختہ

جان و دل پر غم ہو اوس چشم پر آزار کا
دیکھکر ہر شی کو جی چلتا ہی جون بیمار کا

رہی جبتک کہ نیچی تھا زمین پر شور محشر کا
نہ ہے گی کیا فلک پر اب نگاہ یار اونچی ہی

نہو پست و بلند دہر سے غافل تو اے منعم
کہین نیچی کہین یہ راہ ناہموار اونچی ہی

باب الغین المعجمہ

غافل تخلص ہی زبدۂ سادات عظام میر سید محمد نام کا کہ مرد سنجیدہ اور صاحب اطوار حمیدہ ہی مدت ہوئی کہ حکام وقت کی طرف سے مدرسۂ شاہجہان آباد مین خوشنویسون کی

سلک میں منسلک اور طلبہ مدرسہ کے خط نستعلیق کی تہذیب کے واسطے ملازم ہیں علاوہ اوسکے زبان اردو اور ناگری کی تعلیم بھی اسی جامع فنون کی ذات سے متعلق ہے لغت ناگری میں ایک کتاب مبسوط مسمی بمفتاح اللغات بہت خوب تالیف کی ہے اور علم حساب میں لیلاوتی کا ترجمہ زبان اردو میں کیا گاہ گاہ شعر کہنے کا اتفاق بھی ہوتا ہے اور تاریخ گوئی کی طرف التفات حد سے زائد ہے یہ دو چار شعر صفحہ کتاب پر مرقوم ہوتے ہین

مبتلا عشق میں ہے کون بشر اپنا سا	دے نہ دشمن کو خدا درد جگر اپنا سا
ساقی دہر نے عشرت کدۂ دنیا مین	خون دل روز پلایا ہے مجھے جاے شراب
ہے یقین مجکو عداوت سے نہ دیگا گردون	جنت کی مجلس جہان میں جو نہوتی نایاب
کھانے کو غم جہان مین باقی نہیں رہا	پینے کو ایک قطرۂ خون جگر نہیں

غالب

غالب تخلص شیر نیستان سخنوری ہر بیشۂ معنی پروری یکہ تاز عرصۂ کمال یگانہ کشور افضال سیاح زمین سخن دانا ے نوادر فن زبدۂ کملاے جہان مرزا اسد اللہ خان معروف بمرزا نوشہ سلمہ الرحمن سخن سنج بے مثل و نظیر اور صاحب طرز دلپذیر ہے خامہ گوہر بار نے اقلیم سخن مین نواے جہانگیری بلند کیا ہے اور یوسف معنی کو اس ہجوم بے تمیزی مین زلیخا منشان مصر سخن کی نظر مین ارجمند کیا ہے فضائل اگر اس قدرداں افاضل کی ذات پر تکیہ نکرتے فضیلت نرکھتے اور کمالات اگر اس زبدۂ کملا سے مدد نہ لیتے عالم کی تکمیل کا سبب نہوتے سیاہی رقوم اوسکی رنگینی معنی سے ہمشکل طاؤس صفحۂ قرطاس اوسکے فروغ مضامین سے ہمرنگ فانوس برق طور اگر اوسکی تجلی معنی کے مقابل ہوتی سرمہ ہوجاتی شمع ایمن اگر اوسکے شعلۂ فکر کے سامنے آتی فروغ نہ پاتی ایوان سخن اوسکی فکر کی معماری سے آسمان کے ساتھ ہم رفعت بناے کلام اوسکی طبیعت کی مدد سے قاف کے ساتھ ہم متانت وصف بزم مین رفتار قلم رقص ناہید کے برابر بیان رزم مین صریر خامہ نعرہ شیر سے ہمسر فکر اگر حوصلہ ہمت کے لائق جہد کرے فضاے لامکان مرحلہ مقصود کے روبرو دیدۂ مور سے تنگ تر نظر آوے خیال اگر اندازہ قدرت کے موافق بلندی پر جاوے خزانہ تحت العرش کو اوس جاے گاہ رفیع سے گنج قارون سے پست تر پاوے سخن کی فراوانی اور ہجوم معانی اور متانت تراکیب اور رشاقت اسالیب اور شوخی اشارات اور چستی عبارات گاہ گاہ کی رعایت سے آفتاب کو لباس فردہ مین

جلوہ دینا اور تفصیل کے اقتضا سے تخم کو نہال کی صورت میں نشو و نما بخشنا خدائی کو فصل اور ملاقات کو وصل کے تفصیل سے بخوبی آگہی سیاحت سخن میں بلاغت کے ساتھ ادا اور پیشوائی سے بزم کلام میں مثل صحبت ناجنس اجتناب کرنا اور اسیطرح اور باتیں جو لوازم سخن اور مقتضیات فن سے ہیں جیسے اس ناظم کشور کمال میں مشاہدہ ہوتی ہیں کم کسی میں دیکھی گئیں ابیات ریختہ عبارت ریختہ و غایت فارسی جواہر قدس کا گنجینہ ہر چند اشعار ریختہ حد حصر سے خارج اور اندازہ شمار سے افزون تھے لیکن از بسکہ کمر یار اور دہان دلدار کا مضمون زیب اشعار ہوتا ہے انھیں مضامین کی رعایت سے اختصار کو پسند کیا اور چند بیتیں لب و دہن لب کے مانند نقطہ انتخاب کے خیال سے مزین کرکے ایک دیوان مختصر مرتب کیا اور مجموعہ فارسی کا تو دیوان محشر سے بھی زیادہ اشعار پر شور و غوغا اور ابیات بلند صدا سے مملو اور مشحون ہے ریختہ میں گاہ گاہ اسد تخلص بھی کیا ہے لیکن غالب غالب اور یہ طالب اسی نام سے ہند و فارس میں اوسکے نشان کا طالب ہے یہ چند شعر کہ سرمۂ چشم شب غفلت کا چارہ اور جلوہ شاہد مدعا کو آشکارا کرتا ہے

ریختہ

گھر ہمارا جو نہ روتے بھی تو ویران ہوتا
بحر اگر بحر نہ ہوتا تو بیابان ہوتا

تنگی دل کا گلہ کیا یہ وہ کافر دل ہے
کہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشان ہوتا

مین اور بزم مے سے یون تشنہ کام آؤن
گر مین نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

درد منت کش دوا نہ ہوا
مین نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

تازہ نہین ہے نشۂ فکر سخن مجھے
تریاکی قدیم ہون دود چراغ کا

بلبل کے کاروبار پہ ہے خندہ ہائے گل
کہتے ہین جسکو عشق خلل ہے دماغ کا

تھی نو آموز فنا ہمت دشوار پسند
سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آسان نکلا

تھا زندگی مین مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
اوڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

کی مرے قتل کے بعد اوسنے جفا سے توبہ
ہاے اوس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

وائے گر میرا ترا انصاف محشر مین نہ ہو
اب تلک تو یہ توقع ہے کہ وان ہو جائیگا

مین نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹون
وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

ہی ابتدا اس معمورہ مین قحط غم الفت اسد
ہمنے یہ مانا کہ دلی مین رہین کہاینگے کیا

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لیکے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

غم فراق مین تکلیف سیر گل مت دو
مجھے دماغ نہین خندہ ہاے بیجا کا

رشک کہتا ہی کہ اوسکا غیر سے اخلاص حیف
عقل کہتی ہی کہ وہ بے مہر کسکا آشنا

ہون ہوتا ہی حریف مئے مرد افگن عشق
ہی مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد

اسد بسمل ہی کس انداز کا قاتل سے کہتا تھا
کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

سر پھوڑنا وہ غالب شوریدہ حال کا
یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھ کر

قاصد کے آتے آتے خط ایک اور لکھ رکھون
مین جانتا ہون جو وہ لکھینگے جواب مین

بنید اوسکی ہی دماغ اوسکا ہی راتین اوسکی ہین
تیری زلفین جسکے بازو پر پریشان ہوگئین

ہین آج کیون ذلیل کہ کل تک نتھی پسند
گستاخی فرشتہ ہماری جناب مین

ملنا ترا اگر نہین آسان تو سہل ہی
دشوار تو یہی ہی کہ دشوار بھی نہین

کم نہین وہ بھی خرابی مین پہ وسعت معلوم
دشت مین ہی مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہین

نہ نکلا آنکھ سے تیری اک آنسو اوس جراحت پر
کیا سینے مین جسنے خونچکان مژگان سوزن کو

بلا سے گر مژۂ یار تشنۂ خون ہی
رکھون کچھ اپنی بھی مژگان خون فشان کے لیے

نقش کو اوسکے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہی
کھینچتا ہی جسقدر اوتنا ہی کھنچتا جاے ہی

ہوچکین غالب بلائین سب تمام
ایک مرگ ناگہانی اور ہی

ہی کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہون
ورنہ کیا بات کر نہین آتی

نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا پر اب
لب تک آتا ہی جو ایسا ہی رسا ہوتا ہی

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی مین معاف
آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہی

گو ہاتھ کو جنبش نہین آنکھون مین تو دم ہی
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

اشعار فارسی

محو کن نقش دوئی از ورق سینۂ ما
ای نگاہت الف صیقل آئینۂ ما

وقف تاراج غم تست چہ پیدا چہ نہان
ہمچو رنگ از رخ ما رفت دل از سینۂ ما

سخن کوتہ مرا ہم دل بہ تقوی مائلست اما
ز ننگ زاہد افتادم بکافر ماجرائیہا

ز درد دل کہ با فسانہ درمیان آید
بہ نیم جنبش سرمہ بتوان فریفت مرا

بیک دو شیوه ستم دل نمی شود خرسند
بمرگ من که بسامان روزگار بیا

هلاک شیوه تمکین مخواه مستان را
عنان گسسته تر از باد نوبهار بیا

وداع و وصل جداگانه لذتی دارد
هزار بار برو صد هزار بار بیا

بپایان محبت یاد می آرم زمانی را
که دل عهد وفا نابسته داد هم دلستانی را

ز من کز بیخودی در وصل رنگ از بوی نشناسم
بهر یک شیوه نازش باز میخواهم جوانیش را

حبابان از بادهٔ وش آبدان مانند که پنداری
بدنیا از پس آدم فرستادند مینو را

برده صد اربعین بسر بر سر صد هزار خم
گر بهی بآفتاب باده چکد ز خشت ما

بااضطراب دل زهر اندیشه فارغیم
آسایشی ست جنبش این گاهواره را

با بندهٔ خود این همه سختی نمی کنند
خود را بجور بر تو نگر بسته ایم ما

خوبان ورق تا چه ردای گرفته ست
صد جا چو نی بناله کمر بسته ایم ما

رسیدنهای منقار هما بر استخوان غالب
پس از عمری بیادم داد رسم و راه پیکان را

در کشاکش ضعفم نگسلد روان از تن
اینکه من نمی میرم هم ز ناتوانیهاست

غالب زبان بریده و اکنده گوش نیست
اما دماغ گفت و شنودش نمانده ست

عقل در اثبات وحدت خیره میگردد چرا
هرچه جز هستی ست هیچ و هرچه جز حق باطل است

جوش حسرت بر سر خاکم ز بس جا تنگ کرد
هیچو نبض امروز ده هیچ جنبیدن نداشت

دوستان دشمن اند ور نه مدام
تیغ او تیز و خون ما هدر است

کم نخود گیر و بیش شو غالب
قطره از ترک خویشتن گهر است

گه رخ آرائی و گه زلف سیه تابی بهی
یاد ناری که مرا نیز سرانجامی هست

گیرم که رسم عشق من آورده ام بدهر
ظلم آفریده دل حق ناشناس کیست

رند هزار شیوه را طاعت حق گران نبود
لیکه صنم بسجده در ناصیه مشترک نخواست

نشاط جم طلب از آسمان نه شوکت جم
قدح مباش ز یاقوت باده گر عینی است

نازم به امتیاز که بگذشتن از گناه
با دیگران ز عفو و با ز عمد در بود

در بغل دشنه نهان ساخته غالب امروز
بگذارید که ماتم زده تنها ماند

می بزم و مکن عرض که این جوهر ناب
پیش این قوم بشو رایه زمزم نرسد

بی التفات نگارم چه جای تهنیت است
دعا کنید که نوعی ز امتحان نبود

نازم فریب صلح که غالب ز کوی تو — ناکام رفت و خاطرش امیدوار بود
سعیت کردم اگر پای نزاکت در میان نبود — تنم از لاغری صد خورده بر موی کمر گیرد
خون هزار ساده بگردن گرفته اند — آن سنگ گفته اند نکویان نکو کنند
دیده پر ریخته و از قفسم کرد آزاد — رحم در طینت ظالم ستم ایجاد آمد
آزادیم نخواهی و ترسم کزین نشاط — بالم بخود چنان که نگنجم به بند تو
با هیچ کافر این همه سختی نکرده — ای شب هجر من که تو فردای کیستی
نگو شتم میرسد از دور آواز درا امشب — دلم گم گشته دارم که در صحراست پنداری
چه گویم از دل و جانی که در بساط من است — ستم رسیده یکی ناامیدوار یکی
تا بیم ز دل بر و کافر ادای — بالا بلندی کوته قبای
اکنون خود از وفای تو آزار میکشم — رفت آنکه از جفای تو فریاد کردمی

غالب

غالب تخلص الدر علی متوطن پورب ملازم نواب فیض محمد خان والی جھجھر نوشت و خواند ملکہ حسب دلخواہ حاصل تھا اور خوش الحانی مین بے نظیر اور صلاح و تقوی مین بے عدیل بسبب موزونی طبعی کے شعرگوئی کی طرف راغب یہ دو تین شعر اوسکے نتایج طبع سے ہین

ہم تو سو طرح نکل آوے — کوئی جانے بھی مدعا دل کا
آہ سیکھے کہ نالہ وہ پر فن — نہین ہوتا ہے آشنا دل کا
ہمتو غالب کسے بھی قایل ہین کہ جاتا ہو بچا — پاس اس بت کے کسی ڈھب کسی عیاری سے

غریب

غریب تخلص غریب اللہ ساکن شاہ آباد مدت سے وارد شاہجہان آباد اور زمرۂ طالب علمان فارسی خوان سے ہے اول مومن خان مومن مرحوم کو غزل ریختہ دکھاتا تھا اب اپنے طور پر داد سخنوری دیتا ہے کئی مہینے ہوے کہ عہدۂ منشی گری پلٹن انگریزی پر مامور ہو کر کسی طرف راہی ہوا ہے گاہ گاہ اشعار طبع زاد خط کے وسیلہ سے جناب مستطاب مولوی امام بخش صہبائی کی خدمت مین اصلاح کی توقع پر بھیجتا ہے لیکن جناب موصوف کسی مصلحت سے اون اشعار کو اوسیطرح مسلم رکھکر دو تین فقرے تعریف مین لکھ بھیجتے ہین اتفاقاً چند شعر اوسکے کسی کاغذ پر لکھے ہوے مل گئے اون مین سے یہ دو تین شعر اس مقام مین تحریر ہوے

مفت مین پامال اسکا ہو گیا تو از غریب	ہم تو سمجھاتے تھے کوے دلربا مین تو نجا
انکو دل دیکے کوئی کیا خوش ہو	دلربا دلبری نہین کرتے
خضر دیتے جو جام آب حیات	لب سے کچھ ہم ہی نہین کرتے

غفور

غفور تخلص محمد غفور کشمیری باشندگان شاہجہان آباد کے سامنے اپنے آپکو شاگرد ناسخ قرار دیتا تھا اور کبھی تلمیذ آتش کا اور بعض واردان لکھنؤ سے معلوم ہوا کہ اوس سرزمین مین شاہ نصیر مرحوم کی شاگردی کا دم بھرتا تھا میرے نزدیک اوسکا کلام اس پایہ مین نہین کہ اوسکے تلمذ کی نسبت کملا کی طرف کیجاوے یہ شعر اوسکا یاد تھا

آجائے غفور کچھ نہ آفت	تم خیر سے جلد گھر سدھارو

سلطان

سلطان تخلص کریم بخش ساکن موضع کرانہ مرد معمر درویش طینت وارستہ مزاج فن شعر مین شیخ ابراہیم ذوق سے مستفیض یہ دو بین شعر اوسکے سنے گئے

جب نچاتے ہین طفل اشک تو پھر	سر پہ رو رو کے گھر اوٹھاتے ہین
خدا ہی جو اوس بت کا بندہ ہو ناصح	سنا ہی کہ ایسا ہوا چاہتا ہی
آج تک منتظر رہی آنے کی کل پہ ہوا امید	اک قیامت ہی ترا وعدہ فردا کیا ہی

حشم

حشم تخلص محمد الف خان خلف اصالت خان رسالہ دار مرحوم ساکن عرب سرا اور وہ ایک معمورہ ہی کہ شاہجہان آباد سے تین کوس کے فاصلے پر مزار پرانوار حضرت سلطان المشایخ قدس سرہ العزیز کے جوار مین واقع اور محل سکونت اوسکا تھا ہی مدت دراز سے قصبہ کول ضلع علی گڈھ مین قیام پذیر اور محمد فیض احمد خان کی سرکار مین کہ قصبہ مذکور کے اطراف و جوانب مین کسی آبادی کے رؤسا مین سے ہی ملازم ہی جودت فکر اور رسائی ذہن اوسکے کلام سے ظاہر ہی یہ تین چار شعر اوسکے ایک آشنا نے لکھ بھیجے تھے

ایک جھگڑا ہی کہ چکتا ہی کسی طرح نہین	دم اولجھتا ہی تری شوخی حیلے سے مرا

خاطر ہی اگر آپکو دشمن کی تو بہتر — تم خوش رہو اونسے ہی ہمارا بھی خدا ہی
غم ترے اتنے تغافل سے موا جاتا ہی — تو اگر آتے تو اسمین ترا کیا جاتا ہی
نزع کے وقت بس شوق ہی نظارہ کا — دم سمٹ کر مری آنکھون مین کھچا جاتا ہی

غم

غم تخلص مہتاب سنگھ قوم کا یتھ شاگرد شاہ نصیر مرحوم اول سرکار بادشاہی مین سلک متصدیان علاقہ بخشی گری مین نوکر تھا پھر ترک روزگار کر کے لاہور مین جا کر امرا سرکار راجہ رنجیت سنگھ مین سے کسی امیر کی رفاقت مین رہا اور وہین راہی ملک عدم ہوا یہ چند شعر اوسکے مسموع ہوے

طاقت اوٹھنے کی نہین ہی ورنہ مین بھی ای صبا — ساتھ تیرے اک چمن کیا دشت و در کو روندتا
اک دن تو غم کے حال پہ الفت سے کر نظر — اتنا نہین ہی خوب ستانا غریب کا
ایک قطرہ ملی مین ہمسے ہی ساقی ہی درگذر — ورنہ ہر اک کو تو نے سبو کے سبو دیے
ناخن کے بدلے خار ہی دیتا ہمین وہ غم — جسنے گلون کو باغ مین سو رنگ بو دیے
صیاد دیے خبر ہی رہا اور قفس سمیت — لیکر اسکے سر کو بلبل ناشاد مرگئی

تمکین

تمکین تخلص مولوی عبد القادر متوطن رام پور فاضل جلیل القدر اور عالم بے بدل تحصیل تمام علوم متداولہ خدمت اعلم العلما افضل الفضلا اکرم کرام اعظم عظام مفتی شرف الدین رام پوری غفر اللہ لہ سے تحصیل کیے مزاج باوجود پیرانہ سری کے ظرافت پسند اور فکر باوجود ضعف پیری کے قوی ہر چند طول تقریر کا سررشتہ لاینقطع تھا لیکن نہ سامع کو اوسکے تکلم کے وقت ملالت سے انتساب اور نہ کچھ اوسکے مائدہ کلام پہنچنے کی صورت مین انقلاب مدت مدید سے مرادآباد مین عہدہ جلیلہ صدر الصدوری پر مامور اور کارگذاری اور امانت کے ساتھ مشہور رہا اتفاقاً ایکبار حاکم بالادست کی ناقدردانی سے خاطر نازک کو گرانی بہم پہونچی اور سررشتہ تعلق کو منقطع کر کے گنج عزلت مین انزوا اختیار کیا حافظ شیراز کی غزل کی مخمس کا ایک بند کہ اوسکے نتایج افکار سے ہی اس مقدمہ پہ دال اور اہل کمال کے رتبہ نشناسی کے بیان سے مورث ملال ہی

خدمتین ساری فراموش شکایت کر یاد — شبہ مین ایک خطا کے ہمہ نیکی برباد
بندگی صاحب من خانۂ نیکی آباد — گر نہادت ہمہ انیست زہے نیک نہاد
ور سرشتت ہمہ انیست زہے نیک سرشت

گاه گاه ریختۂ اردو گویان قدیم کی وضع پر کہتا یہ دو تین شعر اوسکے ہر دست یاد تھے

جو مری رہی نہ تو شیشہ جھکا کے ساقی نے — کہا یہ رندون سے لیجے سلام شیشہ کا

مہ کر نہ سکا سامنے منھ اوسکے تو ہر گز — اب جیسے ہوا چاہے ہو گھٹ گھٹ کے ابر

عادت سے اپنے ہاتھون کے ہمکو نہین امید — لیٹے رہین نماز تلک بھی کفن مین ہم

غمگین تخلص میر عبد اللہ پسر میر حسین تسکین غفر اللہ لہما جوان خوش رو نیک خصال پسندیدہ اطوار برگزیدہ شعار تھا حیا آئینہ پیشانی مین اسطرح جلوہ گر تھی جیسے گوہر مین آب شوخی آنکھون مین اسطرح گنج نشین جیسے انگور مین شراب قامت دیوان سعادت کا مصرعہ دل گلبن مروت کا غنچہ سخن کو اوسکی طبع سے ایسی مناسبت جیسے گویائی کو نرگس خوبان سے موزونی کو اوسکی ذات سے ایسا تعلق جیسے رعنائی کو قامت محبوبان سے ہر چند سرمایۂ علمی سے چندان بہرہ نہین تھا لیکن استعداد ذاتی اور موزونی فطری سے سخن مین رنگینی اور حلاوت اور متانت اور دلربائیون کا ہجوم تھا جیسے ہنگامہ مین تماشائیون کا اتفاقات قضا و قدر سے خاک شاہجہان آباد سے دل برداشتہ ہو کر امیٹھی مین اپنے پدر مشفق کے پاس چلا گیا چند روز اقامت کو ہوے تھے کہ فلک بیمہر نے ایسے گلبن نوشگفتہ کو نہ چاہا کہ ہر کسی کی نظر مین جلوہ گر رہے عین ہنگامۂ نشو و نما مین اوس نونہال گلشن عمر کو گلزمین دنیا سے روضۂ خلد مین لے گیا حال اس داغ جگر سوز کا امکان تقریر سے خارج ہے دیدۂ احباب کی کیا محرومی ہے کہ ایسے جمال یوسف تمثال کے نظارے سے بے نصیب رہے اور خاک شور کی کیا قسمت ہے کہ ایسے شمشاد چمن زار خوبی کو یون آغوش مین لے

صورتین کیا کیا ملی ہین خاک مین — ہے دفینہ حسن کا زیر زمین

یہ شعر اوس نسخۂ کمال کے بطریق یادگار لکھے جاتے ہین کہ اگر آنکھین اوس معنی نایاب کی رنگینی سے بہرہ ور نہون بارے گوش ہی اوسکے صریر قلم سے آشنا رہے

شور تجلی نے مزا زور چکھایا دلکو — نالہ سوز غم جگر پر نمک افشان نکلا

حشر مین فریاد کیا کرتا مجھے یاد آگیا — قہر آلودہ نگہ سے دیکھنا جلاد کا

وہ خبر ہی جانگزا تھی جسکو سنکر مر گیا — ورنہ ایک تیشہ سے ہوتا کام کیا فرہاد کا

امت نوح پہ طوفان ہی آیا بار دو — شکر یہ ہی کہ مرا دیدۂ خونبار نہ تھا
ہر چند رشک ہی پہ نہی اتبو جان پہ — تو ہی جیسا اولٹ کہین گوشۂ نقاب کا
آتے ذرا نہ اور تو مرہی چلے تھے ہم — تھنے تو کہدیا کہ ہمین کچھ خبر نہین
عادت ہی کیون تھے تم جوا دٹھایا اسنے طوفان کو — سہا نہ ہو گیا رونے کا میری چشم گریان کو
کمی کرین جگر و دل تو کیا کرین یارب — کچھ اور چاہیے مجھے مژگان خونفشان کے لیے
اب آیو ہین مرے سینے سے الگ جا — گرہ وا ہو چکی بند قبا کی
مین دیکھون دل سے باقی کیا غلط کر — لہو تھم جا ہے چشم خون فشان سے
چپا ہے تھا کوئی مرنے کا بہانہ دلکو — تم چلے روٹھ کے اب دیکھیے کیا ہونا ہی
کی مری مٹی عزیزون نے خراب — ہائے لا کر خانۂ خمار سے

باب الفاء

فاخر

فاخر تخلص شیر بیشۂ مردانگی فارس مضمار فرزانگی نہور پناہ شجاعت دستگاہ زبدۂ ارباب فہم و ذکا مرزا چہندگا قوم مغل نجابت کو اوسکی ذات سے افتخار اور شرافت کو اوسکی صفات سے اعتبار مروت کو اوسکی طبیعت کے ساتھ ایسا ارتباط جسطرح موج کو دریا سے اور حیا کو اوسکی پیشانی سے ایسا اختلاط جیسے آب کو آئینہ مصفا سے حلم کے اثر سے حرف درشت اوسکی زبان پر لایم استقامت کی تاثیر سے نقش اوسکے قدم کا صفحۂ آب پر قایم سخن کے سلیقے مناسبت طبعی اور موزونی کی طرف التفات جبلی ہی سرو اوسکے قلم کی مشابہت سے موزونی ساتھ منسوب صبا اوسکے انفاس کی مناسبت سے خاطر گل ہین محبوب سطر اوسکے سخن کی کیفیت معنی سے موج مل دوائر اوسکے حروف کے رنگینی مضمون سے غنچہ رنگ گل علم سے بقدر ضرورت سرمایہ فراہم رکھتا ہی اور ایسے صفات حمیدہ کی بیش مایگی پہ جنس غرور کم رکھتا ہی کمال صداقت سے راقم کے ساتھ رقم اور الفاظ کی طرح وفاق اور حروف نقش کے مانند اتفاق ہی مین اوسکے سلوک برادرانہ سے سپاس دار اور اوسکی محبت تہ دلی کا شکر گذار رہتا ہون اس جگہ چند شعر اوسکے طبعزاد لکھکر سامعان سخن سنج کو مسرور کرتا ہون

لب ہی تک آکے پھر گیا نالہ — ورنہ کیا جانے کیا سے کیا ہوتا
میری گردش سے سب کو ہوتا فیض — مین اگر سنگ آسیا ہوتا
دشت الفت مین خضر کا کیا کام — کوئی دیوانہ رہنما ہوتا

اب شکایت سے فائدہ فاخر
کس سبزہ رنگ کا ہی تعشق کہ زخم پر
تھا دل ہین بوسہ سوتے مین لیجے پہ کیا کہین
تیرے کوچے مین آن بیٹھے ہین
پاس بدنامی تھا کس پردہ نشین کا ہر قدم
اک ہین کوئی کسیکی نہین پڑتا پیچ ہی
منھ چھپایا نہ کبھی اوسنے یہ موسی کیطرح
آغوش مین ہی اور زبان جرأت نہین ادب سے
جنت ملی ہی اجر محبت مین پر ہی خوف
واعظ کے منھ سے کسکو گوارا ہو طعن و طنز
ہی پاے بد گمانی بھی کتنا رسا کہ وہ
ایسا جلا کہ خاک بھی باقی نہ کچھ رہی
اس گرد مین ہی پیرہن یار کی سی بو
آجاؤ تم وگرنہ تھمیگا نہ مجھ سے دل
کسکی ہین غماز زبان یا رب کہ اوس سے راز دل
خم کے خم پی چکا ہون پہ یہ کہتی ہی ہوس
نہ کھلا غنچۂ دل باغ جہان مین فاخر

دیکھکر تمنے دل دیا ہوتا
جو کچھ رکھا وہ مرہم زنگار ہو گیا
سوئے نصیب یہ کہ وہ بیدار ہو گیا
ہمنے بھی ڈھونڈا ایک مقام لیا
اپنا آزار چھپاتا ہی یہ بیمار رہا
دور تجھ سے اثر آہ کشرر بار رہا
غش ہمارا ہی نقاب رخ دلدار رہا
اس اختیار پہ کیا بے اختیار ہین ہم
ہون کوے یار یان بھی کہین آسمان نہو
گر اس سخن مین حرف بت دلستان نہو
پہونچے ہی وان جہان کا کسیکو گمان نہو
ای سوز عشق سعی تری رایگان نہو
ای شوق دیکھ مصر کا یہ کاروان نہو
جاتی رہی ہی بات مرے اختیار سے
شب کو پوشیدہ کہا اور صبح دم مین شور ہی
نہ رہ جاے سبو مین کوئی قطرہ باقی
رہگیا ایک صبا سے بھی یہ عقدہ باقی

فائز تخلص ہی ایک شخص کا ساکنان کول سے موطن و ماوا اوسکے بزرگان والا تبار کا سبزوار اور اوسکے پدر بزرگوار کا نام نظام الدین ہی مرد خوش خلق و نیک نہاد ہی سن عمر بیس سے متجاوز نہین یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

کیا خطر ہی تابش خورشید محشر سے مجھے
حضرت فائز نہ سمجھے ہم بہت کہتے رہے
خیر ہی فائز کہو تو کیا ہوا کیا حال ہی

آہ سوزان کا دھوان اک سائبان ہو جائیگا
دوستی نادان کی ہی جی کا زیان ہو جائیگا
کو بکو کسواسطے پھرتے ہو دیوانے سے آج

فائق تخلص مرزا عبد القادر بیگ ابن مرزا احمد بیگ ابن مرزا محمدی بیگ قوم مغل اصفہانی الاصل ہی سکونت قدیم سے حویلی اعظم خان مین صورت پذیر ہی کہ وہ بالفعل ایک محلہ ہی محلات

شاہجہان آباد سے آبادی مین تمثیل و نظیر مدت سے زمرۂ سواران سرکار نواب بہادر جنگ خان بہادر والی بہادرگڈھ مین منسلک ہی باوجود عمر سی سالہ کے کہ عین ایام شباب ہی حلم اور بردباری و اخلاق حمیدہ پیران صد سالہ سے زیادہ اور صفحۂ خاطر نقش رعونت سے سادہ ہی یہ دو شعر اوسکے سنے گئے

فائق

فائق عبث ہی تجکو شکایت سپہر سے | کون اوسکے دور مین نہین اندوہگین رہا
پیتا ہی می جو محفل رندان مین تو پیے | ہم بن اگر پیے تو ہمارا لہو پیے

فخر

فخر تخلص محمد فخر الدین خان متوطن شاہجہان پور ارباب اعتبار اور صاحبان اقتدار مین محسوب اور حسن اخلاق اور عموم وفاق سے طبائع احباب مین مرغوب ہی شیرینی سخن کو نمک ظرافت سے ترکیب دیکر مذاق ارباب وفاق کو لذت تازہ بخشے ہی موزونی کلام طبعی اور ذوق سخن جبلی ہی یہ دو شعر اوسکے تحریر ہین

ہمسے کچھ اور رہی ہی دل مین کدورت تجکو | یون تو کہنے کو تو اے شوخ کسی کا نہوا
بیخودی سے ہی غرض کون ہی می کا طالب | چشم ساقی تو ہی گو ساغر صہبا نہوا

فخر

فخر تخلص جوان متین محمد فخر الدین کہین برادر محمد احسان اللہ مخبر تخلص ساکن قدیم شاہجہان آباد اور بالفعل مہین برادر کے پاس میرٹھ مین مقیم ہی طبیعت رسا اور ذہن مستقیم اصلاح ریختہ اپنے برادر شفیق سے لیتا ہی یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

کفر و دین کو تہ و بالا رخ و کاکل نے کیا | بیچ سے اوسکے نہ کافر نہ مسلمان نکلا
یہ دل نادان کہ نازان اپنی ہشیاری پہ تھا | پھنس گیا جنجال مین زلف چلیپا دیکھکر
ایک اوسی کے جلوہ سے محروم ہین ہم ورنہ فخر | اس تماشا گاہ سے جائینگے کیا کیا دیکھکر

فدا

فدا تخلص مرزا بلند بخت ابن مرزا مکرم بخت بہادر دام اقبالہ بزرگ برادر حقیقی اس راقم آثم کے اور تلمیذ باتمیز جناب فیض مآب مولانا مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی مد ظلہم کے ہین سخن فہم نیک نہاد متانت اور وضع کی خانہ زاد یہ چند شعر اوسکے ثمرات طبع سے انتخاب ہوے

حشر مین پرسش مری پہلے ہو یارب یہ بلا ہین | جب تلک چپکا رہونگا جی مرا گھبرائیگا
خاک ہو جائیگا جلکر اک نہ اک دن دیکھنا | سوز پنہان سے رہیگا دل سلامت کب تلک
تجھ سے ملجاے جو وہ غنچہ دہن آکے فدا | اپنے جامہ مین وہ پھولون کہ سما بھی نسکون

جو کچھ کہ دیکھنا منھ پر ہی صاف کہدینا
فراق بندہ ہون آئینہ کی صفائی کا

برنگ آئینہ رہتا ہون روز و شب حیران
خدا ہی جانے کہ ہون محو کسکی صورت کا

جہان نظر کی ہر اک نوک خار ہی پر خون
یہ کون دشت مین ایسا برہنہ پا گذرا

جون ریگ روان خاک نشین ہان مین ازل سے
نی قصد وطن کا نہ ارادہ ہی سفر کا

بعد مرنے کے بھی اک گردش رہی ہمکو مدام
مشت خاک اپنی رہی تھی کچھ تو پیمانہ بنا

دل تھا متا کہ چشم پہ کرتا تری نگاہ
ساغر کو دیکھتا کہ مین شیشہ سنبھالتا

چمن کی سیر کو آجاتے ہین کبھو گلچین
دماغ کسکو ہی یان آشیان بنانے کا

یہ غم ہی ساغر و مینا مجھے کہ میرے بعد
ذرا بھی تمکو کوئی منھ نہین لگانے کا

مست آنکھ لڑا اوس سے فراق ابھی کہان ان
کہتا ہون تجھے مین مجھے الزام نہ دینا

زلفون کا بنانا ہی رہے جسکو سدا یاد
پھر ہمسے غریبون کو کرے اوسکی بلا یاد

تھا دل مین کچھ کہونگا یہ جاتے ہی روبرو
میری زبان ہو گئی بے اختیار بند

کس زلف کا شیدا ہی مرا دل نہین معلوم
کس چشم کا زخمی ہی یہ بسمل نہین معلوم

یہ دل ہی ہمارا جو اوسکے ہو مقابل
منھ دیکھو آئینہ کا جو اوسکے روبرو ہو

کبھو تو زلف مین لیجاے ہی کبھو خط مین
پھرے ہی ساتھ لیے دل کہان کہان مجھکو

تصور کے سوا چاہتے نہین اونکی بلا سے
پامال کوئی شخص ہو برباد ہو کوئی

نگار تو کسیطرح نہین ہوتے ہین لیکن
کاہیکو فراق انکے لیے خوار ہو کوئی

آنکھون مین کھپ رہا ہی اسی سرو ناز اتبک
دامن اوٹھا کے چلنا تیرا انزاکتون سے

فراق

فراق تخلص میر حیات اللہ ساکن کولا دہلی نوجوان صالح خوش مزاج تقریب طالب علمی سے وارد دہلی ہوئے شب و روز تحصیل کمال مین مصروف یہ دو تین شعر اوسکے نتائج افکار سے پیش نظر تھے سو درج تذکرہ ہوئے

مصحف رخ کی ترے سیپارہ مین رہتی ہی
کیا عجب ہی جو کہین حافظ قرآن ہمکو

جان بھی باقی نہین کیا کیجیے اب اوسپہ نثار
مرتے دم آکے کیا اور پشیمان ہمکو

باغ جنت کی بھی خواہش نکرین ہمتو فراق
ہاتھ آجاتے اگر کوچہ جانان ہمکو

فرحت

فرحت تخلص محمود علیخان خلف جناب مستطاب حکیم نصر اللہ خان وصال تخلص نوجوان خوش اسلوب اور وجاہت ظاہری سے بہرہ مند تحصیل علم کیطرف متوجہ گاہ گاہ فکر

۲۰

شعر بھی خاطر مشتغل کی دامنگیر ہوتی ہی یہ چند شعر اوسکے افکار سے ہین

کثرت لاغری سے ای ہمدم	ہو گیا ہون ہین تار بستر کا
اوسنے تو نامہ بر کو کیا قتل اور مجھے	ہر لحظہ انتظار ہی خط کے جواب کا
ہین پیتے ہی بزم غیر مین کی شب کو مے کشی	میری ہی آنکھون مین تو نشہ ہی شراب کا
لے جلد تو خبر کہ کچھ اب شام سے ہی آج	ہی حال بے طرح ترے خانہ خراب کا
مدت سے وہ تو بندۂ فرمان ہی آپکا	فرحت سے کیا سبب ہی کہو اجتناب کا
عاشق تو سبھی ہوتے ہین دنیا مین عزیزو	پر میری طرح سے کوئی رسوا نہین ہوتا

فرحت تخلص شن پرشاد قوم کائستھ ساکن شاہجہان آباد خلف گوبند پرشاد نبیرہ لچھمی نراین شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ شعر اوسکا مسموع ہوا

یارو جب تک جواب خط آئے	اور دو چار خط لکھو بیٹھے

فرحت تخلص شیخ حسین علی شاگرد مرزا نیاز علی بیگ نکہت یہ شعر اوسکا سنا گیا

جب سے دیکھا ہی قد بالاے یار	سرو کو خاطر مین کب لاتے ہین ہم

فروغ تخلص نونہال حدیقۂ سعادت نوبادۂ باغ اہلیت قرۂ باصرۂ بخت مندی غرۂ ناصیۂ ارجمندی راحت جان سرور جنان محمد عمر سلطان فرزند دلبند راقم صابر آثم ہنوز سن اس نونہال کا بارہ تیرہ سے زیادہ نہین ہوا اور مرحلۂ تحصیل فارسی مین ابتک تو قدم ہی رکھا مگر زیادہ بخششی واہب بے منت اور گران عطاے منعام بے ضنت نے ذہن براق اور طبع رسا اور فکر عالی عطا کیا ہی جناب مستطاب مولانا و مخدومنا حضرت صہبائی سلمہ اللہ تعالے نے جب اوسکی طبیعت کا یہ حال دیکھا فرمایا کہ سخن آفرین نے اسکے گنجینۂ طبیعت کے واسطے ایسا جواہر نفیسہ خزانۂ تحت العرش مین ودیعت رکھے ہین اگر موانع خارجی سے در گنجینہ مقفل نہو جاے تو خزانہاے ناتمناہی جو اوسکے واسطے امانت ہین اس گنجینے مین نقل اور تحویل پاوین اور یہ فرما کر اوسکی تعلیم بنی شفقت اور مرحمت کے ذمہ پر لی باوجودیکہ ابتک کچھ موزون نہین کیا صرف حضرت ممدوح کی تربیت کے فیض اور طبیعت خداداد کی رہنمائی سے طبیعت ایسی روان ہوگئی ہی کہ بے اعانت غیر موزون کرنا کیا بلکہ معانی بلند اور تشبیہات تازہ اور خیالات دور کا سرانجام اوسکے قلم کی انگشت کہین کے اختیار اور اوسکے خامہ جادو نگار کے ناخنو مین ہی اللہ تعالے مین انفاس متبرکہ اور الطاف شاملہ جناب مخدوم سے

کمال استعداد کو پہونچاوے اور شعر طبعی عطا فرماوے آوسکے طرز سخن سے کوتاہ بینان روزگار اور ناقص فطرتان زمانہ کہ نہ ہمہ از فیاض کے بخل سے کہ اوس جناب مقدس مین بخل کا شائبہ کہان ہی بلکہ اپنے ظرف کی تنگی سبب سے وافر نعمت خانہ قدسی سے محروم ہین بمقتضاے اسکے کہ المرء یقیس علی نفسہ یعنی آدمی اپنے اوپر قیاس کرتا ہی اس برق لامع کے جولان نارسائی نقش پا کی تہمت باندھ کر کہتے ہین کہ یہ اشعار اور یہ عمر یہ فکر بلند اور یہ استعداد انکو کیونکر باور کیا جاوے اللہ تعالے ان ناتوان بینون کی بدگمانی کو اوسکے جمال معنوی کے واسطے سپند اور اوسکے کمند فکر کو رسا اور کنگرہ ایوان طبع کو بلند کردے یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے لکھتا ہون

دیا ہو جھوٹ ہی گو نامہ بر نے مژدۂ وصل
کیا ہو آپنے گو سچ ہی وعدہ آنے کا
فروغ چھا گئی آنکھون مین ایک تجلی طور
تھا مین تو ز خود رفتہ اوسے دیکھتا کیونکر
دل لیا جان بھی لی اور وہ میرا نہوا
سوز دل کا نہ بجھا ہاے مرا گرچہ فروغ
دیکھیے خط کا کیا جواب آوے
دل تو ہم دینگے اوس ستمگر کو
ہمسے تو کچھ کہا کر دل دل مین مت گھٹا کر
رنج دینے لگی وفا دل کو
کیون نہ ہر دم گرے وہ برق نگاہ
ایک الجھاؤ اوسکی زلفون کا
دل تو نہین دیا ہی کچھ تو کہو فروغ اب
کوئی مر جاے درد فرقت سے
کبھی بوسہ نہین بغیر ندے
لیکے آتے ہو ساتھ غیرون کو
چرخ دیکھین رولائیگا کب تک

پر اوسکے کہنے سے دل کو تو اک قرار آیا
پہ سوچیے تو کہ مجھکو کب اعتبار آیا
سحر نقاب اوٹھا کر جو وہ نگار آیا
بے پردگیون پہ بھی وہ یان پردہ نشین تھا
رنج اوس شوخ سے ملکر مجھے کیا کیا نہوا
کب مین رویا کہ رواں چشم سے دریا نہوا
وان گیا تو ہی نامہ بر اپنا
وہ بھی سمجھے اگر اسے اپنا
آخر فروغ تیرے مدت کے یار ہین ہم
اپنے انداز تو سکھا دل کو
اوسنے سمجھا ہی آئنہ دل کو
سو بلا کا ہی سامنا دل کو
ہی رابطہ ان دنون مین کیون نالہ و فغان سے
تم تو بیٹھے رہو فراغت سے
ہی وہ ناچار اپنی عادت سے
باز آیا مین اس عنایت سے
آج کی شب کٹی ہی عشرت سے

کیونکر اندھیر زمانے مین ہوا وسنے فروغ		کوئی رکھا نہ مرے نام کا زندا باقی

فروغ

فروغ تخلص عمدۂ اراکین دولت زبدۂ عمائد حشمت زیب وسادہ تفاخر خواجہ نورالدین خانصاحب معروف بہ سانولے صاحب کہین برادر نواب انورالدولہ شفق تخلص کہ شہر کالپی اوسکے قدم بہار لزوم کے فیض سے رشک گلزار نعیم اور اوس نواح کی سموم اوسکے انفاس کرامت اقتباس کے اعجاز سے غیرت باد نسیم ہے سخن اگر رنگ گل رکھتا ہے اور اگر کیفیت مل اوسکی طبیعت کی تاثیر ادراو سیکے لب ودہان سے فیض پذیر ہے حریفان مدعی کا سخن اوسکے کلام کے روبرو حرف باد رہوا اور دعوے داران کمال کا کلام اوسکے سخن کے سامنے ہیچ چند شعر اوس یکہ تاز ہنر کے نظر احباب مین جلوہ گری کرتے ہین

نہین ملتی ہے لیسے میرے دل کو ایک دم فرصت		الم پروانہ کا شب کو سحر شمع شبستان کا
روے روشن کے تصور مین جو غش آیا مجھے		آنکھ مین بدلے اندھیرے کے اوجالا ہو گیا
دام خط مین غل اسیرون نے کیا فریاد کا		بولتا ہے آج کل طوطی مرے صیاد کا
کیا افلاس لیکن لینئی طابع نہین جاتی		دیا حصہ فلک نے مجکو قارون کے خزانے مین
نہ ظالم نفع پائے مال سے ہرگز فروغ ایسے		ہوئی ہے موم سے کب روشنی زنبور خانے مین
قید ہستی مین پھنسے یاد وطن بھول گئے		دام ہمکو یہ خوش آیا کہ چمن بھول گئے
خیال غیر ہے ہمراہ جانان		تصور مین بھی تنہائی کہان ہے

فسون

فسون تخلص شاہزادہ والاقدر بلند اقتدار عمدہ سلاطین ذوی الاعتبار بلند پایہ بارگاہ جلال گران مایہ گنجینۂ کمال فرازندۂ لواے ہنروری فروزندۂ چراغ معنی پروری شناساے کملاے نزدیک ودور داناے حقائق امور مشہور فی الاطراف والاکناف مرزا منجھلے مستغنی عن المدائح والاوصاف خلف مرزا کریم بخش مرحوم نواسۂ حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی ادام اللہ سلطنتہ برادر عمزادہ راقم آثم ہیت اوسکی قدردانی سے مہات خانۂ معانی دور شعر اوسکی گرانمایگی سے جواہر گنجینۂ قدس کسے معمور شاہدان محفل اسرار اوسکے ضمیر کی راہ سے بزم صفحہ مین ایسے جلد پہونچتے ہین جیسے آفتاب سے انوار غزل مین برجستگی معنی سے شوخی غزال ابیات مین طراوت الفاظ سے سرسبزی نہال ہرچند شعر مین الفاظ متین ہون اوسکی فکر رسا کے اثر سے گوش سامع مین صدا سے پیشتر پہونچتا ہے مضمون کیسا ہی سست ہو اوسکی شوخی اشارات کی تقریب سے بزم قبول مین معنی غریب سے زیادہ تمکن پاتا ہے

یہ چند شعر اوس صاحب اعتبار کے نتائج افکار سے ہین

رولاتے نہ تم گھر عدو کا نہ بہتا	اوٹھایا ہوا ہی یہ طوفان تمھارا
کیون دوست اوٹھالاے مجھے کوچے سے اوسکے	گو جان پہ ستم تھا مگر آرام وہین تھا
وان ظلم اوٹھاتے تھے یہان قبر کے صدمے	ہی زیر زمین وہ ہی جو بالاے زمین تھا
پیے آتا ہی نمک سے وہ نمکدان لبریز	ای لب زخم تو اپنی بھی تمنا دکھلا
جدھر کو جاتے ہین بہتان ہم پہ اوٹھتے ہین	قدم نکالنا گھر سے ہمین عذاب ہوا
دیکھ کر محراب ابروے صنم کو ای فسون	خود بخود زاہد کا بھی سجدہ سر خم ہو گیا
لے گیا کون مرے صبر و تحمل کو دل سے	آج بیتاب جو پھرتا ہون مین گھر سے نکلا
آرزو فریاد کی اور حشر مین عرصہ بہت	دیکھیے کسدن ٹلے چھاتی سے پتھر گور کا
آرزو نکلی نہ جان دیکر بھی ای عیسیٰ نفس	ہم سنا کرتے تھے آوازہ ترے اعجاز کا
رکھا دل کی جا ہمنے پیکان تمھارا	یہ مہمان ہمارا وہ مہمان تمھارا
مرض عشق سے جان بر نہوا ہاے فسون	مفت بیچارہ مصیبت مین گرفتار رہا
اچھا ہوا کہ حشر کے ہنگامے سے بچے	ہونا تھا جو یہین دم رفتار ہو گیا
فسون نزار اور اوٹھا دم لبون پر آن پہونچا ہی	گھڑی بھر کے لیے اپنا کیا سارا مٹاتے ہو
بس ہو چکی ای ناصح غم سینہ خراشی	اب جان فسون کی دل نالان مین نہین ہی
اللہ رے گرمی کہ رقم ہو نہین سکتی	کاتب سے حقیقت بھی مرے سوز جگر کی
ہزار ہل نہین سکتے پر اوسکے کوچے تک	پہونچ ہی جاتین اگر شوق رہنما ہو جاے

قصاد

قصاد تخلص ہی ایک حجام ننھو نام کا کہ شاہ نصیر کی فیض صحبت سے اوسکی طبیعت نے فی الجملہ موزونی بہم پہونچائی تھی نہایت ظریف خوش طبع کشادہ رو نیک خو تھا شاید شعر گوئی سے غرض یہ تھی کہ موتراشی کے ساتھ موشگافی کو جمع کرے جو کہ اوسکے اشعار تذکرہ مین لکھنے کی قابلیت نہین رکھتے تھے صرف ایک شعر پر کفایت کرتا ہون

بادہ کے ہمین پینے سے کیا کام ہی ساقی	ہی خون جگر آبلہ ہی جام ہمارا

فضل

فضل تخلص فضل الرحمن ولد شیخ حامد علی ابن قاضی احمد مرحوم ساکن قصبہ مہم ضلع رہتک صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد پانسو برس کا عرصہ ہوا کہ بزرگان والا نژاد اس نیک نہاد کے یمن سے وارد ہند ہو کر قصبہ مذکور مین متوطن ہوتے فن شعر مین اول اپنے برادر زادہ محمد رفیع الدین

نام سے استفادہ کرتا تھا اب محمد حیات خان حیات تخلص سے مشورہ کرتا ہی یہ شعر اوسکا مسموع ہوا

حاجت دام نہین عاشق بیدل کے لیے	گیسوے یار ہی کافی ہی سلاسل کے لیے

فغان

فغان الٰہی پرشاد نبیرۂ ... جوان وجیہ حلیم مزاج ظاہر اوسکا ارباب صفا کے باطن سے آراستہ تر اور باطن اوسکا آئینہ رویون کے ظاہر سے پیراستہ تر زبان دل کی ترجمان اور دل سلطان خرد کا تابع فرمان کمال ذکا مثل ستارۂ اقبال کے پیشانی سے روشن اور جمال سعادت مانند فروغ خورشید کے چہرۂ مبر مین تحصیل علم فارسی یا قلم قذلک دفتر دانائی فرازندۂ لواے یکتائی اوستادی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کی خدمت مین کی رسائی فکر مضامین دور سے نزدیک شوخی طبع نکات کے ساتھ چیستگی مین شریک یہ چند شعر اوسکے افکار آبدار سے منتخب ہو کر مرقوم ہوے

آنکہ بر لب خود ہیم طعنۂ بیجا مے کرد	نشۂ حسن ترا کاش تماشا مے کرد
کاش از بہر مساوات من خصم فلک	قہر یا لطف ترا عام بہر جا مے کرد
ہیم تکلیف مداواے دلم داشت طبیب	چشم بیمار ترا ورنہ مداوا مے کرد
علاج درد دل از دلربا نمے آید	وفا نشاید و غیر از جفا نمے آید
بر رخ تابان خویش زلف معنبر شکن	زاہد صد سالہ را غارت بستر شکن
نامۂ ما را چہ غیبت رنگ تماشاے دوست	صرصر جان سوز خیز بال کبوتر شکن
غمزہ و ناز و ادا تشنۂ خون ند و بس	در رگ جانم بیا این دو سہ نشتر شکن
توبۂ عشاق چیست مشغلۂ روز ہجر	گر شب وصلے رسد از مے احمر شکن
یار طلب مے کند نقد دل اے را **فغان**	دل بدہ از دست یا خاطر دلبر شکن

فکری

فکری تخلص مرزا محسن نبیرۂ شاہ عالم بادشاہ مغفور صاحب طبع سلیم و ذہن مستقیم ہی طبیعت مضمون خیز اور فکر معنی انگیز ہی فارسی اور عربی مین فی الجملہ روشن سواد اور مسائل عروض و قوافی سے بقدر ما وجب یاد طبیعت خداداد کی مدد اور مبدا فیاض کی اعانت سے تازگی معنی اور طراوت الفاظ اور شستگی عبارت اور رنگینی مقال اور پاکی زبان اور فصاحت بیان کا ایک جا سے مین ہجوم ہی یہ چند شعر اوسکے انتخاب ہوے

جون نکہت گل گردش تقدیر سے **فکری**	ہم خانہ بدوش آہ رہے اپنے وطن مین
میرے جاتے ہی کہا باہر چلو آتا ہون مین	گھر سے اوس پرفن نے ٹالا مجکو کس تدبیر سے
شاید اے قاصد یہ باتین ہین زبانی یار کی	جان سی آتی ہی کچھ مجھ مین تری تقریر سے

صاف آغوش کمان سے تیر جاتا ہی نکل
واقعی دیکھا تو ہی نفرت جوان کو پیر سے

مثل قلم ادر سکے ہین ہاتھ ہون
آپ نہین چلنے کا یارا مجھے

ہم گنہگارون کی قسمت مین کہان ہی ہر چند
کوچۂ یار مین جنت کی ہوا آتی ہی

فگار

فگار تخلص سلالہ دودمان سیادت خلاصۂ خاندان شرافت میر حسین مرحوم شاگرد میر نظام الدین ممنون فکر نہایت سلیم طبیعت بغایت مستقیم صحیح گوئی کی طرف متوجہ اور زبان کی شستگی کے جانب بالتفت چند سال ہوے کہ عالم باقی کی طرف راہی ہوا یہ دو شعر اوسکے افکار سے ہین

دیکھ آئینہ کو اوسنے کیا غصے سے ٹکڑے
یعنی سب مجھے کسواسطے مجھسا نظر آیا

کرتا ہی غنچہ تیرے دہن کی برابری
شاید یہ اپنی بھول گیا ہی دہن کی بو

فوق

فوق تخلص ہی زبدہ سادات کرام میر بادشاہ نام کا کہ سرگروہ نیک طبعان روزگار سید احمد خان آہی تخلص صدرامین بجنور سلمہ اللہ تعالے سے قرابت قریبہ اور اونکی نظر تربیت اور نگاہ عاطفت کی اثر سے قبول خاص اور پسندیدگی عام کی شائستگی رکھتا ہی جوان بہادر و نیک نہاد اور خوش مزاج سراپا ابتہاج ہی گاہ گاہ فکر شعر کا بھی اتفاق ہوتا ہی یہ اشعار آبدار دُرر نثار اوسکے ہین

فروغ روے جانان دیدہ کی تاثیر آنکھون مین
کہ مہر و مہ نظر آتے ہین بے تنویر آنکھون مین

نگاہ ناز سے اوسکے نکیون مجھ کو ہو ہزارون کی
کہ رکھتا ہی وہ قاتل جوہر شمشیر آنکھون مین

مین تو رہتا ہون گریزان ہی بیداد سے مگر
چھوڑتا کب ہی ترا طرۂ طرار مجھے

فیاض

فیاض تخلص شیخ فیض الحسن ابن شیخ نظام الدین تخلص متوطن قصبہ دہیائی ضلع بلندشہر یہ اشعار اوسکے افکار سے انتخاب ہوے

افسون کا ہو عمل نہ عمل کا ہو کچھ اثر
میرا رقیب یار کا ہمزاد ہو گیا

صفت چشم وہ لکھون کہ سبھی صاد کرین
شعر کو آنکھ پہ رکھ رکھ کے مجھے یاد کرین

اس مین ہی آپکی جانب سے تقاضا ناحق
سر کے دینے مین کسے عذر ہی ہم دیتے ہین

فیض

فیض تخلص بحر مواج کمال نہال مثمر فضل و افضال بانی بناے دانش حاکم محاکم بینش صدر مکارم اخلاق اسوہ اکابر آفاق جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول زبان دان فارسی و تازی اسرار فہم حقیقی و مجازی مستجمع نوادر فن مولوی فیض الحسن سلمہ اللہ تعالے ہر چند وطن اصلی اوس مجمع مفاخر کا سہارن پور ہی لیکن حسن اتفاق سے ایک عرصہ ہوا کہ یہ گلزمین بہار آگین

قدوم بہجت لزوم کے اثر سے گلزار ارم پر افتخار اور جنت نعیم پر ناز کرتی ہے آوازہ علم اوسکی
دانائی سے بلند اور پایۂ ہنر اوسکے کمال سے ارجمند علم اوسکی دستگیری سے اسرار لوح محفوظ کا
خزینہ اور لوح اوسکے قلم کی امانت سے اسرار غیب کا گنجینہ علوم عربیہ اور فنون عجیبہ خصوصًا
علم ادب میں انشا خطب اور انشا و اشعار زبان عرب میں یگانہ اور ان فضائل میں یکتائے
زمانہ فضل و کمال ایک جامہ ہے کہ خیاط ازل نے اس جزو زمان میں اسی گنجینہ دار جواہر
قدس کے قامت استعداد پر قطع کیا ہے وہ شاہدان معنی کہ شبستان غیب میں نازک دماغان
بلند خیال کے چہرۂ فکر پر کمال غرور سے نرگس چشم نیم باز تکتے تھے اوسکے صفحہ کے بزم آرائی کی
تقریب سے کسی وقت اور تنگی آمد و شد کی کثرت کے باعث قلم کو ہنگامہ سے خالی نہیں رکھا
باغ طبیعت کا ہر نہال شمشاد و قامتان طوبیٰ سرشت کے جلوہ سے دلربا تر اور گلزار فکر کا
ہر برگ گلرویان لالہ رخسار کے چہرہ سے خوشنما تر کاغذ اوسکے سوز مضامین سے جل کر خاکستر
ہوجاتا ہے لیکن وہ خاکستر کہ آئینہ بصیرت کے لیے مایۂ جلا اور ہر حرف شوخی معنی سے
برق کا حکم رکھتا ہے مگر وہ برق کہ طبائع پژمردہ کے واسطے باعث نشو و نما کاغذ رنگ معنی سے
برگ گل اور سطور کیفیت مضامین سے موج مل طراوت الفاظ سے بحر اشعار طوفان خیز
اور لطافت معنی سے زبان قلم رگ ابر کے مانند گوہر ریز گل اگر اوسکے مضامین سے رنگینی کا استعارہ
نکرتا خاطر بلبل میں پسند ہوتا اور سرو اگر اوسکے مطلع کے ایک مصرع سے مشابہت بہم نہ پہنچاتا
بلند ہوتا ان کمالات پر حلم اور تواضع کا وفور اور ان فضائل پر عجب اور تکبر کے ننگ سے
کوسوں دور لطف و مروت اوسکے اوضاع سے چہرہ کشا اور رنگ اخلاق اوسکے اطوار سے
جلوہ نما سنگ درشت اوسکے لطف کے اثر سے نرم اور طبائع سرد مہر اوسکے اختلاط
حرف سے گرم کونسی مروت اس سے زیادہ ہوگی کہ تہیدستان کمال کو گنجینہ ہنر سے
تونگر اور گرسنہ چشمان سخن کو خوان افاضہ سے حاتم کا ہمسر کر دیا ہر چند درس و تدریس کی
کثرت اور طالبان کمال کی تربیت کا مشغلہ مانع ہے کہ فکر عرصۂ تلاش میں سبک جولان
اور قلم میدان صفحہ میں گرم عنان ہو سکے لیکن قادر تائید کی رہنمائی سے ان اشغال دائمی پر
کثرت تصانیف کا وہ حال ہے کہ صندوق کدۂ خیال میں وہ مصنفات تو کیا بلکہ اوسکے اسماء کی
فہرست گنجائش پذیر نہیں اونمیں سے شواہد تفسیر اور شواہد خمسہ اور تذکرہ صحابہ رضی اللہ
عنہم اور ایک مثنوی مسمّی بروضۃ الفیض اور دوسری نامی بہ چشمۂ فیض اس متانت عبارت

اور جزالت معنی کے ساتھ اوس یکہ تاز عرصۂ فصاحت کی زبان قلم سے زینت پذیر ہوئی ہین کہ خامۂ انصاف اگر اونکی توصیف مین ایک حرف لکھے زبان عاشق کی طرح باوجود سیہ زبانی کے حرف مدعا پر لال ہو جاوے اغلب وفات قصائد عربی اور عبارات دلپذیر نامہ ہی اور اشعار فارسی اوسکی زبان قلم سے آشنا ہوتے ہین لیکن احیاناً احبائے صداقت کیش اور اخلاص مو انست اندیش کی تکلیف سے لب نطق اشعار ریختہ پر بھی وا ہوا ہی اس مقام مین فارسی و ریختہ پر قناعت کرکے گوش شوق کو بہرہ اندوز کرتا ہون تاکہ قند فارسی سے حاسدون کا لب اعتراض بند ہو جاوے اور نمک ہندی سے زخم جگر حال اعدا پر سرگرم ریشخند اشعار فارسی

علو مرتبہ شد باعث رعونت نفس
بلیت عاشق رضاے خاطر جانان بود
فیض خوش مے باش و می می نوش شاہد می پرست
با خاطر چو غنچہ نشستم بگوشۂ
در قسمت کلیم نجز پہ تو سے نبود

خوشا دمی کہ بکوے تو نقش پا بودم
کفر گر مرضی او باشد بہ از ایمان بود
کاین چنین ہا چون تو ئی آشفتہ را شایان بود
وین جملہ انبساط بگلشن گذاشتم
از جملہ آتشے کہ در آمین گذاشتم

ریختہ

عجب کچھ طور تھا شب فیض کا کیا جانیے کیا تھا
غنیمت ہے کہ بعد از مرگ عاشق اتنا کہتے ہو
ہر روز برق کوندے ہے چارون طرف مگر
گر وہ سنتے نہین پر ہم تو کسی حیلے سے
پکڑ کے ہاتھ اوٹھاتے ہین گر نہین اوٹھتے

کوئی وحشت سی وحشت تھی کوئی سودا سا سودا تھا
برا تھا یا بھلا تھا خیر جیسا تھا وہ اپنا تھا
اوجڑا ہوا چمن مین کوئی آشیان رہا
ایک دو بات محبت کی سنا جاتے ہین
یہ قدر ہے تری محفل مین ہم غریبون کی

باب القاف

قابل تخلص شاہزادہ بلند قدر مرزا علی بخش وارستہ مزاج اور آزادہ منش طبع باوصف عمر رسیدگی کے عیش دوست واقع ہوئی ہے فن سخن مین ذوق مرحوم سے استفادہ کیا ہے یہ اشعار اوسکے ہین

یہ خار اور یہ صحرا اور یہ برہنہ پائی
لکھا تھا یہی کہ جو تھا نصیب کا لکھا

وحشت مری کرگئی کیا کیا خراب مجھکو
بلا سے خط کا جواب اوسنے کچھ لکھا تو سہی

ہوچکی توبہ ہمسے ای قابل — جب تلک عالم جوانی ہی

قادر تخلص میرزا قادر شکوہ ابن مرزا عباس شکوہ معروف بہ مرزا ببر ابن مرزا اسکندر شکوہ معروف بہ مرزا چھنگا کہین برادر حضرت عرش آرامگاہ محمد اکبر شاہ بادشاہ نور اللہ مرقدہٗ مرثیہ گوئی مین داد فصاحت دیکر حرف بلاغت کو کرسی پر بٹھایا اور اس فن کو ضمیر سے کہ مرثیہ گویان لکھنؤ سے ممتاز ہی حاصل کیا ہے جیسے کلزمین لکھنؤ سے وارد نزہت آباد شاہجہان آباد کے ہوے ہین راقم آثم سے رابطۂ مودت اور علاقۂ محبت کو غایت تک پہونچایا غزل گوئی کی طرف طبع صافی کو میلان اور اس عرصۂ ناپیداکنار مین تلاش جولان ہی جو کہ فکر رسا اور طبیعت سلیم ہی اس چمن کی نخل پیرائی و خیابان آرائی مین بھی یدطولی رکھتے ہین یہ چند شعر اونکے اشعار سے منتخب ہوکر مرقوم ہوے

دیکھتے وست درازی مری وحشت کی اگر — کچھ سلامت مرے جامہ مین گریبان ہوتا
مرقد مین جو بیتاب تھا را یہ حزین تھا — اک شور قیامت سا بپا زیر زمین تھا
ایسا مین سمجھتا تو نہ ملتا کبھی ناصح — دل مفت مین لیجائیگا یہ کسکو یقین تھا
نوبت ہی نہ تلوار تلک پہونچی کہ ہمکو — خنجر سے زیادہ وہ خط چین جبین تھا
کسکو تھی یان رات ساقی میکشی کی احتیاج — جو کہ تھا اوس نرگس میگون سے ہی سرشار تھا
دیکھکر صحراے وحشت مین مجھے ثابت قدم — پانون پڑ پڑ کر لٹھاتا دمبدم ہر خار تھا
پاس وہ آتا تو کیا آتا کہ وحشت سے مجھے — آپ مین پھرون مین بھی آنا مجھے دشوار تھا
پی گیا مقتل مین وہ خون شہید ناز کو — تو تو تھا ہی پر ترا خنجر غضب خونخوار تھا
اب مجھے بھی جذبۂ وحشت پہ ناز ہی کہ یہان — کہان کہان نہ مرے واسطے پھرا صیاد
بہار آئی کہ بلبل پہ اک بلا آئی — چمن مین آنے لگا روز ایک نیا صیاد

قاری تخلص قاری علی احمد نوجوان صالح اور ربناے سعادت سرشت ہی تجوید حروف مین پایۂ والا اور خوش آوازی مین مرتبۂ علی رکھتا ہی گاہ گاہ ریختہ کہتا ہی یہ دو شعر اوسکے نتائج طبع سے ہین

چین ابرو نے خوب روک دیا — تھا مین کہنے کو مدعا اپنا
سچ بھی کہیے تو جھوٹ سمجھے ہی — کہیے کیا خاک ماجرا اپنا

قاسم تخلص میر قاسم علی ولد میر طالب علی سادات بارہہ سے تھا مذہب تشیع سے دل گرفتہ ہوکر جناب غفران مآب مولوی محمد اسمٰعیل طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ کے دست حق پرست پر

توبہ اور راہ سنن اختیار کی اور اوسی حضرت کے ساتھ زمرۂ شہدا مین داخل ہوا انا للہ و انا الیہ راجعون یہ دو شعر اوس مسلمان پاک اعتقاد کے گوش زد ہوئے تھے سو لکھے جاتے ہین

تھی بات ہنسی کی پہ بنی جان پہ قاسم / لب وسکے نمک ریز ہوے زخم نہان پر
خون سے مرے بھرتی نہین ابتک تری پیکان / کیا تیر مین تیرے پر پرواز نہین ہی

قاسم تخلص سید قاسم علی خان نواسہ عطا حسین خان صاحب نو طرز مرصع انکے خاندان عالی اور دودمان متعالی کے اوصاف خامۂ دوزبان کی مجال سے خارج ہی مجملاً سادات جیلانی اور اولاد ہادی کونین غوث الثقلین ابو محمد سید عبد القادر گیلانی سے ہی سید محمد غوث جیلانی کہ حضرت غوث الثقلین کی نوین پشت مین تھے عرب سے ملک سندھ مین وارد ہوے اور ظہیر الدین بابر بادشاہ نے فرط عقیدت سے پچاس ہزار بیگہ زمین مین قطعات متعدد اونکے مصارف کے واسطے مقرر کر دیے اوسی سرزمین مین شہرا وچہ گیلانیون کا اونسے آباد اور اونکی اولاد کا موطن ہوا پھر اونکی اولاد مین سے کچھ لاہور مین اور کچھ اور اطراف مین قیام پذیر ہوے جب لاہور مین سکھون کا غلو ہوا سید اصغر علی کہ سید نکتہ طراز سخن سنج کے جد امجد تھے ہندوستان کی طرف متوجہ ہوے مرزا جہاندار شاہ عرف مرزا جوان بخت مہین پور حضرت شاہ عالم بادشاہ کی رفاقت مین لکھنؤ مین تشریف فرما ہوے جب سے وہ خطہ اس بزرگ کا موطن اور مسکن ہوگیا یہ چند شعر انکے افکار گوہر نثار سے مرقوم ہوتے ہین

مرکے قاسم ایکدن ہم بھی پہن لینگے کفن / زندگانی مین تو کچھ موقع نہین پوشاک کا
ایک ہی حسن کا جلوہ ہی کہ ہر پردے مین / دل کو لیتا ہی کہین رنگ کہین بو ہوکر
رخ دکھا دیجے کوئی بات سنا دیجے کہ یہین / کان مشتاق سخن طالب دیدار آنکھین
نیم باز آنکھون کے عالم نے کیا عالم قتل / اونکی سونے مین بھی رہتی نہین بیکار آنکھین
کہان کی توبہ کہ زاہد کہ اب دل رہ نہین سکتا / یہ رنگت چھپاتی دیکھکر گلنار شیشے مین
موقوف ضد ہی پر تو ہی ہر شی کی معرفت / کچھ کفر بھی ضرور ہی اسلام کے لیے

قاسم تخلص حکیم کامل طبیب فاضل زبدۂ کملاے دوران اسوۂ فضلاے زمان حکیم قدرت اللہ خان مرحوم شعر نے اوسکی ذات سے رتبۂ حکمت لیا اور مجاز نے مرتبۂ حقیقت جالینوس اوسکی شاگردی سے صاحب دانش و دید اور بقراط اوسکے تلامذہ کے سلک مین اونکی مستفید سخن کی متانت اور کلام کی رزانت حیطۂ بیان سے خارج ہی وہ خود صاحب دیوان ہی اور دہ دیوان

فصاحت بیان شعراے ریختہ گو کے حال مین یہ تذکرہ مبسوط ریختہ کلک جواہر سلک ہی کہ قدما اور متاخرین کے حال کی تحقیق اوس سے زیادہ مقصود نہین یہ چند شعر اوسکے دیوان سے منتخب ہوے

سو جب طوفان سرشک باعث محشر فغان — طرز گریہ وہ غضب اور یہ ستم نالہ کی طرح

زلف بنگال عرشہ قہر قیامت قامت — کیا کیا تو نے یہ ای دیدۂ خونبار پسند

گھبرا کے نکل جائیگا جی یونہی کسی روز — کچھ رہنے لگی اب ہین اکثر تپش دل

ہین روسیہ و خستہ جگر مثل نگین ہم — ای وای کہ تس پر بھی نہین خانہ نشین ہم

ہو اگر یہی مرضی ہم چلے پر اس دل کو — رہنے دو کہ عاشق کی کچھ رہے نشانی یہان

غنچہ کو سب ہین کہتے مانا ترے دہن سے — تو بھی تو کچھ و ٹے ظالم اپنے ذرا دہن سے

کافر ترا ہی کوچہ یا دشت کربلا ہی — کتنے پڑے ہین کشتے کتنے ہین نیم جان سے

تفصیل سے کہ قاسم حال دل دیوانہ — ہم سے نہ چھپا ظالم ہم یار ہین یارون کے

کہا مان قاسم نہ روک آنسوؤن کو — یہ لڑکے ہین ناحق گلوگیر ہونگے

زلفون کا دیکھ جلوہ کچھ ہمسا ہو رہا ہی — آئینہ جب سے دیکھا برہم سا ہو رہا ہی

تو نے یون ہے سر رشتۂ الفت توڑا — جیسے تار نفس بازپسین ٹوٹے ہی

دن تو جون تون کٹے ہی ہر شب کو — سخت دل بیقرار رہوتا ہی

قاسم تخلص میر قاسم علی متعینہ شہر پانی پت شیوۂ عدل و انصاف مین مشہور زمانہ اور کمالات کسبی اور وہبی مین یگانہ ہی گاہ گاہ شعر فارسی اوس یکتاے عصر کی زبان قلم سے آشنا اور ہوش رباے اہل کمال ہوتے ہین بالفعل یہ شعر یاد تھا سو مرقوم ہوا

گرچہ صید افگند نام خود بہ گل رنگی تیر را — چون بہ لعل او رسد از عکس گلگون تر شود

قلق تخلص سلطان خان قوم افغان علوم رسمی مین استعداد تمام اور فنون متداولہ مین دستگاہ ما لا کلام کتب فارسی کو بہت تحقیق اور تدقیق کے ساتھ پڑھاتا ہی اکثر فنون کو جناب مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے سے حاصل کیا ہی خصوصاً فن فارسی کو گاہ گاہ شعر ریختہ بھی آشناے زبان گوہر فشان ہوتا ہی اسوقت یہی ایک شعر یاد تھا سو لکھا گیا

مر کے بھی اوسکے نظارہ کی تمنا نہ گئی — کونسا سبزہ کہ وہ نرگس شہلا نہ ہوا

قلق تخلص نوجوان خوش وضع خندہ پیشانی غلام مولے عرف مولا بخش ساکن میرٹھ طبیعت شعر سے مناسب اور فکر اس فن کے لائق راقم آثم سے رشتہ اتحاد کو مربوط اور قاعدہ وداد کو مضبوط رکھتا ہی تحریر تذکرہ کے وقت یہی ایک مقطع یاد تھا ناچار اوسی کو مرقوم تذکرہ کیا

وہ بیت رفیق تھا قلق ہاے	وہ کیا ہی ہوا کہ مرگئے ہم

قلق تخلص ہی سید والاحسب عالی نسب جناب امجد علی ولد سید اسد علی کا وطن اسکے آبا و اجداد کا حضرت شاہجہان آباد ہی مگر اتفاقیہ باوداد سے اتفاق اقامت اوسکے بزرگون کا خاک لطافت بنیاد لکھنؤ مین صورت پذیر ہوا یہ سید بلند مرتبت عین ایام شباب مین وارد کالپی ہوکر ابتک وقات زندگانی کو کمال عزت و احترام سے بسر کرتا ہی مختصر فنون نظم اور اصناف شعر مین قدرت تمام اور دستگاہ مالا کلام حاصل ہی یہ چند شعر لکھکر ارباب مذاق کی ضیافت طبع سے دستکش نہین ہوتا

نگاہ کی طرح سے کاہیدہ اگرچہ ہی قلق	تمہ سلامت ہی تو کچھ اور بھی لاغر ہوگا
وہ صاف دل ہون مین کہ پس از مرگ بھی مرے	مرقد پہ بیٹھنا نہین ممکن غبار کا
خواب عدم مین چین سے سوتا تھا مین قلق	ٹھوکر لگائی کسنے کہ بیدار ہوگیا
ہجوم آپکے در پر ہی دادخواہون کا	ستم تو دیکھیے ان شرمگین نگاہون کا
بیٹھنا ممکن کہان تھا آستان یار پر	اتفاقی ہی یہ احسان خار دامنگیر کا
بے مثالی کا گھمنڈ آپکو ہوتا معلوم	پر یہ کہیے کہ خود آئینہ مقابل نہوا
دل مضطر کا حال اوس سے بیان کیجے تو کیا کیجے	وہان نازک دماغی یان یہ عالم ناتوانی کا
آنے سے جلد ہی وہ شب وصل مین خجل	فرقت کی شب کو خاک مجھے منہہ دکھاے صبح
مین نے اونسے جو کہا دل مین خفا ہو مجھسے	ہنس کے بولے ہی قلق تجکو کرامت شاید
سنگ درجانان سے سر ہمکو ٹپک آنا	دو چار گھڑی دن کو دو چار گھڑی شب کو
کم ہمتی سے تو نہ گیا ورنہ اے قلق	ملک عدم کو قافلہ تھوڑے نہین گئے

قمر تخلص مرزا قمر طالع مرحوم فرزند مرزا محمد ایزد بخش مغفور عرف مرزا نیلے ابن حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ مبرور فن شعر مین حافظ احسان علیہ الرحمۃ والغفران سے مستفید تھے یہ اشعار اونکے نتایج طبع سے ہین

دراہان وصال اوسکا نہین غیر کے بس کا	پہونچا ہی اوترتا ہی وہان دست ہوس کا

نالان ہر قمر وار غم عشق سے وہ بھی	کب ہرزہ دراؤن پہ کھلا راز جرس کا

قمر

قمر تخلص حافظ قمر الدین ابن کاسہ لیس عرفاے سلف حافظ اشرف ہرچند اوسکو شعرگوئی کی طرف توجہ بہت تھی لیکن شعر کو اوسکی طرف توجہ کم تھی بایں ہمہ ایسا شخص تھا کہ اپنی نیک نہادی اور نیک اطواری سے مرغوب طبع اور مطلوب ضمائر تھا ایک عرصہ ہوا کہ عالم فانی کو ترک کیا اور گلشن فردوس کی طرف راہی ہوا اوس پاک طینت کی کیا خوش طینتی ہے کہ اوسکی لاش کا سر خاک قدم فیض توام اشرف المرسلین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ اجمعین کے طفیل سے کنگرۂ عرش پر پہونچکر اصناف شرف سے مقرون یعنی درگاہ ملایک سجدہ گاہ کے دروازہ دلین کے ایک گوشہ مین مدفون ہے یہ دو شعر اوسکے یاد تھے

اوس گل خوبی کی خوشبو سے معطر آپ ہون	ذکر مت لانا مری تم نعش پر کافور کا
خانۂ دل مین جو روشن ہو چراغ عارض	دھیان پھر خاک رہے لعل بدخشانی کا

قمر

قمر تخلص محمد قمر الدین خان اکبرآبادی افاغنہ یوسف زئی سے ہے ابتدا مین منشی محمد مصلح الدین فتح پوری سے تلمذ اختیار کیا اور پھر حاجی مولوی محمد مہدی بریلوی خوش باش فتح پور سیکری سے کتب فارسیہ کو تحصیل کیا یہ دو شعر اوسکے افکار سے ہین

مجھ سے کو مرید کر لیا دم مین قمر	یہ خانہ خراب عشق مرشد نکلا
کسیکے عشق سے پابند صد رنج و تعب ہم ہین	ہزارون آفتین ہین ایک ہم ہین کچھ عجب ہم ہین

قناعت

قناعت تخلص مرزا غلام نصیر الدین خلف الرشید مرزا ولی الدین ابن مرزا زاہد الدین ابن حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ سخن سنجی مین یگانہ اور معنی یابی مین یکتا ہے زمانہ ذہن رسا اوسکا مضامین دور کی تلاش مین ملک تقدس کے اقصا تک جاتا ہے اور خیال بلند آہنگ اوسکا معانی باریک کو خلوت عنقا سے کھینچ لاتا ہے قلم اوسکے معنی کی رنگینی سے شاخ ارغوان اور خانہ اوسکے مضامین کے فروغ سے شمع فروزان دل اوسکے لطف سخن سے مسرور اور کتاب اوسکے فروغ کلام سے گنج خانہ نور کاغذ اوسکے سخن کی تازگی سے سیراب اور صفحہ اوسکے معنی کی نور پاشی سے چادر مہتاب رنگینی معنی سے ہر لفظ یاقوت رخشان کو رشک افزا اور صفائی الفاظ سے عبارت گوہر آبدار کو غیرت فرما متانت کلام سے بناے ابیات کوہ سے سنگین تر اور رنگینی عبارت سے روے صفحہ اوراق گل سے رنگین تر سرو کو اوسکے سطور سے کیا مناسبت اور سنبل کو اوسکے خطوط سے کیا مشابہت ذہن رسا ہے اور طبیعت مستقیم وضع

متین ہوا اور مزاج حلیم ذہن کی رسائی سے زبان قلم اعدا پر دراز اور طبیعت کی استقامت سے
رشتۂ مسطر کو خشا است و اپر ناز متانت کی تعریف کے صفحے میں نقطہ ایسا مستحکم کہ زبان
سخن لاف اوسکو جگہ سے نہ اوٹھا سکے اور حلم کی توصیف کے ورق میں سطر سطر ایسی گران کہ
زانوے کاتب اوسکے بوجھ کی تاب نہ لا سکے ساغر طبیعت بادۂ ادب و تواضع سے لبریز
اور چشم ناظر ہراس انکسار سے موج خیز نفس امارہ کو نفس مطمئنہ کے تابع کیا ہوا اور تہذیب
اخلاق کا دریا میں لیا ہوا اول مشق سخن حضرت استاد مغفور احسان علیہ الرحمۃ سے بہم
پہونچائی جب اوس جناب نے اپنے تلامذہ سخن سنج کی نوبت راقم آثم کی وضع پر موقوف
رکھی یہ یگانہ عالم دوستی اپنے کلام کو میری ہی نظر اصلاح میں لانے لگے اور اپنا سخن مجکو دکھانے لگے
اب تک باوجود کمال مشاقی کے وہی مصلحت طراز آئین اور وہی اہلیت خط جبین ہی جناب
مولانا مخدومنا مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کی خدمت سراپا افادت میں استفادہ
علوم میں مصروف اور تحقیق حقائق اور تدقیق دقائق سے مشغوف دیوان فصاحت بنیان
اوس سخن طراز کا اصناف سخن سے مملو اور ہر صنف کلام انواع لطائف سے مالا مال ہو اس مقام
میں کچھ شعر اوس معجز نگار کے نتایج افکار سے انتخاب کرکے خوان معانی آمادہ کرتا ہوں
کہ ارباب مذاق اوسکی لذت سے بہرہ پائیں

گر انقلاب دہر یہی ہے تو ہے امید — آجائیگا زمانہ کبھی وصل یار کا
پھرتی ہوا اپنے ساتھ لیے در بدر اسے — کھویا صبا نے وقر ہمارے غبار کا
کچھ عشق کے ہیں طور نرالے کہ کر دیا — صاحب کو بندہ ترک نگاہ ایاز کا
ظلمت کا دود دل سے بس شب و فور تھا — داغوں کا تھا چراغ پہ پیدا نہ نور تھا
دیوان ہوا تھا کسکا کہ محشر کے بعد بھی — دیکھا تو مدتوں وہی افغان و شور رہتا
تحسین میں آئینہ کی نظارہ کا تھا نہ دھیان — ورنہ مزاج حسن تو کیا کچھ غیور تھا
دیکھنا شوق شہادت جب لگے قاتل کو دیر — نوک مژگان سے ہی دل آکر سنان لینے لگا
اوسکے پیکان کے ہیں صدقے کہ گھبرا کر کہا — سانس الٹی ہائے کیون یہ نوجوان لینے لگا
جلا سے آئینہ ہوتی ہی خاک سے ظالم — صفا بھی چاہیے ہو دل میں جب غبار آیا
کیا حلق بھی میرا تھا کوئی حرف شہادت — رکھتا جو زبان پر بھی ترا خنجر کہیں تھا
تھا کر نہ سکون اوس سے تغافل کی شکایت — جب دیکھنے آیا کہ دم باز پسین تھا

کچھ تو وہ شوخ ہی بر خود غلط اور کچھ ہین مغرور
خواب جون چشم زلیخا جلوہ گاہ یار تھا
اوسنے جب تھا بنا مجھے مین تھے نہ تھا بنا آپکو
ہائے رے شوخی کہ ظالم کے خرام ناز تک
پہرے گو لامکان سے وحشت آہو ہی جلوہ کو
سمجھتا ہون کہ وہ بھی تیرے ہی غمزہ کی شوخی ہے
نہو نہین گر غلط اندازیان منظور جلوہ کو
گنہ اپنے تو کیا زاہد کی نیکی بھی ہے وان عصیان
کھویا غم فراق نے دل سے جہان کا غم
ہنگام طوف دھیان بتون کا رہا مجھے
مین جاگ اوٹھا جو خواب مین آیا وہ فتنہ گر
فیض اسلام سے بھی کفر کا جاتا معلوم
ضعف پیری نے کیا راست روی پر مائل
وقت دیدار کے گریہ کو تو روکون لیکن
شوخیان برق کی سیکھین ہین کہ رخ دکھلا کر
دل کا آنا تو حسینون پہ نہین چندان بے
بدن مین جان بھی باقی نہین ہے اپنی تو اور
سانس کے ہمراہ ہوتی ہے گھٹا سی کچھ مدام
لاغری سے پیرہن ہے بنگیا سامان قید
دل کھچے جاتے ہین لاکھون دیکھکر رفتار کو
ہائے رے شوق شہادت اوسکی ہے نفرت پہ بھی
ناتوانی کو بھی ہے کیا کیا کفایت پر لحاظ
کام جب تدبیر سے بگڑے تو قسمت پر رکھین
مری آنکھون ہی سے لیویگا عوض اسکے بھی چرخ
بدگمانی کا برا ہو کہ ہے آغوش مین اور

اک نہ اک حیلے سے وان تک مرا جانا نہوا
پردہ غفلت بھی اپنا دیدہ بیدار تھا
بیخودی مین بھی مین ہمدم کسقدر ہشیار تھا
اتنی جلدی پر پہونچنا شوق کو دشوار تھا
نگاہ شوق سے آگے پڑے ہے پانون الفت کا
کبھی گر حال سنتا ہون قیامت کی صعوبت کا
دوئی کو کیون بناتا پردہ وہ رخسار وحدت کا
بڑھا ہی رتبہ کیا عصمت مین ایمان طریقت کا
غم ہی ہمارے واسطے غمخوار ہو گیا
مین کعبہ جا کے اور گنہگار ہو گیا
کیون بخت میری طرح نہ بیدار ہو گیا
سبحہ کے دل مین سدا رشتہ زنار رہا
تیر کے حکم مین ہے قد کا کمان ہو جانا
ایک آفت ہے یہ آہون کا دھوان ہو جانا
دم کے دم مین وہین نظرون سے نہان ہو جانا
ہے غضب ہر کس و ناکس پہ عیان ہو جانا
خیال یار کو اب تک ہے آزمانے کا
دل مرے بر مین ہے یا پیکان ہے تیرے تیر کا
ہے گریبان ایک حلقہ پانون کی زنجیر کا
نقش پاے یار گویا نقش ہے تسخیر کا
دل نے چھپایا ہے پھوڑا مثل پیکان تیر کا
ہے گلے کا طوق ہی حلقہ مری زنجیر کا
تہمتون کے بوجھ سے سر ہے گران تقدیر کا
گر لب زخم جگر بھی کبھی خندان ہوگا
دل یہ کہتا ہے کہ گھر غیر کے مہمان ہوگا

نہین معلوم کیا ہی وہ کہ اوسے — کوئی بت اور کوئی خدا سمجھا
دل چھپیان تو دیکھو آپس کی ہمدم وہ — غیر دن کو دیکھتا ہی مجھ سے نظر بچا کر
کیا جانے کس طرف کو قناعت نکل گیا — مدت ہوئی کہ وہ نہین آتا نظر کہین
ضعف اپنا یہان تلک پہونچا کہ ہم — آ نہین سکتے تمھارے دھیان مین
لوگ سمجھے کفر اور یہان بت کو دیکھ — کچھ ترقی ہو گئی ایمان مین
ہمکو جو دے ہی چیخ تو ہم سے پھر وہی واپس لیتا ہی — ہم بھی یہان دولاب کی صورت اولٹی قسمت رکھتے ہین
آگے قیامت آفت ہوگی ڈھنگ یہی ہین آپکے گر — ماشاء اللہ آپ ابھی سے اتنی شرارت رکھتے ہین
سنگدل جب مین ترے بزم مین آجاتا ہون — روگ ایک اور نیا دل کو لگا جاتا ہون
اس توقع مین کہ لاتے ہی کوئی مژدۂ وصل — مثل گل دیکھ صبا کو مین کھلا جاتا ہون
روزن آہ ہوے دل کے مگر بند کہ اب — دم کچھ اس طرح گھٹے ہی کہ موا جاتا ہون
ضعف پہونچا ہی یہان تک کہ مین جون کاغذ باد — گہ ہوا چھیڑے تو کوسون ہی اوڑا جاتا ہون
دم آخر ہی ذرا دیکھ تو یون سیر اوسکو — ای اجل مین ترے ہاتھون سے موا جاتا ہون
مرتے مجھے دیکھا تو بولا تبسم ہو — آج آپ زیادہ سے مضطر نظر آتے ہین
مستی یہ ٹپکتی ہی آنکھون سے کہ اوس لب پہ — خالی بھی ہوسے اور سر پہ ساغر نظر آتے ہین
اظہار ہنر ای دل مت کیجو کہ آئینہ — ہوتا ہی مگر جب جوہر نظر آتے ہین
کیسا ہی قناعت تو ہمسے بھی تو کہہ ظالم — احوال ترے ہر دم بدتر نظر آتے ہین
موجۂ رنگ بھی اوس جا کی ہی گویا دم تیغ — پانون رکھین ترے کوچہ مین یہ مقدور نہین
مجھ مین اور تجھ مین ہی موسی و تجلی کا سا ربط — ایک مژدہ ہی یہ کہنا بھی کہ منظور نہین
کچھ انا الحق مین بھی جو بولے انانیت ہی — تو سیاست کے سوا اور نور منصور نہین
حسرت کشتہ کی ہی دادرسی سے مجھے یاس — کہ قیامت بھی ہو برحق پہ یہ محشور نہین
خلوت دل ہی ترے حسن کو اک پردۂ شرم — لائق طرز جیا جلوہ گہ طور نہین
آشنا ہی نگہ شوق سے ہی پرتو حسن — گو ہی پردہ مین پر اس پر بھی وہ مستور نہین
ناتوانی سے ہون مین قید کہ گویا کہ نہ تھا — مین بھی جز حرف فراموش لب گور نہین
امید پہ ترے جولان کی کب تلک ظالم — صبا سے اپنا بچاتے ہوے غبار رکھون
یہ تو مانا امتحان کے بعد ہوگی قدر کچھ — سپر کرین کیا وہ ستمگر آزماتا ہی نہین

کیون نہ شک جائے مجھے جبکہ مری چھٹہ کے پاس
کھلے محشر مین ہین دفتر کے دفتر حرف شکوہ کے
سینے مین دل جو اوچھلے زیر زمین تو خاطر
خون کشتہ دل جگر کا کیا حال پوچھتے ہو
قسمت کی دشت گردی جاوے کہان وگرنہ
کچھ یہ بھی مصلحت تھی جو وہ دہن بنا کر
جھڑتے ہین پھول اپنی رنگینی سخن سے
ذوق ستم ہین پاس سے اوٹھا نہ ایک دم
عنقا کا آشیان ہی نہ بان جہان پر
ہین ہیچ ہن وہ ناتوان کہ سعی صبا سے بھی
تیھر کے سامنے ارنی ہر سوال ہین
تیرے لیے گراتے مسلمان نہ جان دین
چلیو صبا سمجھ کے کہ اوس گل کی راہ ہین
نازک ہی وہ دماغ صبا بوے گل نہ لا
عشق و ہوس ہین ہی رہیگی اب اتبیاز
کہتے ہین میرے حال پریشان کو دیکھ لوگ
اتنا بھی ضبط کیا ہی قناعت کہ اب تلک
جھٹکا کچھ اسطرح سے کہ جی ہی نکل گیا
بنوا اوچکے بھوین لبس اشارے سے کیجے قتل
سہو تچین نہ کام دل کو تو قسمت وگرنہ ہم
اے ضعف جا کہ ہاتھ سے تیرے شب وصال
بظاہر آپ تو آتے ہین صلح کو لیکن
تا غمزہ خونخوار کا پاک اوس سے ہو دامن
سامنے اوسکے ہین یون گویا کہ ہم
اے تبو جو چاہو اب کر لو ستم

مضطرب ہو کے تم اس طرح سے در کو دیکھو
مبادا خون سے آلودہ کہین دامان قاتل ہو
جون گرد جا بھڑا وے افلاک سے زمین کو
دیکھو تم آکے میرے دامان و آستین کو
میرے غبار نے تو پکڑا ہی تھا زمین کو
پردے مین سو گمان کے نہان کیا یقین کو
گل چین بنا دیا ہی اب ہمنے نکتہ چین کو
یارب وہ شوخ مجھ پہ کبھی مہربان نہو
اہل فنا کا نام تو ہی گو نشان نہو
میرا غبار بر رفتہ کاروان نہو
ہو کس طرح جو رغبت روے بتان نہو
آباد بھی یہ کوچہ جنت نشان نہو
افتادہ مثل گرد کوئی ناتوان نہو
ساتھ اوسکے عندلیب کا بھی کچھ فغان نہو
آئی ہی طبع آپکی گر امتحان پہ کچھ
آفت نئی سی آئی ہی اس نوجوان پہ کچھ
تیرا کھلا نہ حال ترے رازدان پہ کچھ
رکھا جو مین نے دست بت فتنہ گر پہ ہاتھ
اب دیر کیا ہی تیز بھی تلوار کر چکے
مطلب تو باتون باتون مین اظہار کر چکے
بند قباے یار بھی ہمسے نہ وا ہوے
اسی کو تیغ بھی زیب کمر ہی کیا کہیے
شوخی سے لیا نام قضا کا مرے آگے
بیٹھتے ہین نا آشنا کے سامنے
ہو رہیگی کچھ خدا کے سامنے

انپی ہیاری سدا کرتی رہی — شکوۂ غفلت شفا کے سامنے
اب اجابت میری ناکامی کو دیکھ — ہی خجل کیا کیا دعا کے سامنے
او مجھ کے تو ہی چل ای خار دو قدم کہ یہان — ہم اپنے ساتھ کوئی ہمسفر نہین رکھتے
شوق کو کثرت نظارہ سے رشک آتا ہی — حشر سے پہلے میسر ہو وہ دیدار مجھے
کعبہ تک جانے مین تھی خاطر زاہد ورنہ — دیر مین بھی تھی سدا رخصت دیدار مجھے
جنس دزدیدہ کے مانند ہی او مجھاؤ مین جان — کہ نہ لیتا ہی نہ پھیرے ہی خریدار مجھے
مین بھی کیا گرد ہون صحرا کے جہان مین کہ مدام — جھٹکے دامن کو پڑے جب سے سروکار مجھے
راز دل لب پہ نہ لانا کبھی منصور کہ یان — کر دیا بات کے کہنے نے گنہگار مجھے
کعبہ سے چل کہ دیر ہوا اب بتون کا گھر — دوڑے ہی کاٹ کھانے کو خالی مکان مجھے
پڑ پڑ کے پاؤن مجکو بٹھاتے ہین خار دشت — پھر ایسے قدردان ملینگے کہان مجھے
وہ خستہ دل قناعت بیچارہ رہی ہو — کل ناتوان سا ایک ملا تھا جوان مجھے
اس حال مین تو منت دشمن بھی ہی قبول — کچھ میرے حق مین سعی کرے جس سے ہو سکے
اتنو شب وصال ہی تھم چشم اشکبار — رو لیجیو فراق مین جتنا کہ رو سکے
گئے تھے تم کہان آتے کہان سے — کہ ہی مسکی ہوئی چولی قبا کی
واعظ ہی مجھے آتش دوزخ کا ڈر ولیک — ساتھ اسکے توقع بھی ہی کچھ دامن ترکی
رفتہ رفتہ دیکھیے کس کس کے منھ پڑتی ہی بات — میری وحشت کا ابھی تو آٹھ دن مین شور ہی

قیس تخلص حافظ عبد الحی کہین برادر حافظ عبد الصمد یوسفی ساکن کاکوری باوجود حداثت سن اور خرد سالی کے تلاش سخن بلند اور فکر شعر عالی ہی اوسکا نہال احوال ہمیشہ سعادت ذاتی سے بارور اور خندہ نشاط دائما اوسکے لب خوش سخن سے جلوہ گر اوسکے نتائج افکار سے یہ شعر یادگار سو مرقوم ہوا

ہمزبانی کیون نہو باہم ہمارے اوسکے قیس — ترجمان انپی ہی وہ ہم ترجمان عندلیب

قیس تخلص محمد عنایت اللہ وطن آبائی اوسکا قصبہ بیگم پور علاقہ سکندر آباد اور مولد اوسکا کول ہی فن سخن مین نو مشق اور منشی نبی بخش کا شاگرد ہی یہ دو تین شعر اوسکے مسموع ہوے

لے گیا دل کو ساتھ پیکان کے — تیر بھی اوسکا دلربا نکلا

اٹکے ہین کلیجا کہین پھٹ جائے نہ انکا	اشک آئین تو نالہ کبھی دل سے نہ نکلو
کرتے تھے تپھر کے جو دل مین اثر	آہ وہ نالہ مرے کیا ہو گئے

قیصر تخلص شاہزادہ بلند مرتبت عالی درجت گردون رخش مرزا خدا بخش سلمہ اللہ تعالے نواسہ حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ مرحوم راقم آثم صابر ہیچمدان کے مامو اور فقیر کے باب الہ کے دلجو ہین تواضع اور فروتنی گویا لوازم ذات سے ہی اور خلق و مروت اونکی ذاتی صفات سے ہی مشق سخن مومن خان مرحوم سے کی ہی اونکے سخن کی طرز فصاحت اور اونکے کلام کی نا متانت سے خالی نہین ہی یہ اشعار اونکے افکار سے ہین

کرین گر کلفت دل کا بیان ہم	ملا دین خاک مین ہفت آسمان ہم
ہوس غیر سے عشق اپنا اوسے یاد آیا	کیا نئی طرح سے ہم دل مین گذر کرتے ہین
تو لطف کرے یا نکرے خوش ہو کہ ناخوش	اس بات پہ مرتا ہون کہ عاشق ہون ترا مین
اوس کو بین خاک ہو نیکا چرچا ہی جابجا	نام اپنا جب ہوا کہ رہا کچھ نشان نہین
جنون مین بھی مری شوکت نہین جاتی کہ ای قیصر	جہان جاتا ہون میرے ساتھ اب لڑکون کا لشکر ہی
نبجھیگی خاک محبت کہ نام سے قیصر	وہ اپنے زعم مین سمجھین ہین مالدار مجھے

باب الکاف التازی

کامل تخلص مرزا ناصر الدین معروف بہ محمد مرزا ابن مرزا ابو سعید ابن مرزا طالع مراد شاہ مرحوم ابن حضرت عالمگیر ثانی احقر کے عم زاد اور مرزا رحیم الدین حیا کے بھی عم زاد بھائی اور مرزاے موصوف سے فن سخن مین مستفید فارسی سے بقدر ضرورت آگاہ اور صناعت موسیقی مین صاحب دستگاہ یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

نوچ کر سیر قید سے چھوڑا تو کیا چھوڑا ہمین	تو ہی کہ اس حال مین جائین کہان صیاد ہم
اوس ستمگر کے عشق مین کامل	جو نکر نا تھا سو کیا ہمنے
کامل آشفتہ سر کو دیکھ کر کہنے لگے	رہ گئے تھے اک یہی عاشق مری تقدیر کے

کامل تخلص سدا سکھ پنڈت کشمیری کاک لقب مرد معمر کا ہی کہ عربی و فارسی مین استعداد تمام رکھتا تھا اور نظم و نثر مین دستگاہ تمام فارسی کی زبان دانی کا دعوے اور مقامات مشکلہ کی تحقیق کا لاف ایسا تھا کہ کوئی صاحب استعداد اوسکے زعم مین علم مباہات بلند کرنے کی لیاقت نرکھتا تھا زبان عربی کی تحقیق کے حیلے سے تمام کلام مجید کو حفظ کیا اس سے دریافت ہوتا ہی

کہ فصاحت و بلاغت مین دستگاہ تمام رکھتا ہوگا سنین عمر سو کے قریب پہونچی تھی اکثر عمر کو سفر مین صرف کیا آخر کار لب دریاے گنگ پر وارد ہو کر کشتی عمر کو ملاح قضا کے اختیار مین دیدیا یہ اشعار اوسکے سُنے گئے

تیر ترا ہدف کنم از جان تازہ	باشد عزیز خاطر مہمان تازہ
بلبل کرا دماغ کہ سیر چمن کند	دارم ز داغ سینہ گلستان تازہ
خاکم بباد رفتہ و برمشہدم ہنوز	دارد سمند ناز تو جولان تازہ
کامل بقول طالب آمل بفصل گل	گشتیم عندلیب گلستان تازہ

کاظم تخلص کاظم علی ساکن منڈاور جوان خوش مزاج تیز طبع اہلبیت و سعادت سے بہرہ ور اور استعداد خداداد کی اعانت سے سخن گستر اوائل مین تحصیل علوم کی تقریب سے وارد شاہجہان آباد ہو کر نقد ہنر کو حاصل اور مومن خان مرحوم سے فن شعر کا استفادہ کیا آب چند سال سے شہر رڑھکی مین علوم ریاضی مین دستگاہ تمام بہم پہونچا کر کسی علاقہ پر مامور ہے یہ شعر اوسکا یاد تھا

اے طفل اشک ہم تجھے آنکھون مین یون رکھین	اور تو ہمارے راز کو یون برملا کرے

کرامت تخلص کرامت اللہ شاہ آزادہ منش و بے پرواروش تھا یہ شعر اوسکا سُنا گیا

مقبول حق ہے جو کہ ہے اہل سخن کا دوست	ہے حُب اہل بیت وسیلہ نجات کا

کیف تخلص فضل احمد شاگرد صہبا جوان نیک نہاد خوش مزاج یہ شعر اوسکا سُنا گیا

کیونکر رہین نہ دل کو تصور وصال کے	کچھ پر بندھے نہین مرے مرغ خیال کے

باب الکاف الفارسی

گرم تخلص مظفر خان جوان خوش طبع ظریف مزاج متوطن رامپور مدت مدید سے نواب عبداللہ خان برادر حقیقی محمد سعید خان والی رامپور کی رفاقت مین خاک پاک شاہجہان آباد کو رشک ارم کیا اور اب اوسی نواب مستطاب کے ہمرکاب شہر میرٹھ مین مقیم ہے مشق سخن شیخ ابراہیم ذوق مرحوم سے بہم پہونچائی یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

حال عاشق کبھی پوچھے نہ ملائے تو چشم	آنکھین کیا پھر نے گئین ہین تری اے آہو چشم
نہ رہی ہاے تصور کو تری جا خالی	بسکہ تخت جگر و دل سے ہوئی مملو چشم

جاتا ہین اک بت ہرجائی کے
در بدر ناصیہ فرسائی کی

گویا تخلص فقیر محمد خان شاگرد شیخ امام بخش ناسخ لکھنؤ مین زبدہ امرائے نامی اور قدوۂ کبرائے گرامی سے شمار کیا جاتا ہی اوس سواد مین مومنین پاک کی کثرت اور حضرات شیعہ کی افراط پر اس سنی عالی مرتبہ کا وجود نادر از مغتنمات سے ہی سخن اوسکا الفاظ فصیح اور معنی غریب اور نکات برجستہ اور اشارات دلچسپ سے مملو ہی یہ چند شعر اوسکے دیوان فصاحت نشان سے منتخب ہوئے

نہین ہی علم جان بازی مین کچھ حاجت معلم کی
تڑپنا آپ ہی اوستاد ہی تعلیم بسمل کا

قیامت کے منکر جو ہین ای ستمگر
ترے قد و قامت کو دیکھا نہوگا

وہ ایسا نہین چپ رہے بات سن کر
کوئی اور ہوویگا گویا نہوگا

ہی جو مضمون فتنہ انگیز اسمین تیری چال کا
اب زمین شعر مین بھی خوف ہی بھونچال کا

کب تلک ان بتون کے ظلم سہون
ای خدا دل نہین ہی پتھر کا

مصرع ابرو مکرر لکھ دیا اوستاد نے
اوس سے بہتر دوسرا مصرع نہ جب موزون ہوا

موت جب نزدیک آئی پھر ملے اوس سے تو کیا
فائدہ گر وہ ہوا تو یہ زیان ہو جائیگا

تھا جو افتادگی شعار اپنا
نہ زمین سے اوٹھا غبار اپنا

نہ رہی بعد مرے نامہ و پیغام کی رسم
خاک اوڑاتی پھری گلیون مین صبا میرے بعد

منھ دکھانا تو کہان باتین تھین اوسکی مجھ تک
لن ترانی کی بھی آئی نہ صدا میرے بعد

سنگ مدفن کی جگہ رکھ دیا مدفن پہ مرے
کوہ غم جبکہ کسی سے نہ اوٹھا میرے بعد

باب اللام

لطف تخلص حفیظ اللہ تلمیذ شیخ ابراہیم ذوق مرد معقول و نیک نہاد اور مطبع عزیزی مین سلسلہ چھاپکری مربوط رکھتا ہی یہ شعر اوسکا درج تذکرہ ہوا

وہ پڑھکے سطر کون سی چین بر جبین نہین
ہر چند خط مین حرف شکایت کہین نہین

لطیف تخلص دولت سنگھ قوم کھتری شاگرد شاہ نصیر مرحوم مشتاق قدیم اور شعر سے مناسبت طبیعی رکھتا تھا چار پانچ برس ہوئے کہ دار فانی سے رحلت کی یہ شعر اوسکا ہی

کوئی کہتا تھا قصہ مجنون کا
مین اوسسے اپنا ماجرا سمجھا

باب المیم

ماہ تخلص مرزا عنایت علی بیگ کوچک برادر مرزا حاتم علی بیگ مہر آگرہ مین مصاحبت راجہ بلوان سنگھ راجہ تخلص والی کاشی سے ممتاز اور شاگردان خواجہ حیدر علی آتش سے ہی یہ دو شعر اوسکے اشعار سے انتخاب ہوئے

کیونکر ورق اوڑاے نہ تلوار یار کی	اڑتی بھی کاغذی ہی مرے جسم زار کی
ہر روز نیا وعدہ ہی ہر شام نیا عذر	بن بنکے بگڑتا ہی مقدر کئی دن سے

ماہر تخلص شاہزادہ بلند اقتدار گردون اعتبار صاحب تمکین وسادہ فطانت وذکا مسند نشین شبستان عز وعلا جلالت پناہ مرزا جمعیت شاہ خلف الصدق مرزا نورآور بخت مرحوم ابن مرزا جمشید بخت مغفور ابن حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ مبرور بزرگی اعتبار ظاہری کو وسیلہ اوصاف قرار دیکر خامہ سخن سنج کو عرصہ اوراق مین گرم جولان کرنا ایک امر زائد اور کار لاطائل ہی کہ نسبت شاہزادگی سے اور کونسا مرتبہ فائق تر ہی جسکو اسباب مدائح اور وسائل اوصاف سے مقرر کیا جاوے دو چار سطر مناسب مقام مسطور اور چند حرف حسب موقع مذکور کرتا ہون مبدء فیاض نے ایسا ضمیر آفتاب تنویر دیا ہی کہ اوسکی مد الانفاس عمود صبح کے برابر ہی اور اوسکا نقطہ سویدا ستارہ سحر سے ہمسر اوسکی طبیعت کی روشنی سے زمین سخن پر نور اور اوسکے معنی کی تجلی سے چوب قلم شجر طور ایسا کلیم کلام ہی کہ مصر سخن مین حریفان نخوت سرشت کی فرعونی اوس سے پیش نہین جاتی اور اوسکے اعجاز کلام کے سامنے شعراے جادو فن کی سحر طرازی رونق نہین پاتی قلم اوسکا نیل دوات مین عصاے موسی اور مقابلہ اعدا مین ہمنفس اژدہا ہر صفحہ اوسکا رنگینی معنی سے غیرت گلشن اور ہر بیت جون بیت ابروے خوبان ناخن بدل زن قصر سخن ایسا عالی ہی کہ پیک تصور جسقدر بالا دوی کرے اوسکا پایہ اوس سے بھی زیادہ تر بلند ہی اور طرز سخن ایسی دلچسپ کہ دل سوختگان محبت کو مژدہ وصال محبوب سے زیادہ تر دل پسند ہی سوز محبت کا کیا اثر ہی کہ ہر دائرہ اوسکے الفاظ کا مشرق آفتاب محشر ہی اور ہر نقطہ داغ دل عشاق سوختہ جگر ہر سطر سطر آہ جگر سوز اور کلمہ کلمہ داغ دل افروز معنی ہر بیت کے شمع محفل عشاق مضمون ہر رباعی کا دست آویز عرفاے آفاق نور افشانی معنی سے ہر صفحہ زر فشان اور فروغ مضامین سے ہر سطر کہکشان ہر چند اصناف سخن مثل غزل وقصیدہ ورباعی وقطعہ وترجیع بند کے سرانجام مین قدرت تمام اور دستگاہ مالا کلام حاصل ہی لیکن از بسکہ ایام شباب ولولہ افزاے شوق اور روزگار جوانی پروردہ کشاے ذوق ہی غزل گوئی کی طرف التفات بحد کمال ہی اور شعر پڑھنے کا طرز ایسا ہی

کہ بزم مشاعرہ مین جب اوسکی زبان حرف سے آشنا ہوتی ہی ارباب بزم ہمہ تن گوش ہوجاتے ہین
شمع سراپا گداز ہوکر ایک نہ ایک مصرع سوزناک اوسکی تعریف اور تحسین مین اپنی زبان پر
لے آتی ہی راقم آثم سے علاوہ تلمذ و استفادہ شعر کے رابطۂ محبت کو ایسا مستحکم کیا ہی کہ اوس یکتائے
عصر کی صحبت یکدمہ کو عمر ابد و زندگی جاوید سمجھتا ہون جناب مستطاب اوستادی مولوی
امام بخش صہبائی مدظلہ العالی کی خدمت سراپا افادت مین صفائی اعتقاد اور نونہال گلشن جوانی
نوبادۂ حدیقۂ زندگانی مرہم سینہ ہائے مجروح خلف رشید جناب ممدوح مظہر اخلاق عمیم مولوی
عبدالکریم سوز تخلص سے روابط اتحاد اسقدر ہی کہ زبان اوسکے بیان مین قاصر اور بیان اوسکی
تفصیل مین کوتاہ ہی

قلم بشکن سیاہی ریز کاغذ سوز دم درکش	حسن این قصۂ عشق ست در دفتر نمی گنجد

اب اوسکے کلام فصاحت سرانجام سے کچھ انتخاب کرکے نذر احباب ہوتا ہی

پہلے اک سوز سا تھا دل مین پڑا تو ہمدم	شمع کی طرح ہی شعلہ مرے سر سے پیدا
ہم بھی ضرور کعبہ کو چلتے پر اتنو شیخ	قسمت سے تیکدے ہی مین دیدار ہوگیا
ناصح کی بات سننے کا کسکو یہان دماغ	تیرا ہی ذکر تھا کہ مین ناچار ہوگیا
اے ہمنشین وہ حضرت ماہر نہون کہین	اک پارسا سنا ہی کہ میخوار ہوگیا
ہون وہ دیوانہ کہ روتا ہی مرے احوال پہ	چشم حسرت سے ہر اک حلقہ مری زنجیر کا
کھینچ لے اے چارہ گر پہلو سے مرے دل سمیت	ورنہ مشکل ہی نکلنا یون تو اوسکے تیر کا
چارہ گر شغل کو کچھ تو خلش بھی ہی ضرور	رہنے دے دل مین اگر ناوک دلدار رہا
لبون تک آ نہین سکتا ہی نالہ سینہ سے	اور اتنے ضعف پہ ہی قصد سر اوٹھانے کا
ہر اک قدم پہ ہین سو سو قیامتین برپا	نہین وہ چال کہ فتنہ ہی اک زمانے کا
سمجھ ہی اولٹی ہی دیوانگان الفت کی	کہ دل کے جانے پہ رکھتے ہین نام آنے کا
ملے پہ بھی نہوا ہمسے وہ ستمگر صاف	کہ ڈھنگ یہ بھی ہی اک خاک مین ملانے کا
وہان تو روز ترقی ہی اور یہان مقدور	نہین ہی ایک بھی دم اوسکے ستم اوٹھانے کا
ترے تو لطف سے بھی جان کانپتی ہی کہ یار	نہین ہی برق سے کم طور مسکرانے کا
نہ ربط ایک سا ہر ایک سے رکھو ماہر	ذرا تو دیکھو کہ کیا ڈھنگ ہی زمانے کا
کیا مین بھی کوئی نقش کف پا ہون کہ ظالم	رفتار مین موجود تھا ٹھوکر مین نہین تھا

رہنے دیا قتل کے بعد اوسنے پشیمان ہو کر
آتے ہی دل مین لب معشوق تیر یار رہتا
کشمکش مین بھی اگر رکھا تو میری خاک کو
خون کی میرے دبت مجھ سے ہی لینی تھی ضرور
جو اشارہ تھا حریفون سے سو میرے قتل کا
بیجبر دل اور جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے
اپنی نادانی تو دیکھو بے وفا سے جور کو
جذبہ دل مین بھی تھا اس ناتوانی کا اثر
سربلندی روزی حق گو ہی کوئی وضع ہو
خدا ہی جانے اثر تھا یہ کسکی شوخی کا
تمام زلف کو یون دل نے چھان مارا ہی
ہوتا پامال جو قسمت مین نہ تھا اپنے تو کیون
ٹھوکرون مین ہی رکھے دل کو مرتا دم رہے
بیتابی دل دیکھ جگر کے ہوے ٹکڑے
کعبہ بیت اللہ ہی اور اوس مین نہ تھا بت کے سوا
تا کجا اوڑائینگے ترے دیوانے کب تک دشت مین
یونہی اگر رہینگے یہ وحشت کے ولولے
وصل کی رات ہر اک بات پہ منھ پھیر کے وہ
رو تا تھا دل کے ساتھ سو خون ہو کے بہ گیا
شراب کعبہ جلتے ہین اہل دین اسے
رگڑے ہے ایک عالم در پر ترے جبین کو
بوسے تو تجھے ہر اوسکی حاضر جوابیون سے
جیتے تو آسمان سا دشمن ٹلا نہ سر سے
مجکو تو اوس دہن کا ہونا عدم یقین ہی
تیرے تو نقش کی بھی ظالم نہ تھی توقع

اوسکو پیدا جو جفا کش کوئی مجھ سا ہوا
میرے اور اوسکی طرح انھین بھی ہاتھ پیار تھا
یاد وہ کا حبیب کا بھی اوسکی شوخی رفتار تھا
قتل کا میرے سبب میرا لب اظہار تھا
ترک چشم یار تھا تو مست پر ہشیار تھا
ان پہ کس کافر کی دزدیدہ نظر کا وار تھا
اسطرح سر پہ لیا گویا ہمین درکار تھا
اوسکا رخ گہسوے عاشق گہ سوے اغیار تھا
تھا سر منصور اونچا گو سبھی دار تھا
کہ دل مین ہوتی تھی رہ رہ کے بیقراری رات
کہ جس طرح کوئی رستہ چلے ہی ساری رات
اتنے اندازون مین آئی تری رفتار پسند
گر سمجھے کہ اسے ہی مری رفتار پسند
ہمدرد ہوا تھا اوسے ہمنا نہ سمجھکر
اہل حق کرتے ہین زاہد بت پرستی دیکھکر
پڑ رہینگے کوئی گورستان کی بستی دیکھکر
صحرا مین مل رہینگے کبھی خار اور ہم
بے مزہ یون ہی کہ گویا اونھین منظور نہین
اب دل نہین تو نام کو بھی چشم نم نہین
کافر یہ مرتبہ ترے ابرو کا کم نہین
کعبہ سمجھ لیا ہی گویا اسی زمین کو
نا چار چپکا رہنا آخر پڑا ہمین کو
چھاتی کی سل موے پر پاتا ہون نہین کو
جب بوسہ مانگتا ہون سنتا ہون مین نہین کو
کیا جا کے پھوڑتے ہم کہسار مین جبین کو

جون شمع رات بھر کا جاننا ہی اور رینی ہی ان
اس عجز نے تو پہلا سب اعتبار کھویا
مرنے کے بعد دل کی بپتا یہون سے اکدم
گر ور نہین تہون کا کعبہ ہی کو چلون مین
پہونچون غبار بنکے تو دامن کو وے جھٹاک
ایسا مٹا دیا ہی فلک نے کہ مثل باد
ماہر کا شکوہ کیا ہی اوسے بھی بلا تو لو
وہ مری لاش پہ روتے ہوے آئے ماہر
بگڑ کے بیٹھنا اوسکا بنا ؤ ہی گویا
پڑھا ئی تمکو تو مشق ستم ہی اور رسم بھی
جگر مین لگتے ہین اوڑ کر وہ ناوک مژگان
اوسکے ہنسنے سے کھلے رمز عدم کے ماہر
آنکھون سے تو دکھا چکی کیا کچھ یہ چشم تر
مین ہون اسیر محکوری (؟) کی وسے نو یہ
میرے تمھارے ملنے پہ کیا کیا ہین مفسدے
باقی جو عمر تھی وہ تجسس مین کی تمام
مانا کہ مجکو اور سے صحبت نہین ملے
رکھا نہ سر کو زانوے نازک پہ شوخ نے
بزم خرد مین یون ہون کہ جیسے گناہگار
لا کشتی شراب کہ غم کے محیط مین
ہمت سے دل نے عشق کو آسان اوٹھا لیا
دعوے تو یہ دعا کو کہ پہونچے خدا تلک
افراط سوال شوق سے ماہر یہ تنگ ہون
کیا کیا آنکے کعبہ مین سوا اسکے کہ ہم
صحرا کو لے چلے ہمین وحشت کے ولولے

شادی سے بزم کی کیا میرے دل حزین کو
لکھاتے ہی جون ہون گھستا ہون مین جبین کو
لاشہ ہمارا رکھنا مشکل ہوا زمین کو
اک سنگ چاہیے ہی آخر مری جبین کو
محنت کسیکی میری طرح رائگان نہو
گر خاک پر چلون تو قدم کا نشان نہو
کہیے کسیکو آپ نہ اپنے گمان پہ کچھ
سچ ہی یہ بات کہ الفت سے ہی الفت ہوتی
ہر ایک بات مین خوبی ہی خوش نما کیلیے
نہین کچھ ایسے کہ اتنا جگر نہین کھٹنے
یہ کھنے کو ہی کہ وہ تیر پر نہین کھٹتے
کسقدر سہل ہوا عقدہ دشوار مجھے
کانون سے کیا سنائیگی مجھون زبان مجھے
ورنہ یون ہی بہار سے کیا باغبان مجھے
اغیار وان ستاتین تھین یار یان مجھے
پر عمر رفتہ کا نہ ملا کچھ نشان مجھے
رکھتا ہی حسن شوخ ترا بدگمان مجھے
ان ناتوانیون پہ ہی سمجھا گران مجھے
پھر پڑین سمجھ پہ کہ لائی کہان مجھے
توبہ کو بوئے دیتی ہی پیر مغان مجھے
ہلکا ہوا یہ بوجھ دیا تھا گران مجھے
اور جا سکی نہ لیکے کبھی ناتوان مجھے
کرنے دیا نہ ایک بھی پورا بیان مجھے
ہوے شرمندہ برہمن سے صنم سے چھوٹے
دیکھی نہ راہ آمد فصل بہار کی

کہتے تھے وقت نزع میری سب جوان و پیر — اس نوجوان نے کس پہ جوانی نثار کی
کتنا ہی ہم چراتے ہین آنکھ اوس سے پر نظر — ناچار پڑ ہی جاتی ہی کمبخت پیار کی
دل مین اک سوز سا پاتے تھے سدا ہم لیکن — اب جو دیکھا تو ہی اک خاک کا تودا باقی
شوخیون پر ہی یہ تمکین کہ ہوا حشر بھی اور — سبکو اب تک ہی قیامت کی تمنا باقی
ڈبڈبانے ہی مین آنکھون کے ہوا عالم غرق — اور اب تک ہین بہانے کئی دریا باقی
اب تیرے تغافل سے ہی پامال وگر نہ — جو چاہیے خنجر نے خبر لی مرے سر کی
اوسکی زلفین بلا ہین اور یہ بلا — اپنے سر پر ہمین لیے ہی نبی
جسکی دوری مین مرتے تھے ماہر — آخر اوس بن ہمین جیے ہی نبی

مبتلا

مبتلا تخلص جوان متین خوش مزاج نیک رفتار دوست ستا محبت افزا سعادت نہاد نیک ذات اجودھیا پرساد معروف بہ منشی اخلاق حمیدہ اوسکے مثل نکہت گل مشام نواز اور کردار پسندیدہ اوسکے اہل روزگار کے اوضاع سے ممتاز اوسکی زبان دانی سے ہند کو اصفہان پر صد ناز سخن اور اوسکی نکتہ طرازی سے نقاط حروف خال محبوب پر طعنہ زن مقامات کتب فارسی کو حلال مشکلات سخن جناب اوستادی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کی خدمت مین بنہایت تحقیق و تدقیق سے حل کیا اور مشق سخن بھی انھین سے بہم پہونچائی حق یہ ہی کہ معنی کی نزاکت اور الفاظ کی متانت اور کلمات کی تنگ ورزی اور تراکیب کی کرسی نشینی دائرہ ستایش مین محصور نہین ہوسکتی یہ چند شعر اوسکے افکار سے ہین

از دل ما هر نفس بیرون نیامد غیر آه — جز الف دیگر نخواند این طفل ابجد خوان ما
برق بیتابانه خود را در تنم آورد — از گزند گرمی آه شرر افشان ما
تا چو صهبائی زباندان اوستاد مبتلا ست — بهتر ست از خون ایران خاک هندوستان ما
شمع چون در بزم گرم صحبت آرائی شود — سوزش غیرت بجان آتش زند پروانه را
تا توانی قطرهٔ اشکی بدامن در فشان — صاحب خرمن شود هر کس فشاند دانه را
ای که داری گردش چشم از من مسکین دریغ — با رقیبان چون بگردش آوری پیمانه را
او در آغوش من ست و من همان در جستجو — دل ز سر و ست بجای عمری ادیان کو کوزن ست
مده ای دوست یکدم سرمه آن چشم سخن گو را — سوالی کرده ام از وی جوابی آرزو دارم

مبین

مبین تخلص بلبل گلزار سخنوری عندلیب گلشن معنی پروری فرزند دلبند حافظ قطب الدین شہر

حافظ محمد غلام مبینکہ سعادات ظاہری و باطنی سے بہرہ وافر اور کمالات صوری و معنوی سے نصیبہ متکاثر رکھتا ہی کسب فن شعر اپنے والد ماجد کی خدمت بصر افادت سے کیا اور موزونی وہبی سے اکتساب کا سر چرخ افتخار تک پہونچادیا ابیات غزل شوخی معنی سے دشت بیاض مین نوخاستہ غزال اور سطور اشعار رنگینی مضمون سے گلشن صفحہ مین تازہ نہال ہین مصرع برجستگی معنی سے برق اورکنارہ اوراق فروغ مضمون سے شرق سن جوانی مین حلم اور تواضع اور تحصیل ہنر کا شوق اور کسب کمال کا ذوق اور کثرت مروت اور فرط اہلیت سطرح اس نیک نہاد مین جمع ہین سعادتمندان روزگار سے کم کسی مین فراہم ہین یہ چند شعر کہ دستیاب ہوے مرقوم ہوتے ہین

نزع کے وقت جو وہ حور شمائل آیا — ملک الموت کو بھی غش مرے شامل آیا

ایک داغون سے بھرا ایک پھپھولون سے بھلا — جگر آیا ادھر الفت مین ادھر دل آیا

ہے شیشۂ دل ٹکڑے ہر رند قدح کش کا — میخانہ مین ماتم ہے ماہ رمضان آیا

کس منھ سے بیوفا کہون تمکو کہ مین نے بھی — شکوہ کیا ہے دل مین کبھی بار آپکا

سخت جانی کو مری کھیل کہین سمجھے ہو — توڑنے آتے ہو کیون خنجر بران اپنا

نہ سوزش جگر مین نہ دل مین تپش — مرا غم مین رونا دوا ہوگیا

نکالا صنم نے تو کعبے گیا — مبین مفت مین پارسا ہوگیا

کان نازک مین گلون کے کر نہ نالے عندلیب — ہے یہ مقراض محبت کھولنا منقار کا

وحشیون کے دم سے ہین آباد یان — ورنہ یہ غل بھی کہان زندان مین

وہ ادھر آتے ہین اور پانون ادھر پڑتا ہے — غیر کے جذبۂ الفت کے اثر کو دیکھو

اوس بزم مہ جبین مین ہر جا خوشی تھی لیکن — کونے مین ایک دیکھا روتے ہوئے مبین کو

وہی اب تک ہے اون بوسون کی لذت — لبون پر پھیرتا ہون مین زبان کو

مبین کعبے گئے لیکن چھپا کر — بغل مین نقشۂ کوے بتان کو

مرتے ہین ایسے قاتل بیدرد پر کہ ہائے — ہم موت ہی سمجھتے ہین عہد شباب کو

مبین رخ سے نقاب اوسکے اگر محفل مین اوٹھ جاے — تو پروانے کبھی مڑ کر نہ دیکھین شمع روشن کو

کوے بتان سے نکلے تو کعبے گئے مبین — شرمندگی اوتارنے کو پارسا ہوے

ملانا یہ دو دل کا کیا جانتا ہے — فلک خاک ہی مین ملا جانتا ہے

وہ دیکھے مری نبض اے چارہ سازو — جو تم مین اجل کی دوا جانتا ہے

بیخودی مین بھی عجب چین سے دن کٹتے ہین | کچھ خبر ہی نہین دنیا مین کہ کیا ہوتا ہے
علاج زخم کیا اچھا مرے قاتل کو آتا ہے | کیے زخمون کے روزن بند ہر ناوک کے پیکان سے
تڑپتے لوٹتے ہو رو رکے اے متین تم یہ | بتون کے غم مین خدا پر نظر نہین رکھتے
بیٹھا ہوا ہون بزم عدو مین چھپے ہوئے مگر | یہ بھی کیا سلوک دل بیقرار نے
ایمان اے متین بتون نے لیا ہی تھا | لیکن بچا لیا مجھے پروردگار نے
شمع روشن کو متین دیکھ لے تو بھی رو کر | تفتہ جانون کی یونہین رات بسر ہوتی ہے

متین

متین تخلص زبدہ معتبران روزگار اسوۂ اقبال مندان کامگار رائے کانجی سہائے متوطن قدیم شہر لطافت بہار الہ آباد اس صاحب اقتدار کے والد ماجد جھکڑو لال نے ابتدائے عملداری انگریزی مین مدت تک عہدۂ تحصیلداری پرگنہ اہرکھ ضلع بنارس پر مامور ہو کر جاہ واعتبار کے ساتھ بسر کی اور یہ بزرگوار حکام وقت کی جانب سے تحصیلدار پرگنہ سند کی ضلع فتحپور اور فن شعر گوئی اور سخن طرازی مین شاگرد شاہ محمد علیم الہ آبادی تھا یہ والاجاہ اوائل مین عہدۂ منصفی موضع جھن پور ضلع آباد سے سرافراز ہوا اور بالفعل مسند صدر امینی رہتک پر متمکن ہے قلم تحریر اوصاف مین عاجز اور نفس تقریر محامد مین قاصر ہے نہ عموم اخلاق کے بیان سے عہدہ برا ہو سکتا ہے اور نہ وفور حلم و بردباری کے دفتر سے حرف سرا فن سخن سے از بسکہ مناسبت ذاتی اور ذوق طبعی ہے گاہ گاہ اوقات فرصت مین شعر فارسی کی فکر دامنگیر ہوتی ہے ہر چند اس فن مین کسی سے مشورہ کا اتفاق نہین ہوا لیکن استعداد خداداد سے قدم فکر جادۂ استقامت سے منحرف نہین ہے یہ چند شعر اس مدعا پر شاہد اور اس دعوی پر گواہ ہین

رنگین بود ز بسکہ کلام متین ما | گوئی کہ کشتہ اند گل اندر زمین ما
تا درین بزم از مذاق بادہ آگہ نیستم | ریخت ساقی جاے مے خون دل اندر جام ما
یک اشارت بہر دفع اضطراب دل بس است | جنبش ابرو بود گہوارۂ آرام ما
بہر مستقبل بود آئینہ حال من متین | باشد از آغاز پیدا صورت انجام ما
من چہ گویم تا چہا دیدم ز دانائی متین | ای خوشا وقتے کہ حاصل بود نادانی مرا
دیگر ز دام کاکل مشکین رہا مکن | این صید زخم خوردۂ تیر نظارہ را
ہیچ فوارہ رہ رائگان شد صرف تن | بود نقدے کہ در خزانۂ ما
متین نبود زخم تیغ از مستسل ضعف | ندارد مرغ رنگ روے ما تاب پریدن ہا

از ظلمت تو یافت [illegible] / او نیز کی کلکت گرفت [illegible] شب

بہجر دیدہ و دل غیر ازین چہ کار کنند / کہ دیدہ گریہ و دل نالہای شبانہ کند

از دست من چہ دامن دلدار میرود / کارم ز دست و دست من از کار میرود

مجرم تخلص محمد سعید بناہ مرد ظریف خوش مزاج تھا ہرچند فکر مین مضمون یابی اور تجنیس مین [illegible] بھی لیکن کچھ اپنے مزاج کے اقتضا اور کچھ تحریک احباب سے غزل خصوصاً مقطع کو مضامین [illegible] سے مملو کرتا اور مانند اوس رند کے کہ ظرف حوصلہ سے زائد شراب پی جاوے ایسے اشعار کے پڑھنے سے عین مشاعرہ مین کچھ باک نکرتا چند سال ہوے کہ عالم باقی کو راہی ہوا یہ دو شعر اوسکے تحریر ہوے

مسجد کو تیری شیخ ہمارا سلام ہو / بتخانہ تو آستان بتان سجدہ گاہ کی

اوس چاند مین فلک کا مجرم دے گھر چھپا / اوس ماہ سے نکاح کی جو رسم و راہ کی

محب تخلص شاہزادہ بہرام شاہ خلف الصدق شاہزادہ جہانیان مدار مرزا اختر شاہ بہادر ابن شاہزادہ حسن شاہ بہادر مرحوم درانی ان والاشانون کی بلند پایگی شہرۂ آفاق ہے کہتے ہین کہ شہزادہ موصوف فن شعر مین میان خان صغیر تخلص سے مشورہ کرتا ہے یہ شعر اوسکے سنے گئے

حشر مین بھی اگر ملا وہ محب / تو تو سمجھینگے ہم شتاب ملا

دل مین ہر ایک کے مین کھٹکتا ہون رات دن / گویا مین دشمنون کے لیے خار ہوگیا

اے محب گو چمن اوسکے اوڑکے جاتا ہون سدا / پاے شوق اپنا بھی اب بال کبوتر ہوگیا

محب میر ابو القاسم برادرزادہ میر نظام الدین ممنون خوش اخلاق صاحب طینت نیک سرمایہ علم سے بقدر ضرورت بہرہ اور فکر سلیم و طبع مستقیم کی اعانت سے پایہ سخن سنجی کا بلند تھا جالینوس زمان بقراط دوران حکیم احسن اللہ خان کی قدردانی سے وقائع نگاری خاص سلطانی کے عہدہ کا ممتاز اور تادم مرگ یہی منصب اوسکے واسطے موجب نیاز رہا چند سال ہوے کہ عالم فانی کو پدرود کیا اوسکے کلام سے یہ دو شعر بدقت ہاتھ آئے

کل جنازے کو محب کے دیکھکر کہتے تھے لوگ / ایک بھی ارمان دل نکلا نہ اس مغفور کا

ہم کہتے نہ تھے خوب نہین دل کا لگانا / لو دیکھ لیا اتنو کہ اچھا نہین ہوتا

محبت تخلص عنایت اللہ پیشہ رنگریزی کرتا تھا کسی نے اوس سے اصلاح شعر کی

استدعا کی اوسنے برمحل یہ مثل کہی نہ نگر یز یرشی خود در ماندہ چار پانچ برس ہوئے کہ اوسکے ماتم سے وابستگان دلفگار کا جا نثلی ہوا یہ شعر اوسکا یاد تھا

کپڑے تو ہزار طرح رنگے لیکن ۔۔۔ افسوس کہ جامہ دل کا رنگین نکیا

محبوب تخلص محبوب خان قوال فن موسیقی خاندانی اور اقلیم زمزمہ سنجی مین منصب ترخانی رکھتا ہی الحان واودی سکے اثر سے طائر رنگ کو چہرہ عشاق سے اوڑنے ندے اور سیلاب اشک کو روانی سے باز رکھے اگر باربد اوسکو دیکھتا اس عہد مین ہوتے اس اوستاد فن کے نام سے کان پکڑتے خامہ عجب اوسکی زمزمہ پیرائی سے تر زبان ہوتا ہی اوسکے صریر پر صدائے نی کا گمان ہوتا ہی گاہ گاہ زمین سخن بھی اوسکے قدم افکار سے غیرت گلزار ہوتی ہی یہ دوتین شعر اوسکے نتائج طبع سے نذر احباب ہوتے ہین

بیان کیونکر کرون درد نہان کو ۔۔۔ نہین پاتا ہون قابو مین زبان کو
خنجر بھی نہ سنبھلے جو دم قتل تو کہیے ۔۔۔ تقصیر ہماری ہی کہ تقصیر تمہاری
قاصد آیا تو وہان سے پر محبوب ۔۔۔ دیکھیے کیا جواب لایا ہی

محزون تخلص جناب کمالات انتساب گلگونہ روے کمال خال چہرہ افضال مورد سعادات ازلی و ابدی محمد ناصر جان محمدی ابن حضرت محمد نصیر محمدی رنج تخلص اس جناب فضیلت مآب کے خاندان والا شان کی بزرگی اور عظمت کا حال آفتاب سے روشن تر ہی کون ہی کہ ان حضرات با برکات کی تجلی معارف کے آگے ارنی گوئی سے موصوف اور خرموسے صعقا کے ساتھ معروف نہو ذات تقدس آیات اس جامع کمالات کی اوسی تجلی کا مظہر اور اوسی شجر کا ثمر ہی جو کمالات وہبی و کسبی کہ اس خاندان فیض نشان سے اختصاص رکھتے ہین اونسے قطع نظر کر صرف اونھین صفات حمیدہ کے ساتھ منسوب کرنا اور ثنا کا مدار اونھین اوصاف پر رکھنا ایسا ہی کہ ماہی کی ستایش مین شناوری پر افتخار کرنا اکتساب علوم رسمی مین سعی کو رکاب شوق مین ایسا دوڑایا کہ عرق کے ہر قطرہ نے دامن کو دریا اور آستین کو گرداب بنایا ہر فن مین یک فنی خصوصاً میدان ریاضی مین یکہ تاز تھے اور اوس جولان گاہ کو اونکی شہسواری پر صد ہا ناز تھے عرصہ دراز ہوا کہ سواد شاہجہان آباد سے عظیم آباد کی طرف تشریف فرما ہو کر چندے اوس سرزمین کو اپنے قدم فیض توام سے رشک گلزار کیا ناگاہ درد گردہ عارض ہوا اور جو کہ قرابادین مشیت مین اس مرض کی دوا نے ترکیب نہ پائی تھی استعمال ادویہ مفید ہوا چندروز کے بعد آسمان تقدیس سے ندائے ارجعی پہونچی اور بکشادہ پیشانی

معارف ناشناسی کا بدرتہ لیے ہوئے گلشن جنان کی طرف راہی ہوئے اور والد ماجد کو وجد آگیا جیسے موتو اقبل ان تموتو کے مضمون سے موصوف کر دیا آپکا جنازہ اوس راہ دراز سے شاہجہان آباد مین لاتے اور جسم مطہر اور بدن مقدس کو درگاہ فلک پایگاہ کے احاطہ کے اندر حضرت کے قدم کے نیچے مدفون کیا جو کہ علوم شریفہ اور فنون نفیسہ کے اشتغال سے فرصت بہت کم دستیاب ہوتی تھی فن شعر کی طرف کم التفات فرماتے الا ماشاء اللہ یہ دو تین شعر اتفاقاً جزو دان حافظہ مین محفوظ رہگئے تھے تیمناً مرقوم کیے

تھی جس سے نہ ایک دم گوارا فرقت
دکھلا گئی فلک نے سپہر دوبارا فرقت

اب زیست تلک بھی اوس سے ملنا معلوم
گردن پہ ترے خون ہمارا فرقت

نہ تو نامہ ہی نہ پیغام زبانی آیا
آہ محزون ہمین یاران وطن بھول گئے

محزون

محزون تخلص مرزا منگو ابن میرزا ایزد بخش معروف بہ میرزا نیلی ابن حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ شوکت انکے خاندان کی کنیزان خدمت گزار اور اقبال انکے دودمان کے غلامان وفا شعار سے ہے دینداری کی طرف بہت مائل اور پرہیزگاری مین اپنے اقران و امثال سے ممتاز اصلاح شعر کا عبداللہ خان اوج تخلص سے اتفاق ہوا ہے شعر اونکے نتائج طبع سے ہے

محزون

اوسکے منہ کون چڑھ سکے محزون
ہان مگر منہ پر اوسکے آیا خط

محزون تخلص آغا علی نام جوان وجیہ خوش مزاج حلیم الطبع پسندیدہ اخلاق کا ساکنان شاہجہان آباد مین اس صفت کے ساتھ کم کوئی پایا جاتا ہے کتب درسیہ کو تحقیق سے پڑھا اور شاہجہان آباد سے ایک دو منزل پر کسی شہر مین عہدہ مدرسی پر مامور ہے یہ دو شعر اوسکے یاد تھے

حرم کعبہ مبارک ہو تجھی کو زاہد
سجدہ گہ اپنا تو سنگ در دلدار رہا

اب ہے وہ دیدہ نظر کیون مری جانب ظالم
پہلے ہی دل تری زلفون مین گرفتار رہا

محسن

محسن تخلص حافظ محسن مرد معمر حافظ قرآن اور تجوید حروف سے فی الجملہ بہرہ ور اور خوش آوازی کی بدولت عزیز دلہا ریختہ گوئی مین مشاق قدیم یہ اشعار اوسکے مرقوم ہوے

سب آنکھ بند کیے پار ہو گئے راہی
عدم کا صاف ہی رستا چلے چلو تو سہی

پتا تا یار ہی اپنا پتا ہر اک جانب
کہین تو کھوج ملیگا چلے چلو تو سہی

شروع عشق مین ہمسے وہ بت آنکھین چراتا ہے
ابھی تو دیکھیے آگے خدا کیا کیا دکھاتا ہے

محمود تخلص محمود علی خان برادرزادہ نواب اعظم الدولہ سرور تخلص جوان خوش مزاج بلند فکر تیز طبع تھا ہرچند اوسکی ذہانت اور ذکا مین شک نہین لیکن کم استعدادی اور موزونی طبع کی نخوت سے اوسکا ثمرۃ الفواد خام پخت رہا اور اپنی خوش فکری کے خیال سے سراپاے سخن کو خلعت اصلاح سے آرایش نہ دیا اوسپر مزید ہوا اوسکے سارے دیوان سے یہ چند شعر انتخاب ہوے

افسوس ہو اُس شمع مین کیا ہے کہ نہی کا
قاتل جو نہین سر بگریبان نظر آیا

جام مے سے کیا کھلے اسرار عرفان شیخ پر
ہو چراغ اصلا نہ رہبر دیدۂ بے نور کا

دیکھ گلزار مین جاوے نہ بھڑک آگ کہین
بلبل سوختہ جان کھینچ نہ افغان گستاخ

ایک شب کیا ہی رہیگا گر یہی کچھ انتظار
روز محشر تک نہونگے دیدۂ بیدار بند

چشم سے خون نہ جاری رہے ہر دم کس طرح
خار غم دل مین خلیدہ ہی رہا ایک ایک

محمود تخلص میرزا محمود شاہ ابن میرزا بابر بہادر مغفور ابن حضرت عرش آرام گاہ اکبر شاہ بادشاہ بہ بلندی مکان دامادی حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی سے مشرف اور اپنے جد امجد کے عہد سے اب تک ممتاز اور مفتخر ہی فن شعر مین ذوق مرحوم سے مستفید یہ دو شعر اونکے مسموع ہوے

ہاتھون سے اے جنون ترے جاؤن کہان نکل
دامن سیا نہین کہ گریبان نکل گیا

غیر کو ساغر شراب ملا
اور ہمین دیدۂ پرآب ملا

محمو تخلص نواب غلام حسن خان عرف مہین برادر نواب زین العابدین خان عارف تخلص خلف نواب غلام حسین خان مرحوم مسرور تخلص جوان وجیہ خوش اخلاق اور لطف و مروت مین شہرۂ آفاق ہین آپ والا نژاد کی عالی خاندانی شرح و بیان سے مستغنی اور اوسکے محامد اوصاف حیطۂ تقریر سے خارج ہین ہرچند شعر و سخن کیطرف گاہ گاہ ملتفت ہوتا ہی لیکن حسن طبیعت اور رسائی فکر کلام سے مشاقی برستی ہی یہ اشعار اوسکے نتائج افکار سے ہین

قید ہستی سے رہائی غیر ممکن تھی ہمین
آج دم دیکھ اجل کو ہو گئے آزاد ہم

موجود ہون مین سامنے تیغ و کفن لیے
جو جو تمھارے دل مین ہین ارمان نکالیے

سخت جان صحبت سے تیری اے ستمگر ہو گیا
بت پرستی کرتے کرتے مین بھی پتھر ہو گیا

گھبراتے ہوئے پھرتے ہین اب بام پہ وہ بھی
اتنا تو ہوا ہی مرے نالون کے اثر سے

انداز جنون کونسا ہم مین نہین مجنون
پر تیری طرح عشق کو رسوا نہین کرتے

گل کھانے کو دیتے ہین مجھے غیر کا چھلا
وہ جب مرے جلانے کے وہ کیا کیا نہین کرتے

اسکو استقبال کیجیے آپکے دیدار کا | آگیا آنکھون مین دم ہی مجھ نحیف و زار کا
اپنا اپنا حوصلہ ہی اپنا اپنا ضبط ہی | مین نہین موسی کہ مجھ سے عذر ہو دیدار کا
دل لگا نیکا مزا دیکھ لیا آخر کار | ہم نہ کہتے تھے کہ ای [illegible] پشیمان ہوگا

محوی تخلص محمد بیگ نام ساکن ریواڑی نوجوان خوش ترکیب خوش زبان بلند فکر سلیم طبع کا کر ایک مدت سے زمرۂ طلباے مدرسۂ شاہجہان آباد مین منسلک اور زور استعداد سے اماثل و اقران سے ممتاز ہی نظم و نثر فارسی اور ریختہ مین دستگاہ تمام اور قدرت بالاکلام حاصل اور ان سب فنون مین جناب استادی مولوی امام بخش صہبائی سے مستفید ہی یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع موزون سے ہین

فارسی

چون زلف تاب خوردہ خورشید عارضان | دارد ہزار صبح در آغوش شام ما
محوی چو بگذری بسوی گلزار عرض کن | با عندلیب عشق و بقمری سلام ما
ساغر بنوش برلب آب روان کہ عمر | پیش از دمی نگشت میسر حباب را
بہر ما زنجیر شد موجی کہ صبح | از نسیم افتاد بالای شراب
زحد گذشت ستم ای بی وفا کہ در بر دل | باین ضعیفی تن نالۂ رسائی ہست
بیا ببخش کہ شہیدان تیغ جور ترا | بناز تست اگر میل خون بہائی ہست
ز حال محوی آزردہ دل چہ می پرسی | جگر فگار ستم دیدہ بی نوائی ہست
ناتوان صید تو امروز ندارد تابی | بچہ تقریب توای زلف بتاب آمدہ
نشستم از در کمان کردی و رفتی چون تیر | بیوفا پیشہ مگر عہد شباب آمدہ
بر ما چہ جفا ہا کہ تو صیاد نکردی | شد فصل بہار آخر و آزاد نکردی
کے بر سر خاکم نگذشتی کہ تو ظالم | جولان نزدی بر وی و برباد نکردی
دیگر کہ در آید بفریب تو کہ محوی | از دست غمت مرد و گہش یاد نکردی

ریختہ

چیر کر دیکھا جو پہلو اسکے نخچیر کا | دل کی جا سینہ مین پیوستہ تھا پیکان تیر کا
اثر سے ضعف کے دامان یار تک ہمدم | ہزار جا سے ٹھہر کر مرا غبار آیا
سپاہ فتنہ چلی آتی ہی یہ سنتا ہون | اجل ٹھہر یہ گمان ہی مجھے کہ یار آیا

عالم تھا خدائی کا ترے کوچے مین کل رات
زاہد بھی وہان سبحہ بکف گوشہ نشین تھا

سیکھی اجل کبھی آفت کبھی قیامت کی
تیرے بغیر تھی کس کس کی یادگاری رات

مجروحی کو قتل کرکے اب افسوس کیا ضرور
ہونا جو کچھ تھا وہ تو ترے یار ہو گیا

بگڑے نصیب ون سے تو دی داد وفا کی دل نے
تھا تو دیوانہ پہ کیا وقت پہ ہشیار رہا

پیکان یار دل نے یون کر رکھا ہے مخفی
رکھتا ہے پاس گو یا اک راز دلنشین کو

اوسکی گلی سے کل تو لاتے قضا کے منہ سے
جاتا ہے آج مجروحی پھر آج تو وہین کو

اٹھو لا نام خدا لب پہ کہ مجروحی اسوقت
تیرے کچھ اور نظر آتے ہین آثار مجھے

دم بھر جو یون ہی روئے یہ چشم تر تو ہم بھی
برپا ہزار طوفان اور ابر تر کرینگے

مجروحی کو اوس گلی سے لے آئینگے اوٹھا کر
دو چار یار ملکر تکلیف اگر کرینگے

کرنے سے قتل میرے مت ڈر کہ اون لبون کو
اک کھیل ہے جلانا ایک بات خون بہا ہے

مخمور تخلص جوان ارجمند و برنائے سعادت پیوند مقبول کونین شیخ غلام حسنین متوطن قدیم معمورۂ مینۂ سواد فریدآباد قرابتی مولوی ابوالحسن شیدائی اس سنجیدہ اطوار کی اہلیت مزاج اور حلم و بردباری کو لکھون یا لیاقت و ہوشیار خرامی و آدم شناسی کو بیان کرون چونکہ موزون طبع ہے گاہ گاہ فکر شعر کرتا ہے یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

گلزار کھلاتی ہے یہ داغ جگری کا
رکھتی ہے اثر آہ بھی باد سحری کا

کچھ اپنے پرائے کا خیال اب نہین اصلا
عالم ترے رفتار سے ہے بیخبری کا

کچھ سعی سے بھی ہمکو تو حاصل نہ ہے جمعیت
پل نخل تمنا سے ملا بے ثمری کا

ہر موج ہوا سے بھی تو ہون گرد پریشان
مخمور یہ کیا ڈھنگ ہے شوریدہ سری کا

مخبر تخلص جوان سعادت دستگاہ محمد احسان اللہ متوطن قدیم شاہجہان آباد اور بالفعل تحصیل معاش کی تقریب سے قصبہ میرٹھ مین مقیم ہے فن فارسی مین استعداد معقول اور ریختہ گوئی مین فکر رسا ہے شیخ ابراہیم ذوق مرحوم سے تلمذ رکھتا ہے چند اشعار اوسکے کلام سے انتخاب ہوئے

بنا کر آئینہ خودبین کیا آئینہ رویون کو
ہمین حیرت ہے ہمنے کیا بگاڑا تھا سکندر کا

ہے مخبر اوس پری کی جستجو مین ہرزہ تاز
رات دن پھرتا ہے دیوانہ خدائی خوار اب

ہوا عطا جب دل سے کی ہے توبہ پی جاتا ہون مین
میرے لب تک گر کبھی آتی ہے پیمانہ کی بات

گو کہ میرا خون ناحق حشر تک سر پر رہے / خوش تو ہو تو رقص بسمل کا تماشا دیکھکر

حضرت دل جھوٹ ہی اونمین نہ الفت نہ وفا / تمنے اوس کافر کو چاہا تھا بھلا کیا دیکھکر

ہم نہ کہتے تھے کہ کعبہ کو مجنون جا چکا / رہگیا رستے مین آخر اک کلیسا دیکھکر

یہ نہ ہوگا کہ مرے قتل سے در گذرینگے / جو رقیبون نے سکھایا ہی وہ کر گذرینگے

رجب کے دن مین مجنون انہین آسان نہ بان / اک مصیبت ہی سے گذرینگے اگر گذرینگے

کس لیے پہلو مین مچاتی ہو دھم / حضرت دل خیر تو ہی جان کی

مدبر تخلص سید امیر الدین ساکن شاہجہان آباد شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ دو شعر اوسکے مرقوم ہوے

ای مدبر جو کچھ ہی قسمت مین / وہی ہوتا ہی وہی ہو دیگا

چاند سا مکھڑا وہ جب دیکھا مجھے غش آگیا / جون کتان ٹکڑے گریبان شکیبائی ہوا

مرحوم تخلص مرزا محمد یار بیگ شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ دو شعر اوسکی غزل سے منتخب ہوکر درج کتاب ہوے

پر ہی داغون سے غضب سینۂ سوزان میرا / آتشین پھول یہ رکھتا ہی گلستان میرا

کیا نہی دل پہ جو رو رد کے کہے ہی محروم / ملک الموت کے اب ہاتھ ہی درمان میرا

مرزا تخلص مرزا حسین بخش خلف مرزا وحید الدین مغفور معروف بمرزا کوچک سلطان ابن حضرت شاہ عالم بادشاہ زمرۂ شاگردان حافظ عبد الرحمن احسان سے ہی اور شوق سخن گوئی قدیم سے گوشۂ خاطر مین جا گزین

گہ داغ کو سہون ہون گہ زخم جھیلتا ہون / مرزا ستا رہا ہی ذوق جفا یہ مجکو

مرزا تخلص نوبادۂ گلشن سعادت ثمرۂ باغ سیادت نوبر نہال جوانی آبیار چمنستان زندگانی مقبول طبائع خاص و عام مرزا علی نام کہین برادر میر آب گلشن وفاق آئینہ حسن اخلاق طراز سادہ اہلبیت میر حسین علی شوکت راستی سرو اوسکے قامت سے مستعار حسن سلوک اوسکی روش سے آشکار جبیا اور پیشانی جیسے آب اور آئینۂ نشاط اور طبیعت گویا بادہ و آبگینہ نہاد کا خمیر مایۂ آدمیت خاطر کا گنجینہ ذخیرۂ اہلبیت باغ اخلاق کا ثمر پیش رس می گفتار گلشن نیک نہادی کا گل خودرو درستی کردار راست روی ایسی کہ جہان خرام کرے اوس زمین سے سبزہ کی جگہ سرو پیدا ہو صفائی طینت اس طرح کی کہ جس خاک پر سایہ افگن ہو ہر ذرہ سے آئینہ ہویدا ہو طبع سلیم

ہزار طرح سے کی ہمنے اشکباری رات	جگر کی آگ جو سینہ کی تو پھر نہ سرد ہوئی

مرزا

مرزا تخلص حسین بیگ اسم صحیفۂ الفت و اتحاد و گلدستۂ بہارستان یکتا دلی و دوستی و یکجہتی یگانگی
نام نامی سر دفتر ظرافت و شگفتگی نادرۂ انداز رموز خرد بارکیبین ادا مرغوب و بہ عزیز دلہائے پیر و جوان
مرزا جان سلمہ الرحمٰن خلف رشید ممتاز عالم کامل و واقف اسرار تکمیل و اکمال یگانۂ جہان
میرزا سعادت علی مرثیہ خوان مرحوم خلق اوسکی ذات میں ایسا جیسے گل میں بو اور حیا اوسکی پیشانی میں
ایسی تابندہ گویا سحر میں آب رود دشمن اوسکی مہر ورزی سے دوستی میں آباد اور بیگانہ اوسکی آشنا
پرستی سے یگانون سے زیادہ آفتاب کو اوسکی ضمیر سے وہ نسبت جیسے سائل کو کریم سے نگارخانۂ
چین کو اوسکی طبیعت رنگین سے وہ مشابہت جیسے موسم برگریز کو باغ نعیم سے صناعت موسیقی کو
حد کمال تک پہونچایا اور استادان فن کے فیض شاگردی سے رتبہ استادی پایا جو کہ اظہار
اس فن کا زمانہ حال میں حال شرفا کے منافی ہے مرثیہ خوانی کے پردے میں اوس نغمہ کی شد کو بلند
اور اوس ترانہ کی شان کو ارجمند کیا تاکہ اونکی اوقات تو ائمہ ہدی کی یاد اور مقبولان بارگاہ
الٰہی کے ذکر میں بسر ہو اور مستمعان نکتہ شناس کو اپنے مذاق کے موافق اور ہی لطف میسر
ع چہ خوش بود کہ بر آید بیک کرشمہ دو کار ۔ اس فن کی غایت مہارت اور نہایت معرفت کا
ذکر کرون یا آواز کی خوش آیندگی اور اثر کی نشتر فروشی کو لکھون اگر پتھر اس آہنگ کے
سننے کے واسطے کان بہم پہونچاوے بے تکلف جوش دل سے کوہ بدخشان کے مانند ہزار چشمہ
خون آنکھ سے بہاوے سبحان اللہ یہ آواز وہ نشتر ہے کہ اوسکا اثر دل سے رگ مژگان
تک جلوہ گر ہے جو کہ اس قدوۂ ارباب کمال کو راقم تذکرہ صابر ہیچمدان کے ساتھ روابط محبت
مربوط اور قواعد صداقت مضبوط ہین ناتوان بینان پیشہ سے اندیشہ دامنگیر ہوتا ہے کہ مبادا
اس تعریف کو یار فروشی اور آشنا ستائی پر قیاس کرین اور نہ سمجھین کہ یہ اوصاف اوسکے
کمالات سے ایک شمہ اور یہ مدائح اوسکے محاسن سے ایک شمہ ہین اسواسطے اسیقدر عبارت
مختصر پر قناعت کرکے احباب صادق الوداد کی خدمت مین معروض ہوتا ہے کہ باوجود ان کمالات
سخنوری و معنی آفرینی کو رونق اور دی ہے اور فصاحت زبان اور لطافت بیان کو آبرو اور
بخشی یہ چند شعر اوسکے نتائج افکار سے انتخاب کرکے نذر نگاہ شوق کرتا ہون

ایک جلوہ ہزار جا دیکھا	ہمنے یان طرفہ ماجرا دیکھا
ایک ہنگامہ یاس کا دیکھا	دیکھکر تجکو ہمنے کیا دیکھا

وہ بھی کہتا تھا تون ہی کا نرا ہی	قبلہ کعبہ مین تجھے کیا دیکھا
ایک بوسہ پہ اسقدر رنجش	آپکا ہمنے حوصلہ دیکھا
اونکی پھر بھی آنکھ پڑتی ہی	ہمنے چھپ چھپ کے بارہا دیکھا
وقت رخصت نہ تمنے مرزا کا	نامرادانہ دیکھنا دیکھا

مروت

مروت تخلص میر باز خان احوال اوسکن سے اطلاع نہین یہ شعر اوسکا رہ گیا

کی بہت سعی لیکن کیا کرون	دل کو ہمدم چین آتا ہی نہین

مست

مست تخلص مست خان افغان اوسکا حال کچھ دریافت نہین یہ شعر اوسکا مسموع ہوا

نہ وہ بانکون مین گنا جاے نہ شیرون مین پہ یون	خانہ جنگی تھین رہتی ہی سدا مست کے ساتھ

مسرور

مسرور تخلص ہی نواب غلام حسین خان بہادر مرحوم ابن شرف الدولہ نواب فیض اللہ خان بہادر مغفور کا جو اس بلند مرتبت کی والا دودمانی اور عالی تباری کا حال حد خامہ راقم سے افزون ہی اور کمال شہرت سے محتاج تحریر نہین ناگزیر ایک دو حرف مناسب مقام لکھتا ہی مشق سخن حد کمال تک پہونچی تھی اور رسائی فکر عرش الکمال تک حرف حرف اوسکے سخن کا وحی الہام پہ ناز کرتا ہی اور نقطہ نقطہ اوسکے الفاظ کا شاہدان شیرین شمائل کے خال پر زبان طعنہ دراز مہارت علم موسیقی خصوصاً ستار نوازی کے باب مین جو کمال حاصل تھا اوسکا وصف آشناے زبان کرنا فرط وضوح سے حکم تکرار مین ہی اس ساز کا ہر تار بجاے آہنگ نغمہ ستائش زبان پہ رکھتا ہی چند شعر تحریر تذکرہ کے وقت جزودان حافظہ مین موجود تھے مرقوم ہوتے ہین

ماہ پر میری سیہ بختی کا گر سایہ پڑے	چادر مہتاب ہو دامن شب دیجور کا
لکھکر زمین پہ نام ہمارا مٹا دیا	اونکا تو کھیل خاک مین ہمکو ملا دیا
ناداں نہین جو اپنے کو رسوا کرے کوئی	دل ہی نہ بس مین ہووے تو پھر کیا کرے کوئی
بیٹھے کیا کرتے ہین صحرا مین نگا پھر ہی سہی	چشم خوبان نہ سہی دیدۂ آہو ہی سہی
سخت جانی سے دم ذبح مرے ہاتھ نہ کھینچ	کہ تجھے تجربۂ قوت بازو ہی سہی

مشتاق

مشتاق تخلص زبدۂ خاندان شرافت و اسوۂ دودمان نجابت یگانۂ دوران کریم خان

شجاعت اوسکی ذات کا ایک جوہر اور مروت اوسکی نہاد استعداد کا کمترین شرہ سرتاسر عالم کو گام سیاحت سے طی کیا اور رہ اسپ ہوس کو تیغ ہمت سے پی بالفعل نواب احسن علیخان بہادر برادر حقیقی نواب فیض محمد خان بہادر مرحوم والی جھجھر کی رفاقت مین عزت اور اعتبار کے ساتھ بسر کرتا ہی عرصہ چند سال کا ہوا کہ آقاے نامی کے سرانجام کار کے واسطے ولایت انگلشیہ مین جاکر نوادر وغرایب کو چشم عبرت بین سے دیکھا اور عجایب شہر لنڈن کو دیدۂ تامل سے مشاہدہ کیا لیکن اب جس دن سے خاک شاہجہان آباد اوسکے قدم سے رونق پذیر ہوی ہراوسی عمدہ صاحب اقتدار کے سایۂ الطاف مین رخت افگن اور بادیۂ قناعت مین گامزن ہی موزونی طبیعت مقتضی ہوتی ہی کہ گاہ گاہ اشعار آبدار اوسکی خاطر خلوت سے جلوہ گاہ کاغذ مین خرامان ہوکر دلرباے اہل ہوش ہوتے ہین یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوے

لطف اس آبلہ پائی کا تو جب تھا مشتاق	کہ ہر اک دشت پہ از خار مغیلان ہوتا
اللہ رے سوز دل کہ مسیحا سا چارہ گر	رکھتے ہی ہاتھ نبض پہ بیمار ہو گیا
ہرچند راز دل کو چھپایا نہ چھپ سکا	آخر ہر ایک واقف اسرار ہو گیا
رہتا تھا کہان قوت پرواز تو دیکھو	اس عالم فانی مین ہین بے بال و پر آیا
برقع جو اوٹھا اوس مہ تابان سے تو ہمدم	اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آیا
عمر پرواز تو سب قید مین گذری یارو	اب یہ گو رہی کہین آزاد تو کر دے صیاد
رخسار پر یہ خال سیہ بے سبب نہین	خط پر نہو جو مہر تو خط معتبر نہین

مشتاق

مشتاق تخلص مشتاق علیخان ایرانی الاصل علوم رسمی اور رمل مین دستگاہ تمام رکھتا تھا حسن خط خط خوبان کے حسن سے خوشنما تر اور طرز سخن کلام دلبران سے دلرباتر شعراے پاے تخت حضرت شاہ عالم بادشاہ سے شمار کیا جاتا تھا یہ شعر اوسکے مرقوم ہوے

کی یک نگاہ یاس جو مژگان یار پر	سو برچھیان چلین دل امیدوار پر
رنگ کیون سبز ہی چہرے کا ترے ای مشتاق	کسنے دیکھا ہی تجھے زہر بھری آنکھون سے

مشتاق

مشتاق تخلص مشتاق حسین نامی مرد معمر درویش صفت کا کہ مرید باخلاص مرشد جہانیان سلطان ابن سلطان ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ ہی ہر وقت حرف حق جل جلالہ ورد زبان اور ہر دم یاد آلٰہی شغل جان جنان یہ شعر اوسکا مرقوم ہوا

رہی تھی یاد جو زلف سیہ تمھاری رات	تو دل پہ سانپ سا لوٹا کیا ہی ساری رات

مشتاق تخلص غلام علی شاگرد حافظ قطب الدین مشیر مشق سخن کو کہنگی اور طرز کلام کو تازگی بخشی فکر خوب ادا مرغوب رکھتا ہی یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

خط تو بھیجا ہی وہان پر اوڑ گئے ہین ہوش بھی	ہو وینگی تسکین سلامت جب کبوتر آئیگا
فرصت کہان جواب دل بیتاب تھامیے	او بجھے ہوے ہین دامن و جیب و قباسے ہم
دم آگیا ہی لب پہ مسیحا شتاب آ	اب ہی دم اخیر دم امتحان نہین
مشتاق ذرا ہوش ہین آؤ نہ تکو راہ	کر بیٹھے ہین وہ وصل کا اقرار نشہ مین
ہر جائی ہین سے اوسکے ٹھکانے نہین ہی دل	کعبہ تا خراب ہوگا مرا نامہ بر کہین

مشتہر تخلص احمد حسین ساکن فرخ آباد شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ شعر اوسکا مرقوم ہوا

چاہو گے حشر مین تم کس سے ستم کا انصاف	ان بتون کی تو طرف ساری خدائی ہوگی

مشفق تخلص احمد بیگ قوم مغل شاگرد مرزا اعظم علی اعظم تخلص الہ آبادی سات برس سے دار الخلافہ آگرہ اوسکا محل بود و باش اور کتابت یا تعلیم اطفال وسیلہ تحصیل معاش ہی یہ دو شعر اوسکے افکار سے ہین

یہ منہ کہان جو یار سے بوسہ طلب کرین	حسرت ہزار ہو دل امیدوار مین
میرے آنیکا اوسے دھیان جو آجاتا ہی	او سکے دروازے مین زنجیر لگا جاتا ہی

مشہور تخلص پنڈت رادھا کشن شاگرد حافظ قطب الدین مشیر جوان خوش مزاج حلیم طبع یہ دو شعر اوسکے سنے گئے

افلاس مین بھی دل ہی غنی غم کے بدولت	داغون سے درم اور رخ زرد سے زر سے
کس سے ہی عیادت کی تمنا تمھین مشہور	جو جان کا ہو دشمن اوسے کیا کام جگر سے

مشیر تخلص یکتاے عہد نسیج وحید سخن سنج بے مثل و نظیر مبدع معنی دلپذیر جدلیقہ طراز مضامین رنگین حافظ قطب الدین ارشد تلامذہ بل خلیفہ راشد شاہ نصیر مرحوم ملک سخنوری مین کوس لمن الملک اوسیکے دروازہ پر بجتا ہی اور کشور نادرالکلامی مین نقارہ صاحبقرانی اوسیکے نام پر صدا دیتا ہی متانت تراکیب سے بناے کلام کو ایسا استحکام دیا ہی کہ تا خن اعتراض کلید اوسکے انہدام سے عاجز ہی اور فروغ معنی سے سواد رقوم کو ایسا منور کیا ہی کہ خطوط شعاعی آفتاب اوسکے روبرو اپنی بے نوری پر معترف ہی شاگرد ان شاہ نصیر نے بعد وفات اوستاد کے

اوسکی قدرت سخن گو دیکھکر مثل قلم سر کو خط فرمان پر رکھا اور اپنے سخن کو اوہی کی نظر اصلاح سے آراستہ کرنے لگے اب تک شاگردون کی تربیت کا آفتاب مرتفع ہی اور کوکب اقبال سخن اوج پر کہ ایسا قدردان کمال اودھر متوجہ ہی اور یہ چاہتا ہی کہ میکدہ سخن کی شراب بغش اور گوہر معنی کی آب بے کدورت رہے آبا و اجداد اس فرخی مرتبت کے خاندان اعتبار اور دودمان شرافت سے تھے اور یہ بزرگ خاندان سب کا گل سر سبد اور مظہر سعادات ازل و ابد ہی ہمیشہ روزگار کی مساعدت سے ابنائے دہر مین نہایت جاہ ووقار کے ساتھ بسر کی ہی پیشتر مرزا دارابخت مرحوم ولیعہد سابق کی سرکار مین کارخانجات مختلفہ کی داروغگی سے کہ گویا داروغگی کل کے قائم مقام اور اختیار تمام کے نائب مناب سے ممتاز تھا اور اب بھی خدمات شائستہ سے سرفراز ہی جو کہ موزونی خانہ زاد اور فکر شعر خادم ویرینہ ہی باوجود ہجوم اشغال ضروری کے سخن گوئی اور اصلاح تلامذہ سے کبھی فارغ نہین دیکھا یہ چند شعر اوس یگانۂ روزگار کے افکار گوہر نثار سے ہین

دل لگالے وہ حسینان وفا دشمن سے
دن برے ہین تو بھلے بھی کبھی آوینگے مشیر
اسقدر بتیا بیان بہتر نہین ہین ای مشیر
گفتگو غیر ہی اوس شوخ جفاجو کی مشیر
وصل سے یاس تا ہو دل کو
کچھ ہوگا تم رقیبون کی طرف ہوگے تو کیا
ناصحون کو کوئی سمجھاؤ سمجھ کر آئین وہ
ہین کیونکہ شب غم مین جیا مرنے مین کیا تھا
کیا بھروسا مجھے پیغامبرون کا اپنے
وہ چلے گھر سے یہان دل نہ رہا قابو مین
کہیے [illegible] داس بیٹھے ہوتے آپ ہین مشیر
اوس ستمپر جفا کو حشر کا دھڑکا ہی کیون مشیر
الٰہی کونسی جنت ہے بے حور
ارشاد مشیر آپکا جو کچھ ہی بجا ہی

سب جسے منظور ہو دنیا مین پر ارمان ہونا
دل کو قابو ہی مین رکھنا نہ ہراسان ہونا
صبر سے بیٹھے رہو دیکھو خدا کرتا ہی کیا
مشورہ کیونکہ کہون غیر کے شامل ہوا
جھوٹے وعدون کا اعتبار رہوا
ای تجھ میری طرف میرا خدا ہوجائیگا
مشیر ایسا نہین جو یار رسا ہوجائیگا
کس دست تمنا مین گریبان قضا تھا
کسکو مطلب جو کہے کوئی کسیکا مطلب
ہوگئی یار کے آنیکی خبر آپسے آپ
روئے نہین جو دل پہ ہی غم کا غبار آج
بندون سے کیا کہا جو کہینگے خدا سے ہم
کہان لیجاؤنگا اوس بدگمان کو
کس منہ سے یہ فرماتے ہو جانا کرینگے

تو بہ کوئی دن کی پھر آپ ہی حضرت	قابو مین نہ دل ہوگا تو کیا کیا نکرینگے

مضطر تخلص پنڈت کنھیالال پسر پنڈت کشن نرائن ساکن اپلی محلہ جوان خوش ترکیب ہی اہلیت ذاتی اور سعادت جبلی سے بہرہ ور اور زبان اردو مین سخن گستر ہی یہ شعر اوسکا سنا گیا

خنجر جلاد ہی فولاد کا	سخت جانی وقت ہی امداد کا

مضطر تخلص مرزا اسنگی مرحوم نسبت خاندان تیموریہ سے اوسکا سر اعتبار بلند تھا اصلاح شعر مومن خان مومن سے لی تھی اور رسائی طبع اور استقامت فکر مین یہ شعر اوسکا ہی

تھا غرور وہ تڑپنے سے خجالت زدہ ہم تو	مضطر کے کبھی خون کا دعوے نکرینگے

مضطر تخلص مرزا خسرو شکوہ عرف مرزا آغا جان ابن مرزا سلیمان شکوہ ابن شاہ عالم بادشاہ شاگرد حافظ عبدالرحمن خان احسان صفائی الفاظ رشک آئینۂ حلبی اور رنگینی معنی غیرت نگارخانۂ چین یہ دو شعر اوسکے اشعار آبدار سے انتخاب ہوے

حال مین کس سے کہون اے دل نالان اپنا	تو ہی جب اپنا نہین کون مرے جان اپنا
ناصحا کیونکہ اوٹھاؤن کہ مری چشم کے ساتھ	ربط رکھتا ہی سدا گوشۂ دامان میرا

مضطر تخلص محمد اسد اللہ ولد شیخ محمد فیض اللہ ساکن قصبۂ پلکنہ علاقہ کول صاحب المواد گزیدہ اور بنا کر سراج السالکین شمس العارفین مخدوم انام مقبول خاص و عام عارف بے ہمال شیخ محمد جمال قدس سرہ العزیز سے ہی مدت ہوئی کہ عہدہ وکالت محکمہ منصفی شہر کول پر ہی اور سعادت و اہلیت کے ساتھ مشہور ہی گاہ گاہ فکر شعر ریختہ کرتا ہی یہ دو تین شعر اوسکے افکار سے ہین

ملی فرصت نہ جبین سائی سے	دیر چھوٹا تو حرم یاد آیا
ہی آج اوس پہ دیکھ لب گور خندہ زن	روتا رہا تھا در پہ ترے جو تمام شب
لے اوڑی طرز فغان بلبل نالان ہمسے	گل نے سیکھی روش چاک گریبان ہمسے

مظفر تخلص مرزا مظفر پسر متوسط مرزا شاہ رخ مرحوم ابن حضرت ظل سبحانی دام ملکہ خوش فکر اور خوش مزاج ہی اور مشورہ سخن اول ذوق مرحوم سے تھا اب راقم تذکرہ سے ہی یہ دو شعر اوسکے افکار سے ہین

ٹالا یا تون ہی مین ہمین تمنے	جب کبھی وصل کا سوال کیا

کوئی کہتا نہیں عدم کی بات	کیا گذرتی ہی رفتگان پر ہاے

معروف

معروف تخلص نواب الٰہی بخش خان مغفور برادر نواب احمد بخش خان مرحوم والی فیروزپور جھرکہ تعلقات دنیا کو ترک کرکے گوشۂ عافیت میں توشۂ راہ عاقبت کو بہم پہونچایا اور لباس احوال کو طراز فقر سے سطرز فرمایا فن شاعری سے مناسبت تام تھی مدت مدید تک مشق سخن شاہ نصیر مرحوم سے کی تھی لیکن طبیعت خداداد کی رہنمائی سے کشور سخن میں برخلاف اوستاد کے ایک رستہ اور صاف اور پاکیزہ ہاتھ لگ گیا صاحب دیوان اور اس فن میں صاحب اقتدار تھا اصناف سخن پر قدرت اور انواع کلام سے آگاہی سو بیت تسبیح زمرد نام حسن سبز کے وصف میں اوس سے یادگار ہیں مدت ہوئی کہ جہان فانی سے عالم باقی کی طرف راہی ہوا یہ چند شعر اوسکے کلام بلند مقام سے منتخب ہوے

اشعار دیوان

ایسے ہفتہ دبست کی خاطر یہ مت جانیو رب	چار دن کی بات ہی یارون سے بھی یارانہ تھا
آئنہ سان کیا غرض ہمکو بد و نیک سے	سامنے جو آگیا ایک نظر دیکھنا
اور تو باتیں بڑی چھٹ گئیں سب جیتے جی	آنکھ مندے پر چھٹا ایک مگر دیکھنا
بڑا سنتے تھے ہم روز قیامت اور روز دن سے	قیامت سے بڑا نکلا جو دیکھا روز ہجران کا
تجلو دنیا میں سیہ بخت اگر کرنا تھا	رنگ خال رخ جانان ہی نبایا ہوتا
زندگی اب کسطرح ہو دیکھیے معروف کی	بے طرح پھرتا ہی کچھ اوسکو وہ قاتل ڈھونڈتا
کہان تک راز عشق افشا نکرتا	مثل یہ ہی کہ مرتا کیا نکرتا
دل کے ہاتھوں سے ہوں اے حضرت ناصح ناچار	ورنہ ہی یو ہین جو کچھ آپنے ارشاد کیا
جلوہ جہان خوشی ہوا ہی مست ناز کرنا	دل اور آئنہ میں پر امتیاز کرنا
آہ میں اپنے جی سے درگذرا	دل نہ پر عاشقی سے درگذرا
ہو گئے تم تو میرے دشمن جان	ایسی میں دوستی سے درگذرا
ملا کیجے جو ناصح سبز رنگون سے تو مؤ رکیا ہی	اثر ہوتا نہیں ہی زہر رکھیے گر ہتھیلی پر
کرتا ہی نہ کچھ سوے عدم تو ہی سفر پیش	اے نقش قدم سبکو یہی راہ ہی درپیش
مفت بربادی مری خاک ہوئی جاتی ہی	اوسکے کوچے میں صبا کاش اوڑا کر لیجاتی
جامے سے بوے گل کی طرح ہم نکل چلے	اے بیخودی یہ تیرے نشہ کی ترنگ ہی

ابیات تسبیح زمرد

سبزہ رنگون کی جو مین الفت مین آزاری ہوا
خلط صفرا یان فلک بگڑا کہ زنگاری ہوا

حروف تلخ اب تیرے منہ سے ہے نکلتا ہے عجب
سبزہ رنگ آج ہی تو زہر اوگلتا ہے عجب

سبزہ رنگ آگے بڑھا تو جو ہے ساتھ سے رات
کیا کہون او رنگ بلے سے سر کا منہ سے رات

ہو گیا اب مین یون ہون سبزہ رنگ کے غرق
جیون نشہ مین ہو کوئی بنگ کے غرق

شیشہ سبزہ رنگون کا جو یاد آتا ہی رنگ
دن مین سو سو بار اپنا سبز ہو جاتا ہی رنگ

سبزہ رنگون پہ جو اپنا ہے کہین جی مائل
اس برس رنگ ہی نوروز کا سبزی مائل

بد حالت غم مین ہی ان سبزہ رنگون کے سبزی کی
چمن مین زہر لگتی ہے مجھے آواز طوطی کی

سبزہ رنگون سے مجھے صحبت رہی دن رات کی
چاہتا ہون ہر جگہ سرسبزی اپنی بات کی

اس بڑھاپے مین بھی کم ہونگے اب ہی ہنستے
سبزہ رنگون سے چھینا کرتی ہے گھڑی [illegible]

معز تخلص سید محمد علی ساکن لکھنؤ پور شاگرد انیس لکھنوی عرصہ کئی مہینے کا ہوا کہ شاہجہان آباد مین راجہ پٹیالہ کے ہمراہ وارد ہوا اور راقم کو انکی ملاقات سے مسرور کیا اوسکے اشعار سے یہ شعر درج تذکرہ ہوا

لکھتے لکھتے اوسکے پہونچا حال تحریر اوس تشوق کے
شوق نامہ کیا ہمارا دل کبوتر ہوگیا

معز تخلص میر عزیز الدین ساکن شاہجہان آباد شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ دو شعر اوسکے اشعار سے انتخاب ہوے

غم تو غم صدمہ پہ اک صدمہ نیا ہوتا ہو
سچ یہ ہے دل کا لگانا ہی برا ہوتا ہو

مست حسرت دیدار کہ آیا ہون ابھی
وہ تو ہر وقت کے جانے سے خفا ہوتا ہو

معین تخلص زبدہ خاندان نجابت سلالہ دودمان شرافت شایستہ قبول خاص و عام معین الدین نام صفحہ اوسکے فروغ ضمیر سے جون ورق آفتاب پر نور اور قلم اوسکی روشنی طبع سے شاخ شجر طور الفاظ اوسکے رنگینی معنی سے لعل شاداب ابیات اوسکے فروغ مضامین سے بیت الشرف آفتاب سطور نقاط سے موج گوہر روانی سخن شیرینی ادا سے چشمہ کوثر سواد الفاظ سے معنی روشن یون جھلکتے ہین جیسے مینا سے شراب اور صفائی عبارت سے فروغ مضمون اسطرح جلوہ گر ہی جیسے مشرق سے آفتاب سوز معانی سے الفاظ اوسکے اخگر ہین لیکن انگشت اعتراض کے حق مین اور اضطراب دل کے اثر سے مضمون [illegible]

گویا ایک برق ہی لیکن حاسدون کے خرمن جان کیواسطے ہرچند قدرت سخن سنجی سے انواع کلام اور اصناف نظم پہ قادر ہی لیکن غزل گوئی کی طرف توجہ غالب اور طبع معنی آفرین اسی صنف کی طالب ہی
یہ اشعار تحریر تذکرہ کے وقت ایک دوست کی معرفت ہاتھ آگئے تھے مرقوم ہوے

مر گیا آج خدا بخشے معین خستہ ۔ ایک موزون سا جوان تھا کبھی دیکھا ہو گا
آپنے روز سیہ سے دیکھ لیا ۔ ہم سنا کرتے تھے بلا ہی عشق
تخت دل آنکھون مین کچھ آتے ہین کس شوق سے ۔ سیر ہی مژگان پہ گمان کرکے تمھارے تیر کا
مثل نقش پا ہم پڑے اوٹھ نہین سکتے کوئی اوٹھادے ۔ ضعف کی دولت ہارے ہم بھی اتنی طاقت رکھتے ہین
نہ چاہا حسن نے آزردہ اوس نازک کلائی کو ۔ کیا خبر تبسم نے ادا تیغ آزمائی کو
جلے گا دامن کوئی آتش افسردہ سے ظالم ۔ ہمارے دل پہ رکھکر گرم کر دست حنائی کو
کھنچنے سے تیرے وصل کی شب بھی نہ وا ہوئے ۔ یہ عقدہ ہاے دل ترے بند قبا ہوئے
ترے فراق مین جینا ہمین کا تھا نہ دماغ ۔ مگر یہ اپنا ہی زخم جگر ہی کیا کہیے
تری جفا کی حکایت اور اپنا حال وفا ۔ یہ جینا تو یونہین عمر بھر ہی کیا کہیے
تمھاری بات ہی بے اعتبار کیا سنیے ۔ اور ان ہی کہیے تو وہ بے اثر ہی کیا کہیے
دست وحشت نہین آوارہ ۔ کہ ترا گھر مرا گریبان ہی
دل ہی صد چاک سینہ کے اندر ۔ اور باہر مرا گریبان ہی
دیکھکر بخیہ سیجیے ناصح ۔ بندہ پرور مرا گریبان ہی

مفتون

مفتون تخلص حکیم دون اگوستین ڈسلوا پرتگیز خان ابن جون کلیم الیشن ڈسلوا پرتگیز خان مخفی نرہے کہ یہ شخص قوم پرتگیز اور باشندگان قدیم شہر پرتگال سے ہی اسکے اجدادون سے ایک شخص تھا علم طب مین ماہر جیدرڈ نام شاہ پرتگال نے اوسکو جیدرڈ ڈسلوا ابن جوتو خطاب دیا وہ کسی تقریب سے حضرت شاہجہان آباد مین وارد ہوکر محمد شاہ بادشاہ کی کسی پرستار خاص جلبانہ نام کی معرفت عہدہ طبابت پر مامور ہوا جو کہ بہانہ ہوئی الطاف شاہی حقیقی سے اوس پرستار نے اوسکے علاج سے شفا پائی پیشگاہ عنایت سلطانی سے خردمند خان خطاب اور پالکی جھالردار اور منصب ہفت ہزاری عطا ہوا پھر راجہ جیپور نے بادشاہ سے درخواست کی اور اوسکو اپنے ساتھ جیپور کو لیگیا اوسکی ذریات جیپور مین ساکن اور اکستین صاحب اس تخلص کا بھرت پور مین زمرۂ اطبا مین منسلک ہی اخلاق اوسکے پاکیزہ اور زبان ریختہ اوسکی شستہ کمال تعجب ہی کہ اصل و نژاد سے انگریز اور نشو و نما یافتہ جیپور کا اس نواح کی زبان کے الفاظ درشت کی دل کو بھی بیان سے

مستغنی ہوا اور اسپر زبان کی یہ صفائی اور روزمرہ ایسا پاک ہو کہ گویا یہ تازہ نہال گلزمین شاہجہان آباد سے سرسبز ہوا ہی یہ اشعار اوسکے سخن سے انتخاب ہوے

نکالون کسطرح پہلو سے ٹکرا اوسکے پیکان کا
کہ مدت مین گذر دل مین ہوا ہی آکے مہمان کا

بزم مین خوب ہی چلتی تلوار
ذکر ابرو نہوا خوب ہوا

کیا غم دل خراب بنا اور بگڑ گیا
پانی کا تھا حباب بنا اور بگڑ گیا

کس جا پہنچ کے آہ تھکی. دیکھیے نصیب
حسب قت رہگیا فلک پیر ہاتھ بھر

رنگ حنا مین بھی بلا وفا کا نہین ہی نام
مفتون کے خون مین وہ بت بے پیر ہاتھ بھر

عجب تیرے کشتے کا دیوانہ پن ہی
نہ ثابت لحد ہی نہ تار کفن ہی

مفتون

مفتون تخلص مرزا کریم بخش مرحوم نبیرہ حضرت عالمگیر ثانی اور داماد سراج الدین بہادر شاہ دام ملکہ یہ اشعار اوسکے طبعزاد ہین

آج وہ دن ہی کہ ہم بسمل ہین وہ خنجر بکف
دیکھتے ہین ہمدموا اللہ کی قدرت کو ہم

غیر سے ملتا ہی وہ مفتون ہمارے سامنے
کوئی دن کو کام فرماتے ہین اب غیرت کو ہم

غیر کے واسطے ہوا نا خوش
قدر تو نے ہماری کیا جانی

ملول

ملول تخلص محمد یار ساکن بچھراون مدت ہوئی کہ طالب علمی کی تقریب سے وارد دہلی اور عمر در ذہانت شعر مین اصلاح کا طلبگار نہین یہ شعر اوسکا پسند آیا تھا سو لکھا گیا

کسکی مژگان کی چھیڑ ہی کہ ملول
دل مین کچھ خار سا کھٹکتا ہی

ممتاز

ممتاز تخلص سید میان شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ شعر اوسکا سنا گیا

بھول کر ممتاز کسکو دل دیا
جان سے کے دشمن سے تجھے کیا ہو گیا

ممنون

ممنون تخلص یگانہ عصر و وحید روزگار زبدۂ کملاے ہر دیار روالی اقلیم سخنوری مالک ملک معنی پروری ہم آغوش معانی بکر ہمدوش شاہدان فکر چاشنی گیر مضامین دلنشین میر نظام الدین خلف ملک الشعرا امیر قمر الدین منت غفر اللہ لہما اوصاف اُس کامل الصفات کے حوصلۂ تحریر سے افزون اور حد تقریر سے بیرون ہین ریختہ مین ایک طرز تازہ اختراع کی اور حق یہ ہی کہ بموجب اس فحوا کے کل جدید لذیذ اوسکی لذت کے روبرو نعماے موائد قدما سے جی سیر ہو گیا پیشگاہ عنایت سلطانی سے فخر الشعرا خطاب اور دبستان لطف ازلی مین حضرت رحمن سے تلمذ کا انتساب طبیعت لآلی شاہوار سخن کی ابر نیسان دل گوہر آبدار معنی کا عمان بلندی فکر سے کنگرۂ عرش پست اور نشۂ معنی سے اہل سخن کی طبیعتین مست شوخی غزل کے سامنے جوانون کی طمع

خجل متانت قصیدہ کے روبرو بیروان کی وضع منفعل تمامت کلام ایسا کہ ہر چند اجتماع مدادکثرت صمغ کی امداد سے سعی کرے زبان قلم کا زخم التیام نہ پاوے اور شیرینی ادا ایسی کہ اگرچہ حیلہ حسد طلاقت لسان کی کمک سے اہتمام کرے چارہ خاموشی ہاتھ نہ آوے نقطہ اوسکی غزل مین سوز وگداز کے اثر سے رنگ گل اور طراوت شبنم پیدا کرے اور دہان دوائر مضمون شور وفغان سے ہنگامہ قیامت برپا ترا کیب فارسی کو زبان ریختہ سے ایسا ارتباط بخشا کہ کمال آشنائی سے بیگانگی کا اثر نہین پایا جاتا اور معنی درست کو الفاظ قریب الفہم سے اسطرح جلوہ دیا کہ ماہی روزہ کے مانند کوتہ نظر بھی اوسکے انظار دمین دھوکا نہین کھاتا کور سواد ان کم فہم کہ اوسکے سخن بلند کے معنی غریب اور مضامین دلفریب اور نکات باریک کو سمجھ نہین سکتے خود اوسکی طرف التفات نہین کرتے اور ارباب فہم کہ سواد روشن اور طبع سلیم رکھتے ہین غرائب تشبیہ واستعارات اور دورآہنگی اور تلمیح اشارات اور متانت تراکیب اور رشاقت اسالیب اور برجستگی نکات اور بلندی ابیات مین توکچھ سخن نہین کرسکتے لیکن اس غرض سے کہ نا سخن دقت کی کاوش اور طبیعت رسا کا دخل ظاہر ہو کہین کہین سرقہ کے ساتھ متہم کرتے ہین یہ بزرگوار خیال نہین کرتے کہ ایسا سخن سنج پر مایہ کہ اگر اوسکے صندوق سینہ کو واکرین گنجینہ تحت العرش کے مقابل دو سرا خزینہ شمار مین آوے معانی پیش پا افتادہ چند کو کس امید پر زمین بیگانہ سے التقاط کرتا اور اونسے کس افزونی کی توقع پر اپنا خزانہ بھرتا سخن چینون کی عنان طبیعت اگر تعصب کے ہاتھ مین نہوتی اوس کلام مین احتمال توارد کو راہ دیکر معذور رکھتے اور باقی سخن کے لطف سے طبع انصاف کو مسرور اور اگر سرقہ کو بھی تسلیم اور اوس پاک دامن کو ناکردہ گناہ سے ماخوذ کرین توبھی اگر حد اعتدال سے تجاوز اور دائرۂ انصاف سے خروج وقوع مین نہ آوے تو اون دوچار شعر کے سوا باقی کلام کو دیکھین اور انصاف سے نظر کرین کہ اتنا سرمایہ کس صاحب قدرت کو حاصل ہوا ہے غزلون کا ہجوم غزالان دشت ختن سے بیشتر قصیدون کا انبوہ کوکبہ سلاطین سے اکثر مصرعہ ہاے رباعی سے عناصر اربعہ کے مانند ابعاد ثلاثہ مشحون اور ابیات قطعہ تضعیف بیوت شطرنج کی طرح شمار سے افزون مدت مدید تک نواح اجمیر مین عہدہ صدر الصدوری پر مامور رہا آخر ضعف پیری کے عذر سے اوس مشغلہ سے دست کش اور شہر شاہجہان آباد مین خانہ نشین ہوا دس گیارہ برس کا عرصہ ہوا کہ سفر آخرت اختیار کیا جناب اوستادی مولوی امام بخش صہبائی مدظلہ العالی نے یہ قطعہ تاریخ موزون اور ہر بیت کو معانی

دلنشین ہے سے مشحون کیا

میر ممنون از جہان بگذشت و نزد عالمے	زندگی را از ممات او بود حکم ممات
میر جیب عقل بہ دم گفت آنکہ پیر عقل	شاعر شیرین زبان ہند تاریخ وفات

دیوان فصاحت بنیان سے یہ اشعار آبدار انتخاب ہو کر سخن فہمان انصاف دوست کی نظر مین جلوہ گر کرتے ہین

اے آہ بے ادب نہ اسے آگ سے کہ ہی
دل جلوہ گاہ پردہ نشینان راز کا

بُرا مانیے مت مرے دیکھنے سے
تمہین حق نے ایسا بنایا تو دیکھا

نہ کی غمزہ نے جلادی نہ اون آنکھون نے سفاکی
جسے کہتے ہین دل اپنا وہی قاتل ہوا جان کا

الٰہی وہ جو وعدہ ہین وفا کس طرح ہووینگے
نہ وان خو یاد آنے کی نہ یان شیوہ تقاضا کا

گمان نہ کیونکہ کرون تجھپہ دل چُرانے کا
جھکا کے آنکھ سبب کیا ہی مسکرانے کا

یہ سینہ ہی یہ جگر ہی یہ دل ہی بسم اللہ
اگر خیال ہی تلوار آزمانے کا

مجھے یہ درد ہی معلوم حکم بلبل بن
نہ میری خاک پہ کر قصد پھول لانے کا

غمون کی گرمی بالیدگی ہی تو آخر
دل گرفتہ نہین سینے مین سمانے کا

جھلکی نگہ مین ہی ڈھب پرستش نہانی کا
حیا مین زور دیا رنگ مہربانی کا

گمان سے روز دل و سینہ و جگر لاؤن
تمہین تو کھیل لگا ہاتھ تیغ رانی کا

نہین بچا مرض عشق سے کوئی ممنون
نہین دریغ بہت ہی تری جوانی کا

تا عدم ہی شور اپنی آہ کی تاثیر کا
ہی سویداے دل عنقا ہدف اس تیر کا

خفتگان خاک کے سر پر قیامت ہو گئی
غالبا ہنگامہ پھر اوٹھا کسی رفتار کا

جس برق نے جلا کے کیا خاک طور کو
روکش ہی اوس سے حوصلہ اپنی گیاہ کا

تسلیل ہوا ہی لب پہ ہر حرف آرزو کا
ہی زور رنگ تیرے کشتون کی گفتگو کا

جھلکے ہی نیم تبسم پہ خون بہا اپنا
ہمارے قتل پہ کیا ہی سبب تامل کا

رہتے ہی روکش نشتر ہر آبلہ دل کا
یہ حوصلہ ہی کوئی یہی حوصلہ دل کا

روان ہی خون چپ و راست دونون آنکھون سے
جگر کا سوچ جدا فکر ہی جدا دل کا

تیرے قامت نے کیا خوب ہی سیدھا اوسکو
سرو گلشن کو بہت دعوے رعنائی تھا

بدگمانی سے ڈرا ورنہ لیا تیرا جو نام
دیکھتا بوسے کی خاطر مین لب ولالہ تھا

کھل چلے ہین کیا نقاب پیرہن کے بند کیا
ایک پردہ شرم کا تھوڑا سا حائل رہ گیا

غنچہ کو اوسکے آگے تھا لاف خوش دہانی
کچھ جو وہ بول اوٹھا تو کیسا جواب آیا

تمام درد ہون معلوم کچھ نہین کہ کہان
ترے خدنگ نے کی ہے تن نزار مین جا

اللہ ری گا د گا وکہ ہر ہر نفس کے ساتھ
الماس ریزہ تھا کہ نیا نہ گلو ہوا

پردہ کس چہرہ سے تھا رات وہ اوٹھ اوٹھ جاتا
پرتو اک برق کا سا شامل مہتاب رہا

کیا تب دل ہے تہ خاک کہ تربت پہ مری
تمنا یا سا رخ لالۂ شاداب رہا

تھا حسن مین نہ رنگ ادا کا نہ ناز کا
یہ نقش یادگار ہے آئینہ ساز کا

شغل شب فراق یہی تھا کہ دھیان مین
اک اک شکن گنا تیری زلف دراز کا

ہاے کس سوختہ کی نبض پہ رکھی انگشت
کہ مسیحا کو بہت ہاتھ جھٹکتے دیکھا

کل وصل مین بھی نیند نہ آئی تمام شب
اک بات بات پر تھی لڑائی تمام شب

کس بے ادب کو عرض ہوس ہر نگہ مین تھی
آنکھ اوسنے بزم مین نہ اوٹھائی تمام شب

ہاے بیکاری وحشت کہ رکھین مشغلہ کیا
نہ تو داماں ہے ثابت نہ گریبان درست

ایک دل تھا کہ ذرا اوس سے رہے تھین باتین
ہم غلط کرنے کو وہ بھی نہ رہا یا قسمت

شب وصال کا جو دم ہے سو غنیمت ہے
سفیدۂ سحری آج مت شتاب چمک

منتظر

منتظر تخلص میان جان خان ساکن معمورہ کوئلہ جسکی زمین برکت قدم فیض توام فخر بنی آدم علت غائی وجود عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرش برین پر ناز رکھتی ہے مرد فہیم اور صاحب طبع سلیم تھا ڈھولک بجانے مین کوس صاحب قرانی اوسیکے نام پر آواز دیتا تھا چند سال ہوئے کہ عندلیبان گلشن فردوس کے دم کشی کی شوق مین دشت عدم کو راہی ہوا کبھی کبھی شعرگوئی کی طرف بھی متوجہ ہوتا تھا یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

ہمیشہ خانۂ زندان ہی مین رہا لیکن
برنگ نالۂ زنجیر مین سفر مین رہا

اوٹھا دیا جو نقاب اوسنے اپنے عارض سے
چراغ طور سا روشن ہمارے گھر مین رہا

منتظر مر نہ گیا ہاے شب ہجر مین تو
سامنے اوسکے پڑا تجھکو پشیمان ہونا

گلشنی

گلشنی تخلص منشی مول چند قوم کایستھ شاگرد ازلی شاہ نصیر مرحوم اور ملازم ابدی سرکار فیض آثار سلطانی حضرت شاہ عالم بادشاہ کے حضور مین قصائد مدحیہ پڑھتا رہا شمشیر خانی کو اردو مین نظم کیا ہے عرصہ بعید ہوا کہ عالم باقی کی طرف رحلت کی یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

مائل اوس رخ کا کبا آئے گل کے سایہ کے تلے زیر مژگان چون مسافر ای سر شک و لخت دل	محو کاکل جائے کب سنبل کے سایہ کے تلے ایک دم کا ٹا دل جل کے سایہ کے تلے

منصف تخلص مرزا احمد بخش بہادر خلف مرزا خجستہ بخت بہادر مرحوم ابن حضرت فردوس منزل شاگرد حافظ عبد الرحمن خان احسان علیہ الرحمۃ والغفران یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

نرکھہ یاد زلف سیہ نام ای دل ہمیشہ تو باتین بناتا ہی مجھ سے	یہ لاویگی سر پہ بلا یاد رکھنا یہ باتین تو اہرے وفا یاد رکھنا

منعم تخلص منشی موہن لال قوم کایتھہ شعر فارسی کہتا تھا مدت ہوئی کہ انتقال کیا یہ چند شعر اوسکے اشعار سے انتخاب ہوے

چہ رنگ و بو کہ دل غنچہ در نہان دارد ہنوز خاک ز یار تگہ غزالان است نظر کن منظر بر دل سخت منعم ز قید پیچ و تاب زلف او فرصت کجا منعم	بود بہار دگر عالم خموشی را شہید غمزۂ چشم کرشمہ دان ترا کہ سنگ فسان ست تیغ جفا را اسیر حلقۂ دل بستگی باشد فراغ ما

منعم تخلص مکند لال قوم کایتھہ شاگرد پنڈت نراین داس ضمیر تخلص محکمہ صدر الصدوری شاہجہان آباد مین عہدہ پروانہ نویسی پہ مامور ہی گاہ گاہ شعر ریختہ کہتا ہی یہ شعر اوسکے کلام سے ہی

ہوا جب وہ خرامان وہ پری پیکر گلستان مین	ہر اک گل آنکھ نیچی کر رہا تھا جو چمن مین تھا

منیر تخلص وحید الدین حسین پور شاہ نصیر مرحوم مرد خوش اسلوب وجاہت ظاہری سے بہرہ ور طبع تلاش معنی مین رو براہ عرصہ بعید ہوا کہ عالم فانی کو پدرود کیا یاران ہمرنگ اوس گرم صحبت کی مہاجرت سے آج تک داغ الم کو سینہ و دل پر تازہ رکھتے ہین یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

ای عزیزو ذقن یار سے کیا چاہتے ہو ولا پر درد دکھاوے مانگ اوس شوخ مسیحا کی بنا سرمہ کا دنبالہ قریب چشم گلرو ہی	چاہ مین دیدہ و دانستہ گرا چاہتے ہو مجھے یا کوٹ دے ہیر اکھرل مین مانگ بہا کی زبان باہر نکالے حسن کی گرمی سے آہو ہی

موج تخلص سرایندہ بے مثل وعدیل خدا بخش نام ساکن اکبر آباد اگرچہ بیشتر اقسام ہنر مندی سے ماہر تھا اور گانے پر قدرت تمام رکھتا تھا لیکن قوالی ومرثیہ خوانی مین مصروف تھا اور الخیر

دواوین میں اطراف واکناف میں مشہور تھا آواز میں درد اور سلاست گی میں اثر ایسا تھا کہ پتھر کا دل پانی ہوجاتا یہ اثر فقط مہارت فن کا طفیل نہ تھا بلکہ گداز دل اور سوز سینہ کے بدولت تھا اور یہ سوز وگداز عارفان باکمال کی صحبت کیمیا خاصیت سے حاصل ہوا تھا گاہ گاہ ریختہ کہتا تھا یہ دو شعر اوسکے زبان خلق پر ہین

جسکی فرقت مین ایک آن گوارا ہی نہین	وہ کسی طور جو دیکھا تو ہمارا ہی نہین
بحر مین عشق کے ای موج تو زنہار نہ بہہ	یہ وہ دریا ہی کہین جسکا کنارہ ہی نہین

سوزان تخلص مرزا قادر بخش خسر پور صاحب جہان مرد قابل اور مسائل علم عروض وقوافی سے واقف ہی شعر کی اصلاح کبھی حضرت احسان مرحوم اور کبھی احقر سے کی ہی یہ اشعار اوسکے طبعزاد ہین

خموش ہوکے بھی گویا کہ ہم نہین خاموش	یہ دل بغل مین ہی موجود گفتگو کے لیے
نگہ جو پارہ ہی میرے جگر کے غیرون کو	ہوتی ہی تار دل چاک کے رفو کے لیے

مومن تخلص سخن سنج بے عدیل محمد مومن خان مرحوم غفرالله له زمین سخن اوسکی بلندی فکر رشک افلاک اور اوج فلک اوسکی علو طبع کے مقابل پستی خاک عروس معنی اوسکے حجلۂ طبع میں شوخ و برجستہ راز غیب اوسکے سینۂ قلم مین سربستہ خامہ اوسکی سوز معنی سے نخل طور اور ورق اوسکے فروغ مضامین سے مطلع نور مصرع آہ اوسکی غزل عاشقانہ مین تضمین اور اسرار یقین اوسکے ابیات عارفانہ مین گوشہ گزین سخن سنجان عصر ہر چند بالا دوئی فکر سے تحسین شناس تھے لیکن جو کہ یہ والا نگاہ اپنی ہمت عالی کے اوج سے سبکے احوال پر نگاہ کرتا تھا ہر بلند اوسکو پست اور ہر بزرگ اوسکو خرد نظر آتا اور وہ بے تصنع اوسکا نام اوسی پندار کے موافق زبان پر لاتا اور ہر چند مساحان اقلیم کمال منازل دور و دراز طی کر کے نشیب و فراز سے واقف اور راہ وبے راہ سخن سے آگاہ تھے لیکن کہ یہ چابک خرام کمال پیش بینی سے مراحل ہشیار باقی پاتا اونکو کاہل قدم اور شکستہ پا جانکر بے اختیار ریشخند کرتا اور اون تیز قدمون کو نقش پا سے نارسا تر بتاتا جو کہ کوتاہ بینان روزگار اس والا پایگی اور علو ہمت سے آگاہ نہ تھے اوسکی نگاہ کو عیب بین اور اوسکی زبان کو خردہ گیر تصور کرکے زبان سرزنش باز اور طومار شکوہ دراز کرتے ایک دیوان ضخیم کہ اصناف سخن پر مشتمل اور اسکے سامنے فصاحت سحبانی خجل ہی اور مثنویات متعددہ مثل قصہ غم اور شکایت ستم قول نمین در تفتہ آتشین اوس قادر کلام سے صفحہ بعد گار پر یادگار ہین

ہر چند زبان اردو میں تو علم یکتائی بلند ہی تھا لیکن کمال مہارت فارسی سے کہ حسن الملک کی
صدا اونکے ہندوستان سے فارس تک پہنچ کر طوطی ہند و بلبل شیراز کو ہم نغمہ کر دیا تھا غزل ہاے فارسی
کا تذکرہ یارہ یادگار ہے اگرچہ پر شکستہ اور بغل محبت طبعی اور قرابت قریبہ کے تقاضے سے اونکی
تصنیفیں میر عبد الرحمن آہی تخلص خلف میر حسین تسکین کے عہدۂ اہتمام میں ہیں اور چونکہ وحید عصر فصیح دہر
جناب مفتی صدر الدین خان بہادر آزردہ اور حکیم احسن اللہ خان سلمہ الرحمن کو شفاے مرضی کے اہتمام سے قدم بڑھا کر
ایسا ہے اسواسطے اونکی نظم و نثر اعجاز مسیحائی کی ترویج پیش نہاد ہمت ہے قریب ہے کہ وہ دیوان منصۂ طبع میں جلوہ گر
ہو کر شہرت تمام پیدا کرے اتفاقاً قضا و قدر سے ایک روز ایک مکان کے بام بلند پر عروج معنی کے
تصور میں تھا کہ ناگاہ لغزش پا نے اوج سخن سے پستی زمین کی طرف مائل اور اس مضمون پیش پا
افتادہ کی جانب متوجہ کیا ہر چند اوس بام کی بلندی چندان پایہ نہ رکھتی تھی لیکن کچھ آسمانکی
کجروی اور کچھ زمین کی ناہمواری سے دست و بازو میں ضرب شدید پہونچی اوس شدت الم
میں اس حادثہ جانکاہ کی تاریخ یہ پائی گویا اوس کوٹھے سے پاؤن کا پھسلنا بام معنی کا
نردبان تھا

آمد سخن فتادہ از بام گفتم چہ رفت گفتا	شد باخبر ز ہوش گفتم شکست دست و بازو
گفتم کہ باید گفت تاریخ این مصیبت	گفتا خموش گفتم شکست دست و بازو

چونکہ باوانواع شدائد نے وہ رنج دیا کہ اونکا تحمل حد بشر سے خارج تھا آخر الامر اوسی سال میں
کہ بارہ سو اڑسٹھ ہجری تھے سفر آخرت اختیار کر کے وابستگان جگر فگار کے دل کو رنج اور داغ
میں مبتلا اور حوران فردوس کو سعادت استقبال سے مستعد کیا اس مرنا گزیر کے کئی مہینے
بعد نواب مصطفی خان بہادر شیفتہ تخلص کہ انسان صورت و ملک سیرت ہیں رویاے صادقہ میں
دیکھتے ہیں کہ گویا مومن خان کا خط آیا ہے اور اوسکے خاتمہ پر خط سبز سے مرقوم ہے مومن اہل الجنۃ
وسعت رحمت سے کیا بعید ہے کہ جوش دریاے مغفرت نے اوس مستحق کرامت کے دامن کو
لوث عصیان سے پاک کر دیا ہو صدق اللہ عز و جل قال عذابی اصیب بہ من اشاء و رحمتی
وسعت کل شیٔ

ابر رحمت جنت بے پروا خرام ستائی صدف	کدامی قطرہ اینجا باز گرداند عنان

اس سانحہ عبرت افزا کی تاریخ ہے وہ مصرعہ جو میر حسین تسکین کی سال وفات اوس سے
معلوم اور اوسی کے ذکر میں مرقوم ہے مرزا اسد اللہ خان غالب نے اس رباعی کی عبارت میں

اظہار الم اور اس نظم کے پیرایہ مین افشاے غم کیا

شرر است کہ روے دل خراشم ہمہ عمر — خوننابہ بہ رخ ز دیدہ پاشم ہمہ عمر
کافر باشم اگر بہ مرگ مومن — چون کعبہ سیہ پوش نباشم ہمہ عمر

راقم آثم بھی از بسکہ مومن جنت نصیب سے رابطہ محبت کا مستحکم رکھتا تھا فکر تاریخ مین سیر کی ہوا ناگاہ معدن ضمیر سے ایک لعل آبدار اور ایک گوہر شاہوار ہاتھ آیا

برلب کوثر و تسنیم برفت — تشنہ جام محبت مومن
گفت تاریخ دو فائش صابر — یافت مقبولی جنت مومن ۱۲۶۸ھ

اجودھیا پرشاد صبر تخلص نے ماتم مومن خان مادۂ تاریخ پایا اور خوب پایا اور محمد اشارہ صدق تخلص نے بھی ایسا ایک مادہ پایا ہے کہ اوس مادہ سے پایہ مین کم نہین

مومن آباد کرد خلد برین

اب چند شعر لکھکر ماتم مومن خان مرحوم کو تازہ ۱۲۶۸ھ اور اس الم کو بے اندازہ کرتا ہی اور سخن کی بیکسی پر نالہ اور معنی کی مظلومی پر نوحہ سر کرتا ہی

فارسی

نخواہم از درد فراق تو بغیر داغ سہم — خوش کنم خاطر از وعدہ پشیمان ترا
گر بحال من جان تفتہ دلت مے سوزد — ہم نفس گو اثر آہ شرر افشان ترا
سود اشگون ز ناخن بالیدہ ام گرفت — بند قباے تنگ تو وا میکنیم ما
نہ از کین مے شگافد آن ستمگر سینہ مارا — کہ بہر آرزوے خویش خالی میکند جا را
بود دگر گوشۂ چشمے ز تو دیگر نگہدارم — توان ناتوان تار شکیب ناشکیبا را
چسان بزنالام گوشے نہد بیدرد میدانند — صحبت ہاے پنہان را شکایتہاے پیدا را
پری روئے بدنیا خواہم و حورے دران عالم — زبون بودست طالع مختصر کردم تمنا را
خوش نیست دورہ چرخ و مہ و آفتاب را — از نو بنا نہید جہان خراب را
باشد سزاے وصل تو عاشق نہ بوالہوس — اے آنکہ فتنہ و بلاے تے بیا بیا
بہر فتنہ کشد تنگ در کنار مرا — ربودہ خواب در آغوش روزگار مرا
بگوئی قتل مومن از برائے ترک دین کردم — جواب آموزمت امروز پرسشہاے فردا را
باین طپیدن دل زیستن گمان دارم — خیال طاقت دیروز کردہ ام امشب

ہمارے خونبہا کا غیر سے دعویٰ ہے قاتل کو
کوئی تیر اوسکا دل مین رہگیا تھا کیا کہ آنکھون سے
کیا مرتے دم کے لطف مین پنہان ستم نہ تھا
مومن دیندار نے کی بت پرستی اختیار
راز نہان زبان اغیار تک نہ پہونچا
جان و دل پر لشکر آرائی تھی حسرت یاس کی
عاشق نہو کہین کہ او نھین قتل غیر مین
ہجر بتان مین تجکو ہے مومن تلاش زہر
تھی وصل مین بھی فکر جدائی تمام شب
ہم تو بچتے نہین تا شام وہ آتے تو کیا
ہوتے ہین پائمال گل اے باد نوبہار
شاید کہین تونے بھی ادسے خواب مین دیکھا
میرے مرنے سے بھی وہ خوش نہوا
تھا عجب کوئی آدمی مومن
موت بھی آ نہ بھری پاس ہمارے شب ہجر
افلاس سے کھایا کیے غم سبز خطون کا
کس ضبط پر شرار فشان ہے فغان شمع
وان تاب رخ اور یان آتش دل
کوئی سنتا ہی نہین بکتا ہے کیون دیوانہ دار
ٹھانی تھی دل مین اب نہ ملینگے کسی سے ہم
اتنی بھی دیر آنے مین کیا جانے کیا ہے
آبرو رہ گئی مرنے کی کہ روتے تو ہین وہ
یہ طاقت ضعف مین بھی ہے فغان کو
وفا سکھلا رہیگا دل ہمارا
شب غم کا بیان کیا کیجیے

یہ بعد انفصال اب اوسے بھی جھگڑا نکل آیا
ابھی رونے مین اک پیکان کا ساکڑا نکل آیا
وہ دیکھتے تھے سانس کو اور مجھ مین دم نہ تھا
ایک شیخ وقت تھا سو بھی برہمن ہو گیا
کیا ایک بھی ہمارا خط یار تک نہ پہونچا
سفت اس بلوے مین شبخون تنہا ہو گیا
مشکل نہی کچھ ایسی تیرا حل نہو سکا
غم پر جدا ہم ہوا اور توکل نہو سکا
وہ آتے اور نیند نہ آتی تمام شب
اے دعاے سحری منت تاثیر نہ کھینچ
کس سے اوڑائی تو نے یہ رفتار کی طرح
آنکھین تری ہی اب تھکتی ہین کیون آٹھ پہر بند
جی گیا یون ہی رائگان افسوس
مر گیا کیا ہی نوجوان افسوس
سچ تو یہ ہے کہ برے وقت مین کیسا اخلاص
افسوس کہین زہر بھی ہمکو نہ ملا قرض
اک برق تھی جو لال سنوتی زبان شمع
جدھر دیکھو ادھر ہے جلوہ گر آگ
میرے دل کے ساتھ اسکا بھی کیا جاتا ہے دل
پر کیا کرین کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم
پھینکتا ہے جذب شوق سے یوسف کو چاہ مین
اشک شادی ہی سے گو چشم کو نم کرتے ہین
کہ دے ٹپکے زمین پر آسمان کو
تمھاری خاطر نامہربان کو
ہے بڑی بات اور پوچھو مت مشعر

بچائے کیون دل مرغ چمن پہ سیکھ گئی
ہے ایک خلق کا خون سر پہ اشکون کے مرے
اف رے گرمی محبت کہ ترے سوختہ جان
چھپٹ کر کہان اسیر محبت کی زندگی
پیغام بر رقیب سے ہوتے ہین مشورے
مومن ایمان قبول دل سے مجھے
بچارہ کر اوسکو خطا کیا مرے سخن مین نہ تھا
کرتا ہے قتل عام وہ اغیار کے لیے
اک نظر دیکھے سے مرتے سے جدا ہوتا ہے
چشم خونبار مری آپکے تلوون سے ملی
جان بلب ہون خبر وصل سنا دے قاصد
ہوگئے آزردہ پشیمان ہون کہ مین نے جب کہون
ہو نہ بیتاب غم ہجر بتان سے مومن
کیونکر یہ کہین منت اعدا نکرینگے
جھنجھلاتے ہو کیا دیکھیے اک بوسہ ہین کا
عیش مین بھی تو بچاگے کبھی تم کیا جانو

بہار وضع تری مسکرا کے آنے کی
سکھائی طرز اوسے دامن اوٹھا کے آنے کی
جس جگہ بیٹھ گئے آگ لگا کر اوٹھے
ناصح یہ بند غم نہین قید حیات ہے
سنتا نہین کسیکی یہ کہنے کی بات ہے
وہ بت آزردہ گر نہو جائے
خون اتنا کہ سر نشتر فصاد بھرے
دس بیس روز مرتے ہین دو چار کے لیے
بے جگہ آنکھ پڑی دیکھیے کیا ہوتا ہے
ورنہ ایسا بھی کہین رنگ حنا ہوتا ہے
لب ہلانے مین ترے کام مرا ہوتا ہے
دم ہی کہوے کوئی ایسے سے خفا ہوتا ہے
دیکھ دو دن مین بس اب فضل خدا ہوتا ہے
کیا کیا نہ کیا عشق مین کیا کیا نکرینگے
ہو جائینگے لب بند تو غوغا نکرینگے
کہ شب غم کوئی کسطرح سحر کرتا ہے

مہجور

مہجور تخلص مرزا ہدایت علی مرحوم ابن مرزا احسن الدین مغفور ابن حضرت عالمگیر ثانی صاحب ہیچمدان کے برادر عم زادہ اور مرثیہ خوانی مین ماہر اور شعرگوئی مین حافظ عبدالرحمن خان احسان کے شاگرد تھے یہ شعر اونکے نتایج طبع وقاد سے ہے

یقین میرے مرنے کا آیا نہ اونکو | کہا ہو گیا ہے کچھ آزار دیکھو

مہجور

مہجور تخلص کرپا رام خلف لالہ شوقی رام سررشتہ دار محکمہ فوجداری شاگرد منشی کیول رام ہشیار تخلص نوجوان نیک نہاد خوش طبع راستی کیش ہے اشعار فارسی کی فکر کرتا ہے یہ شعر اوسکے افکار سے ہے

با آن خجستہ پے کہ زما گوشہ گیر بود | ربطے بہم چو تیر و کمان کردہ ایم ما

مہر

مہر تخلص مہر علی پسر میر شہاب الدین ساکن قدیم شاہجہان آباد کتب فارسی مین بقدر ضرورت روشن سواد ہے سخن گوئی کی بنا بے مشورہ بلند کرتا ہے یہ دو شعر اوسکے افکار سے ہین

اوڑ گیا نور ترے سامنے ہر گل کا تو مین — یک قلم باغ کو ایک تختۂ سوسن سمجھا
نہ تک ہونے پہ بھی محرومی قسمت نہ گئی — نہ تو سرمہ ہی ہوا اور نہ غبار دامن

مہر تخلص مرزا حاتم علی شاگرد شیخ امام بخش ناسخ ہر چند اصل مین سکنائے لکھنؤ سے ہی لیکن مدت ہوئی کہ مقیم اکبرآباد ہی ضبط قوانین انگریزی کے وسیلہ سے سند عہدۂ منصفی کے حصول سے کامیاب اور بعد کچھ مدت کے چنارگڈھ ضلع میرزاپور مین عہدۂ منصفی پہ مامور ہو گیا ماموری کے وقت یہ شعر کہا

ازبسکہ سوز ہجر سے خوگر ہوئے ہین ہم — منصف چنارگڈھ کے مقرر ہوئے ہین ہم

بہر کیف سلیم الطبع اور تیز فکر ہی یہ شعر اوسکے نتائج افکار سے ہی

ہو گی تمام رات بسر پیچ و تاب مین — دل پھنس گیا ہی زلف شکن در شکن مین آج

میکش تخلص سید احمد حسین ابن میر کرار حسین مرحوم ہر چند بنام میکش ہی لیکن حقیقت مین مے سے دست کش ہی جوان خوش اخلاق ظریف طبع اور عین شباب مین متانت پیری سے بہرہ ور فن سخن کو مرزا اسد اللہ خان غالب تخلص سے اکتساب کیا اشعار اوس خوش فکر کے باوصف تلاش کے بہم نہ پہونچے اس ایک شعر پر کہ ایک دوست کی زبان سے مسموع ہوا تھا قناعت کی

گفتمش وی ہا کہ میرفتی خرامان سوے باغ — گفت میکش بودہ باشد کان گرفتار من ست

باب النون

نادان تخلص مولوی محمد بخش ساکن بریلی اول اوستاد تخلص تھا پھر شہیدی کے حلقۂ شاگردی مین قدم رکھکر تبدیل تخلص صورت پذیر ہوئی علوم درسی سے آگاہ اور عروض و قافیہ مین ماہر دو تین شعر اوسکے افکار سے انتخاب ہو کر مرقوم ہوتے

بار احسان تو رہا قاتل کا گردن پر مری — کب سبکدوشی ہی گو تن سے سر جاتا رہا
پھر رہی زندان مین ہوا بعد رہائی — زنجیر مین انداز ہی زلفون کی شکن کا
جب خواب مین ملنے کا کہا حال تو بولا — جا دور نہ اولٹ خواب کی تعبیر کسی کی

نادر تخلص شنکرناتھ پنڈت کشمیری مرد قابل علوم رسمی اور فنون متداولہ سے آگاہ اور نظم و نثر فارسی مین صاحب دستگاہ تھا صنائع شعریہ خصوصاً صنعت معما مین مہارت تام اور عروض و قافیہ مین قدرت تمام رکھتا تھا اس تخلص کا اختیار کرنا بھی اوسکی تیزی فکر اور رسائی طبع اور حدت ذہن پر دال ہی کہ وہ ایک نکتہ لطیف ہی کشمیریون کی اقوام اوس صاحب طبع کی قوم کا لقب شاہ ہی

ان دونون لفظ کی ترکیب سے نادر شاہ حاصل ہوتا ہی ہر چند انشا و نثر مین بیشتر صرف اوقات کرتا لیکن
گاہ گاہ نظم فارسی کی طرف بھی ملتفت ہوتا تھا با وجود کم مشقی کے سخن اوسکا متانت سے خالی نہین
چند سال ہوے کہ جہان فانی سے انتقال کیا یہ اشعار اوسکے نتایج افکار سے ہین

تا را بسیر لالہ و گل دل نمی‌کشد
ما ہمچو گرد باد درین دشت گم شدیم
لالہ زاری گل کند از دیدہ خون بار ما
بے سبب آزردن آزادگان رسم کجاست
جز درد تو نیست در دل زار ما
دل خون کن روشنان افلاک
رفتی و ز خود رفتیم ای برق عنان باز آ
ہر طرف چمن جانا نہ مستانہ بایستے

اے چہرۂ بہار فریب تو باغ ما
تا در بر و بر و کنیابی سراغ ما
مست گردد عندلیب از نالہاے زار ما
اے بقربان تو تا در بگذر از آزار ما
این ست بعشق حاصل ما
یک جلوۂ ماہ کامل ما
گل بے تو نمی‌خندد ای سرو روان باز آ
نہ چشم نیم مستش ساغر و پیمانہ بایستے

نازنین غلط فہمان ادا شناس کی نظر مین تخلص ہی مرزا علی بیگ نام جوان خوش اسلوب رستم توان برز و قوت سہراب طاقت کا کہ نازنینان کشور جمال اوسکے حسن یوسفی پر اگر زلیخائی کا دم بھرین کچھ دور نہین اور نازک نہالان گلشن حسن اوسکے گل رخسار کی نازکی سے آگر آپکو غنچہ ہر گز تصور کرین تو کیا عجب ہی اور اوسکے خم کے آگے زور آزمایان ورزش خانہ طاقت کا سر جھکتا ہی اور اوسکے نعرۂ مردانہ کے سامنے شیر صولتان بیشۂ شجاعت کا دم بند ہوتا ہی اور یاران ادا فہم اور حریفان ادا شناس جانتے ہین کہ نازنین نام ہی اوس حیلہ آفرین شعبدہ ایجاد کا کہ ناز و انداز و غمزہ طرازی و عشوہ سازی گاہ عشاق بے قرار سے تکلف کے پردہ مین جان کا خواہان ہونا اور گاہ اغیار نامحرم کی بغل مین بے تکلف سونا کبھی اشارات مختصر مین دفتر دفتر مطلب یعنی سراغ دولتخانہ محبوب کا صحیح ذہن نشین ہونا اور نصف شب مین راہ رہت سے نہ بھٹکنا اور کمند اندازی کے وسیلہ سے گھر مین کودنا اور بعد حصول مقصود کے واسطے کسی گوشہ عافیت کو تاکنا اس خوبی سے ادا کرنا کہ دلدادہ ہوش باختہ باوجود اختلال حواس کے جون کا تون سمجھ لے اور کبھی ایک تھوڑی سی بات کو داستان داستان عبارت مین اس اولجھاو سے بیان کرنا کہ بے چارہ اگر تمام عمر سر پٹکے مطلب کو نہ پہونچے کبھی ایسی رکھائی سے تیوری چڑھائی کہ چند سالہ آشنائی کا ایک آن مین کوسون تک پتا نہ ملے اور کبھی اس دل آویزی سے بات کرتی کہ بیگانہ سا بیگانہ ایکدم مین برسون کا دوست

نازنین

سمجھنے لگے ایک چولی کے مسکنے پر ہزار جاندانی کی طیاری مین عاشق کو لوٹنا اور ایک قدم
رفتار پر اظہار نزاکت سے بیچارہ ناشکیب کو بوند صبر مین گلانا اور اسیطرح کی اور نیرنگ سازی
و شعبدہ بازی ایک گل ہے اوسکے گلزار تعلیم کا اور ایک برگ ہے اوسکے چمن زار تفہیم کا
یعنے جب وہ مشاطۂ بیجا گاہ خیال عشق تزئین پر کمر باندھتی ہے عروس زشت رخسار ہزار
شاہد رعنا پر فوقیت لیجاتی ہے اور ایک دختر سادہ مزاج گنوار ملی جیسی شطاح پر غالب آتی ہے
اور اگر کوئی پوچھے کہ وہ عیار لاثانی اور زنان شوخ دیدہ کی اوستانی کون ہے تو مین بتاؤن کہ اوسکو
اہل شرم و حجاب شعبدہ زنان محتالہ اور یاران بے تکلف چھنالہ کہتے ہین اگر اوسکی نیرنگی
نہو تو نہ آرائش گیسو کو مشاطہ درکار ہو اور نہ حصول ملاقات کو دلالۂ لطف کو لباس تعشق پہنا
جلوہ دینا اور شوخی کو پردۂ شرم مین چھپانا خود کامون کو شوخ ادائی پر لگائے رکھنا اور
متلون مزاجون کو ہزار تغافل پر ادس اشتیاق مین دن رات بیقرار رکھنا اسی کم بخت کا کام ہے بیدل
نجم اسکی مکاری کے مخمس کا ایک مصرع موزون ہے اور تیر یا چلتر اسکے دام تزویر کا ایک صید
زبون ہے مرزا تو فقط اوسکا ترجمان اور اوسکی نیرنگ سازیون کے ساتھ تر زبان ہے باتون مین
مزہ اوٹھانا اور معشوق نا آشنا مزاج سے یکرنگ ہوجانا اسی کو کہتے ہین اگر معشوقاس عاشق
کامیاب کے گھر مین نہ سماتی مرد کے منھ مین عورت کی زبان کیونکر آتی انصاف یہ ہے کہ اس
زبان کو ایسی شستگی اور لطافت سے ادا کرنا اور پھر معانی بلند اور مضامین شاعرانہ کو
کسوت الفاظ مین جلوہ دینا بہت سلیقہ چاہتا ہے زبان اردو مین اول ریختی کا رواج انشاء اللہ خان
انشا تخلص نے دیا اور اوسکے بعد سعادت یار خان رنگین نے خواہ اس سبب سے کہ اونکی طبیعت کو
خود اس صنف کلام کی طرف التفات تھا خواہ انشاء اللہ خان کے اثر صحبت سے اس نظم مین
ایسی زبان آوری کی کہ گویا اوسکو اپنا شعار کر لیا اب اس عرصہ مین یار علی جان صاحب تخلص جان تنے
کہ اہل لکھنؤ کے نزدیک اس فن مین اوسکا علم یکتائی سماک رامح سے جا ٹھہرا ہے کمال جانکاہی
کی اور اس طلسم کی مشق حد کمال تک پہونچائی راقم ہیچمدان صاحب بقدر استعداد نے اون تینون کی
ریختی کو نظر غور سے دیکھا اور چشم انصاف سے ملاحظہ کیا ایسا مقام کم پایا کہ زبان ریختی کو
لطف شاعری کے ساتھ انضمام دیکر ایک مفرح دلنواز طیار کی ہو بجز صرف عورتون کی گفتگو
اور اون معاملون کے سوا کہ مرتبہ شناسان سخن کے نزدیک فضول اور نازک دماغون کے آگے
نامعقول ہین اور کچھ نہین اور نامعقولیت سے نہ یہ مراد ہے کہ کلام فحش آمیز یا کلمات شہوت انگیز سے

زبان قلم کو آلودہ کیا ہی یہ تو اس نظم کے گوش دگردن کا پیرایہ بلکہ اس طرز کا خمیر مایہ ہی مراد اوس سے یہ ہی کہ وہ باتین جو عورتون کو اثنائے خانہ داری مین پیش آتی ہین مثلاً کسی ہمن بہنیلی کے گھر مہمان جانا یا کسی بھائی بند کا اپنے گھر بلانا خصم سے توم چھیلے کے گڑھوانے کی تمنا اور کرتی انگیا رنگوانے کا تقاضا ایسی طرح سے خرچ کیے ہین کہ اونسے کچھ لطیفہ یا نکتہ کہ شاعر خوش مذاق کو لذت دے حاصل نہین ہوتا اور مرزائے مرزا نقش نے اون معاملات کو اس لطافت سے ادا کیا ہی کہ سامع کا جی نکلجاوے اور سننے والا کلیجا پکڑ کر بیٹھ جاوے یہ چند شعر ریختی کے انتخاب کرکے پیشکش احباب کرتا ہون کہ صدق سخن پر گواہ اور دعوے بلند پر دلیل ہوجاوین

ہوئی عشاق مین مشہور یوسف سا جوان تاکا
مین اپنے سر کو دھوتی ہون بوا اور یہ تماشا ہی
مجھے کہتی ہین باجی تو نے تاکا چھوٹے دیور کو
اگر اے نازنین تو دبلی پتلی کامنی سی ہی
رد کنے کو مستعد کیا رات دربان ہو گیا
صحبت اب مردون کو ہر ان شوخ دیدون سے ہوا
کوئی بیٹھا ہو سمجھے ہر کام اپنے کام سے
مین نے تو رکھا نہ تھا منھ پر ولیکن آپ ہی
کیونکہ چاہتی نے مجھے چھوڑا جو ہمارے دن پھرے
بد زبانی چھوڑا تو کھوجڑے پیٹی کہین
سونا کبھی شوہر کو میسر نہین ہوتا
لیکے وہ خصم ہین نہین ہوتا ہی گھر اوسکا
کیا جانیے کیا کیبیون مین شہد گھلا ہی
کچھ ہو نہین سکتا ہی اور اوسپر ہی اکڑتا
اے نازنین رنڈی کے لیے لڑنا خصم سے
وہ سانولا مجھکو رہی سے ہم خواب نہین تھا
اودہر تھے سینے دھوکے ہی دھوکے ہین بہت سے

بوا ہم عورتون مین تھا بڑا دیدہ زلیخا کا
موا میٹھا ہی کیا خوش خوش کردن آیا تقاضا کا
نہین کرنے کی مین بھی ہان نہین تاکا تو اب تاکا
پھر ایسا دن نام خدا ہی تیرے دولھا کا
جان کر یہ مردوا دیکھو تو انجان ہو گیا
چھوڑنا گھر والیون کا کیا ہی آسان ہو گیا
اے نگوڑے آدمی سے تو تو حیوان ہو گیا
سوچ کر کچھ مردوا دل مین پشیمان ہو گیا
آج آنا مردوے کیونکر ترا یان ہو گیا
چاہنے والا خصم تجھسے گریزان ہو گیا
عورت انھین باتون سے ترا گھر نہین ہوتا
کچھ سیتلے بختی کے اگر زر نہین ہوتا
گھر والیون سے خوش کوئی شوہر نہین ہوتا
نیچا تو نگوڑے کا کبھی سر نہین ہوتا
سر چڑھنا بہت مرد کے بہتر نہین ہوتا
چاندی کا یہ چھیوا تھا وہ نیلم کا نگین تھا
جن مردون مین اونکو مری عفت کا یقین تھا

رنڈی ہی ترے کرنے پہ کوئی یار ہین کرتی
پر نام ڈبونا مجھے کنبے کا نہین تھا

ایسا کسی قحبہ نے ٹھہرایا تھا کہ شب بھر
لیٹا تو رہا پاس پہ کوسون ہی نہین تھا

قطعات

مجھے کہے ہی ترے گھر مین شب کو یار آیا
قسم کا بھی تو موے کو نہ اعتبار آیا

پڑا ہی رہتا تھا رنڈی کے رات دن پر آج
سحر سے شام تلک گھر مین بے شمار آیا

پڑی نہو کہین اوس بدنظر کی تجھ پہ نگاہ
بوا تجھے تو ترا دھیان بار بار آیا

وہ نقد مال سمجھ کر تجھے چمٹتا ہی
مجھی پہ کھا کے کہین مردوا ادھار آیا

یہ کل بگڑ گئی ہی ہو رہتا نہین حل پھر
پچھتائی مین تو آپا پہلا حل گرا کر

گھبراؤ تم نہ باجی لڑ کر خصم سے اتنا
اک دن وہ آپ تمکو بیچا سینگے مناکر

میری نماز کھوئی اس مردوے نے آکر
اوٹھی تھی ارے دوا مین کمبخت ابھی نہا کر

ایسی جوان لونڈی اور نازنین نہ ہو تم
لیجائیگا تمھارا شوہر اسے اوڑا کر

گر مردزن کو پاس نہین اپنی بات کا
تسپر کیون یہ عشق لیتے پھرتے ہین باجی پرائے دل

یار کرنے کی عبث مجھ پہ ہی تہمت باجی
اس ملنے مین کسیکا بھی کوئی یار نہین

ایسے زناخی مردوا ہی بدگمان
تو نکر باتین ہمارے کان مین

نازنین اتنا بھی ہر جائی پنا
یہ تمھارے آگیا کیا دھیان مین

روز اک دھگڑے کی ہین مہمانیان
روز رہتی ہو اسی سامان مین

ہوا در گور ایسے مردوے کا منھ کرون کالا
کیا جب تک نہ منھ کالا ہر گز نہ وہ یان سے

تو مستند ہی اور مین نازنین کیونکر صحبت بنے
موے او جھبرے نگوڑے بیٹھے چل ورے ہو یان سے

رات بھر یعنی وہی بات اور وہی چوما چاٹی
ارے دوا ایسے ندیدے سے پڑا کار مجھے

دن چڑھے پر بھی دبوچے ہی پڑا رہتا ہی
مفت نظرون مین جٹھانی کے کیا خوار مجھے

مردوا کیا کوئی جادو ہی کہ ہون دل سے خفا
اور بوا دیکھتے ہی آتے ہی اک پیار مجھے

چھوڑ یارون کو ہوئی تو ہون خصم پر شاکر
پر یہ نبتی نظر آتی نہین زنہار مجھے

ہمسائی آئی تھی مرے گھر مین بنی اتنی
آنکھو تو دیکھو رات اوسی پہ پھسل پڑے

مجھکو تو بیکلی اور اوسے موذی کی یہ لت
اچھی بتا کہ توبہ مجھے کیونکہ کل پڑے

فوارہ کی طرح سے ذرا بھی نہ تھم سکے
کچھ بھید کھل گیا مرے شوہر پہ نازنین
ہو کر لہو لہان تو کچھ ڈر گئی تھی پر
دس گھر تو چھٹ چکے ہین کہان تک کرون خصم
علامہ بنگئی ہین اوڑا کر مرے ہی ڈھنگ
لونڈی مری طرف سے لگا بانکر او سے
دیکھا ہو بات کرتے کسی سے کبھی تو خیر
اوس پاس رات نوج گئی تھی کہ صبح تک

تم ایک بوند پانی پہ کتنا اوچھل پڑے
جو آج مردوے کی جبین پر ہین بل پڑے
جو زخم تھے ہوا وہی دل کی دوا ہوے
کس جا بٹھاتے دیکھیے اب آسمان مجھے
اوستانی اب سمجھنے لگین کبیان سب مجھے
چاہیے ہی کونسا وہ موا آشنا مجھے
طعنے بھی دیتی اچھی لگے تو دوا سے مجھے
کیا کیا بری طرح سے ملا اور دلا سے مجھے

ناسخ تخلص سخن سنج بے عدیل و نظیر شیخ امام بخش ساکن خاک لطافت بنیاد لکھنو مشاہیر شعراے خوش سخن ونامور اوران کامل فن سے تھا اوسکی فکر سے معنی کو تاب و بہا اور اوسکی زبان سے الفاظ کو رونق وصفا ذہن کی صفائی یوسف رخان غیب کا آئینہ قلم کا شگاف ارباب کشف کا سینہ رسائی فکر گوہر وحی صندوق سینہ جبریل سے تاراج کر لیتی تھی اور صید افگنی غور نخچیر دقت کو کمینگاہ گوش تارون سے آماج کر لیتی وحشی مضمون ہنوز دام خرد مین صید نہین ہوا کہ اوسکے اندیشہ کی کمند خم تاب کے کشادین صحراے عدم کی اوس سرحد مین پہونچکر حمائل گردن ہو جاتی تھی اور طائر معانی اتباع عقل فعال نفس مین قید نہین کہ اوسکی طبیعت کی رسائی ایک پرواز مین آشیانہ غیب مطلق سے شکار کر لاتی تھی معنی پست اوسکی طبع کی اوج بخشی سے بلند اور الفاظ نکردہ اوسکے تراکیب کے حیلہ سے دل پسند اگر غریب نواز نہو تا معنی کی طرف اسقدر التفات نکرتا اور اگر آشنا پروری منظور نہ ہوتی الفاظ کی اتنی رعایت نکرتا معنی مبتذل اوسکے تصرف سے غریب اور رامج طلبا اوسکی فکر کے سامنے نشیب گر سر چشمان ہنر اوسکے مائدہ سخن سے زلہ بر آور دو بیاران کمال اوسکی شوکت الفاظ سے پائمال اہل انصاف اوسکو اوستاد مانتے ہین اور ارباب فہم اوسکے شعر کو سحر جانتے ہین متانت مزاج سے مضامین شوخ باوجود آمد کے آورد کے محتاج اور تمکین طبیعت سے معانی برجستہ کو خلوت خیال سے دروازہ لب تک آنے مین تکلیف کی احتیاج ہر چند طریقہ مختار اوسکا تمثیل ہے اور فی الواقع اس طرز مین بے مثل و عدیل ہے شعر عاشقانہ بھی اگر بے اختیار زبان قلم سے نکل گیا ہے شعلہ شمع کی طرح سے پروانہ طبیعتون کی طبع مین آتش افگن اور برگ گل کے مانند عندلیب مزاجون کو ناخن بدل زن ہے آخیر عمر مین غلبہ ظرافت سے جرأت کی وضع کو اختیار

ناسخ

راحت طلب کریں تو ہٹے آسمان سے رنج
خوشی کا ایک دن دیکھا نہ ہیچ آکے دنیا میں
کی ادھر دل نے کشش کھینچا ادھر سفاک نے
روز روشن تیرہ بختی میں نہ دیکھا عمر بھر
ہو گئیں ایسی تمنائیں مری لاکھوں شہید
جز خجالت صحبت ممسک سے کچھ حاصل نہیں
آج دعوی اوسکی یکتائی کا باطل ہو گیا
کہتے ہیں مارا گیا بے جرم تیغ ناز سے
پہنچے کب گوشہ نشینوں تک ضرر دشمن سے
اگر اب صبح پیری نشہ سے آنکھیں بھی ہیں گلگون
نہیں پاتا تو تجھ سے ہم بھی اب ملتے نہیں
حسرت دل بھید بتا میں نکلتی تا صبح تو
خون رولاتا وہ مجھے تا سوز بنا کر گردون
اے اجل ایکدن آخر تجھے آنا ہے وہے
خوب وہ ہے کہ جسے مستی کی اموات نے دیا
نجات ہو گی عذاب حساب سے سبکو
ملامت زدہ اہل خوش آتے ہیں پیرے میں ساتھ
حسد پیشہ شیطان اوٹھ نہیں سکتا مجھ سے
ہرزہ گردی ترک کر کر چاہتا ہے آبرو
تھی شہادت سے عزیز سو اس دار میں ہو گئی
نالع صحرا نوردی پانوؤں کی ایذا نہیں
بیکسی کے عارضہ سے تصدیع میں ہوں نالان آج میں
مرتبہ کم حرص رفعت سے ہمارا ہو گیا
بیگانگی کون سی وہ بات بتوں کی ہے سکو
وہ آدمی ہے کہ ہر سوں کمال رہتا ہے

حاضر ہوتا ابھی جو خیال آئے خواب کا
ساقی یاد پہ مجکو گمان ماہ محرم کا
ٹوٹ کر آخر مرے سینہ میں پیکان رہ گیا
شب کی شب گویا میں اس محفل میں مہمان رہ گیا
دل مرا شاید بنا ہے کربلا کی خاک کا
سرنگون کرتا ہے انسان کو اثر تریاک کا
بحث کرنے کو جو آئینہ مقابل ہو گیا
کوچۂ قاتل میں ناسخ نام جو بیچارہ تھا
آتش سنگ کو کچھ خوف نہیں پانی کا
بتوں نے کر دیا ہے ایک رنگ اعجاز و جادو کا
سنگدل تھے ہمبھی اپنے دل کو اب پتھر کیا
ہاتھ شل ہوتے مسیح گریبان رہتا
زخم بھی گر مرے تن پر کبھی خندان ہوتا
آج آئی شب ہجران میں تو احسان ہوتا
دہن یار کو میں غنچۂ سوسن سمجھا
جو پچھلے روز قیامت مرا حساب ہوا
خود فروشی میں بھی ناسخ دخل ہے دلال کا
سوا دل کیون ہوا سینہ میں تیر پیدا
بن گیا گوہر سکونت سے یہ قطرہ آب کا
گردن قاتل سے نزاکت کے سبب خنجر اوٹھا
دل دکھا دیتا ہے میرا ٹوٹ جانا خار کا
ہے دھوان مہتاب میرے نالۂ شبگیر کا
آفتاب اتنا ہوا اونچا کہ تارا ہو گیا
کمر رکھتے ہیں کافر دہان رکھتے ہیں
وگرنہ ماہ کو یکشب کمال رہتا ہے

ناصر تخلص مرزا محمد علی بیگ پسر مرزا احمد بیگ مرد شریف و نجیب اور فن شعر مین راقم تذکرہ سے مستفید ہے یہ شعر اوسکے افکار سے ہے

ناصر نے اس مزہ سے اوٹھائی جفا کہ اب	اونکو بغیر اوسکے جفا ہی نہین پسند

ناظم تخلص میر یحییٰ اوسکا پدر بزرگوار شجاع الملک کے ساتھ اپنے باپ کے ہمراہ وارد ہندوستان ہوا اور لدھیانہ مین مقیم اور اوس پیر تجربہ کار کے بعد بادشاہ موصوف کی قدر دانی سے تحصیل آب و نان مین سرگرم خدمت رہا اور جب کابل پھر حکام وقت کی پشت گرمی سے اوس بادشاہ کا تخت گاہ ہوا وہ بزرگ افغانان عاقبت اندیش کے ہنگامہ مین کام آیا اون اوقات مین یہ نیک نہاد بیس بائیس برس کی عمر مین سراسیمہ ہوکر بادشاہ کے بعض اقارب کے ساتھ ہندوستان کی طرف چلا آیا اور صورت معاش کو حسب دلخواہ جلوہ گر نہ پاکر اطراف و جوانب مین گرم تلاش ہوا اور کچھ عرصہ وہین بسر کی دس بارہ برس سے اقامت شاہجہان آباد اختیار کرکے خوش گزران ہے بعضے کہتے ہین کہ ہنگامہ گیر و دار کابل مین کچھ اسباب ذخیرہ واشرفی اور جواہر گران بہا کی قسم سے ہاتھ لگ گیا کہ آج تک گوشہ عزلت مین فراغ عیشی کے واسطے کفایت کرتا ہے اور راقم خیال ناقص کو یہ گمان ہے کہ جب یہ بزرگ کابل سے دوسری دفعہ ہندکو آیا اور دہانہ سے جہان نوردی اور تلاش معاش مین مصروف ہوا کوہستان مین کسی جوگی نے اوسکی شکستہ بالی اور بدحالی پر نظر شفقت مبذول فرماکر اکسیر اوسکے حوالہ کی بہر کیف ظاہر حال اوسکا تونگری پر دال اور وہ اپنی وجہ معاش کے تردد تلاش سے فارغ البال ہے خامہ اوسکا زمین سخن مین جہان پیما اور فکر اوسکی اس تلاش مین رسا ہے یہ چند شعر اوسکے فرزند دلبند سید محمد جان ظہیر تخلص کی زبان سے مسموع ہوئے

رشک نے کب مجھے جیتا چھوڑا	اوسکے پیکان سنے اگر چھوڑ دیا
دیکھ ہمراہ ہون کو جون نقش قدم	ہمنے اب عزم سفر چھوڑ دیا
دل گم گشتہ کا ہمنے پیچھا	سو وہ تھا یاکہ خضر چھوڑ دیا
ناظم بتون سے ملیو تو انجام دیکھکر	انسان کو چاہیے کہ کرے کام دیکھکر
نقش قدم کی طرح اوٹھا مت ہمین صبا	اس راہ مین پڑے ہین ہم آرام دیکھکر

ناکام تخلص مکرم علی فتح آبادی مرد خوش خلق اور معاملہ رس اور ذہین تھا اوائل حال مین اگرچہ زبان اردو نامربوط بولتا تھا لیکن بکثرت بود و باش شاہجہان آباد و اکبرآباد سے کلام کو

مہذب اور شایستہ کر لیا موزونی طبع اور صحبت موزون طبعان سخن سنج سے ریختہ گوئی کی طرف بہ
متوجہ ہوا دو شعر اوسکے سُنے گئے

صبا داخل چمن سے ہو آشنا گلچین
دراز کیجیو مت ہاتھ دامن گل تک

کھلا نہ گل کہ کہین مین ہوا ہو صبا گلچین
سُنے گا کیا کہین بلبل سے کچھ برا گلچین

نالان

نالان تخلص منولال کھتری ساکن شاہجہان آباد ہی مگر اب فکر معاش وسکو اطراف ہندوستان
مین سرگردان رکھتی ہی یہ شعر اوسکے اشعار سے منتخب ہوا

کہتے ہین تیری گلی مین اک جوان مارا گیا
دیکھ تو ای بے خبر جا کر کہین نالان نہ ہو

نامی

نامی تخلص مبارز الدولہ نواب مرزا حسام الدین حیدر خان بہادر مرحوم امرای نامی اور روسای
گرامی شاہجہان آباد فرحت آثار اور والی لکھنؤ کے قرابتیان صاحب اعتبار سے تھا فن سخن کو
میر مستحسن خلیق سے کسب کیا قدر شناسی سخن سے تا دم زیست اہل کمال کی قدر دانی پیش نہاد تھی
یہ چند شعر اوس زبدۂ اہل دل کے مرقوم ہوتے ہین

گل و سنبل کی بو اب طبع کو آشفتہ کرتی ہی
نہ دی چھونے کبھی زلف اونے مجھ خاطر پریشان کو

شمیم زلف سے کسکے معطر ہی مشام اپنا
رہا اکثر سدا اس دل کے اوجھڑے مین کام اپنا

کسیکو تُنے چاہا ہی کبھو یار و تو ہر ساعت
نہ سمجھاو مجھے ٹک اپنے دل پر ہاتھ دھر دیکھو

بنا ہون طایر تصویر گلشن کے تصور مین
قفس مین ہم صفیر و رنگ میرا آنکر دیکھو

دم آخر کر و مت چشم پوشی اپنے عاشق سے
کوئی دم کو ہوا جاتا ہی قصہ مختصر دیکھو

ہزار حیف کہ راہ چمن بھی بھول گیا
قفس سے چھوٹ کے آیا جو اضطراب زدہ

کب اتنی معطر تھی صبا آج تو شاید
لگ آتی ہی گیسوی سمن بو سے کسیکے

مت عنبر سے باتون مین ہو سر گرم کہ جون شمع
سر ہو پہنچے ہی آتش تن ہر مو سے کسیکے

نامی

نامی تخلص نونہال گلشن جوانی نوبر حدیقۂ زندگانی سعادت کیش اہلیت اندیش سہی سرو چمن ا
کمال گلدستۂ بہارستان فضل و افضال مستجمع محاسن اخلاق زبدۂ نیک سیرتان آفاق پسندیدۂ خاطر
خاص و عام بلدیو سنگھ نام خلف ارشد و الا دودمان عالی خاندان افلاطون فطنت ارسطو فطرت
رافع رایات اقبال ناصب اعلام اجلال بانی بنای مروت ناظم مہمات فنون عمدۂ اراکین مدنیہ
فاضلہ بہترین مآب نفوس کاملہ لالہ زورآور سنگھ طال بقائہما و طاب لقائہما اطوار گزیدہ اور
اوضاع پسندیدہ اس نوباوۂ گلزار سعادت کے اندازۂ تقریر اور احاطۂ تحریر سے خارج ہین سخن مین

اب کہ ادا کرنا بابِ اخلاق کے فصول و ابواب کا خلاصہ ہے اور زبان کو حرف و حکایت سے آشنا کرنا مروی و مرتبی کی داستان کا زبدہ کتب درسیہ کو جناب کمالات انتساب مخدوم منا مولانا مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کی خدمت میں تحصیل اور فنِ سخن کو اوسی مجمعِ مکارم سے کسب کیا کیا استعداد کامل ہے کہ نومشقی میں کہن مشاقانِ شہر کو برائے انصاف لا کر تحسین کامل میں رطب اللسان کیا تاریخ گوئی میں ید طولیٰ اور اس صنعت میں دستِ فکر بالا ہے مشتے نمونہ از خروارے قول مشہور ہے حاکم داد گستر ٹامس میٹکاف بہادر کی تاریخ وفات لکھکر اہل مذاق کو زور طبع سے آگاہ کرتا ہو

چیست باغ دہر کا نیجا اصطکاک برگ برگ
سودہ دست ست بر احوال شاخ ہر شجر
روے دنیا کن سیہ کان مرجع افتخار
کز علو شان خود زد سکہ بر سیم و قمر
دست آن نکتامس انفاس را زبیکند
نام او زین لفظ شد چون بوے از گل جلوہ گر
مرد آن شمع امید و شد ز حسرت مشتعل
آتش غم در دل و داغ مصیبت در جگر
رفت در راہے کہ ہر کس را نہاے سبحہ دار
پیش و پس سر مے نہد دائم بعزم آن سفر
گفت ناظمی سال تاریخش بمعنے و بلفظ
یک ہزار و دو صد و ہفتاد و اول از صفر

چند اشعار اونکی نظمیات فصاحت آیات اور رباعیات بلاغت سمات سے انتخاب ہو کر نگاہ احباب میں جلوہ گر ہوتے ہیں

فروغ حسن او کاشانہ ام را سکندر روشن
اگر در شب خیال من شود آئینہ رویش را
چرا صیقل زنی از بہر قتلم تیغ ابرو را
کہ چون نی تیر مژگان کرد پر سوراخ پہلو را
بہر جا بر کشاید آن پری روز لف و گیسو را
ز رشک جوے خود در خون نشاند ناف آہو را
چہ آفتے کہ در آغوش بودی دوشب
تغافل تو بصد درد انتظارم گشت
زنگ نبود بروے آئینہ
گر دمی از راہ انتظار کسے ہست
زردے چہرہ و گلگونے اشکم بنگر
کہ خزان دگر و رنگ بہار دگر ست
سحر کہ ساغر چشمم ز اشک پر مل بود
خروش گریہ زارم نوائے قلقل بود
این حسن تو روے مہ ندارد
وین شان تو بادشہ ندارد
بے روے ریا بد آن کہ سبزہ
باخط تو وزن کہہ ندارد
ناظمی عبث است این شکایت
در گوشش حرف رہ ندارد
سرت گردم چہ شوخی کردہ پیدا کہ از نازت
ہنوز از جا نرفتی عکست از آئینہ بگریزد

خندید زخم جگرم بین لالہ زار ما مپرس — آرزو با خون شدن دارد بہار ما مپرس

چون حباب از بحر ہستی با فنا جوشیدہ ایم — جلوہ کم فرصتیم از روزگار ما مپرس

آن رند خود سوزم کز ہستی و مدہوشی — در کعبہ پرستم بت در دیر نماز آرم

ناامی چہ بود گر نعبہ سبل آب اشک — یک ذرہ گرد از دل دلبر نشستہ

گفتم کہ بیا بسینہ پنہان مے باش — ہم صحبت دل مدام چون جان میباش

گفتا راضی مشو باین صحبت گرم — گاہے آرام و گہ گریزان مے باش

وقتے بر در میخانہ گذارم افتاد — صحبت با رند دُرد خوارم افتاد

سررشتۂ اگر ازین جہانم دادند — وز جبادۂ آخرت نشانم دادند

فی الجملہ چگویم کہ چہ دادند بمن — چیزے کہ بود در خور من آنم دادند

نایاب تخلص عباس علی ساکن دارالامارہ کلکتہ مدت سے دہلی مین وارد اور شاگرد حافظ قطب الدین مشیر ہے یہ شعر اوسکا سنا گیا

وہ پردہ نشین ہمکو اشارے سے بلائے — اے شوق بیان کیجیے تقریر تو ایسی

نثار تخلص زبدۂ خاندان شرافت اسوۂ دودمان نجابت شریف نہاد عالی حسب نثار علی علوی نسب علم و ادب اوسکے خاندان مین موروثی اور فضل و کمال اوسکے دودمان مین مستمر ہے کوئی فن فارسی مین کامل ہوا کوئی خوشنویسی مین یگانۂ عہد یہ سلسلہ یونہین چلا آتا ہے بکر کارساز بے منت نے اس عالی ظرف مین یہ دونون نقد سرمایہ فراہم کردی فن فارسی کو جناب استادی مولوی امام بخش صہبائی سے کسب کیا اور خط نستعلیق کو یادگار سلاطین خلاصۂ اکابر خلف میر محمد امیر سے کہ بالفعل تمام ہندوستان مین نظیر اسکے مشق و مانند کا نشان نہین ہے درست کیا اور اس کمال کو یکتائی کی دلست آویز اور یگانگی کی عروۃ الوثقا بنایا ہے انشا پردازی اور شعر طرازی مین قدرت تمام حاصل ہے سخن اوسکا حسن اسلوب سے دلچسپ اور مرغوب شعر اوسکا فروغ معانی سے شعلۂ کے بیانی چند روز سے حضرت الٰہی خلافت پناہی ابوالظفر سراج الدین بہادر شاہ دام اقبالہ نے وقائع نگاری قلعۂ معلی کے عہدہ پر مامور کیا ہے اوس اخبار کی عبارت خصوصاً عنوان بیشتر وقائع نعمت خان عالی کے طرز سے مطرز ہوتا ہے اور اس طرز کے پسند کرنے والون کو ایک حظ اوٹھتا ہے چند شعر اوسکے نتائج افکار سے مرقوم ہوتے ہین

چسان بندم بمژگان تند سیل چشم گریان را ٭ که سد راه نتوانند شدن خس جوش طوفان را
مانع گریه بود حوصلهٔ عشق ار نه ٭ هست در دیدهٔ من مایهٔ طوفانی چند
دران وادی که رفتم کس نشان من نمیداند ٭ صبا خود کیست عنقا آشیان من نمیداند
نپرسش گفتم آخر بندهٔ او کن سخت پیچیدش ٭ چه دشوار است کان هندو زبان من نمیداند

نجم تخلص سید زادہ صحیح النسب والاحسب میر نجم الدین خلف رشید چمن آرائے سیادت سیراب گلزار نجابت مظہر اخلاق حمیدہ مصدر افعال گزیدہ شایستہ آفرین میر قمر الدین علم ضروری سے آگاہ اور غایت نیک نہادی سے دلہائے احباب مین اوسکو راہ ہے طبع تیز فکر رسا مذاق شعر صحیح رکھتا ہے یہ اشعار اوسکے نتائج طبع سے مرقوم ہوئے

کیسی کیسی مصیبتین کھینچین ٭ اللہ اللہ رے حوصلا دل کا
نظرون نظرون مین ہو گیا غائب ٭ ہو گیا طرفہ سانحا دل کا
نجم کیون اتنی بے قراری ہے ٭ تو ذرا کہہ تو ماجرا دل کا
تری چشم خمار آلودہ کے مانند اے ساقی ٭ اگرچہ مست ہون لیکن بہت ہشیار پھرتا ہون
یہان جو آیا ہون تو شاید میری موت آئی ہے ٭ ترے کوچے مین مگر مجکو قضا لائی ہے

ندا تخلص مرزا معین الدین ابن مرزا احمد بخش ابن مرزا خجستہ بخت مرحوم جوان سعادتمند خوش مزاج تیز فکر ہے موزونی اوسکی ذات مین ایسی ہے جیسے سرو مین راستی اصلاح شعر مرزا کریم الدین سے لیتا ہے یہ اشعار اوسکے مرقوم ہوتے ہین

کیا خاک ہو پھر دوستی کی اوس سے توقع ٭ جس مین نہ مروت ہو نہ ہو پاس وفا کا
آتا نہین گر رحم تو کر جور ہی ظالم ٭ شکوہ نہین کرنے کا ترے جور و جفا کا
مرتا ہے غم دوری مین تیری کب سے ہے اے شوخ ٭ ہے حال بھی معلوم تجھے اپنے ندا کا

ندیم تخلص زبدۂ سادات عظام محمد عسکری متوطن کڑا کہ موضع ہے مضافات الہ آباد سے شاہ غلام اعظم افضل تخلص سے کہ ارشد تلامذہ ناسخ ہے تلمذ رکھتا ہے مدت تک خط و خال خوبان اور زلف و چہرہ محبوبان کے وصف مین خامہ فرسائی کی لیکن آخر کار رہنمائی توفیق سے مضامین حمد و ثنا کو ورد زبان اور وظیفہ قلب و جنان کیا یہ دو اشعار سابقہ سے ہین

زمین قبر سے مجکو بڑی ندامت ہے ٭ کہ مشت خاک نہین ہے فشار کے قابل

آبرو تیری گئی کیا اشک دریا سے ہو فزون — ورجعلی کو یہ سنتے ہین کہ ہین کام کے کم

نزہت تخلص مرزا کرامت اللہ خسر پور مرزا جمعیت شاہ ماہر تخلص جوان نیکو منظر عاشق مزاج حلیم طبع گاہ گاہ فکر شعر کو بھی ضمیر عشرت پسند مین راہ ہوتی ہی یہ اشعار تازہ وارد مرقوم

اوٹھاؤن سر پہ اگر ہوے غم جدائی کا — مگر نہین ہی گوارا ستم جدائی کا
آس کسکو سحر وصل کی ہی اے نزہت — و شب ہجر کٹیگی نہ سحر دیکھینگے

نسیم تخلص مولوی نسیم اللہ ساکن قصبہ گوپامئو کے ہیں بزرگان والانژاد اوسکے بنی اسرائیل اور سن چھ سو ہجری مین مصر سے وارد ہندوستان ہو کر اس دیار جنت آثار مین مقیم ہوے اور طالبان کمال نے اونکے انفاس متبرکہ سے علوم ظاہری اور باطنی کا فیض اوٹھایا اس صاحب کمال کا جد امجد محمد امین اللہ مرحوم درویش کامل اور طبیب مسیحا دم تھا اور بسبب طلب باطنی کے اکثر درویشان خدا آگاہ سے مستفیض ہو کر جناب غفران مآب عالم باعمل مولانا و بالفضل اولنا مولوی عبد العزیز محدث دہلوی کی خدمت سراپا افادت سے ارادت اور عقیدت بہم پہونچا کر حلیہ کمالات صوری و معنوی سے آراستہ ہوا جو کہ موزونی طبعی کا اقتضا ہی گاہ گاہ جب استغراق دریاے معارف سے افاقہ ہوتا اشعار فارسی سے خزینہ بیاض کو مملو کرتا تیمنًا یہ شعر اوسکے نتائج افکار سے مرقوم ہوتا ہی

ہر طفل سرشک در نگاہم — لخت جگری و نور چشم ست

اور والد ماجد اسکا حکیم محمد علیم اللہ سلمہ اللہ تعالے مرد خوش اخلاق اور کمال مہارت طب مین شہرہ آفاق ہی اوسکا دامن فکر بھی گاہ گاہ طراز سخن سنجی سے مطرز ہوتا ہی یہ ایک شعر اوسکے نتائج طبع سے تبقریب ذکر مرقوم ہوتا ہی

نقد دشنام بدہ جنس دعاے لبشان — کہ ازین بیع و شرا رونق بازار من ست

اور یہ نونہال گلشن کمال اونیس[19] برس کی عمر مین مولوی عبد الجلیل کی خدمت مین کتب درسیہ کی تحصیل سے فارغ ہو کر فن طب کی تحصیل اور قوانین علاج کی تکمیل کے واسطے شہر کرامت بہر شاہجہان آباد مین وارد ہو کر طبیب فاضل حکیم کامل بقراط زمان سقراط دوران حکیم امام الدین خان سلمہ اللہ تعالے کی صحبت فیض موہبت سے استفاضہ اور باقی علوم عقلی و نقلی کے استیعاب کیواسطے زبدہ علماے روزگار رئیس کبراے شہر و دیار مولاے اعظم مخدوم و مکرم جامع صدین دنیا و دین مفتی محمد صدر الدین ابقاہ اللہ لی انقطاع الزمان کی خدمت کیمیا خاصیت سے انواع حقائق اور اصناف دقائق کا

نزہت

نسیم

استفادہ

استفادہ کیا جب ضروریات علم سے فراغت بہم پہونچی جوکہ شتہ بندگان عرصۂ خاک کو تحصیل وجہ معاش سے گزیر نہین قوانین محکمۂ حکام وقت مین مہارت تامہ بہم پہونچا کر سند عہدۂ منصفی حاصل کی اور بالفعل ضرورتاً محکمۂ عدالت کول مین عہدۂ وکالت کو اختیار کر کے افضال منعم حقیقی کا منتظر ہی کمالات علمی کی قوت سے اشعار ریختہ اور فارسی کو نہایت متانت اور غایت رزانت کے ساتھ کہتا ہی جوکہ نظر ہمت ان مقاصد عالیہ پہ مقصور ہی تدوین سخن کی طرف اصلا التفات نہین ہی ورنہ ہر صنف شعر سے کئی دفتر مدون ہوجاتے چند شعر ریختہ کے درج اوراق ہوسکتے ہین

بے سبب ہر کس و ناکس سے لڑا کرتی ہین ۔۔۔ اپنے آنکھون کو ذرا اوست پر فن سمجھا

جو نہ ہین ہین قناعت مین حرص مین کب ہین ۔۔۔ نشہ جو کم ہو اوسیکو سرور کہتے ہین

زمانے کو بندہ کیا چاہتے ہو ۔۔۔ تو کیا خدا تم بنا چاہتے ہو

نسیم اوس سے کہتا ہون کہ بات کوئی ۔۔۔ تو کہتے ہین کیا کچھ سنا چاہتے ہو

کین گری کے روز کرتے ہین وہ عاشقون کو قتل ۔۔۔ ہر روز اونکے کوچے مین روز شمار ہی

پھرتا ہی چشم تر مین ہماری قد نگار ۔۔۔ یہ قد ہی یا کہ سرو لب جوئبار ہی

نسیم تخلص محمد یعقوب فرزند دلبند حافظ غلام احمد نکہت تخلص اور خواہر زادہ عبد الحکیم بسمل سن عمر ہنوز زیادہ تیرہ سے متجاوز نہین ہی تحصیل کتب فارسی مین سرگرم اور موزونی طبیعت سے شعر گوئی کی طرف مائل اصلاح شعر صاحبزادہ جناب صہبائی مولوی عبد الکریم سوز سے لیتا ہی یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے لکھے جاتے ہین

جو چرخ سے آفت کوئی آئی سو مجھی پر ۔۔۔ جو درد اوٹھا سو وہ مرے دل کے قرین تھا

عشاق پہ تو نے جو کیے ہین ستم ایجاد ۔۔۔ انصاف سے کہ تو ہی کہ یہ ظلم کہین تھا

چرخ رہتا ہی گردشون مین سدا ۔۔۔ نہ کبھی گو یا غبار رہی اپنا

عشق کس طرح چھوڑ دون ناصح ۔۔۔ یہ کوئی اختیار رہی اپنا

نہ اوٹھاؤ نسیم کو در سے ۔۔۔ جانیو خاکسار رہی اپنا

ہوگئے خاک ہم ولے ظالم ۔۔۔ دل مین تیرے غبار رہی اتبک

جان بلب ہی نسیم دل خستہ ۔۔۔ پہ ترا انتظار رہی اتبک

کوئی نبھتی ہی اس طرح کہ سدا ۔۔۔ اک نہ اک بات پر لڑائی ہی

نسیم تخلص دیا شنکر پنڈت کشمیری ساکن لکھنؤ نوجوان خوش ترکیب حسن خلق اور جمال

نسیم

نسیم

ظاہر سے بہرہ مند تھا اگرچہ خود نسیم تھا لیکن باپ کے فکر اوسکا نسیم سے دو قدم آگے رہتا تھا ایک مثنوی گلزار نسیم نام قصہ گل بکاولی مین فصاحت عبارت اور پابندی معنی کے ساتھ اوس سے یادگار ہے فن سخن کو میر حیدر علی آتش سے کسب کیا تھا پانچ چھ برس ہوتے کہ اونیس بیس برس کی عمر مین مثل نسیم و صبا گلشن دنیا سے گذر گیا یہ شعر اوسکا مطبوع طبع راقم تھا کہ مرقوم ہوا

کس سوچ مین ہو نسیم بولو — آنکھین تو ملاؤ دل کہان ہے

نسیم

نسیم تخلص نسیم اللہ نام ساکن بہرائچ شاگرد حافظ قطب الدین مشیر یہ شعر اوسکے اشعار سے ہے

دم بدم آج دم سرد جو بھرتے ہو نسیم — یاد شاید چمن کوچۂ جانان آیا

نشاط

نشاط تخلص منشی بسنت سنگھ قوم کایستھ ساکن شاہجہان آباد آبا و اجداد اوسکے منشی گری خالصہ شریفہ سرکار سلطانی سے ممتاز ہوتے چلے آئے اور وہ بھی اپنے دم آخر تک اسی عہدہ پر مامور رہا ارباب روزگار مین عزت اور حرمت کے ساتھ بسر کرتا تھا مشق سخن انشاء اللہ خان سے بہم پہونچائی تھی جب انقلاب روزگار سے انشاء اللہ خان خطۂ لکھنؤ کو راہی ہوا اوسکی اجازت سے سعادت یار خان رنگین اوسکے اشعار کو پیرایۂ اصلاح سے زینت دیتا رہا یہ چند شعر اوسکے نتائج طبع سے مرقوم ہوے

بسان نقش قدم یان نشاط جم بیٹھا — اوٹھے ہے کب وہ اوٹھانے سے تو ہزار اوٹھا

اپنے ہاتھون سے دل کے منفعل ہی تم — مفت کرتے ہو پائمال ہمین

تاؤ کھاتا ہے دیکھکر شب و روز — زلف کا تیرے بال بال ہمین

خیر ہے کیونکہ آئے آپ نہ تھا — آج آنیکا احتمال ہمین

گر مٹانے سے کہین نقش نگین کا مٹ جائے — تو نوشتہ بھی مری لوح جبین کا مٹ جائے

آشنائی تجھ سے کی کیا مجھ سے نادانی ہوئی — دوستی میری ہی آخر دشمن جانی ہوئی

نشاط

نشاط تخلص میرن شاہ درویش استغنا سرشت اور فقیر سعادت سرنوشت تھا کلام مجید کو اس خوش لہجگی سے پڑھتا تھا کہ عندلیب نے مصحف گل کو اس خوبی سے نہ پڑھا ہوگا گاہ گاہ فکر شعر بھی کرتا تھا دس برس ہوئے کہ انتقال کیا یہ شعر اوسکا یاد ہے

سنکے ہو بیٹھے اوس بے وفا کے پاس بہت — نشاط آپکو یہ کیا خیال آیا ہے

نصیر تخلص شہسوار عرصۂ سخنوری فارس مضمار معنی پروری تخلبند حدیقۂ کمال بانی بناے افضال
سخن سنج سخن گویان کا مشہور بشاہ نصیر الدین خلف الصدق شاہ غریب سجادہ نشینی میر جہان
مرحوم کی اسی کی ذات بابرکات سے آسمان پایہ اور خلافت اوس عارف مغفور کی اسکی شہادت نیّر
خورشید سا یہ تھی اور یہ مرحوم مغفور وہ ہین کہ اوسکا مزار پر انوار محلہ روشن پورہ مین کہ ایک محلہ محلات
مشہورہ شاہجہان آباد نزہت آباد سے زیارت گاہ صاف باطنان پاک نہاد ہے بہر کیف شاہ نصیر
ہر چند استعداد علمی سے بہرہ ور نہ تھا بلکہ سواد بھی چندان روشن نہ تھی لیکن روشنی طبع خداداد
خلوت دل مین ہزار شمع معنی بزم افروز تھی کیا مرد میدان سخن وری تھا کہ بارہا ہنگامۂ مشاعرہ مین
حریف ہنوز انشاد اشعار سے فارغ نہین ہوا کہ اوسنے اس کوتاہ مدت مین شمع مقابل رکھکر
اشعار سوزان تر از شعلۂ شمع بقدر دو تین غزل کے لکھکر مشتاقان سخن کے گوش گزار کر دیے
بیشتر تشبیہ نو اور استعارہ جدید بہم پہونچانے مین مصروف رہتا اور شعر طرز صائب پر کہتا بلکہ
تلاش سے مشاعرہ مین کسیکی غزل کو اوسکی غزل پہ تفوق ہوتا تھا سنگلاخ زمینون کو
دعویداران کمال مین سے اوسکے سوا کوئی پسپر نکر سکتا ایکبار سفر لکھنؤ اختیار کیا جسدن
یہ شہسوار عرصۂ سخن اوس گلشن مین وارد ہو کر کاروان سرا مین فرود آیا وہ نغمۂ درد گروہ مین
مبتلا ہوا اقتضاء اخبر دروغ فاش اور ہوس مطارحہ ہر ایک کے دل مین گرم تلاش ہوئی اون
ایام مین مصحفی اور انشاء اللہ خان اور مرزا قتیل اور جرأت چار بالش حیات پہ متمکن تھے سبکے
مشورہ سے آٹھ مصرع مشکل زمینون مین طرح ہوئے اور اس ابتلا سے کو وقت سفر کے پاس پہونچے
اتفاقاً مشاعرہ مین تین دن باقی رہے تھے معاذ اللہ سخت مشکل واقع ہوئی زمین وہ سنگلاخ
طے راہ اس درد والم مین دشوار لیکن غیرت کے تقاضے نے مامور اور اوسی عرصۂ قلیل مین
اوس فرمایش کے سرانجام مین مجبور کیا اون تین سے ایک کا ردیف و قافیہ چمن سرخ
تیرا اور دہن سرخ تیرا اور دوسرے کا فانوس مین گویا اور جالینوس مین گویا صیغۂ جمع تھا اس
مہم ضروری سے فارغ ہو کر صرف اپنے طبع کے تقاضے سے ایک اور غزل کی فکر کی کہ اوسکا
ردیف اور قافیہ چمن کی کھی اور کفن کی کھی تھا حسن اتفاق یہ ہے کہ اوسکی شہرت کی کشش نے
اکثر ساکنین شہر لکھنؤ کو اوسکے حلقۂ شاگردی مین کھینچ لیا تھا روز معہود ایک جم غفیر تلامذہ
اعتقاد کیش کا ساتھ لیکر بساط مشاعرہ پر قدم رکھا کملاے فن نے جب اوس زور طبع اور تیزی
فکر پہ اطلاع پائی صلۂ تحسین و آفرین سے شاد کیا اور حق انصاف ادا کیا یہ تحسین و آفرین

کہ اوس شیرین کلام کی خوبی سخن نے اون بزرگوارون سے بزورِ لی تھی اور پھر اس غوغا سے محشر نما کے ساتھ اہل اعتساف کو ناگوار ہوئی ایک کج طبع ستیزہ خو نے کہ شاگردان مصحفی کے زمرہ سے تھا باواز بلند کہا کہ شاہ صاحب فی الواقع اون آٹھون غزل کی داد حیز قدرت سے خارج ہو لیکن نوین غزل مین بکھی کی ردیف سے نفیس مزاجون کا جی متلاتا ہو اس بکہ تازہ عرصہ ظرافت نے بدیہہ کہا کہ لطیف طبعان نفیس مزاج تو اس موائد لذیذہ کے نعما سے لذت ستان اور کامیاب ہین لیکن غالب ہو کہ علیل نہادان صفراے حسد کو جوش غیرت سے ڈاک لگ جاتے اوسکی شہرت مین مدعیان سخن کو ایسا خمول تھا جیسے فروغ آفتاب مین چراغ کو اس مقام مین حق کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے کوئی اس کلام سے یہ نہ سمجھے کہ اوس زمانہ مین کسیکا پایہ شاعری اوسکو نہ پہونچتا تھا شاہ وکلا اس بزرگ کا کلام عام فہمی کے سبب سے کم استعدادان تنک مایہ کے ذہن میں بہت جم جاتا اور بسہولت فہم سے ہر کس و ناکس کی زبان حرف تحسین سے ہنگامہ قیامت برپا کرتی اور معاصرین کا کلام از بسکہ خواص کی تحسین کے لائق تھا اور خواص ہر زمانہ مین قلیل ہوتے ہین ناقصون کے نزدیک اوسکے سخن پر فائق معلوم نہوتا تھا العاقل یکفیہ الاشارۃ اکثر شاہزادگان والاشان اور امراے بلندمکان اوسکے فیض شاگردی سے بہرہ یاب تھے بلکہ شاہجہان آباد مین پیشتر شعراے عالی طبع اور موزون طبعان تیز فہم مثل شیخ ابراہیم ذوق اور محمد مومن خان مومن تخلص اور میر حسین تسکین اوائل حال مین اوسی کی شاگردی سے مشرف تھے الحاصل اطراف ہندوستان جنت نشان کی سیر و سیاحت سے کامیاب اور جس سرزمین مین وارد ہوا وہین کے شعراے شیرین کلام سے معرکہ آرا ہوا چند بار حیدرآباد مین جاکر راجہ چندولال مختار سرکار و وزیر الممالک آصف جاہ نظام الملک والی دکن کی قدرشناسی سے صلہ نمایان پایا آخرکار اوسی زمین مین مضمون مرگ باندھا اور سوسن بہشت کی زبان سے حرف تحسین حاصل کیا سلسلہ اوسکی شاعری کا ملک الشعرا مرزا رفیع سودا تک پہونچتا ہو اسطرح سے کہ یہ شاگرد ہی مائل کا اور وہ قائم سے مستفیض اور قائم سودا کا شاگرد بلاواسطہ تھا طول کلام سے محترز اور اطناب سخن سے مجتنب ہوکر چند شعر اوسکے نتائج افکار سے لکھکر ارباب سمع کی ضیافت کرتا ہون

نکلے ہی گھر سے وہ بُت خانہ خراب کب	پہچانتا ہو عاشق دلگیر کی صدا
نہ سمجھو کہ آغاز خط عارضی ہی	خدا جانے کیا اسکا انجام ہوگا
افسوس کہ نرگس کی طرح باغ جہان مین	کچھ ہمنے بجز حسرت دیدار نہ پایا

نصیر اوس زلف کی یہ کج ادائی کوئی جاتی ہے
مثل مشہور ہے رسّی جلی پہ کہین نہ بل نکلا

صبح تک تا تو مجھے سوفار خدنگ قاتل
ہو گیا کسکے پیے گا دہن سرخ ترا

چارۂ زخم جگر وہ رخ پر نور ہوا
جلوۂ صبح یہین مرہم کافور ہوا

کیونکہ محتاج کفن اہل فنا ہون نصیر
عاقبت جاتا ہے دم کے ساتھ ملبوس حیات

کیا چشم یار سے ہو دل زار کا علاج
بیمار سے ہو انہین بیمار کا علاج

کس کی نگہ نے جلوۂ برق اب دکھا دیا
آنکھین جو اپنی ہو گئین بے اختیار بند

ہو آشنا ہون مین اتنا تو کوئی اے بیکسی ہووے
بگولا دشت مین جاروب کش ہے خاک مجنون پر

حباب وار غنیمت ہے فرصت اک دم کی
ہوا پہ زندگی مستعار رکھتا ہون

مدام رند کرین کیون نہ آستان بوسی
حرم ہے شیخ مشیخت مآب کے گھر مین

سر مژگان سے وقت نالہ آنسو کو ترستے ہین
یہ سچ ہے جو گرجتے ہین وہ بادل کم برستے ہین

اوسنے تو ڈبویا مجھے اور اسنے جلایا
ہو خانہ خراب آنکھ کا اور دل کا برا ہو

آہ مژگان سے نہ کاوش کرو اے طفل سرشک
جسکے سایہ مین رہا اوسکا برا چاہتے ہو

جہان سے گو بت مغرور اوٹھ گیا انصاف
خدا کے روبرو ہوگا مرا ترا انصاف

وجہ معلوم تو ہو چین بجبین ہونے کی
سچ کہو جی مین ہے کیا کس سے لڑا چاہتے ہو

فتراک سے نہ باندھ کہ ہون صید خون چکان
دامان زین پہ تیرے نہ لہو ٹپک پڑے

نصیر

نصیر تخلص نصیر الدین خلف بدر الدین دختر زادہ منشی نبی بخش حقیر تخلص فن شعر مین نو مشق عمر ہنوز سولہ برس سے متجاوز نہین رسائی طبع اور تیزی فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر صحبت اساتذہ شفیق سے بہرہ مند رہیگا تو البتہ کلام کو متانت اور سخن کو شائستگی بہم پہونچ جائیگی یہ اشعار اوسکے نتائج افکار سے ہین

ڈوبے ہین میرے دیدۂ پرنم کی شرم سے
قلزم ہوا فرات ہوا ابر تر ہوا

انمین سے میرے درپئے آزار ہے ہر ایک
ناصح ہوا رقیب ہوا چارہ گر ہوا

دل ٹھکانے ہو تو ناصح کی بھی دو باتین سنین
ہمکو جمعیت کہان زلف پریشان دیکھکر

بوسے غیرون کو دیے اوسنے نصیر
لب پہ میرے نہ شکایت آئی

نظیر

نظیر تخلص شیخ ولی محمد اکبرآبادی عوام کہ ہندوستان اوسکی شاعری کا پایہ فرق شعرای اردو یہ تارک ثریا سے بلند جانتے ہین اطراف و اکناف ہند مین ایسی شہرت پائی ہے کہ غالباً اگر آسمان چاہے

کہ اوسکے نام کو صفحہ عالم سے حک کر دے تصویریت پذیر ہو چہ گوئی کا یہ عالم ہو کہ ہندان ہنگامہ ہوسکی ہر ایک کی زبان پہ سو سو مخمس جدا گانہ ہے کہ نہوگا جو کہ اسطرح کی زبان درازی سخن کو حبط کر دیتی ہے اغلب وہ کلام بے انتظام شایستہ آفرین نہ پایا لیکن بعض بعض شعر کہ حلیہ لطف سے آراستہ تھے کم کم گوش زد بھی ہوے باینہمہ باعث اس مرد سنجیدہ کا ایسا آراستہ اور مہذب تھا کہ اوسکی حکایت طبایع غفلت شعار کو سرمایہ حیرت ہے یہ چند شعر اوسکے مرقوم ہوتے ہین

بھولون گو مین ہین خونناب دل پلاتا تھا
فلک ہین پہ سمجھے کیا یہ زہر کھاتا تھا

جسنے چاہا تھا کہ حاکم سے کرینگے فریاد
وہ بھی کمبخت ترا چاہنے والا نکلا

آغوش تصور مین جب مین نے اوسے کھینچا
لب ہلے نزاکت سے اک شور تھا بس بس کا

داغ مرنے کا وہی تھا محروم جانے جسکی آہ
موت آ پہونچی شتاب اور یار آیا دیر کر

عزت وقدر کی اوس بت سے توقع ہی عبث
وان نہ عزت کی ہے عزت ہی نہ کچھ قدر کی قدر

رکا ہی غم سے یون آنکھون مین آ پانی ہمارا
کہ جون ساغر مین دے ساقی شراب ارغوانی بھر

روکے خاموش ہوئے آتے ہین گلشن سے ہم
سیکھے ہین بلبل تصویر سے اس کام کو ہم

زلف ہو بر سر احسان تو گرفتار کرے
چشم کی ہین عنایت ہو تو بیمار کرے

نظیر تخلص گنپت رائے شاگرد شاہ نصیر اوسکے حال سے زیادہ اطلاع نہین اور یہ ایک شعر مسموع ہوا

کیا زرد ہو گئین عشق کے آزار سے آنکھین
ہم چشم ہین کب نرگس بیمار سے آنکھین

نقشی رنگ آمیز نگارستان ہنر جلاے صافی گوہر رنگ بہارستان مکارم ذات آب گوہر محاسن صفات زبدۂ انام اسوۂ عظام والا دودمان بدرالدین علی خان کہ شرق تا غرب اوسکی صیت یکتائی نے اسطرح مملو کیا ہے جیسے عالم کو ہوا نے اور زمین تا آسمان آوازۂ کمال نے ایسا پر سپر کیا ہے جیسے فضا کو نگاہ تیز پانے پاے دولت کرسی نشین آسمان اور فرق عبودیت وقف آستان گفتار و کردار تہذیب اخلاق کا باب اوضاع واطوار لطف ومروت کی کتاب مشغلہ اوقات دلہا خراب کی مرمت اور سلسلے عقدے کی ماموری مصرف توجہ حضرت واجب سے تحصیل قرب اور ماسوے سے تلاش دوری ہر چند اکثر فنون مین علم یکتائی بلند اور پایہ کمال ارجمند ہے لیکن صنعت حکاکی مین نظر احول بھی اوسکو ایک جانتی ہے اور اس تلاش دوئی پر اوسکو یگانہ پہچانتی ہے اوسکی زبان قلم کے فیض سے اصاغر و ادانی کا نام اسم اعظم کے برابر اور سہر نگین خاتم

سلیمان سے ہمسر باینہمہ سخن کا مرتبہ کسقدر بلند کیا ہی اور طرز کلام کو کیا کچھ دل پسند ہر لفظ لذت معنی سے شیرین اور ہر حرف ملاحت سخن سے نمکین ہر صفحہ معنی عرفان تحریر سے ارباب کشف و شہود کا سینہ اور ہر بیت الفاظ آبدار سے گوہر شاہوار کا گنجینہ ہی چند شعر کہ مذاق اہل دانش مین لذت بخش ہین صفحہ تحریر پر ثبت اوسے قوم ہوتے ہین

دارم جنون در ہجر او ویرانہ باید مرا	بیزارم از عیش و طرب تنہا شدہ باید مرا
ساربان چون محمل جانانہ بر جمازہ بست	بر دلم بار غم و اندوہ بے اندازہ بست
بود ابتر دفتر دیوانگیہا پیش ازین	این قدر نقشی کتاب عشق را شیرازہ بست
ناخدا ترس تو از غمزہ کشتی و دگر	بر سر نعش من از بہر نماز آمدہ

سبت

نکہت تخلص سلالہ خاندان شرافت زبدہ دودمان نجابت پسندیدہ اطوار خجستہ کردار مقبول خاطر نیک و بد حافظ غلام احمد اس نیک نہاد کو جناب استادی مولائی مولوی امام بخش صہبائی قرابت قریبہ اور اوسی جناب فیض انتساب سے تلمذ ہی کتب درسیہ فارسی اور عروض و قوافی کو اوسی استاد فیض نہاد کی ہدایت و ارشاد کے ذریعہ سے ایسا خوب حل کیا ہی کہ ان فنون مین گویا کوئی عقدہ مالاینحل تھا ہی نہین فارسی و ریختہ دونون مین فکر کرتا ہی اور اگر بنظر انصاف دیکھا جاوے کلام حلاوت سے اور طرز نمک سے خالی نہین معنی بلند ہین اور استعارہ دل فریب الفاظ پاک ہین اور تشبیہ غریب یہ اشعار اوسکے افکار گوہر نثار سے انتخاب ہوے

فارسی

رخصت آہی اگر بخشی من مہجور را	میکنم تعلیم افغان ناصدا سے صور را
ظرف می باید کہ در مستی حریف من شوی	این می پر زور را از جاے برد منصور را
محتسب در خلوت او دختر رز نابالغ است	گر شکستی شیشہ مشکن دانہ انگور را
ہمچو بیماری کہ ہرگز کس نے گرد و برش	داشتی ز انسان بہ تنہا نکہت رنجور را
بازیچہ بود کہ با طفال مے دہند	در دست جور سیمبران جان سخت ما
سر گرم گریہ ایم و بسیلاب دادہ ست	این سیل ہمچو خس ہمہ سامان و رخت ما
چہ باشد گر فتد بر دامن او خاکم ای گردون	بدست باد دہ یکدم عنان اختیار من
مبارک گر سر پا یم داری و لے ترسم	کہ مے ماند بخاک تفتہ گلخن مزار من
اگر از حسرت آغوش نگیدم پردہ بردارم	بعد بوسے گل بروی از فروشی آئی در کنار من

این راست قامتے زکجا و تو از کجا ۔ ای سرو سرکشیدہ تو بالاے کیستی
رخ زرد و آہ سرد و جگر داغ بہر چیست ۔ نکہت بمن بگو کہ تو شیدائے کیستی

ریختہ

ہم صاحب احتیاط ہین زاہد نکر تو منع ۔ گرتی نہین ہے بیٹھے تو دامن کو تر شراب
بیداری اور خواب مین یان جمع ایک جا ۔ رکھتی ہے تیرے آنکھون مین کیا کیا اثر شراب
اچھا ہوا کہ آنکھون سے خون ہوکے بہ گیا ۔ مدت سے ایک آفت جان تھی بلاے دل
جھگڑا ہی مٹ چکا تھا فلک کا یہ ضعف سے ۔ لب تک مرے پہونچنے نہ پائی صداے دل
نکہت کے خود بخود کے اوچھلنے سے ہے یقین ۔ آتے کسی طرف سے ہین اپنا لٹاے دل

نکہت تخلص مرزا نیاز علی بیگ خاندان شرافت اور دودمان نجابت سے تھا جیرہ اوسکا کتب اخلاق کی فہرست لب اوسکا صحف مروت کا مفسر مزاج مین مزاح اور عین حالت انقباض مین انشراح فن سخن کو شاہ نصیر مرحوم سے کسب کیا تھا سکندر نامہ زبان اردو مین نظم کیا اور اوس میدان مین اپنی حد سے قدم باہر رکھا ہی جو کہ فراخ رو اور کشادہ دست تھا ذخیرہ سابق نے کفایت نکی ہرچند پانون مین ضرب شدید پہونچنے سے ایسا بیکار ہوگیا تھا کہ راہ نوکری اور عرصہ چاکری مین لائق دداد ونرہا تھا اوس نسخہ کو وسیلہ قدرشناسی سمجھ کر لنگ لنگان سفر لاہور اختیار کیا اوسوقت وہ زمانہ تھا کہ راجہ شیر سنگھ پسر راجہ رنجیت سنگھ حکومت موروثی پر متمکن تھا ایک قصیدہ اوسکی مدح مین گذرانا اتفاق تقدیر سے اوسکو پسند آیا اور اس متوقع کرم کو قدردانی کا امیدوار کیا وم اقامت تک خوراک کے نام سے اسقدر مقرر کیا کہ غالبا اونکو توقع معاش کے واسطے مشاہرہ کے نام سے مقرر ہونا اور رفتہ رفتہ اوسکے دلمین ایسی جگہ ہوگئی کہ ہنگامہ سیر و شکار بھی اوسکی رفاقت سے خالی نہ تھا اس امر مین لنگی پا کا عذر لنگ تھا یہ سمجھے کہ شاید آسمان اب راہ صلح مین گامزن اور بھیریون سے دست بردار ہوا لیکن غافل تھے کہ وہ پلنگ خوگر آشتی سے پیش آرہا ہی ایک روز وعدہ واثق درمیان آیا کہ کل فلانے باغ مین دربار کے وقت مرزا صلہ شایان سے کامیاب کیا جاوے آور واقعی دوسرے دن وہی باغ اوسکی ہوائے اقبال اور نسیم حضور سے شگفتہ ہوا حضار دربار دست بستہ موجود اور جناب نکہت بوے گل کی طرح ارباب مجلس کے لیے مخلی مشام اور اسباب صلہ حرص و آز کے حوصلے سے زیادہ مہیا اوسطرف سہانہ جوئی کرم قصیدہ خوانی کی منتظر اور اس طرف جنبش لب اجازت سخن کی متوقع ناگاہ ایک

غلغلۂ عظیم پیدا ہوا اور ایک شور محشر نما برپا آنکھ اوٹھا کر کیا دیکھا کہ مسند ریاست خون دادور وقت ایسی ہی سخت تھی کہ زمین قصیدۂ معانی بہار یہ سے ابھی رنگین نہ ہو گی راہین مسدود ہو گئین اور درد واژہ نہاد ہ قافل کی تلاش ہونے لگی نکہت بوے گل کے مانند بیچیدہ ہو گئے اور او نکو با وجود شکستہ پائی کے یہ مضمون سوجھا کہ جسطرح سے ہو اس مجلس سے نکلنا چاہیئے فکر و سخن مین نسیم و صبا کو قاصد بنا کے تھے محالات پنجاب مین دو صبا کے دوش پر سوار ہو کر راہی ہوے جب یہ ہنگامہ فرو ہوا اور نونہال گلشن مسند پیرا جہانگیر ہوا یہ برگشتہ بخت سر پہ پانون رکھکر شاہجہان آباد کی طرف راہی ہوا اور تادم مرگ خانہ نشینی مین بسر کی اس عرصہ مین ایک فرہنگ مصطلحات زبان اردو مین پچاس ساٹھ جزو کے قریب مرتب کی عرصہ کئی سال کا ہوا کہ گلشن جنان مین چون بوے گل خرامان زمین مصروف ہوا

چند شعر اوسکے نتائج طبع سے انتخاب ہو کر مرقوم ہوے

کھیلتا ہے ساقیا گر تو لبِ جو کا شکار — تو لب دریا بنا موج مئے احمر سے دام
تم ستم کب کسی پہ یہ ستم آشکار کرتے ہین — نہاں اے سپہر چھپ کر کتے ہین جیسے انکار کرتے ہین
لگا ہے جب سے دل اوس شوخ ہرجائی سے ہمدم — طبیعت ایکدم اپنی نہین اب ایک جا لگتی
نہ لگتا دل گر اوس زلف سیہ سے تیرہ بختون کا — تو کیون بیٹھے بٹھائے اونکے پیچھے یہ بلا لگتی
نصیحت دل لگی پر خوش نہین آتی ہے اے ناصح — خدا کو مان لے بندے خدا کی کہ خدا لگتی
ہمنے چاہا تھا کہ ساقی وقت نزع کو منہ لگائین — جسے یہ مر دار یہ وقت تپاک اوڑنے لگی

نوا — **نوا** تخلص قدرت اللہ مرد عمر رسیدہ اور معلم الصبیان ہے یہ شعر اوسکا سنا گیا

ہمنے مانا بھی کہ محشر مین ملیگی دل کی داد — پر یہ حیران ہین کہ کس منہ سے کرین فریاد ہم

نواب — **نواب** تخلص سلالۂ خاندان سیادت میر نواب ساکن بلدۂ بنارس متبنّاے جناب مرزا فخر بخت مرحوم ساکنین شہر مذکور کی نظر مین عزت و اعتبار سے بسر کرتا ہے شیخ امام بخش ناسخ کی شاگردی کے ساتھ مشہور اور اب سخن سنجان بنارس کی زبان پر حرف اوستادی مذکور ہے یہ دو شعر اوسکے یاد تھے

پیکان ہر ایک غنچہ ہے بن اوسکے آنکھ مین — نشتر ہے باغ مین مجھے نالہ ہزار کا
اپنی برہنہ پائی سے ہر آبلہ کو آج — کیا کیا مزہ ملا خلش نوک خار کا

نورحق — **نورحق** تخلص قدوۂ سالکان منازل کمال جامع صفات جلال و جمال شرف خاندان مجد و علا فخر دودمان اعتلا صاحب پایگاہ جلیل شاہ محمد جمیل سلمہ اللہ تعالے اس قدسی نژاد

تقدس نہاد کی عالی خاندانی کا ذکر زبان کا شہرت اور انفاس کا افتخار ہے اور اونکی والا دودمانی کی
ستائش وصاف کا موجب سعادت اور مداح کا منشاء اعتبار جد امجد اونکے حضرت عالمگیر اورنگ
زیب کے حسب طلب زمین بخارا سے وارد کشمیر ہوکر منصب پانصدی ذات سے ممتاز اور آثار
شریف کی حفاظت اور صیانت کے عہدے سے سرفراز ہوئے اونکے بعد خواجہ عطاء اللہ اور
میر خواجہ پسر بعد از پدر اوسی منصب پر قیام اور اوسی عہدہ کا سر انجام کرتے رہے جنکے پسر خواجہ محمود
ایک زمانہ ممتد تک اوس منصب سے ممتاز رہے لیکن آخر کار اونکو خلل پذیر دیکھکر حضرت دہلی مین
تشریف لاتے اور گو کہ حصول جاگیر سے کامیاب ہوئے اعانت خرچ سے محروم نرہے اونکے
بعد خواجہ جلیل پدر بزرگوار شاہ محمد جمیل کے شاہزادہ کامگار مرزا جوان بخت کی رفاقت مین
بنارس کو راہی ہوئے اور مرزا حاجی کی تحریک سے کہ مرزائے ممدوح کا خلف اور خلق اور مروت
مین یادگار سلف تھا علاقہ مختاری سرکار موصوف سے امتیاز پایا چند مدت کے بعد شاہ
محمد جمیل عین ایام شباب مین پدر والا تبار کی طلب سے روانہ بنارس ہوئے اتفاقاً اوس
بزرگ نے داعیان قضا کے تقاضہ سے نقد زندگانی کو محصلان اجل کے سپرد کر دیا تھا یہ
جس روز بنارس مین پہونچے فاتحہ سوم کا سر انجام بر سر دست تھا خدا کی قدرت ہے کہ وہ علاقہ
اونکے انتقال کے بعد ہی اوسکے نام پر مقرر ہوگیا اور اوس مستحق رعایت کے حق مین تواضع
خشک کے سوا کچھ ظہور مین نہ آیا ناچار دل برداشتہ ہوکر اپنی سعی و اجتہاد سے سرکار انگریزی مین
روزگار معقول بہم پہونچایا لیکن کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ جذبۂ دل سے مجبور ہوا اور علاقۂ دنیا کو توڑ کر
مسند فقر کو مزین اور خانہ نشین ہوکر ایک گوشۂ عافیت معین کیا اوائل عمر مین نہ چندان علم نقلی و عقلی کو
سررشتۂ جزرسی کا حاصل تھا اور نہ عقل معاد کو تمیز نیک و بد کا عہدہ کامل بعض رمز شناسان فیض
باطن کے اشارہ سے مولوی قطب الدین مرحوم ابن جناب جنت مآب مولانا و مرشدنا مولوی فخر الدین
رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی لیکن اس منزل مین مقصود کا سراغ ہاتھ نہ آیا
اور سرزمین فیض آگین مارہرہ مین جاکر حضرت افادت مرتبت شاہ آل احمد کی خدمت بابرکت مین جسے
کہ زبان عوام پر اچھے میان کے نام سے مذکور تھے شرف بیعت حاصل کیا اور فیض نامتناہی
بہم پہونچایا حتی کہ سلسلۂ خاندان چشتیہ و قادریہ و سہروردیہ و نقشبندیہ و مداریہ کے سلسلون کی
اجازت حاصل کی اور تکمیل نفس کے بعد پھر حضرت شاہجہان آباد مین وارد ہوئے اور جناب غفران مآب
محمد نصیر محمدی نواسۂ خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کی خدمت مین پہونچے اس جناب نے جب مستعد کامل پایا

اپنے خاندان کے فیض سے محروم نہ رکھا اور مجددیہ سلسلہ نقشبندیہ و قادریہ کی اجازت کے خلعت سے مخلع کیا ابتک وہی شیخ طالبان رشد و ہدایت کی تکمیل کا وسیلہ اور سالکان جادۂ طلب کی رہنمائی کا ذریعہ ہین گاہ گاہ فکر شعر کی طرف بھی متوجہ ہین اور استادی مولائی مولوی امام بخش صہبائی سے استفادہ کرتے ہین یہ شعر کہ اونکے نتائج ذہن وقاد سے ہی اس مدعا پر دال اور اس دعوے کا شاہد ہی

کیا عجب گر یہ فروغ سخن آرائی ہی	نور حق تو بھی تو اک ذرۂ صہبائی ہی

سررشتہ طول کلام کو تا ذکر کے چند شعر اوس تقدس نہاد کے کلام معجز نظام سے درج تذکرہ کرتا ہون

حجاب خودی اوٹھ گیا جب کہ دل سے	تو پردہ کوئی بھی نہ حائل رہیگا
ہجر مین تو آرزو ہی دیکھیے ہر دم اوسے	اور جب دیکھون تو ہو جاتا ہون مین تو ہو بہو
یہ پاس خاطر اغیار ہی اوسے کہ وہ شوخ	بٹھائے ہی مجھے محفل مین اپنی سب سے دور
آنکھ اوٹھا کر کون دیکھے جلوۂ پر نور انکا	نور حق خوگر ہین آنکھین اوس ہی دیدار سے
دنیا مین ہوا عدم سے آنا اپنا	اور آگے ہوا نہ یان ٹھکانا اپنا
نہ جانے کی راہ ہی نہ رہنے کی جگہ	دشوار ہوا ہی منھ دکھانا اپنا
ناحق کے ہین تجھکو مجھ سے مکر و حیلے	دل پہلے ہی لے لیا ہی اور اب جی کے
سنتا تو ہون نور حق پہ بیتابی سے	ہو جاتے ہین زخم دل کے ٹانکے ڈھیلے

نیاز تخلص محمد نیاز علی ولد پیر جی محمد مبارک علی ساکن قصبہ چھپراؤن ضلع مراداباد بزرگ اس سعادت نشان کے مشائخ کبار سے تھے اور اس نونہال کی پیشانی سے خردسالی مین سعادت و رشیدگی کے آثار ظاہر و آشکارا ہین یہ اشعار اوسکے نتائج طبع سے ہین

سوائے ایک صدا کے نہ دوسری آئی	ہر ایک گھر پہ ہر اک در پہ مین پکار آیا
سرگرم فغان شب دل ناشاد حزین تھا	شعلہ مری آہون کا جو تھا عرش نشین تھا
دوری مین نیاز اوسکی کہون کیا کہ مرا دل	کس درد کس اندوہ کس آفت کے قرین تھا
برباد ہو کے یار کے دل مین ملی جگہ	آباد کر گئین مری بربادیان مجھے
صحرا سے کوہ کوہ سے کوئے نگار مین	لایا ہی یہ جنون بھی کہان سے کہان مجھے

نیر رخشان تخلص عباس مرزا اقبال ایک تازہ عرصۂ جاہ و جلال جوہر تیغ شہامت صافی

آئینۂ دولت زور آزماے معارک ہمت بلندی معرکہ آراے مصداق عدو بندی نواب والا دودمان
محمد ضیاء الدین خان بہادر خلف الصدق نواب گردون اقتدار دشمن شکار زبدۂ نوئینان جہان
احمد بخش خان بہادر مرحوم والی فیروزپور جھرکہ آسمان پایگی کو اوسکے جاہ سے بلندی اور تہی سرمایگی کو
اوسکی بدولت ارجمندی آفتاب اوسکے ضمیر سے گنجینۂ نور اور سنگ آستان اوسکے نقش قدم سے
ہمرتبہ طور ذات جامع فضل و افضال صفات مستجمع جلال و جمال فروغ اقبال سے اگر زمین پر
نظر ڈالے پستی کو آسمان بنا دے اور ذرہ کو خورشید درخشان اور گرانی حلم سے اگر کوہ پر
قدم رکھے پشتہ کو مغاک کر دے اور سنگ کو خاک تواضع اور فروتنی کا یہ حال کہ گویا لفظ
شکست کو اور ابروے تسلیم کو اوس سے وام لیا ہے اور خلق و مروت کا یہ طور کہ غالبا گل نے
طیب انفاس اور بحر نے دریا دلی کو اوسی سے حاصل کیا ہے اہل انصاف جانتے ہین کہ سن
جوانی مین کمالات پیری کو بہم پہونچانا اور موسم گل مین لذت ثمر سے شیرین کام ہونا ترقیات
رتبہ پر دال ہے علوم رسمی کو تحقیق اور تدقیق سے حاصل کیا اور علم ادب مین ید طولےٰ بہم پہونچایا
کتب سیر کے مطالب ایسے معلوم ہین کہ آدم سے اس دم تک واقعات گذشتہ ارباب معانی اوسکے
زیادہ ملحوظ اور سرگذشت عالم محظورات ضمیر سے زیادہ مفہوم ہے میزان سخن سنجی مین پلہ ہنر گران سنگ
اور بہار معنی نگاری مین گلبرگ اوراق سپہر رنگ مشق شعر کو مرزا اسد اللہ خان غالب تخلص
کی نظر تربیت سے کمال کو پہونچایا اور حریفان زبان دراز کا سر خاک پر جھکایا لطف سخن سے
اہل فہم کی زبان حرف تحسین سے خاموش نہین ہوتی اور خوبی کلام سے ارباب کمال کی
طبیعت جادہ اشتیاق مین کاہل کوشش نہین ہوتی اس نامہ نامی کا جزو اول کاشانۂ ابیات
فارسی کو فروغ آفتاب کا مخزن کرتا ہے اور جزو ثانی شبستان اشعار ہندی کو جون پرتو مہتاب
روشن یعنی فارس سے ہند تک اوسی نام بلند مقام کے زیر نگین ہے اور ان دونون قلمرو کے نقد
سخن پر اوسیکے نام کا سکہ مربع نشین جو کہ تمیز ذات ہے اور رخشانی اور فروغ لوازم اور صفات گویا
توجہ ریختہ کی طرف بالعرض ہے اور فارسی کی جانب بالذات جو کہ میرے قلم کی زبان اوسکے
ذکر محامد مین حرف عجز سے آشنا ہے اور وہ مبادا کلام اوسکے کمال کے مدح مین کما حقہ گویا چند شعر
فارسی اور ریختہ سے ذخیرہ کتاب ہوتے ہین کہ لا احصے کا عذر اور انت کما اثنیت کی وجہ
خاطر نشین احباب ہو جاوے

مکن ہلاک کہ شادم بناوک خویشم		بروے من بگشا چشم اعتبار مرا

نمود تیره چو شب روے روشنان سپهر
بخاک سای سر نخوت غبار مرا

دلش بسوخت چو بر کارهاے بے مروم
وفا نتیجه به از مزد و ا و کار مرا

نمود سعی به بے برگی من و خجلم
بکیسه نیست چو پا مزد روزگار مرا

اگر نیامدن دوست ما ستے دارد
سفید بهر چه شد چشم انتظار مرا

سرے دشو رنشور و بلے و نفخهٔ صور
فلک ز پهلوے نیر نگاه دار مرا

خوش مے برد بخواب عدم قصهٔ مختصر
افسانهٔ درازی شبهاے تار ما

در شبستان سینه از تپ غم
شمع روشن بر استخوان من است

گرستم در کرشمه افسون باد
هر چه بر من ز دلستان من است

نشاند ز سوز جگرم دودش بر خود
خواهم که بخنجر نگاهم جگر خود

پیچیده غبارم بهوا در گذر دوست
آن به که زنم آب هم از چشم تر خود

چون آمده ایم از عدم آسان بود اکنون
پیمودن راهے که بود پے سپر خود

بگذر از رشک ببر نامهٔ دشمن
تا دوست بدین وجه براند ز در خود

دست و رغارت کالاے خودم بکشو دند
بهر این گرمی بازار دکانم وادند

رشک بر صفحهٔ من تا نبرد امن هم
نامه همچون مژه خونشا به فشانم وادند

روشن هم بیک گونه نباشد نیر
نه چنین بود که هست و نه چنان است که بود

تا نقاب از روے چون خورشید او بر داشتم
دیدم آن دولت که چشم از چرخ و اختر داشتم

آن دم که بخشش چشم و دهان کرد روزگار
خندیدن از تو بوده و از ما گریستن

تا زنم آتشے بچرخ آه مرا شرار کو
تا دهم این جهان آب دیدهٔ اشکبار کو

تا تو ستیزه آوری من ره عجز بسپرم
جور ترا گران کجا شوق مرا کنار کو

دید چون مرده بناچاری من رحم آورد
صورت زندگی از مرگ تبر باستے

هست آویخته زلف کسے مے شنوم
از دل زارم ازین بیش خبر باستے

پرده دل گر گشود مے چه غمستے
لاله ستانی نمودے چه غمستے

رباعی

از کوری خود برو ز انو زعقرب
سینشے ز دهٔ بپاے نیر عقرب

بر مه رسد از تو چشم زخمے نه بمهر
من نیر اعظمم نه اصغر عقرب

ریختہ

مضمون نہین ہی برق و سموم و شرار کا
رکھتا ہی حکم جلنے مین عاشق چنار کا

جب اپنے شغل سے دل خونین نہ باز آے
پھر کیا گناہ دیدۂ خوننابہ بار کا

آنکھون مین بوالہوس کی کھٹکتا ہون مثل خار
احسان ہی یہ مجھپہ مرے جسم زار کا

گر انتہا نہین ستم و جور یار کو
شوق زیادہ جو کو مرے بھی کران نہین

ہی دوست صدق دشمن و دشمن فروغ دوست
کیا رشک حلیہ جسمین صفا درمیان نہین

نکلے آنکھون سے وہین جذب ہوے دامن مین
بجز اشکون کے کوئی گوہر نایاب نہین

پیری و مفلسی مین نہ ہو نام مے کو اب
لطف ارتکاب مین ہی نہ اجر اجتناب مین

پیکے گرنے کا ہی خیال ہمین
ساقیا مجھکو سنبھال ہمین

شب نہ آتے جو اپنے وعدہ پر
گذرے کیا کیا نہ احتمال ہمین

تیرے غصے نے ایک دم مین کیا
مردہ صد ہزار سال ہمین

طالع بد سے نیر رخشان
اپنے ہی گھر مین ہی وبال ہمین

کیا ہو پہنچے تو فرشتہ کا بھی گذر نہو
بیت الصنم ہی شیخ خدا کا یہ گھر نہو

رخشان جو آتے آتے ابھی رک گئے ہین اشک
آنکھون مین آگیا کوئی لخت جگر نہو

کرکے نومید ہمین قتل سے پہلے یکسر
خون رواچکے کیا خون کا دعوا کیجے

چاک یکسر مرا گریبان ہی
دل کا محضر مرا گریبان ہی

سینہ کا چاک کر نا سکھلایا
میرا رہبر مرا گریبان ہی

بوالہوس اور بھی مرنے کی کرینگے خواہش
لیکے گل قبر پہ رخشان کی نہ آیا کیجے

باب الواو

واحد تخلص شیخ عبد الواحد شہر شاہجہان آباد مین رہٹ کے کوئین کے حوالی مین ساکن اور حکیم آغا عیش تخلص کا شاگرد ہی یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

ہو لیس اپنا عشق مین سمجھا تھا واحد دل کو مین
پر مرے پہلو مین وہ بھی دشمن جان ہو گیا

بیتاب ہوکے شوق مین سب راز کہدیا
واحد ستم کیا یہ دل بے قرار نے

پوچھتے کیا ہو اسیران قفس کا احوال
بال و پر نکلے نہین تھے کہ گرفتار ہوے

وارث تخلص شاہ وارث الدین مخاطب بزمرد رقم خان حضرت کرامت مظہر شیخ فرید الدین

شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اور مشائخ پاک طینت صافی نہاد سے تھا کمالات ظاہری اور باطنی کے حلیے سے آراستہ اور زیور قابلیت سے پیراستہ خط نستعلیق اور نسخ اور تعلیق اور ریحان اور شفیعا اور شکستہ اور گلزار مین علم یکتائی بلند اور اوستادی عالمگیر ثانی نے اوسکے مرتبہ کو ارجمند کیا تھا یہ شعر اوسکے افکار سے ہی

ہنسنے کیا کیا نہ ترے ہجر مین اے یار کیا
سینہ کو داغ اور آنکھون کو گہربار کیا

وجاہت

وجاہت تخلص احمد علیخان ولد احمد نور خان مرحوم قوم سے افغان اور ساکن قدیم رامپور اور فن شعر مین شاگرد محمد حیات خان حیات تخلص کا یہ مرد خوش خلق اور نیک نہاد اور صاحب طبع حلیم و ذہن مستقیم ہی یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

ہجر و جاہت یہ زیست نقش بر آب
کیا یقین اسکے نقش باطل کا

دل ہوا جائے ہی خون ابروے خمدار کو دیکھ
تیر لگتا ہی جگر مین مژہ یار کو دیکھ

وجود

وجود تخلص میر محمد علی ساکن بنارس ہزل گوئی مین زبان اوسکی وا اور سلسلہ اوسکی شاگردی کا صاحب قران تک پہونچتا ہی تذکرہ کی ضرورت سے یہ ایک شعر مرقوم ہوا

رکھدئے جرئت مین جب سر جھکایا
بتون کی بندگی گویا ادا کی

وحشت

وحشت تخلص خاندان والا دودمان غلام علی خان شرافت کو اوسکے نام سے عظمت اور نجابت کو اوسکی ذات سے کرامت حلم اور بردباری اور مروت مین بے عدیل اور ایجاد معنی اور ابداع سخن اور جودت فکر مین بے نظیر مشق سخن مومن خان مومن تخلص مرحوم سے کی ہی اور خوش فکری کو حد کمال تک پہونچایا یہ اشعار اوسکے افکار گوہر نثار سے ہین

آئینہ مین حسرت صہبا کی سناتا ہون اوسے
ذکر سن سنکے رقیبون کی مے آشامی کا

دل مین حد سے بڑھ گئی کیا الفت آپکی
کچھ اندنون مین پہلے سے لطف و کرم نہین

بے تکلف آگئے وہ بہر تماشا وقت نزع
کام آسان ہوگیا یان مرنے دشوار سے

نالہ میرا درد شب سن سن کے عادت ہوگئی
اہل عالم اب نہین مرنے کے بانگ صور سے

وحشت

وحشت تخلص میر حبیب احمد خلف زبدۂ مشائخ کبار میر مشتاق احمد نوجوان خوش ترکیب خوش مزاج فن فارسی سے بقدر ضرورت آگاہ ہی شعر ریختہ ہر چند کم کہتا ہی لیکن اچھا کہتا ہی

آخر اپنا بھٹک بھٹک کے غبار
ایک دن اوسکے در پہ آ ہی رہا

آپ ہی رُک رُک کے مرگیا آخر
حال وحشت کا کچھ چھپا ہی رہا

خانہ خراب نالہ وزاری سے باز آ
ہر دم کی ہاے ہاے مین اے دل اثر نہین

چلو اے حضرت دل اب کرو کچھ اور فکر اپنی
کہان ہے اب دماغ آشنا کہ ہووین نازخوبان کو

شغل وان اوسکو ہیکشی کا رہا
زہر کے گھونٹ یان پیے ہی بنی

اوسکے غم غم سے گھر سے آنے پر
ہمکو رُک رُک کے جان دیتے ہی بنی

جو نہ سننا تھا وہ سنا ہمنے
جو نہ کرنا تھا وہ کیے ہی بنی

دل کی خانہ خرابیان وحشت
تا قبت سر پہ دھر لیے ہی بنی

وحشت تخلص شاہزادہ بلند مرتبت صاحب تمکین مرزا کبیر الدین متانت وضع اور حسن اخلاق اور فرط مروت اور کثرت حلم مین شہرہ روزگار ہے شیخ ابراہیم ذوق سے مشق سخن کی ابتدا کی تھی اور مرزا رحیم الدین حیا سے اس کمال کو انتہا تک پہونچایا یہ اشعار اُسکے کلام معجز نظام سے انتخاب ہوے

وہ بے وفا دامید تسلی شب غم
خیال یہ دل مضطر ترا کدھر آیا

کون سے فتنون مین ہے فتنہ محشر ظالم
سیکڑون فتنہ ہین ایسے تری رفتار کے پاس

ناحق کے ظلم و کاوش بے جا سے کیا ملا
لوگے ستا کے کیا کسی خانہ خراب کو

وزیر تخلص خواجہ وزیر متوطن خاک مینو آئین لکھنؤ مرد کبیر السن اور ریختہ گویان قدیم سے ہے یہ شعر اوسکا سنا گیا

خاکساری ہے فقیری مین بھی مشکل ورنہ
پیرہن مٹی مین کسکو نہین ننگ آتا ہے

وصال تخلص حکمت مآب فضائل اکتساب سلالۂ اماجد کرام زبدۂ افاضل عظام قدوۂ اکابر اوان حکیم نصر اللہ خان سلمہ الرحمن خلف جناب مستطاب غفران پناہ مغفرت دستگاہ یگانۂ آفاق حکیم ثناء اللہ فراق جناب حکمت مآب موصوف کے اوصاف حمیدہ اور اطوار پسندیدہ اگر بیان کیے جاوین تو نہ زبان تاب رکھتی ہے اور نہ کتاب گنجایش قامت استعداد اوس جناب کا حلیہ علوم عقلیہ اور نقلیہ سے آراستہ حدیث فقہ و اصول و حکمت و ہندسہ و ہیئت کو مولانا مخدومنا مولوی رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کہ بہین برادر جناب جنت مآب شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے تحصیل اور علم طب کو حکیم کامل اور طبیب فاضل حکیم شریف خان علیہ الرحمۃ والغفران سے کسب کیا عقل باور نہین کرتی کہ یہ حدس صائب درگاہ

حکیم علی الاطلاق سے کسی اور کو عطا ہوا ہو بیماری چشم نرگس اور جوش خون لالہ کی علت کا دریافت کرنا ایک امر سہل ہے صبا اگر اونکے شفاخانہ مین چلے دل صنوبر کو خفقان سے نجات دے اور اگر نسیم اونکے دستور العمل کے موافق کام کرے شکم غنچہ کو نفخ سے بچا لے طلا شبنم اگر اونکی تدبیر سے ہوتا رنگ گل مین خون نہ مرتا اور اگر لخلخہ گل اونکی تجویز سے عمل مین آتا تو بلبل کا مرض دماغ اتنا طول نہ پکڑتا ان کمالات سے قطع نظر اوقات شبانروزی مین بیشتر عبادت و طاعت مین مصروف اور اکثر احیان اسی امر نیک سے مشغوف ایسا عالم باعمل عرصہ روزگار مین کم مشاہدہ ہوا موزونی ذاتی اور مناسبت طبیعی سے گاہ گاہ فکر شعر بھی دامنگیر ہوئی ہے یہ اشعار اونکے افکار گوہر نثار سے ہین

جان من اضطراب اس دل کا | رشتہ افزا ہے مرغ بسمل کا
تھا سر اپنے بدن پہ بار گران | مین ہون ممنون تیغ قاتل کا

پھر تو قفس ہی خوب ہے اے مرغ ناتوان | پرواز جبکہ ہو نسکے آشیان تلک

پھیرینگے منھ نہ ہرگز اوس شوخ کی جفا سے | ہوگا یہی نہ آخر مر جائینگے بلا سے
کس کس سے جان بچاؤن حیران ہون الٰہی | چشمک سے شوخیون سے انداز سے ادا سے

وصل

وصل تخلص نوجوان خوش اخلاق سلیم طبع محمد علی خان خلف جناب کمالات انتساب حکیم نصر اللہ خان وصال تخلص اس سن و سال مین علوم رسمی سے فارغ التحصیل ور فن طب سے کما ینبغی بہرہ مند ہے فرزند رشید ایسے ہی سعادت کیشان اہلبیت شعار کو کہتے ہین فن شعر مین اپنے والد ماجد سے مشورہ کیا ہے یہ اشعار اوسکے طبعزادہاے رنگین سے انتخاب ہوے

کیا مزہ اس دل مجروح کو ہوتا حاصل | اوسکی شمشیر کے گر ساتھ نمکدان ہوتا

دشت پرخار مین جب ہم رہے بے دامن و جیب | چاک چاک اپنا نہ کیونکر تن عریان ہوگا

گر لکھون حال دیدۂ تر کا | مثل دریا ہے حال دفتر کا
حیف جسمین کہ نامہ باندھا تھا | گر پڑا وہ ہی پر کبوتر کا
ظلم اوس سنگدل کے بسکہ سہے | بنگیا اپنا دل بھی پتھر کا

ناتوانی سے مین حیران ہون بیٹھا اسطرح | جیسے دیوار سے جاوے کوئی تصویر لگا

بوسے تو اپنے لب کے ہمین پانچ چار دے | ساتھ اوسکے گالیان بھی اگرچہ ہزار دے

محفل اغیار مین مجھکو بلایا آپنے | فتنہ کیا بیٹھے بٹھاتے یہ اوٹھایا آپنے

وفا

وفا تخلص مرزا دارا بخت مرحوم ابن مرزا جمشید بخت مغفور ابن حضرت شاہ عالم بادشاہ

مبرور صاحب طرز عاشقانہ اور خلق اور مروت مین یگانہ صافی کلام رشک مرآت جان بخشی سخن غیرت آب حیات سخن اوسکا زیور صنایع اور بدایع سے آراستہ مرزا جمعیت شاہ ماہر سلمہ اللہ تعالی اوس شاہزادہ عالی مرتبت کے فرزند رشید ہین اوس مسافر راہ عدم نے اس مہین خلف کو خورد سالی مین چھوڑا حضرت احسان علیہ الرحمۃ والغفران کی شاگردی سے ممتاز ہوا اوس جناب کو اپنے تلامذہ سخن سنج مین اوس صاحب فہم کے ذہن پر ناز تھا چند شعر اوسکے کلام سے انتخاب ہوکر درج کتاب ہوے

بادہ نوشی سے اوسے کام یہان تشنہ لبی	عید رہتی ہے وہان یان رمضان رہتا ہے
منہ سے تو کچھ کہو تم کسو اسلیے خفا ہو	اس اپنے خستہ دل سے اس اپنے نیم جان سے
مین نے کہا جو رو کر مرتا ہون تم بنا تو	اک ناز و ادا سے کہنے لگے وہ کب سے
کوچہ مین بعد مرگ مجھے اوسکے جا ملے	ایسے کہان نصیب جو یہ مرتبا ملے

وفا تخلص میر حیدر علی مرثیہ خوان اپنی خوش آوازی سے الحان داؤدی کو دل سے بھلا دیا اوس تاثیر انفاس سے پتھر کو موم بنا دیا مصیبت زدگان کربلا کا ذکر اگر اس ذاکر با اخلاص کی زبان سے سنتا یزید اپنے افعال سے منفعل اور شمر اپنے کردار سے منفعل ہوتا گاہ گاہ موزونی سخن کی طرف بھی عنان توجہ معطوف ہوتی ہے یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

خاک پہونچائی نہ میری کبھی اوس در تک	اے صبا تو نے اوڑا کر اسے برباد کیا
ہم تھے مشتاق شہادت اور وہ خنجر بکف	قتل کرنے مین ہمارے پھر تامل کیون ہوا
دشمنون سے مل مل کر خاک مین ملاتے ہو	خاک دوستی کا ہو آپ پر گمان اپنا

ولی تخلص شیخ ولی محمد خلف شیخ منگلو وطن اصلی اوسکا سیالکوٹ اور مولد اوسکا شاہجہان آباد والد ماجد اوسکا نواب نجابت علی خان مرحوم والی جھجھر کی سرکار مین عہدہ کرنیلی سے سرفراز اور اقران و امثال سے ممتاز تھا اور یہ بزرگ منش عہد طفولیت سے اب تک نواب بہادر جنگ خان بہادر والی بہادر گڈھ کی سرکار مین اعتبار و جاہ سے بسر کرتا ہے کبھی عہدہ کوتوالی اور کبھی ندیمی اور مصاحبت سے سربلند ہوکر اخوان روزگار کیا بلکہ آقاء قدرشناس کی نظر مین عزت و وقار رکھتا ہے عمر پنتالیس چالیس برس کی ہے اور فکر سخن ہنوز جوان ہے سخن کی مشق شاہ نصیر مرحوم سے کی اور بسبب کم فرصتی کے ترتیب دیوان ہنوز صورت پذیر نہین ہوئی راقم کو یہ تین شعر اوسکے یاد تھے

کیونکر بتلاؤن نشان تجھکو ستمگر اپنا	عالم خانہ بدوشی مین کہان گھر اپنا

رتبہ تھا کیا قمر کا جو کرتا وہ ہمسری	جب آفتاب رخ کے برابر نہو سکا
کشتہ جو تیری نرگس فتان کا ہوا ای شوخ	زندہ وہ کبھی عیسے مریم سے نہو گا

باب الہا

ہادی

ہادی تخلص مرزا غلام فخر الدین بہادر خلف الصدق مرزا خجستہ بخت بہادر مرحوم ابن حضرت فردوس منزل شاہ عالم بہادر مغفور حکیم آغا جان عیش سے تلمذ اور طبع سلیم اور ذہن مستقیم رکھتا ہی یہ شعر اوسکا یادتھا

آیا نظر وہ مہر لقا تین دن کے بعد	روشن یہ قصر چشم ہوا تین دن کے بعد

ہاشمی

ہاشمی تخلص سید نادر حسین خان صاحب شوکت و جاہ دولت و اقبال پناہ بلند مرتبت فلک منزلت حلم اوسکی طبیعت مین جاگزین وقار اوسکے اوضاع سے ہمنشین گل زمین کالپی مین رئیس کامگار اعظم الدولہ نصیر الملک نواب محمد حسین خان بہادر دام اقبالہ کی سرکار فلک مدار مین عہدۂ نیابت سے سرفراز اور اخوان روزگار سے بیشی مراتب اور افزونی مدارج مین ممتاز ہی اقبال و جاہ اوسکا رفیق جانی اور حلم و فضل اوسکا خاندانی ہی پدر عالی وقار اوسکا شیخ فرخ حسین حیران تخلص میدان شاعری اور عرصۂ انشاطرازی مین شہسواران کمال سے قصب السبق لے گیا تھا اور رئیس ممدوح اور اوسکے والد ماجد مغفور ناظم الدولہ نواب امیر الملک بہادر ظفر جنگ جنت آرامگاہ کی اوستادی کے شرف سے مشرف تھا یہ چند شعر اس صاحب رتبہ عالی کے اشعار سے انتخاب ہوئے

اوس سنگدل سے آج ملاتا ہون اپنا دل	شیشہ مرا مقابلہ کرتا ہی سنگ کا
فاتحہ خوان ہون روح مجنون پر	ہی برادر پہ حق برادر کا
مجکو کرتا ہی کب شکار وہ شوخ	کون خواہان ہی صید لاغر کا

ہاشمی دیکھیے کیا پائے قرار آخر کار	عشق اور عقل مین دن رات ہی جھگڑا ہوتا
یہ راز عشق چھپے کسطرح کہ ان روزون	ہمارے اس مین دل خانمان خراب نہین
ہوئی جو مین نے زلف و رخ یار کی بہار	بگڑے ہی شانہ آپکو آئینہ آپ کو
جب ہاشمی دیکھا تجھے حیران ہی دیکھا	سچ کہو ہی تعلق تجھے کس آئینہ رو سے
دو مجکو سیر گل کی نہ تکلیف دوستو	وہ دل نہین رہا وہ طبیعت نہین رہی
واشد مرے دل کی کوئی ممکن ہی صبا سے	کھلتا ہی کہین غنچۂ تصویر ہوا سے

مصرع اوس قامت موزون پہ فدا ہوتا ہی	رنگ گل دیکھتے ہی رخ کے ہوا ہوتا ہی
اسقدر کنج قفس مجکو خوش آیا ہی کہ اب	دل مرا نام رہائی سے خفا ہوتا ہی
عشق کے آغاز ہی مین تمکو ہی جوش جنون	ناشمی ہوتا ہی کیا انجام اسکا دیکھیے

ہجر تخلص مولوی محمد حسین ساکن قصبہ نجیب اپور ایام خرد سالی مین گلزمین شاہجہان آباد مین وارد اور شدائد غربت اور مہاجرت اقارب کو اپنے نفس پر گوارا کر کے تحصیل علم و ہنر مین سعی مشکور کو نصاب کمال تک پہونچایا اور روز و شب خدمت سراسر افادت جناب استاد بالفضل دنیا مولوی امام بخش صہبائی سے مشرف ہو کر زانوے تلمذ تہ کیا پردہ چشم کو اوراق کتاب سے کوک کیا اور انفاس کو نتایج افکار بلغا کے واسطے گہوارہ بنایا بیک فکر کو ایسا تیز رو کیا کہ راہ تنگ و تاریک عبارت کو طی کر کے معنی دشوار یاب کا سراغ وہان سے مل سکا بہم پہونچایا نہ رات کو رات سمجھا نہ دن کو دن رات کو خواب کا دشمن اور کتاب کا رفیق جانا اور دن کو تعطیل کا عدو اور تحصیل کا صدیق خلوت شب مین دود چراغ غذا سے دماغ ہوتا تھا اور ہر جمعہ روز مین عرق سعی گوشہ دامن کو گرداب کرتا تھا جناب مولانا نے جب اوسکی شوق کو ہم آغوش پایا اور اخلاص تہ دلی اور اعتقاد خالص کو ہمدوش شفقت پدرانہ مبذول کی اور تربیت فرزندانہ صرف کیجی ہر چند تک اپنی سعی اور اوستاد کی شفقت فراہم نہو تحصیل کمال دائرہ امکان سے خارج ہی چنانچہ سور مین فنون متداولہ مین دستگاہ کامل حاصل ہو گئی اور ہر کتاب سے ہر مقام کے غوامض نے اوسکی فکر کے ساتھ ہم آغوشی کی کتاب دانی مین کہ بے تائید الہی حاصل نہین ہوتی امثال و اقران مین علم یکتائی بلند کیا تحقیق لغت اور تفتیش مصطلحات مین اسقدر صرف اوقات ظہور مین آئی کہ چند مدت کے بعد تن خود ایک جلد کتاب ہو گیا اور دل ایک فرہنگ تھی کہ اصل طینت مین موزونی مخمر تھی ایام طالب علمی مین باوجود توجہ تحصیل کے گاہ گاہ نقش بانچہ دل سے مثل مہر خود بخود موزون ہو کر جلوہ گر ہو جاتا لیکن اس امر کے توغل کو اشتغال علوم کا مانع تصور کر کے کتاب صحبت اختیار کی اور شاہدان معانی سے مہاجرت اضطراری کو واجب جانا اگرچہ شغل خطیر حسن طبیعت اور جلوہ افکار کا پردہ پوش تھا لیکن بعض اوقات پھر بھی مضمون کا رنگ شراب کی طرح شیشہ سے بے اختیار جھلک جاتا اور جو کہ وہ ثمرۃ الفواد استعداد علمی کا دستیاب ہوتا تو اوہل سخن کے مذاق مین گوارا آتا تھا جب تحصیل سے فراغت کلی حاصل ہو گئی فکر دقیقہ یاب کو شاہدان معانی کی مشاطگی پر مامور کیا اور اس فراغ بال مین سخن سنجی کو شغل ضروری سمجھ لیا

مراعات لفظی اور صحت محاورہ کے باب مین تو کچھ ہدایت کی احتیاج ہی نہ تھی ... اکتساب اور گرمی
الفاظ اور کرسی نشینی معنی کہ بسبب کم مشقی کے اہل استعداد سے ان امور مین فرو گذاشت ہو جاتی ہے
اوستاد معلی القاب کی التفات سے کمتر روزگار مین پایہ والا کو پہونچ گیا اور اہل روزگار نے طبائع
عوام پر نظر کر کے استعجاب کا فرق چرخ بلند تک پہونچایا طرفہ تر یہ ہے کہ جسقدر سرمایہ استعداد
بڑھتا تھا اوسیقدر اخلاص و اعتقاد فرزندانہ اوس اوستاد شفیق تر از پدر کی خدمت مین ترقی
پاتا جاتا تھا جس زمانے مین شاہد اقبال سکھان بے دولت کا پایہ شباب سے فرود آکر قدر
کھولت کی طرف میل کرنے لگا تھا یعنی رنجیت سنگھ کی ممات کے بعد راجہ شیر سنگھ نے مسند حکومت
پنجاب کو زینت دی ایک تقریب جس سفر لاہور کا سبب ہوئی اور چند سال تک وہ گلزمین
اوسکے قدوم بہار لزوم سے خرم اور سرسبز رہی شہرۂ استعداد اور آوازۂ فارسی دانی نے اصاغر
واکابر کے گوش کو ایسا پر کیا کہ نغمۂ بلبل نوایان ایران کو خلوت قبول مین بار نرہا پھر جذبۂ انجو کے
تقاضے سے نشاط آباد دہلی چندے محل آسایش ہوئی ہر چند رہ سار شاہجہان آباد گوارا نتھے
کہ اوسکی صحبت فیض اثر سے مجہور اور اوسکے افاضہ سے محروم رہین لیکن کچھ آب خور کے جذبہ اور
کچھ تخلص کے اثر نے خویش و آشنا اور اعزہ و اقربا خصوصاً خدمت اوستاد شفقت نہاد سے
مجہور کیا اور چرخ ناتوان بین نے اس صحبت فیض بخش کو گوارا نکیا اور اوسکی برات
روزی دیوان والی اندور پر لکھ دی ناگزیر یہ سفر دور و دراز کہ ایک ماہ تمام مین اتمام کو
پہونچتا ہی در پیش آیا اول قدردانی جو اوس رئیس ہنر شناس سے جلوہ گر ہوئی یہ تھی کہ اپنے
سرکار کے مدرسہ مین سرگروہ مدرسین مقرر اور نشتر اسی روپیہ کا ماہیانہ اخراجات ضروری کے
انصرام کے واسطے معین کیا جو کہ حسن لیاقت ایسا جوہر ہے کہ کسی پردہ مین چھپ نہین سکتا تھوڑے
زمانے مین ترقی مراتب نے جلوہ گری کی کہ مصاحبت و حضوری دربار اور اوستادی راجہ
عالی تبار ظہور مین آئی اور اسپر زمانہ نگذرا تھا کہ نظامت دیوانی کا عہدہ تفویض ہوا اور اڑھائی
تین سو روپیہ مشاہرہ مقرر ہوا اب تک وہی مسند اوسکے وجود سے مشرف اور خوش سلیقگی اور
نیک طینتی کے ذریعہ سے داد دہی کا آوازہ گنبد فلک مین بلند ہے اس کثرت اشغال پر تدریس
طالبان کمال اور فکر انشا و نظم بھی دامنگیر ہے بیشتر خطوط و رسائل کے وسیلہ سے وہ افکار
گوہر نثار جناب اوستاد کی خدمت مین پہونچتے ہین اور کثرت حاضر باشی کے سبب سے راقم حیران
بھی اون جواہر نفیسہ کی خوبی پر نظارگی ہوتا ہے زبان کو یارا کہان کہ اون افکار لطافت آثار کی

سو بیان کیا جاوے اور قلم کو مجال نہین کہ اس سخن کے محاسن کو حیز تحریر مین لاوے چند اشعار ارباب مذاق کے گوش گزار کرکے بس کرتا ہے

من قصیدته

سال و مہ باشی باقبال ہمایون سرفراز
ای کہ ذاتت مسند اندوز را آمد طراز

کیقباد و خسرو و اسکندر و دارا و جم
بر درت استادہ دایم بہر کسب امتیاز

شحنہ عدلت چنین گر در نظام عالم ست
آز را یابی نہ طبع بی نوایان احتراز

بر سپہر از دیدہ ت خصم در روز وغا
جز زبان خنجرت دیگر نہ بینم دراز

گر گل شمع ست فرق خصم در بزم وجود
ہست شمشیرت برای قطع او در حکم گاز

گر ازالہ آسا ہر نفس از تاب شمشیرت بود
دل درون سینہ خصم تو سرگرم گداز

داد و داد و رادو درت بار طرفہ دارد کا نبود
دشمنان پیوستہ پژمان دوستان در اہتزاز

تشنگان شوق را شد موج آب زندگی
بر جبین شاہدان مجلست آن چین ناز

بسکہ فیض عام او محتاج نگذارد بدہر
بعد ازین مفہوم گردد ناز از لفظ نیاز

می برد دل از ظفر موج غبار رزم او
چون دل محمود برد از کف خم زلف ایاز

چون حباب از دشنہ اش بر خویشتن بالیدہ بود
کشش درون کاہیدہ می یابم ز تاثیر گداز

خصم عیارش ہمچو چوگان سرکشی اندیشہ کرد
چرخ گفتش سر برنگ گوی در میدان بباز

من غزلیاته

گر دود آہ سوزانم شراری گر شود پیدا
تو گوئی از سپہر نیلگون اختر شود پیدا

نشست از ضبط بیتابی تپش گر بکشادی ہا
کہ آتش چون شود افسردہ خاکستر شود پیدا

گداز دل عجب آور چہ تاثیر نفس خواہی
سر گم گشتہ این رشتہ از گوہر شود پیدا

دم کشتن اگر لعلش رسید او بکشتہ
ز موج خون بسمل چشمہ کوثر شود پیدا

نمیدانم چہ سوزی در جگر دارم کہ از چشمم
بہر مژگان بجای قطرہ یک اخگر شود پیدا

بمن تعلیم وحشت ہست ہر دم جوش سودا را
دہید از گرد باد م مژدہ دامان صحرا را

اندیشا غم مژگان بگیناہان لعل جان بخشی
کہ جا نی دم زدن نبود بہ پیش او مسیحا را

ز تاب آہ ہجر ناتوان غافل مشو ظالم
کہ جا در آتش ست از رشک او زلف چلیپا را

جنبان ضعیف شد از غم تن نزار مرا
کہ بار خاطر من می کند غبار مرا

بیا دروی تو خلوت در انجمن دارم　　سن خیال تو با دیگری چه کار مرا
تونیز چارهٔ حرمان نمیتوانی کرد　　بجلوه آئی و حیرت برد نگار مرا
زبار درد تو همرنگ توتیا گشتم　　نشد باین همه در چشم اعتبار مرا
نکرد در دل سنگین او رهی پیدا　　فغان ز بی اثری گریهٔ شرمسار مرا
بپای آبله طی می‌کنم ره صحرا　　بود که باز شود این گره زخار مرا
ز داغ باده شود هجر لاله زار تنم　　شکست توبه بود عهد نوبهار مرا
شب که بی رویت رخ زردم چراغ خانه بود　　لخت لخت دل ز جوش گریه‌ام پروانه بود
یاد ایامی که از حسن سلوک روزگار　　طرهٔ آشفته را پنجهٔ من شانه بود
تا کجا بودی که امشب تا سحر در راه شوق　　آنچه بر میناست از دل نالهٔ مستانه بود
ره بخلوت کدهٔ قطره برد وحشت موج　　راه آید چو بسر روی بمنزل باشد
تاب آن جلوه که تفسیر جواب ارنی ست　　هجر بر دیدهٔ حیرت زده حائل باشد

هجر

هجر تخلص میر جمیل الدین خلف میر ابرار علی که اکابر سادات کرام اور اعاظم اشراف ذوی الاحترام سے ہی نوجوان خوش صورت و نیک سیرت اور بزرگ پاک نہاد لطف سیرت ہی علوم ضروری سے بہرہ بردار اور نستعلیق نگاری اور نستعلیق گوئی مین سرگرده اخوان روزگار طبیعت معدن حلم و دل مخزن علم اوصاف حمیده کو اوس سے اعتبار اور اطوار پسندیده کو اوس سے افتخار بزرگان والا نژاد اوس نیک نہاد کے شہاب الدین غوری کی ایام سلطنت مین بغداد سے وارد ہندوستان جنت نشان ہوکر اکثر مراحم خسروانی سے پایه بلند اور مراتب ارجمند کے ساتھ سرفراز رہے پدر بلند مرتبہ اوسکا مقام ذو اسنه سے کہ ایک مدت سے آباے عالی تبار کا محل بود و باش مقرر تھا دہلی مین وارد اور نواب بہادر جنگ خان والی بہادرگڈھ کی سرکار مین عہدهٔ وکالت سے ممتاز رہا اور اس عہدہ کو ایک زمانۂ دراز تک حسن و لیاقت سے سرانجام دیا اب استغناے مزاج اور بے نیازی طبیعت کے اقتضا سے خانه نشینی اختیار کی یہ خلف الصدق تحصیل علوم مین سرگرم اور تہذیب اخلاق مین مصروف ہی گاه گاه فکر شعر کرتا ہی زبان پاک ہی اور خیال بلند

یہ اشعار اوسکے کلام سے یاد تھے

ہی جو سوداے سر کاکل پریشان ہمکو　　خواب کیا کیا نظر آتے ہین پریشان ہمکو

آتی ہی سر پہ دیکھیے اب اور کیا بلا		وہ ہمکو دیکھ زلف لگی ہین سنوارنے

ہدہد تخلص عبدالرحمن نامی ساکن نوح پوربسب عرصہ سے شاہجہان آباد مین وارد ہی جو کہ خلط چہارم کی رنگ آمیزی نے اوسکے مرقع دماغ کو قوت تخیلہ کے واسطے لوح تعلیم بنایا تھا احباب ظرایف طبع کو ایک مشغلہ طبیعت اور بازیچہ مزاج ہاتھ آیا اور کثرت تحسین نے الفاظ پوچ و پادرہوا اور سخن ناموزون اور بے معنی کو ہم جنب وحی والہام سمجھنے لگا ابتدا سے سودا کا جوش اور اوس جنون کا خروش ترقی پہ ہی احباب کے خندہ رسا اور قہقہہ بلند صدا کو غلغلہ تحسین اور صدائے آفرین جانتا ہی اوقات مین اسقدر وسعت نہین کہ اوس اعجوبہ روزگار کا حال مفصل لکھون چند شعر لکھکر ختم کلام کرتا ہون اور ہر چند مناسب مقام یہ تھا کہ اوسکی وضع خاص کے اشعار لکھتا اور اوسکی موزونی ذاتی سے ظریفان خوش مزاج کو مسرور کرتا لیکن حیف تھا کہ زبان ایسے مزخرفات سے آشنا ہوتا چار اسی دو چار شعر سے اوراق تذکرہ کو مایہ دار کرتا ہی کہ خواہ حسن اتفاق خواہ کسی کی اصلاح سے فی الجملہ لطف سے خالی نہین ہین

رست آئینون کو نفرت ہی کج آئینون سے		تیر نکلا جو کمان سے تو گریزان نکلا
آشیان سے جو غزل پڑھنے کو ہدہد آیا		نعل پڑا پیش رو ملک سلیمان نکلا
آجا تین اوسکے سایہ مین دونون جہان فقط		ہدہد جو ایک نیکھ تو اپنا پیار دے
ہدہد کا مذاق ہی نرالا سب سے		انداز ہی الگ ہی نکالا سب سے
سرد فتر لشکر سلیمان ہی یہ		اونچا بھی ہی یہ تو دیکھو بالا سب سے
جہان مین آج دیبی سنگھ تو راجون کا راجہ ہی		خدا کا فضل ہی جو قلعہ مین تو آبراجا ہی
کسیکو دے نہ دے تنخواہ تو مختار ہی اسمین		اگر ہدہد کو دیدے کیون نہین ہدہد کا کیا جا ہی

ہوش تخلص منور علی شاگرد خدا بخش خان تنویر طبیعت رسا اور فہم تیز رکھتا ہی یہ شعر اوسکے نتایج طبع سے ہی

ذبح ہوتے ہین جا نکر عاشق		اپنے قاتل کا دل بڑھانے کو

ہوشیار تخلص منشی کیول رام قوم کالیتھ مرد سنجیدہ و صاحب استعداد قصائد و غزلیات فارسی سے دیوان فراہم رکھتا ہی گاہ گاہ ریختہ کا فکر بھی کرتا ہی اوسکے کلام سے یہی دو مین شعر بہم پہونچے

ملایا خاک مین دکھلا کے تو نے قد بالا کو
سہی کو سرو کو شمشاد کو عرعر کو طوبیٰ کو

خراب چشم میگون ہو گیا اب ہی سلام اپنا
صراحی کو پیالہ کو سبو کو خم کو مینا کو

خط و زلف و قد و عارض نے تیرے کر لیا عاشق
سمن کو سرو کو سنبل کو ریحان مطرا کو

ہنر تخلص مرزا بختاور بخت شاگرد مرزا حاجی شہرت شعر خوانی کے وقت زبان کی لکنت اسقدر ہی کہ لب گویا درج دہان کا قفل ہی تھا لیکن اوسکے کلام کی شیرینی بند زبان ہی یہ اشعار اوسکے مرقوم ہوے

کس چمن مین ہین تقدیر ہی لائی یارب
کہ ہی آزاد جہان نام گرفتاردن کا

آپ اور آرزوے وصل بتان بے رحم
ای ہنر دل تو بنا بیچے تجھے اپنا

ای ہنر دیکھا کچھ اپنے درد پنہان کا اثر
پردہ ہی پردہ مین اونکو شوق پیدا ہو گیا

بیچینیان یہی ہین دل کی تو ای ہنر تم
لانے ہو آج کل مین آفت کوئی اور دل پر

جلد گردن پر مری رکھدے خدا کیواسطے
دست نازک مین سنبھل سکتا اگر خنجر نہین

ہنر کچھ انکی نگاہین وہ کر گئین جادو
وگرنہ یون تو ملی آنکھ بارہا اوس سے

گریبان چاک ہین اور مو پریشان
ہنر شاید کہ آئے ہین وہان سے

باب الیا

یاس تخلص خیر الدین نام ساکن شاہجہان آباد صناعت طب مین جالینوس زمان بقراط دوران حکیم احسن اللہ خان کی توجہ سے مہارت تام اور معالجہ امراض مین دستگاہ تمام بہم پہنچائی تھی اور فن شعر مین کبھی شیخ ابراہیم ذوق اور کبھی مومن خان مرحوم سے اصلاح لیتا تھا چند سال ہوے کہ عرصہ عالم سے عنان تاب ہو کر راہی فردوس ہوا یہ شعر اوسکا تاخن بدل زن معلوم ہوا

زانوے یاس کہان اور سر دلدار کہان
ہمنشین بات وہ کر جسکا ہو کچھ بھی سر پاؤن

یاس تخلص جوان اہلبیت شعار و برناے سعادت دثار تخلیبند گلشن کمال میر آب چمنستان فضل و افضال صاحب طبع متین حافظ حفیظ الدین کہ حلم اور بردباری کا جامہ اوسکے قد پر درست اور مہر اور محبت کا لباس اوسکے بر مین چسپت ہی استقامت فکر دست خرد کے واسطے عصا اور رسائی طبیعت شاہدان معنی کے چہرہ سے نقاب کشا مروت مین یگانہ اور مردمی مین یکتاے زمانہ ہر چند اقتضاے جوانی کی کشمکش سد راہ ہی لیکن کسب کمال کو مادۂ اوقات کا حصر اور تحصیل علوم کو جادۂ سلوک کا راہبر کیا ہی سینہ دانش کا گنجینہ لب زبان حرف کمال سے ہمداستان

حفظ کلام الٰہی سے سنفدرک فقاہتی کا مصداق اور صحیح خوانی اور تجوید حروف مین یگانہ آفاق از بسکہ طبیعت کی جودت اور ذہن کی رسائی اور فکر کی تیزی اور خیال کی بلندی اپنے اقتضا سے باز نہین آتی باوجودیکہ اوقات عمر سے بیشتر تکمیل ہنر و تحصیل کمال مین مصروف ہی تاہم سخن گوئی کے لب و دہان مین موزونی سے گزیر اور کلام کو اوسکے زبان پر اکتساب فصاحت سے چارہ نہین سبحان اللہ طبع ہی یا گنجینہ تحت العرش کا ایک گوشہ اور دل ہی یا صحراے عالم قدس کا ایک قطعہ ہرچند بناے سخن سنجی اور اساس موزونی کو صرف اپنی ہی امداد طبیعت پر رکھا ہی لیکن لطف معنی اور رنگینی اسلوب اور دل نشینی طرز حیطۂ بیان سے خارج ہی اس نیک نہاد کے اوصاف مین حیران ہون اور ذکر محامد مین سرگردان اصالت نسب اور شرافت حسب اور اعتبار کی بلندی اور پایہ کی ارجمندی ارباب روزگار کی نظر مین وقار کے ساتھ زیست کرنی اور آشنا اور بیگانہ کی نگاہ مین عزت او آبرو کے ساتھ بسر کرنی ایک طرف اور طبع کی موزونی اور سخن کی رنگینی اور فکر کی متانت اور اندیشہ کی رسائی اور زمانۂ نشو و نما کی غرور انگیزی اور پندار جوانی کی جلوہ ریزی ایک جانب اور پھر اگر ان سب اسباب رعونت کو ایک پلہ مین رکھین اور تواضع اور فروتنی کو کہ زرف حقیقی کے خزانۂ انعام سے گنجینۂ طبیعت مین فراہم ہی دوسرے پلہ مین تو پلہ تواضع ہی کا جھک جائیگا اب اس عرصہ سے عنان قلم کو معطوف کرکے چند شعر اوسکے کلام فصاحت انتظام سے نذر احباب کرتا ہی

ہو دیتے نہ ہم تو تیری ظالم
مرجائینگے ہم تو پھر کسی پہ

جب تو نہ ملا تو یاس خستہ
بادہ خواری نہ چھوٹر تو اسی یاس

گھر تو آنا کیا کہ اپنے آپ مین آئے نہ ہم
کیا کہون کس طرح سے پھرتے ہین

ناتوان ہین پر اڑتے ہین کیا کیا
یہ ہی وحشت رہی تو بیٹھ چکے

گو سکو کیا خراب پھرتے ہین
رکھتے برپا ہین بن ترے ہر دم

پھر کون یہ جستجو کریگا
یون ہی تو یہ ظلم تو کریگا

پھر کون سی آرزو کریگا
یہ بھی اک مشغلہ ہی یار رہن کا

بے نقاب اوس روے تابان کا تماشا دیکھکر
ہوکے مضطر ترے گریبان چاک

مثل صرصر ترے گریبان چاک
گھر کے اندر ترے گریبان چاک

خاک ہوکر ترے گریبان چاک
شور محشر ترے گریبان چاک

اور کو کیا بتاءین حال اپنا
خود نہین جانتے کہ کیا ہین ہم

مدتون سے براہ رسم اور پھر
پاس سنتے ہو پارسا ہین ہم

یاد آتا ہے ہمین اپنا دل خون گشتہ
جب کہین بزم مین ہم جام و سبو دیکھتے ہین

کچھ تو بتلا ہمین احوال اپنا اے یاس
کہ ٹپکتا تری آنکھون سے لہو دیکھتے ہین

جہان مین پھرتے ہین ہم ہر طرف سراسیمہ
مگر یہ کچھ نہین کھلتا کہ آرزو کیا ہے

چونک پڑتے ہین عدم سے خفتگان خاک بھی
مہرہ شور قیامت کیا تری رفتار ہے

ہوا ہے کس سے دل آزردہ اسقدر اے یاس
کہ تیرے منھ سے شکایت سدا نکلتی ہے

اوسکے دامن تلک بھی پہونچے نہ ہم
عبث اوسکی گلی مین خاک ہوے

جب جنون تھا تو تھے گریبان چاک
عشق ہے اب تو سینہ چاک ہوے

دیکھکر کیجیو جنون اسکو
یہ ستمگر مرا گریبان ہے

اسکے ہر تار مین ہے سو شورش
رشک محشر مرا گریبان ہے

صبح کا چاک ہے گریبان لیک
اس سے بڑھکر مرا گریبان ہے

چاک کیجو بحر نہووے سو سو بار
پھر یہ آخر مرا گریبان ہے

یاور

یاور تخلص میر امام الدین باشندہ دہلی شاگرد میر نظام الدین ممنون مرد نیک نہاد اور فن تصویر کشی مین یگانہ تھا چند سال ہوے کہ راہی ملک بقا ہوا یہ شعر اوسکا سنا گیا

مدعا کہیے تو کیا کہیے کہ ہمکو ہمنفس
بات بھی کرنے کا اوسکے سامنے یارا نہین

یکتا

یکتا تخلص خواجہ معین الدین مرد با اخلاق و مودب اور سرکار شاہی سے خانی کے القاب سے ملقب ہے جناب غفران مآب حافظ عبدالرحمن خان مرحوم سے تلمذ رکھتا ہے یہ اشعار اوسکے افکار سے ہین

جو دم مین ہو کچھ لمحہ مین کچھ آن مین کچھ ہو
ایسے سے بھروسا ہے کسے مہر و وفا کا

منھ شرم سے ہر گل نے گریبان مین چھپایا
وا اوسنے چمن مین جو کیا بند قبا کا

عالم کو کیا قتل تری تیغ نگہ نے
اور مفت مین بدنام ہوا نام قضا کا

زلفون کو جو دی مشک سے نسبت تو خطا کی
مت ہوجیے برہم کہ مقر ہون مین خطا کا

کیا جانے مجھو خیال ہوا یا اسیر زلف
ہے مدت مدید کہ دل کی خبر نہین

برسات مین کہے ہے کہ یکتا نہ پی شراب
واعظ تجھے کچھ ابر و ہوا پر نظر نہین

بیدل

بیدل تخلص عبدالقادر مرد سپاہی طور پہلوان وضع تھا ایک دفعہ کا زوری کے غرور سے

اکہاڑے مین ایک کشتی گیر کے مقابل ہوا وہ پہلوان ہر چند اس سے زور مین زیادہ نہ تھا لیکن فنون کشتی سے اسپر غالب آیا اور ہنگامہ عام مین اسکی پشت کو زمین سے آشنا کیا اس نادان نے تقاضاء غیرت سے ایسی جلا وطنی اختیار کی کہ پھر خاک شاہجہان آباد مین قدم نرکھا گاہگاہ شعر بھی کہتا تھا اور اشعار مین بشیر تخلص کی رعایت سے بشا مین رندانہ باندھتا تھا یہ اشعار اوسکے مسموع ہوے

کہدو نصیب سے کہ وہ باز آئے جنگ سے	ہرگز نہیں ہین یار بھی کم اوس خدنگ سے
پھرتے ہو بیل بنے ہوے تم کچھ ونگ سے	مطلب نام سے ہی غرض ہے نہ ننگ سے
لب کا بڑھا دیا ہے مزا خط سبز نے	ساقی نے پشت دی ہے صافی کو بنگ سے
دو چار صورتین کہین آتی ہین گر نظر	وان ہم بھی جا جھکتے ہین دل کی امنگ سے
دل اپنا کس طرح سے پھنسا زلف یار مین	نکلے یہ کیونکہ دیکھیے قید فرنگ سے
آجا ہیو نہ بیچ مین طالب کے دیکھنا	یاری تم نے کی ہے دل اوس شوخ و شنگ سے

یقین تخلص احمد علیخان باشندہ دہلی شاگرد حکیم قدرت اللہ خان قاسم فن طب سے فی الجملہ بہرہ رکھتا تھا تمام عمر سپاہ گری مین صرف کی دس بارہ برس ہوے کہ نقد زندگانی کو ناراگاہ فنا مین ہاتھ سے دیا یہ شعر اوسکا سنا گیا

شب کہا مین نے پتا اپنے مجھے گھر کا بتا	کان کا بالا بتا کر لبس دیا بالا بتا

یقین

خاتمہ کتاب از جانب مصنف

الحمد اللہ و المنۃ اس کتاب لطیف اور نسخہ شریف نے کہ روشن دلان پاک نظر کا تذکرہ اور کرم نگاہان
بصارت طلب کے واسطے تبصرہ ہی اخیر ماہ شوال بارہ سو اکہتر سال ہجرت مقدسہ افضل نوع
بشر صلواۃ اللہ علیہ وسلامہ مین اتمام پایا اور کسوت اختتام کو اپنے قامت پر راست کیا شیخیہ
قلم کی تیز عنانی اور سمند خامہ کی سبک جولانی پر آفرین ہی کہ اتنی اوقات قلیل مین ایسے دشت
ناپیدا کنار کو طی کیا کہ پیاے ہم او سکے تصور سے نقش پا کے آغوش مین گوشہ گزین اور پر یہ
خیال او سکے نام سے واماندگی کے کنار مین خلوت نشین ہی سخن شناس جانتے ہین کہ اردو کا پایہ
کس بلندی پر پہونچا اور ہندی کا فرق کس اوج پر مرتفع ہوا کہ لہجہ دری او سکے اوصاف مین
الکن ہی اور زبان پہلوی او سکی مدح مین بے سخن اردو کو کسوت دری اور ہندی کو لباس
فارسی مین جلوہ دیا اگر اعجاز نہین تو سحر سے کم نہوگا احباب معنی رس کہ نکتہ فہمی کو انصاف سے
ہم آغوش اور ہنر شناسی کو قدردانی سے ہمدوش رکھتے ہین اور طرز سخن سے آگاہ اور کشور کمال
مین صاحب دستگاہ ہین اگر اس شاہد دل پسند کے وصف جمال مین زبان سخن سے پیرا کو حرف مبالغہ
بھی آشنا نکرینگے، اور غلو اور اغراق کو کار نفرما نینگے اور بیان واقعی اور حرف راست ہی زبان
پر لاینگے تو اس سے کم نہ کہینگے کہ سحر ہی معجز نظام اور سخن ہی ہمپایہ وحی و الہام اردوی معلی کا
پایہ اول کسقدر پست تھا اور اب صاحب سخن سنجہ نے کس درجہ عالی پر پہونچا دیا اور پہلے یہ زبان
کیا تھی اور مولف معنی شناس نے کیا سے کیا بنا دیا اور اس لطف سخن پر غلو مضامین اور بلندی
معنی کا کیا پایہ اور اس بلندی پایہ پر گنجینہ قدرت کتنا پر سرمایہ ہی جسوقت بحر سخن جوش مین آتا ہی
اور دریاے معنی خروش مین حسرت انصاف دل شکن اور تمناے قدردانی ناخن بدل زن ہوتی ہی
اور خام طمعی یہ خیال پکاتی ہی کہ غالبا پاستانیون پر قدردانی کمال اور مرتبہ شناسی ہنر ختم تھی اس
باب مین افسانہ ہاے دور و دراز اور حکایات طویل مسموع ہین کہتے ہین کہ اوس روزگار مین ایک
برگ کو گلدستہ کی قیمت سے خریدتے تھے اور ایک شبہ کو لعل و یاقوت کی بہا سے مول لیتے تھے
اب تو سد سکندر مین سو سو رخنہ نکلتے ہین اور جام جہان نما مین ہزارون غلطیان پیدا ہوتی ہین
عدل نوشیروان کی داستان کو حمزہ کا قصہ سمجھتے ہین اور رستم و سام کے کارنامون کو لڑکون کا
کھیل جانتے ہین ایک تو متاع ہنر خود کاسد ہی اور اسپر اگر کوئی خریدار پیدا ہو تو وہ حاسد ہی ہرگاہ

نواے بلبل و صداے زاغ مین امتیاز اور نقش بال تدرو اور خط پاے کلاغ مین تفرقہ ہو تو
نغمہ طرازی پر قدرت کا سہرا اور ریحان نگاری پر افسوس ہیچمدان سبحان اللہ بے تمیزی کا ہنگامہ کیا
گرم ہے نبات انکے نزدیک لفظ ہی نفی سخن کے واسطے موضوع اور رہا ہو ایک کلمہ ہے نفی آفتاب کے
واسطے معین کہتے ہین کہ اعمی احجر و علیین کے بے بصر کو کہنا منع ہے اور بصیر کو عین کے بہنسے
بینا پر اطلاق کرنا نا روا اگر نہ دانی بہ ہے تو اینہمہ کو دبستان کمال مین اطفال ان پر نازان ہو گا
اور باقی مکتب دانش مین معلم اول سے ممتاز شعر القدما سے زمانہ پر منحصر نہین ہے کوئی زمانہ
اس درد کی شکایت سے خالی نہین پایا جاتا اور کوئی عہد اس رنج کے شکوہ سے آسودہ
نظر نہین آتا قدما کی کتابین شکوۂ روزگار سے لبریز ہین اور شیشے ان کے دل حوادث زمانہ سے
شکایت خیز اسی صابر نا قباحت فہم شکوۂ نا قدردانی سے اسی ہے انکار اور شکایت روزگار زبان
پر نہ لا انکو زمانے سے کیا غرض اور نادانون سے کیا کام اگر مروت کی قدردانی اور ہنر کی
رتبہ شناسی مقصود ہے نگاہ فیض دستگاہ کا مرواے لفظ کشور کشاے معنی حضرت استادی
مخدومی مخدوم الانامی فارس مضمار یکتائی مولوی امام بخش صہبائی مد ظلہ العالی کافی ہے کہ
اوس نگاہ کے اثر سے مس طلا اور کاہ کیمیا ہو جاتا ہے خار اوسکی ایک نظر کے فیض سے گل اور
خاک اوسکی ادنی توجہ سے زر خوشہ انگور فیض تربیت سے شیشہ یاقوت سنگ خارا نگاہ
لطف سے قابل نشوونما اور یہ بھی اوسی کی نظر کیمیا اثر کا فیض ہے کہ ہما سا ہندی نژاد اس
جیز زبان مین نثر رنگین کی تحریر اور عبارت متین کی تسطیر اور ایجاد معانی تازہ اور اختراع مضامین
بے اندازہ مین ظہوری ترشیزی کا ہمچشم اور ظفرا سے مشہدی سے ہمپہلو ہے اور اگر رفعت پایہ
دولت اور بلندی شان ثروت مطلوب ہے تو حضوری آستانہ بادشاہ عالم پناہ ملائک سپاہ
عنوان دستگاہ فریدون سریر جمشید کلاہ ابوظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ
و افاض علی العالمین برہ و احسانہ کفایت کرتی ہے کہ اوس آستانہ کی خاک سلاطین روزگار کی
سجدہ گاہ اور خواقین زمانہ کی پناہ ہے سکندر اوسکے ممالک مین ایک آئینہ ساز ہے اور پرویز اوسکی
بزم مین ایک نغمہ نواز ابر اگر اوسکے بحر کف سے سرمایہ نہ لیتا صدف گوہر سے گران بار نہوتی
اور آفتاب اگر اوسکی ضمیر سے فیض نہ اوٹھاتا کان زر سے سرمایہ دار نہ ہوتی خاک چمن نے اوسکے
جرعہ کے اثر سے جام نرگس کو مے سے لبریز کیا اور باد صبا نے اوسکی شگفتہ روئی کے فیض سے زمین
گلشن کو گل خیز کیا دامن سائل اوسکی سخا سے گنج قارون اور علم فریدون اوسکی ہیبت سے

سرنگون رستم کو اوسکے میدان رزم سے کنج لحد کے سوا پناہ نہ ملے اور سہراب کو اوسکے عرصۂ جنگ سے صحراے عدم کے سوا راہ نہ ملے سکندر اگر اوسکے نقش قدم کو خضر راہ بناتا چشمۂ حیوان سے کامیاب ہو جاتا اور سلیمان اگر اوسکی حراست مین ہوتا خاتم کو ہاتھ سے نکھوتا اگر زر گل مین کچھ نقصان آجاوے صبا سے حساب طلب ہو اور اگر زبان سوسن کند بیان رہے باغبان سے جواب طلب ہو حکم ہے کہ صبا باغ مین تپا نہ کھڑکاوے تاکہ نرگس کے خواب راحت مین خلل نہ آوے اور کوئی جانور شاخ درخت سے نیچے قدم نہ اوتارے تاکہ بھولے سے سبزۂ خوابیدہ پر پانون نہ پڑجاوے اوسکے گلشن اقبال مین اگر دشمن دیوانگی کرے چوب دربان چوب گل کا حکم پیدا کرے اور اوسکی دار الشفاے شجاعت مین اگر حریف زہر اوگلے اوسکی شمشیر تریاق فاروق مہیا کرے اوسکے عدل کی مہابت سے سوسن اپنا خنجر تیز نہین رکھتی تاکہ ہمنشین کے پہلو مین خراش نہ آوے اور اوسکے انصاف کے خوف سے خار اپنی سنان کو باہر نہین نکالتا کہ سینۂ گل مین چبھ نہ جاوے حق کو باطل سے ایسا جدا کیا ہے کہ سوسن باوجودیکہ دشنہ رکھتی ہے خون بلبل کی تہمت سے بری ہے اور کثرت عطا سے خلق کو ایسا مستغنی کیا ہے کہ ہوا ہر چند اوڑا لینے کو آندھی ہے گل خیری کی اشرفی جہان دھری ہے وہین دھری ہے کیا حسن انتظام ہے کہ اگر نہر ہزار چور بہم پہونچاوے ایک قطرہ باہر نہ جا سکے اور اگر باغ ہزار نافرمان رکھتا ہو اوسکے عمال کا قبضہ نہ اوٹھا سکے اوسکی کف دست وہ ابر ہے کہ قطرہ کی جگہ گوہر بار ہے اور اوسکا صفحہ تیغ وہ باغ ہے کہ خون اعدا سے لالہ زار ہے اوسکی سبیل عطا سے ایوان بخل منہدم اور اوسکی تیغ عدالت سے آثار ظلم منعدم اوسکی تیغ ایک سے دو کرتی ہے دشمن ترقی کا شکر گزار کیون نہو اور اوسکا گز نقش پا سے ہم آغوش کرتا ہے خصم رفع تردد کا سپاس دار کیون نہو خلق کو زبان درازی خامہ سے یہ گمان ہے کہ صحیفۂ مدح مین کوئی مضمون باقی نرہا ہو اور مدیح نگار سے حق ثنا ادا ہو گیا ہو اور رصا بر شکستہ ارقام خجل ہے کہ اس کتاب سے ایک حرف اور اس خط کے ایک نقطہ سے عہدہ برآ نہین ہوا اور ان مقاصد سے ایک نکتہ اور ان عقود سے ایک دقیقہ کو سر انجام ندے سکا جب راہ کی درازی اسقدر اور قدم کی نارسائی یہ ہو تو ناموس سعی کو برباد کرنا اور آبروے جرات کو خاک پر گرانا حیف ہے ختم کلام دعا پر اولی ہے اور اتمام سخن اسی کلمہ پر بجا ہے یارب جب تلک ہلال عید روزہ دارون کی لب تشنگی دہن کے واسطے کلید ہے اوسکے جام عشرت سے کام تمنا لذت گیر اور اوسکے خوان سخا سے معدۂ آرزو فیض پذیر ہو

قطعہ اختتام تذکرہ نتیجہ طبع معدن دانش و تمیز مولوی عبد العزیز خلف اوستادی مولوی امام بخش صہبائی

چو صابر بکلک گہر بار خویش	رقم کرد این نامہ شاعری
عزیز جگر خستہ تاریخ گفت	شدہ گرم ہنگامہ شاعری

۱۲۷۱ھ

ولہ

جو مرزا صابر جادو بیان نے	لکھا یہ تذکرہ بازیب و تزئین
بر نگ غنچہ اوسمین نقطہ نقطہ	بسان گل ہر حرف اوسمین رنگین
نہ اوسکے لطف کو پہونچے گلستان	نہ نقش چین مین اسکے طرز و آئین
عزیز خستہ جان سے سال اتمام	کہی ہاتف نے کہ گفتار شیرین

۱۲۷۱ھ

قطعہ تاریخ ریختہ کلک فیض اندوز مولوی عبد الکریم سوز خلف اوستادی حضرت صہبائی

از کلک صابر این در شہوار برتری	در سلک انتظام بصد زیب سفتہ شد
سوز حزین چو کرد تامل بجیب فکر	معیار فطرت و ہنرش سال گفتہ شد

۱۲۷۱ھ

ایضاً در سمت

یہ وہ ہی تذکرہ جسکو پڑھے گر باغ عالم مین	تو ہر دم نغمہ مستانہ گائے بلبل معنی
نتیجہ میرزا صابر کی ہی طبع ہمایون کا	کہ جنکی فکر روشن سے ہوا روشن دل معنی
جو پوچھا سوز نے اوس سے کہ ہی تاریخ کیا اسکی	کہا ہاتف نے سنکر ہی فروغ مشعل معنی

سمت ۱۹۱۱

ایضاً در فصلی

صابر انداخت رنگ تذکرہ	کہ از وہ بہتری نیاری گفت
جوہرے گوکہ قدر او داند	کہ بدست قلم چہ درہا سفت
قیمتی گوہرے کہ در جنبش	در جہان را کسے نگردمفت
چمنے گوکہ در خیابانش	بچنین رنگ و بوے گلے نشگفت
منصفے کوکہ بیند و گوید	کہ چسان بحرہا بکوزہ نہفت
سوز دلخستہ درسن فصلے	سال او ثمرۃ الفواد بگفت

۱۲۶۲

تاریخ مرزا غلام نصیر الدین بہادر قناعت تخلص

اے قناعت چہ خوب تذکرۂ	کردۂ تالیف صابر خوش خو
سال تاریخ اگر زتو پرسند	نسخۂ دل پسند شوق بگو ۱۲۷۱

ولہ

یافت زین تذکرۂ قناعت دل	رازہاے نہفتۂ دانش
عقل گفتا بدل زروے شعور	گلبن گل نوشگفتۂ دانش ۱۲۷۱

ولہ

جبکہ یہ تذکرہ ہوا مشہور	ہند سے تا بروم و دمشق
ہو چکا ختم قناعت نے کہی	سال او مثل سخن کامل عشق ۱۲

قطعۂ تاریخ طبعزاد مرزا احمد بیگ شاہ بہادر ماہر تخلص

قلم نے حضرت صابر کی جب کی	نہال تذکرہ کی آبیاری
ہوا ماہر کو فکر سال اتمام	خرد بولی گل باغ بہاری

قطعۂ تاریخ نتیجۂ افکار سید احمد خان بہادر صدر امین سخنور متخلص آہی

کلک صابر نگاشت تذکرۂ	کہ از و خوب تر بدہر مجو
سال تاریخ ختم او آہی	ذکر یاران ہمدم ست بگو ۱۲

قطعۂ تاریخ تصنیف شیخ رحیم بخش طرب متخلص

چو این تذکرہ گشت اے دل تمام	بفضل خداوند پاک و صمد
طرب از پئے سال تاریخ آن	بگفت آب گلزار عقل و خرد ۱۲

یہ اور چند مادۂ تاریخ طبعزاد شیخ رحیم بخش کے لکھے جاتے ہیں کہ انکے ابیات کو خوف اطناب سے ترک کر دیا

دفتر اشعار ۱۲۷۱ — بزم سخن کی زینت ہے ۱۲۷۱ — زیب گلشن فہم و ذکا — معیار سخنوری جاوید ۱۲۷۱ — ہمہ روشنئ خانۂ دل ۱۲

قطعۂ تاریخ نشتاب خان متخلص بہ سپہر

فلک بارگاہ و ملک احتشام	پناہ جہان و ذوی الاحترام
مبارک سپہر زبدۂ روزگار	دوتار جہان و جہان و دوتار

فلک مرتبت اسما بر نامور — مبارک خصایل ہمایون سیر

ہین جد اونکے تیمور صاحب قران — ہمایون جہانگیر شاہ جہان

وہ ہین میرے اوستاد فرخ نہاد — فریدون حشم اور سکندر نژاد

اور اس مرتبہ پر جو اخلاق ہین — جہان مین وہ مشہور آفاق ہین

ہے اک بحر زخار علم اونکی ذات — کلام اونکے ہین غیرت معجزات

لکھا ان دنون مین ہے اک تذکرہ — کہ ہے راحت روح فرحت فزا

عبارت ہے اوسکی بہت دلپذیر — ہر اک فقرہ اوسکا ہے ماہ منیر

عجایب ہے وہ روضۂ دلکشا — سرور انتما و مسرت فزا

جو اس نظم رنگین کی دیکھے بہار — تو کہدے کہ ہے جوش پر لالہ زار

یہان تک تجلی سے معمور ہے — کہ گویا یہ نور علے نور ہے

یہ تھا تذکرہ کان فضل و ہنر — اور اصلاح صہبائی نامور

عجب کیمیا کا اثر کر گئے — کہ یہ سیم تھا اسکو زر کر گئے

یہ سب کچھ اوسی کی تو امداد ہے — کہ وہ سارے عالم کا اوستاد ہے

یہ ہے اوسکے ہی فیض کا کچھ اثر — کہ صابر نے اوگلے ہین لعل و گہر

نہین منہ جو اونکے بیان ہون صفات — کہ چھوٹا ہے منہ اور بڑی ہے یہ بات

نہین تذکرہ ہے یہ اک شمع طور — کہ ہے نور معنی کا اوسمین وفور

سپہر اوسکی جسدم زیارت ہوئی — تو جان غرق دریاے حیرت ہوئی

کہا عقل نے یہ نہین حوصلا — کہ تو ہو سکے اوسکا مدحت سرا

رقم کر یہ تاریخ گر ہے ذہین
کتاب اوس سے اب کوئی بہتر نہین

قطعہ تاریخ مرزا واصل بیگ مشہور بمرزا اچھنگا فاخر تخلص

چو دیدم کلام مطرای صابر — چو دریاے اعظم بود در تلاطم

خصوصاً عبارات این نسخہ کز وے — خرد گشت در حیرت و فکر ہا گم

بسن گفت کاے فاخر از بہر سالش — بگو مردم چشم و یا چشم مردم

قطعہ تاریخ رشحۂ کلک حافظ عبدالرحمن حیرت

میرزا صابر بہادر شاہزادہ ذی وقار — باعث فخر جہان و قدر دان و اہل فن
تذکرہ تالیف کرد و داد داد شاعری — طرز تحریرش رباید از جہان رنج و محن
حیرت خستہ جگر چون فکر تاریخش نمود — داد ہاتف این ندا آرایش بزم سخن

ولہ

میرزا صابر بلند شکوہ — صاحب عالم بلند وقار
دل او معدن جواہر قدس — سینہ اوست مخزن اسرار
رقم و ثبت کرد تذکرہ — کہ بود بوستان نقش و نگار
بود حیرت بفکر تاریخش — گفت ہاتف خزاین الاشعار

تاریخ کہ میر رحمت علی رحمت فرمودہ اند و بانضمام لفظ رنگینی معانی بہ گل سخن عدد سال اختتام کتاب درست نمودہ

چون نخلبند معنی یعنی کہ کلک صابر — با صد بہار تازہ آراست این چمن را
رحمت ز بہر سالش گفتہ کہ خامۂ او — رنگینی معانی دادہ گل سخن را

تاریخ طبع زاد جوان نیک نہاد محمد بیگ محوی تخلص

زین تذکرۂ لطیف مرزا صابر — خوش تحفہ پئے عروس معنی آراست
نظارۂ او سرور دلہاے غمین — سطرش در جام صفحہ موج صہباست
کیفیت خویش چہ گویم کہ چہاست — ہست آنچہ ز روے کارحالش پیداست
کردم چو سوال سال او از محوی — گفت از سر درد یادگار شعر است

تاریخ تصنیف عبد اللہ بیگ عاجز

تذکرہ چون باختتام رسید — غنچۂ آرزوے دل بشگفت
سال تاریخ ختم او عاجز — رشحۂ ابر فکر تا ورگفت

تاریخے کہ منور علی ہوش تخلص گفتہ

صابر خوش فکر نوک قلم — گوہر این تذکرہ را چون بسفت
ہوش پئے سال وے از روی جہد — گلشن نایاب خرد باز گفت

تاریخ یگانۂ دودمان اہلیت یکتاے جہان قابلیت جامہ زیب خلعت سعادت ذات شایستہ محاسن صفات نونہال چمنستان جوانی نوبادۂ حدیقۂ زندگانی

طراز و ساده متانت نقاش نگارخانه فطانت صاحب طرز متین جناب حافظ محمد فخر الدین متخلص
که حسن خط اوسکے قلم کی مشاطگی سے ساده رویان دلربا کے جمال سے زیاده تر دلکش ہی
اور رخ ساده اوراق اوسکے خامه مانی نگار کی آرایشگری سے کمال نظر فریبی بہم پہونچا کر
مخطط ہوتے ہین دلخوش ہی اوسکا قلم ہی یا گلشن سخن طرازی کا سرو آزاد اوسکا خامه ہی یا
نغمه پردازی کا تذرو حرف کو اوسکی زبان قلم کے طفیل شیرین دہنون کی گفتگو پر شرف ہی
اور طرفه دلنشینی سے عمر نظاره اوسکے طرز خط کے مشاہده مین صرف بیشتر اجزا اس
کتاب بلاغت انتساب کے اوسی یگانه کشور کمال کے زیور کتابت سے مزین ہی اور اوسکی
رگ ابر قلم کی آبیاری سے گلشن

دراحوال رنگین کلامان دہر — مرتب چو شد این کتاب عجب
بگفت از سر آرزو فخر زود — بہ فخر ارباب فہم و طلب ۱۲

تاریخ صاحب فکر رسا سبحان الدین متخلص بقا که طبع موزون اور معدن ضمیر جواہر نکات
سے مشحون رکھتا ہی بالفعل خاک شاہجہان آباد اوسکے بہار قدم سے رشک چمن اور زمین
سخن اوسکی فکر کی آبیاری سے گلشن ہی

ہوا تذکره اب صاحب مرتب — بطرز دلاویز و آئین رنگین
ہوا بے تکلف یہ نکلا زبان سے — ہی تاریخ اوسکی صفا مین رنگین

قطعه تاریخ تصنیف مرزا علی بیگ نازنین متخلص ریختی گو

استاد مین قربان اپنے صابر کے — مجکو سب کچھ اونھون نے سکھلایا
اونسے ہوا ہے ہوئی توقیف — اونسے آیا جو کچھ مجھے آیا
مین تو اک بے تمیز رنڈی تھی — نیک و بد سب اونھون نے بتلایا
اونکے صدقے سے مجھ سی عورت نے — رتبه مردون سے بھی سوا پایا
ہین وه شہزاده بلند نژاد — رتبه الله کے گھر سے ہی پایا
اونکے علم و ہنر مین کامل ہین — اونکا سب سے بلند ہی پایا
لی اصلاح کے جو دامن کا — سر په میرے کلام کے سایا
بڑے جو که مرد کامل فن — اونکو میرے سخن سے شرمایا
دیکھ شوخی زبان عورت کی — رشک سے زہر مردون نے کھایا

تذکرہ شاعرون کا لکھا ہے
کس طرح کہ سکون ہین وسکی صفت
اللہ اللہ عبارتین اوسکی
رنگ معنی پہ تازگی حروف
وہ سخن اونکے لب پہ ہے گویا
لیکے اونسے وہ تذکرہ اکدم
اوسنے تاریخ یہ کہی مجھسے

اور مجکو بھی ہے وہ دکھلایا
کیا مرا منہہ ہے کیا مرا پایا
بحر مضمون ہے جوش مین آیا
جیسے گلشن پہ ابر ہے چھایا
لب جیسے پہ معجزہ آیا
نازنین کو بھی مین نے دکھلایا
لے مین صدر نے یہ خوب فرمایا

مہیاء سپاس احباب شفیق و توطیہ یاران صدیق

حاجۂ رنگین نگار رسائی فکر رسا اور جادہ پیمائی خامہ تیز پا سے اسقدر سپاس فراہم نہین ہے جسقدر بزرگان کریم نہاد اور محبان صادق الوداد کا حرف شکر غنچۂ لب و دہان رکھتا ہے کہ اس کتاب کے اتمام اور اس نسخہ کے انصرام مین اُن والا ہمتان بلند حوصلہ کیطرف سے کیا کیا حسن مروت جلوہ گر ہوا جناب مستطاب اوستادی مولوی امام بخش صہبائی سلمہ اللہ تعالے کے لطف و کرم کے آفتاب کی فروغ بخشی کا تو کیا بیان ہے کہ اگر ہر موے بدن جون برگ سوسن دس زبان بل جون گل صد برگ سو زبان پیدا کرے اوس دفتر سے ایک حرف ادا نہوسکے اُن شاہدان عبارت کو اسطرح زیور اصلاح سے آرایش دی کہ اون دلربا ؤن کی گردن و گوش کا جلوہ اوس پیرایہ و حلل کے پردہ مین لطف تامل سے روپوش ہو گیا گویا ایک سایہ تھا کہ ہجوم انوار مین محو ہو گیا یہ شکر تو عمر خضر سے زیادہ تر طول مدت چاہتا ہے اُن دوستون کے بار احسان سے سر فرو ہے کہ مصالح کے بہم پہونچانے مین اتنی عرق ریزی اور اس شغل کے اہتمام کی راہ مین یسی قطرہ زنی کی کہ جو راہ کہ عمر بھر کی درازی پر طعنہ زن تھی اوسکو بیان بشین ایک چشم زدن مین طے کیا یگانہ عالم محبت مرزا غلام نصیر الدین قناعت آور یکتاے کشور مودت مرزا پیارے متخلص بہ رفعت آور رشک ہمسران معاصر مرزا جمعیت شاہ ماہر اور طراز وسادہ الفت وجہشتاب خان متخلص بہ سپہر اور سبک جہلان عرصہ قدرت کلام مرزا عبد اللہ بیگ عاجز نام اور جگر شگاف حاسدان کینہ اندوز صاحبزادۂ بلند اقبال جناب اوستادی و مولائی حضرت صہبائی یعنی نور الله مولوی عبد الکریم نام متخلص بہ سوز رنگین کلامان حضرت شاہجہان آباد کے اشعار کی تحصیل مین اور یکتا تاز عرصۂ لطف و مروت فارس مضمار یگانگی و مودت واقف سرابۂ سخن مولوی

ابو الحسن کہ متوطن فرید آباد اور بلدۂ طیبۂ اکبر آباد مین حکام عہد کی قدردانی سے عہدۂ تدریس کتب
فارسی پر مامور اور اطراف اکناف مین اس فن کی دقیقہ سنجی اور رموز فہمی کے وصف سے مشہور
ہین شعرائے دار الخلافۂ مذکور اور سخن گویان نواح نزدیک و دور کے سخن بہم پہونچانے مین مستعد
ساعی ہوئے کہ اوسکا شکر دفاتر لیل و نہار مین گنجایش پذیر نہین اور سر انجام مسودہ اور ترتیب اجزا
بعد شمع افروز بزم اتحاد چمن پیرائے حدائق وداد رنگ آمیز نگارنامۂ فکر ارجمند میرزا صفدر علی بیگ بلند
اور گلدستہ بند بہارستان ضروری تازہ بنا گلشن معنی پیرا درج موزون آفریں سعادت مولوی محمد حسین شفقت
نے تبلیغ فاشغل شواہد اپنے ... مین ... انتظار کو انواع لطف و مروت سے ممنون کیا جب یہ
مراحل طی ہو چکے حسن عبارت و لطافت معنی اور رشاقت اسلوب اور خوبی انتخاب اشعار کا شہرہ اطراف
عالم مین پہونچا اور ہر طرف سے دامن آرزو وسیع اور دست تمنا دراز ہوا کاتبین کی سعی امدادی
مین شکستہ پا اور ناشرین کی ہمت اس میدان مین نارسائی تا گاہ مظہر مکارم شیم مصدر آثار کرم
محی مراسم یگانگی ماحی رسوم بیگانگی جامع محاسن خفی و جلی شیخ نثار علی صاحب مالک مطبع مرتضوی کہ اس
جزو زمان مین بلندی ہمت اور فراخی حوصلہ اور عموم مروت و شمول مکرمت انکی ذات مین اسطرح
جمع ہین جیسے محیط مین امواج اور حسن اخلاق اور یکرنگی وفاق اور رعایت دوست نوازی اور ملاحظہ
راست بازی اوسکی نہاد سے ایسے چسپان اختلاط ہین جیسے مرکب سے مزاج لطف مروت کے اظہار
اور مراسم یار فروشی کے اعلان کی طرف مائل اور اس کتاب کے چھاپنے کی طرف متوجہ ہوئے حق یہ ہے
کہ اس امر کے سر انجام مین مساعی جمیلہ کو اسطرح صرف کیا کہ قلم اوسکی کیفیت کی تحریر مین بحساب تاب سر
زانو سے نہین اوٹھا سکتا اس مطبع کے حسن اہتمام کا ذکر کرون یا خوبی اسباب کا حرف زبان پر لاؤن کاتب کی
زبان قلم حرف نستعلیق سے اسطرح آشنا ہے جیسے طوطی خوش لہجہ حرف دلربا سے اور لطافت سینۂ کاغذ سے
یون جلوہ گر ہے جیسے صفائی آئینۂ مجلا سے آخر الامر اس سعی مشکور پر یہ اثر مترتب ہوا کہ مدت قلیل مین یہ شغل
خطیر اتمام کو پہونچا اور نسخہائے بیشمار فراہم ہو کر مشتاقان ناشکیب کی نظر شوق سے دوچار ہوئے یہ نسخہ
ہر چند اہل سخن کی طبع کو پسند تھا لیکن جب اس مطبع مین زیور طبع سے آراستہ ہوا اور ارجمند ہو گیا اللہ تعالی
ان دوست نوازان بلند ہمت کو انقطاع سر رشتۂ روزگار تک بادۂ مراد سے مزہ جوش اور حصول مرام سے
دل خوش رکھے

خاتمۃ الطبع

ہزار ہزار شکر ہے گلشن آرائے کن فکان کی جناب مین کہ ان دنون مین گلدستہ جاوید بہار ریاحین گلزار سخنوری ثمرۃ الفواد بہارین طبعان شعراے نامی یعنی تذکرہ زبان آوران بلند فطرت گرامی فن مسمی بہ گلستان سخن جو ایک گنجینہ کلام شاعران مسیح نفس اردو زبان کا ہے جسمین ہر زبان آور کا تخلص بہ ترتیب حروف تہجی مع نام و نشان سکونت اور انکے کمالات فضل کا مذکور ہے بہت نادر تیر ہا ہے تصنیف زبدۂ شاہزادگان عالی تبار شاہزادہ مرزا قادر بخش بہادر تخلص صابر جسکی درستی عبارت باصلاح استاد کامل مولوی امام بخش صہبائی ہوئی ہے حسب تحریک قدر شناس سخن منشی بیدیال صاحب میر منشی ایجنسی بہو مطبع نامی منشی نول کشور مین بمقام لکھنو بعد ازالۂ اغلاط کے ماہ اپریل ۱۸۸۲ء مین مطابق ماہ جمادی الاولی ۱۲۹۹ھ چھپکر اشاعت پذیر ہوا خداے تعالی مطبوع اہل عالم فرماوے

بمنہ و کرمہ